The HONHAR, an illustrated urdu monthly for boys & girls.

بچوں کا باتصویر ماہوار رسالہ

ہونہار

جلد ۱ — دہلی - جنوری سنہ ۱۹۳۰ء — نمبر ۱

فہرست مضامین

مضامین کے علاوہ دستی و فوٹو بلاک کی دلچسپ تصاویر اندر ملاحظہ فرمائیے۔

اسٹاف

سرپرست

حکیم محمد یوسف حسن صاحب ایڈیٹر نیرنگ خیال

ایڈیٹر

فیاض حسین نسیم جامعی - سابق ایڈیٹر تازیانہ لاہور

معاون

سید نصیر احمد جامعی | محمد اسحاق

ڈائرکٹرز آف ڈزائن

اختر حسن، فائن آرٹسٹ جامعہ | سردار نند سنگھ مالک پنجابی پریس

معاونین خصوصی

جن کے مضامین وقتاً فوقتاً رسالہ ہونہار میں شائع ہوتے رہیں گے

عالیجناب ڈاکٹر ذاکر حسین خاں صاحب ایم اے پی ایچ ڈی (برلن) پرنسپل جامعہ ملیہ اسلامیہ دہلی

ڈاکٹر سید عابد حسین ایم اے پی ایچ ڈی (برلن)، اڈیٹر جامعہ

پروفیسر محمد مجیب صاحب بی اے آکسن

مولانا اسلم جیراجپوری

حافظ فیاض احمد صاحب بانی بتی مہتمم جامعہ ملیہ پرائمری اسکول

سید نذیر نیازی صاحب بی اے جامعہ

سعید انصاری صاحب - ایڈیٹر پیام تعلیم

حامد علی خاں صاحب بی اے - جامعہ

دیوداس جی گاندھی - استاد جامعہ ملیہ

حنیف ہاشمی صاحب (مدیر معاون نیرنگ خیال

قاضی اشتیاق حسین صاحب ایم اے پروفیسر سینٹ اسٹیفنس کالج

ہلال احمد صاحب بیری بی اے - ایڈیٹر الجمعیۃ

محمد جعفری صاحب ایڈیٹر ملت روزانہ

معین الدین حارث بی اے جامعہ ایڈیٹر اجمل روزانہ بمبئی

عبد الباقی خاں بی اے جامعہ ایڈیٹر مساوات لاہور

صوفی لچھمن پرشاد - ایڈیٹر مستانہ جوگی لاہور

مولوی شفیع الدین صاحب نیر ٹیچر موڈرن ہائی اسکول دہلی

چاند

تم ندّی پر جا کر دیکھو — جب ندّی میں نہائے چاند
ڈبکی لگائے غوطے کھائے — ڈر ہے ڈوب نہ جائے چاند
کرنوں کی اک سیڑھی لیکر — چھم چھم اترا آئے چاند
جھولے میں پانی کی لہروں کے — کیا کیا پینگ بڑھائے چاند
ہنس ہنس کر ندی کے اندر — روتوں کو بھی ہنسائے چاند
جب تم اس کو پکڑنے جاؤ — بادل میں چھپ جائے چاند
پھر چپکے سے نکل کر دیکھے — اور پھر خود کو چھپائے چاند
اب پانی میں چپ بیٹھا ہے — کیا کیا روپ دکھائے چاند

چاہے جدھر کو جاؤ افسر
ساتھ تمہارے جائے چاند

حامد اللہ افسر بی۔ اے۔ میرٹھی

کچھ اپنی بابت

(بچوں کے والدین سے)

رسالہ ہونہار کا مقصد اس وقت اردو زبان میں بچوں کیلئے کئی پرچے نکل رہے ہیں جنہیں پھول، پریم، نونہال اور غنچہ خاص طور پر قابل ذکر ہیں اور یہ سب پرچے ملک کی ایک بڑی خدمت انجام دے رہے ہیں۔

رسالہ ہونہار صرف بچوں ہی کے لئے جاری نہیں کیا گیا بلکہ اس کا معیار کچھ بڑھا کر اتنا کر دیا گیا ہے کہ ہائی اسکول کے طلبہ بھی اس سے فائدہ اٹھا سکیں۔ اس رسالہ کا سب سے بڑا مقصد یہ ہے کہ لڑکوں میں صحیح قومی اور اخلاقی تعلیم کی اشاعت کی جائے اور ہندو مسلمان بچوں کو شروع ہی سے محبت اور پریم کے ساتھ رہنا سکھایا جائے تاکہ آئندہ چل کر ان کے دماغ آپس کی فرقہ وارانہ جنگ سے متاثر نہ ہوں۔ اور بچوں میں جو ترقی کرنے کا فطری جذبہ موجود ہے اس کو ابھارا جائے تاکہ وہ بھی آزاد ممالک کے بچوں کی طرح ترقی کرتے ہوئے نظر آئیں۔

ایک عربی بچہ صبح جب اپنے بستر سے اٹھتا ہے تو سب سے پہلے اس کی نگاہیں اپنے چھوٹے نیزوں پر پڑتی ہیں۔ وہ ان کو اٹھاتا ہے اور تھوڑی دیر نیزہ بازی کی مشق کرتا ہے۔

ترکی بچہ بستر سے اٹھتے ہی اپنی چھوٹی چمکتی ہوئی تلوار پر ہاتھ ڈالتا ہے اور بستر سے اٹھ کر تازہ ہوا میں تلوار اور بندوق چلانے کی مشق کرتا ہے۔

جرمنی بچہ صبح کے وقت سب سے پہلے اپنے ان کھلونوں اور تماشوں کو دیکھتا ہے جو اس کے ماسٹر نے اس لئے دئے ہیں کہ وہ ان پر غور کرے کہ وہ کس چیز سے بنے ہیں اور کیوں کر بنے ہیں؟

انگریزی بچہ کے منہ سے سب سے پہلے یہ آواز نکلتی ہے My Magazine میرا اخبار۔ وہ بستر سے اٹھتے ہی سب سے پہلے اپنے اخبار یا رسالے کو ہاتھوں میں لیتا ہے۔ اس کے ورق الٹتا ہے اور اس کی تصویریں دیکھ کر خوش ہوتا ہے۔

آپ جس ملک کے بچے پر نظر ڈالیں گے اس میں ابتدا ہی سے ایک خاص جوہر پائیں گے جو والدین سے اس کو وراثتاً ملتا ہے لیکن اب ذرا اپنے ملک کے بچوں کی حالت ملاحظہ فرمائیے۔ ہمارے یہاں کے بچے ماں باپ کے ناز و نعمت والے ہاتھوں میں صبح سے شام تک ہتی کے کھلونوں کی طرح گردش کرتے رہتے ہیں جنکو سوائے رونے اور ضد کرنے کے کوئی کام نہیں ہوتا۔ ماں باپ لاڈ میں ان کی ہر ضد پوری کرتے ہیں نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ شروع ہی سے ان کے مزاج میں ضد اور چڑچڑا پن پیدا ہو جاتا ہے۔ مدرسہ میں وہ ماسٹر کو ملک الموت خیال کرتے ہیں اور مدرسہ سے اکثر متنفر سے رہتے ہیں اور مدرسہ کی تعلیم سے بھاگتے ہیں اگر ان میں سے کچھ ماں باپ کی سختیوں سے یا مجبوراً تعلیم بھی پاتے ہیں تو مدت دراز کی سخت جانکاہیوں کے بعد ان کو یہ صلہ ملتا ہے کہ وہ تعلیم ختم کرنے کے بعد ایک معمولی کلرک بن کر رہ جاتے ہیں۔ بہت کم ایسے ہوتے ہیں جنکے خیالات اعلیٰ ہوں اور آگے تعلیم حاصل کرکے معراج ترقی پر پہونچیں۔

ان تمام باتوں کا علاج یہ ہے کہ ابتدا ہی سے بچوں کی تعلیم و تربیت کا اچھا انتظام کیا جائے۔ ان کے پڑھنے کے لئے ایسے رسالے اور کتابیں دی جائیں جن کے پڑھنے سے ان میں ترقی کرنے کا جذبہ پیدا ہو۔ رسالہ ہونہار بچوں کے پڑھنے کے لئے ایسا لٹریچر مہیا کرے گا جس کے مطالعہ سے ان میں اچھے اخلاق پیدا ہوں گے ان کی عقل و تجربے میں اضافہ ہوگا۔ اور ان کی معلومات وسیع ہو جائیں گی۔

اس رسالہ میں آپ کو اکثر ایسے بزرگوں کی سوانحعمریاں اور زندگی کے حالات ملیں گے جنہوں نے ایک معمولی حالت سے ترقی کرکے دنیا کے مشہور لوگوں میں جگہ حاصل کر لی ہے۔ ہندوستان میں ایسے لوگوں کی کمی نہیں ان کے حالات وقتاً فوقتاً آپ کے بچوں کے پاس پہونچتے رہیں گے۔

آپ کا فرض آپ کا بھی یہ فرض ہے کہ اس کام میں ہاتھ بٹائیں۔ رسالہ کے خود خریدار بنیں اور اپنے دوستوں کو بھی اس کا خریدار بنائیں۔ اگر آپ مضمون نگار ہیں تو رسالہ کے لئے مضامین لکھکر روانہ فرمائیں۔ اگر آپ شاعر ہیں تو بچوں کے لئے کوئی اخلاقی نظم لکھ کر بھیجدیں۔ اگر آپ کسی لائبریری یا اسکول سے تعلق رکھتے ہیں تو اپنے اسکول یا لائبریری کے لئے ہمارا رسالہ منگوائیں۔ اگر آپ تاجر ہیں تو اپنی اشیاء

کا اشتہار رسالہ ہونہار کے لئے روانہ فرمائیں۔ آپ کی یہی مدد ہمارے لئے بہت کافی ہوسکتی ہے۔

رسالہ ہونہار کی تصاویر رسالہ ہونہار کے لئے تصاویر کا خاص انتظام کیا گیا ہے۔ ہر مہینہ بچوں کے مذاق کے مطابق دستی اور فوٹو بلاک کی تصاویر شائع کیجائیں گی اختر حسن صاحب فاروقی جو جامعہ ملیہ کے ڈرائنگ ماسٹر اور آرٹسٹ ہیں بچوں کے لئے تصاویر تیار کیا کریں گے۔

رسالہ ہونہار کے معاونین خصوصی رسالہ ہونہار کے شروع کے صفحہ پر معاونین خصوصی کی ایک فہرست دی گئی ہے۔ ان میں سے بعض میرے استاد ہیں اور بعض میرے دوست ہیں جو ہندوستان کے مختلف اخبارات میں ادارت کے فرائض انجام دے رہے ہیں۔ ان میں سے اکثر حضرات کے مضامین موصول ہو چکے ہیں اور بعض حضرات رسالہ کے لئے مضامین لکھ رہے ہیں جو رسالہ کے آئندہ پرچوں میں شائع ہوں گے۔ ان حضرات کے علاوہ میرے بعض احباب مثلاً محمود حسین خاں صاحب، عبدالحمید صاحب زبیری، قاضی محمد سعید صاحب جامعہ میں تعلیم پانے کے بعد بغرض تعلیم جرمنی تشریف لے گئے ہیں ان کی بھیجی ہوئی تصاویر اور مضامین بھی رسالہ میں شائع ہوتے رہیں گے۔

رسالہ ہونہار کی کامیابی جس وقت سے اس رسالہ کا اشتہار دیا گیا ہے ہندوستان کے مختلف مقامات سے سینکڑوں خطوط رسالہ کی طلبی میں موصول ہو چکے ہیں ان میں سے زیادہ تعداد ایسے لوگوں کی ہے جنہوں نے نمونہ کے لئے ٹکٹ روانہ فرمائے ہیں اور اکثر نے رسالہ کی وی پی طلب کی ہے۔ رسالہ کے شائع ہونے سے پہلے ہی رسالہ کی اتنی مانگ بڑھ رہی ہے کہ رسالہ بہت زیادہ تعداد میں طبع کرایا گیا ہے۔ ہائی اسکولوں، کتبخانوں اور انجمنوں سے روزانہ بکثرت خطوط موصول ہو رہے ہیں۔ ملک نے جو رسالہ کا اتنا زبردست خیر مقدم کیا ہے اس پر مجھے نہایت خوشی ہے۔ یہ رسالہ میں نے اپنے نیک اور معصوم بھائیوں کی خدمت کرنے کے لئے صرف اپنے پروردگار کی ذات پر بھروسہ کرکے جاری کیا ہے وہ اپنے بندوں کو کبھی مایوس نہیں کرتا اس لئے مجھے کامیابی کی پوری امید ہے۔

"ایڈیٹر"

سچی دوستی

موہن پیارے موہن! تم مجھے اتنے کیوں عزیز ہو؟ تمہاری ہر بات مجھے اچھی معلوم ہوتی ہے۔ تمہارے منہ سے جو لفظ نکلتا ہے میری زبان پر رہتا ہے۔ دن میں، رات میں نہ جانے ہزار بار یا لاکھ بار تمہارا نام لیتا ہوں۔ امی جان کہتی ہیں "نوج، موہن نہ ہوا کوئی رسول ہو گیا خدا ہو گیا۔ جہاں کوئی بات ہوئی اور تم نے کہنا شروع کیا موہن یوں کہتا تھا۔ موہن سے کہوں گا موہن کو بھی بلاؤ گی؟ دوستی سب کی ہوتی ہے دوستی کو میں منع نہیں کرتی لیکن یہ بھی کوئی طریقہ ہے۔ یہ تو سڑی پن ہے۔ پھر اپنا ہم مذہب، ہم قوم ہوتا تو ایک بات تھی۔ وہ تو موا کافر ہے۔ مشرک! بت پرست! نا بابا میں اپنے لڑکے کو اس سے زیادہ نہ ملنے دوں گی۔ وہ تو اسے بے دین کر دے گا۔"

ہائے موہن! تم مسلمان کیوں نہ ہوئے؟ تمہارے ماں باپ بھی تو تمہیں میرے گھر آنے سے روکتے ہیں۔ کہتے ہیں کہ تیرا دھرم بھرشٹ ہو جائیگا مسلمانوں سے دور رہنا۔ یہ اچھوت ہیں" تم مسلمان ہوتے تو پھر کوئی یہ کیوں کہہ سکتا؟

"لیکن سعید میری سمجھ میں نہیں آتا کہ تمہارے مسلمان ہونے سے اور میرے ہندو رہنے سے ہماری دوستی میں کیوں فرق آئے؟ اور ہمارے والدین یہ کیوں سمجھیں کہ تم ہندو ہو جاؤ گے اور میں مسلمان؟ تم خدا پر یقین رکھو۔ رسول پر ایمان لاؤ۔ میں ایشور کو سچا سمجھوں اپنے بتوں کی عزت کروں۔ پوجا کروں۔ یہ ہمارا اپنا اپنا مذہب ہے میں نے جب تم سے دوستی کی جانتا تھا کہ تم مسلمان ہو۔ تمہارے خلوص۔ ہمدردی اور غمخواری نے میرے من کو موہ لیا۔ یہ تمہاری کرپا ہے کہ مجھ میں بھلائی پاتے ہو اور مجھے عزیز بھی رکھتے ہو۔ نیکی سچائی اور ہمدردی جس میں ہوں اس سے محبت کرنا چاہئے۔ چاہے وہ خدا کی عبادت کرتا ہو یا پر۔ تما کی پوجا۔ بابا، مسلمانوں کو اچھوت کہتے تو ہیں لیکن میں نے دیکھا ہے کہ جب ان کے دفتر

کے مسلمان دوست آتے ہیں تو وہ ان سے ہاتھ ملاتے ہیں۔ گلاس میں پانی پلاتے ہیں اور بڑی اچھی طرح ان سے بات چیت کرتے ہیں۔ پھر میں اور تم کیوں نہ اپنی دوستی ہندو اور مسلمان رہ کر قائم رکھ سکیں۔ میں اپنا دین نہیں چھوڑنا چاہتا۔ مجھے میرا دین عزیز ہے لیکن یہ میرا دل گواہی دیتا ہے کہ میرا دین مجھے محبت کرنا سکھلاتا ہے۔ نفرت نہیں سکھاتا اور مجھے یقین ہے کہ تمہارا مذہب بھی کسی شخص سے نفرت کی تعلیم نہیں دیتا ہوگا۔ پھر ہماری محبت میں ہمارے دین و مذہب کیوں رخنہ ڈالیں۔ پیارے سعید اس قسم کے وسوسے دل سے نکال ڈالو۔ تمہارا خدا اور میرا ایشور صرف محبت کرنے والوں کو عزیز رکھتا ہے۔

محمد عاقل ایم اے

ہونہار بچہ

ہونہار بچو! تم پر سلامتی ہو!

بات تو ہے عجیب سی لیکن ہم تمہیں سنا ہی دیں. کیونکہ یہ بھی ایک کہانی ہے۔ اور کہانی بھی کس کی؟ ایک بچے کی اور ہونہار بچے کی۔ بچے تو تم نے بھی بہت دیکھے ہوں گے۔ لیکن ایسا بچہ، خدا کو جان دینی ہے شاید ہی کہیں سنا ہو۔ خدا اس کی عمر دراز کرے۔ ابھی یہ ننھا ہی سا تھا کہ اُسے ایک باغ میں بٹھا دیا گیا۔ باغ کا نام تو اس وقت یاد نہیں پڑتا۔ بات تمہیں سنائے دیتے ہیں۔ بھلا سا نام تھا شاید آدم یا عدم لیکن مولوی صاحب نے تو کچھ اور ہی تبلایا تھا۔ وہ ہیں نہ مولوی صاحب کبوتروں والی مسجد کے؟ انہوں نے ہی شاید صمن یا چمن کہا تھا۔ ہاں، اب یاد آیا۔ عدن ہاں عدن بس وہ عدن کے باغ میں تھا۔ یہ ہونہار بچہ ایک مرتبہ چبوترے پر بیٹھا خوش رنگ پھولوں اور طرح طرح کے پھلوں کو دیکھ کر خوش ہو رہا تھا۔ خوش ہوتا اور تالیاں بجاتا تھا۔ تمہاری طرح نہیں کہ باغ میں گئے اور ایک لوٹ مچا دی۔ پھولوں کے گملے گرا دئے۔ مالی کو دور سے منہ چڑا دیا اور بھاگ نکلے۔ اس کی شامت آئی اور وہ پیچھے آیا تو ڈھیلا اٹھا کر تڑاق سے کھوپری پر مارا۔ وہ بیچارہ ہائے ہائے کر کے بیٹھ گیا۔ کیوں بچو کہا کے بار یہ واقعہ ہوا؟ ہم کیا جانتے نہیں؟ کون سا دن ہے جب تمہاری شکایت نہیں آتی؟ ابھی کل فتو روتا ہوا آیا تھا۔ اس کے گھوڑے کی اگاڑی پچھاڑی کھول کر ایک چابک جو سڑاک سے لگایا تو جانور بھڑک اٹھا۔ بیچارے کے کچے برتن پاس پڑے ہوئے تھے سب کو مٹی کر دیا۔ تم کیا سمجھے؟ وہ ہونہار بچہ بھی تم جیسا تھا۔ نہیں وہ بچہ بہت بھولا بھالا اور سمجھدار تھا۔ دنیا کا بادشاہ بننے کے لئے پیدا ہوا تھا۔ پھر بھلا وہ اس قسم کی شرارتوں کے پاس کیوں پھٹکتا؟

خیر وہ اُس چبوترے پر بیٹھا تھا کہ اس کے سامنے ہر قسم کے پرندے آ آ کر بیٹھنے لگے۔ کبوتر۔ طوطے۔ مینا فاختہ۔ بٹیر۔ بلبل وغیرہ۔ غرضکہ کوئی پرندہ ایسا نہ تھا جو اس کے پاس نہ آیا ہو۔ کوے بھی تھے۔ چیلیں گدھ۔ باز۔ عُقاب۔ بہری۔ شکرہ وغیرہ بھی۔ لیکن کیا

مجال کہ کوئی اُس کے سامنے شوخی کرے۔ سب
پیارے اس کے نزدیک آتے اور وہ ان سب کے
نرم نرم پروں پر ہاتھ پھیرتا۔ اس کے بعد جانوروں
ہوشیوں اور درندوں کی باری آتی۔ سفید سفید اون
والی بھیڑیں آتیں لمبے لمبے بالوں والی بکریاں۔ سفید
بھوری چتکبری گائیں۔ بیل۔ اونٹ۔ بھینس اور ان
میں ملے ہوئے شیر۔ چیتے۔ بھیڑئیے۔ ہرن۔ بارہ سنگے
پہاڑوں جیسے ہاتھی۔ لیکن عجیب بات تھی۔ سرکس تو
تم نے دیکھا ہی ہے۔ بھیڑیا بکری کے ساتھ پانی پیتا ہے
بندر شیر پر سوار ہوتا ہے۔ میرے خیال میں وہ باغ
بھی آج سرکس بنا ہوا تھا۔ لیکن کیا مجال کہ شیر ترچھی
نگاہوں سے بکری کی طرف دیکھ جائے۔ یا بھیڑیا بھیڑ
کو کچھ کہہ جائے۔ کیوں حیرانی کی بات ہے یا نہیں؟
ہندوستان میں تو ہندو مسلمان ایک دوسرے کے خون
کے پیاسے ہو رہے ہیں وہاں وحشی جانور تک ایک
تھے۔ ہونہار بچہ شیر کے لمبے لمبے بالوں سے کھیلتا تھا
اور شیر محبت سے اس کے پاؤں چاٹتا تھا۔ ریچھ اس
کے سامنے لاڈ میں لیٹ جاتا اس کے ہاتھ کو منہ میں
لیتا اور چوم کر چھوڑ دیتا۔ چیتا گھنے درختوں میں
قلانچیں بھرتا ہوا آتا اور چبوترے کے گرد منڈلاتا۔ دوسری
طرف پتلی پتلی ٹانگوں والا ہرن کلیلیں بھرتا تھا اور ہونہار
بچہ بار بار کھیل کھیل کر ہنستا تھا۔

لیکن ہونہار بچو! تمہیں پتہ ہے؟ صبح ہوتی
ہے۔ سورج نکلتا ہے۔ تمام دنیا نور سے بھر جاتی ہے
شام ہوتی ہے۔ سورج غروب ہوتا یا ڈوب جاتا ہے
اور دنیا میں اندھیرا چھا جاتا ہے۔ اس ہونہار بچے
کی یہ حالت بھی کچھ زیادہ دیر تک نہ رہی۔ اسے باغ
سے نکال کر باہر جنگل بیابان میں چھوڑ دیا گیا اور
ہمارے خیال میں تو بہت اچھا ہوا۔ ہمیں پتہ کس
طرح لگتا کہ یہ بچہ کیا کر سکتا ہے؟۔ باغ میں رہتا تو
دن رات کھیل ہی کھیل تھا۔ کوئی کام تو تھا نہیں
کہ اس کی ہونہاری کے جوہر کھلتے۔ اب جنگل بیابان
میں اسے کچھ تو کرنا تھا۔ چنانچہ اب یہ بات تھی کہ وہی
شیر جو اُس دن اس کے آگے گردن جھکائے کھڑا تھا
اب اسے دیکھتا اور غصہ سے دہاڑنے لگتا۔ بچے کے بدن
میں رعشہ پڑ جاتا۔ جب وہ خوراک کی تلاش میں نکلتا
تو اس کے پاؤں میں کانٹے چبھتے اور اس کا بدن
لہولہان ہو جاتا۔ چیتا اس کو دیکھ کر غراتا۔ ریچھ منہ
پھاڑ پھاڑ کر آتا۔

اب ہم تمہیں بتاتے ہیں کہ اس نے یہاں کیا

ہونہاری کی بات کی۔ ایک کالی رات کو وہ ایک درخت کے نیچے کھڑا ہوا ٹھٹھر رہا تھا۔ بدن پر کپڑا تو تھا ہی نہیں کیونکہ وہ جانتا ہی نہ تھا کہ بدن کو کس طرح چھپایا جاتا ہے۔ اتنے میں ایک شیر دہاڑتا ہوا لپکا۔ بچہ کو بھی اپنی جان بچانی تھی۔ ایک بڑا سا پتھر لیکر شیر پر دے مارا۔ پتھر شیر کے بجائے ایک اور بڑے پتھر پر پڑا پتھروں کے ٹکرانے سے زور کی آواز کے ساتھ ایک چمک پیدا ہوئی جس سے شیر کی آنکھیں چندھیا گئیں اور وہ خوفزدہ ہوکر بھاگا۔ اب اس نے یہی طریقہ اختیار کیا۔ جب رات کو کوئی وحشی درندہ اس کے قریب آتا تو وہ ایک بڑا سا پتھر لے کر اس پر مارنے کے بجائے کسی اور پتھر پر دے مارتا۔ پتھروں کے ٹکرانے سے ایک گرج اور چمک پیدا ہوتی اور وحشی درندہ اُسے چھوڑ کر بھاگ جاتا۔ (باقی آئندہ)

حنیف ہاشمی۔

آبِ حیات

جمیل اور حمید دو سگے بھائی تھے۔ ان کا باپ دولتمند تھا اس لئے دونوں کو اچھی سے اچھی خوراک اور عمدہ سے عمدہ لباس ملتا تھا۔ دونوں ماں باپ کے بہت لاڈلے بچے تھے۔ نوکر گاڑی میں بٹھا کر اسکول لیجاتا تھا اور گاڑی ہی میں واپس لاتا تھا۔

یہ دونوں بچے جب خوب سورج نکل آتا تب صبح کو بیدار ہوتے اور چارپائی پر ہی ناشتہ کھاکر پھر ہاتھ اور منہ دھوتے اور اسکول چلے جاتے۔ نوکر اسکول ہی میں جاکر کھانا کھلا آتا۔ چار آنے روزانہ جیب خرچ کو ملتے تھے وہ بھی خرچ کر ڈالتے تھے۔

ان بچوں کے والد صاحب بمبئی کے مشہور سوداگر تھے۔ ان کا ایک منشی تھا ’ہمت خاں‘ جو بیس روپے ماہوار پر ان کے پاس ملازم تھا۔ اس کے ایک لڑکا تھا جو حمید کے ساتھ تیسری جماعت میں پڑھتا تھا۔ اسکول گھر سے دور تھا اس لئے وہ بہت سویرے اٹھا کرتا تھا۔ سب سے پہلے وہ ہاتھ اور منہ کو اچھی طرح صاف کرتا۔ پھر غسل کر کے نماز پڑھتا اور نہایت صدق دلی سے خدا کے حضور میں بہت

کرتا کہ میرے ماں باپ کی عمر دراز ہو اور مجھکو علم اور اخلاق کی دولت سے مالامال کردے۔ نماز سے فارغ ہوکر باورچیخانے میں جاکر کھانا پکانے میں ماں کی مدد کرتا اور پھر کھانا کھاکر پیدل ہی اسکول چلاجاتا اور وہاں خوب دل لگاکر پڑھتا۔ اسکول سے فارغ ہوکر سیدھا گھر آتا۔ منہ ہاتھ دھوکر گھر کے کام میں مدد کرتا اور پھر سیر کو نکل جاتا۔ پھر واپس آکر کھانا کھاتا اور کچھ پڑھنے لکھنے کے بعد سوجاتا۔ یہ اس کا روزانہ کا معمول تھا۔ اس بچے کا نام روشن دین تھا۔

روشن دین نہایت چست اور تندرست لڑکا تھا۔ غریبانہ لباس میں بھی وہ شہزادہ معلوم ہوتا تھا۔ لکھنے پڑھنے میں وہ بہت ہوشیار تھا۔ اس کو غریبانہ خوراک آبِ حیات ثابت ہوتی تھی جو کہ اس کی صحت اور دماغ کی قوت کو دوبالا کرتی تھی۔

سوداگر کے لڑکے جمیل اور حمید باوجود عمدہ عمدہ غذاؤں کے امیرانہ لباس کے ہمیشہ مریل اور مریض رہتے تھے۔ ذرا سرد ہوا چلتی تو ان کو زکام ہوجاتا ذرا گرم لو چلتی تو یہ بخار میں مبتلا ہوجاتے۔ اُن کی خوبصورت کوٹھی پر ہر روز ڈاکٹر دکھائی دیتا تھا اور ان کے نوکر دوائیاں خریدتے نظر آتے تھے۔

پانچ سال کا عرصہ گذر گیا۔ سوداگر صاحب کے بچے نہایت آرام طلب ہوگئے اور تعلیم میں کورے کے کورے رہے اور دیکھنے میں مریض معلوم ہوتے تھے۔ لیکن روشن دین نہایت تندرست، باتمیز اور پڑھنے لکھنے میں بہت ہوشیار تھا۔ روشن دین کا باپ جس طرف سے گذرتا لوگ اس کے بیٹے روشن دین کی بہت تعریف کرتے اور باپ تعریف سن کر بہت خوش ہوتا۔ روشن دین ہر ایک بزرگ اور ضعیف آدمی کا ادب کرتا تھا اور ہمجولیوں میں نہایت پیار اور محبت سے رہتا تھا اس لئے سب اس کو بھائیوں کی طرح پیار کرتے تھے۔ لیکن سوداگر صاحب کے بچے نہایت مغرور تھے۔ ہمجولیوں سے لڑتے جھگڑتے اور ان کو گالیاں دیا کرتے تھے اس لئے ہر روز سوداگر صاحب کے پاس شکایتیں آیا کرتی تھیں جس کے باعث ان کی زندگی بہت بے لطف ہوگئی تھی اور وہ ہمیشہ غمگین رہتے تھے اور انکا منشی تمام دن خوش و خرم نظر آتا تھا۔ ایک دن سوداگر نے روشن دین کی موجودگی میں اس کے باپ سے درخواست کیا کہ آپ کا بچہ اس قدر تندرست، باتمیز اور ہوشیار ہے اسکا کیا سبب ہے؟ جبکہ تمہاری صرف بیس روپے تنخواہ

ہے۔ اور میرے دونوں لڑکے مریض رہتے ہیں اور بدتمیز ہیں حالانکہ میرے پاس بے شمار دولت ہے اور میں ان بچوں کے لئے اتنا روپیہ صرف کرتا ہوں۔ روشن دین کے باپ نے عرض کیا کہ سادہ زندگی سادہ لباس۔ سادہ غذا۔ صبح سویرے اٹھنا۔ منہ اور جسم صاف کرنا۔ یہ وہ نعمتیں ہیں جو ہر ایک کو میسر ہیں لیکن غریب ان سے فائدہ اٹھانے پر مجبور ہوتا ہے اور امیر ان قدرتی چیزوں کو ترک کرکے دولت کے گھمنڈ پر مصنوعی ذرائع اختیار کرتا ہے اس لئے قدرت کی فیاضیوں سے محروم ہو جاتا ہے۔ اگر آپ دنیا کی بدنامی اور ڈاکٹروں کی خوشامد سے بچنا چاہتے ہیں تو قدرتی نعمتوں سے فائدہ اٹھائیں۔ سوداگر صاحب نے غور سے ان تمام باتوں کو سنا اور جمیل اور حمید کو بلا کر حکم دیا کہ آج تک تم دو بھائی تھے۔ آج سے روشن دین تمہارا تیسرا بھائی ہے۔ اس کے چال چلن کی پیروی کرو تاکہ تم وہ نعمت حاصل کرسکو جو کہ دولت سے نہیں ملسکتی بیس سال کا عرصہ گذر گیا۔ جمیل اور حمید کبھی بیمار نہیں ہوئے اور پڑھ لکھ کر فارغ ہو چکے ہیں۔ سوداگر صاحب اب بہت بوڑھے ہو گئے ہیں اور روشن دین کا باپ بھی بڑھاپے کے باعث کام نہیں کرسکتا۔ سوداگر صاحب نے روشن دین کو دونوں بچوں کے برابر آمدنی کا شریک بنا رکھا ہے جب سے ان تینوں نے کام سنبھالا ہے تب سے آمدنی اتنی بڑھ گئی ہے کہ دولت کا کچھ شمار نہیں۔ ہر غریب کو جو بھی آئے ان کے ہاں سے کھانا مفت ملتا ہے نیک کاموں میں دل کھول کر مدد دیتے ہیں اخباروں میں روشن دین کی فیاضیوں کے چرچے ہیں اور جلسوں میں اس کا ذکر ہے۔

کاش کہ موجودہ بچے بھی روشن دین کی پیروی کرکے ماں باپ کو آرام پہونچائیں اور دنیا میں نام روشن کریں اور ان بچوں کی صحبت سے بچیں جو ماں باپ کے لئے بوجھ بن رہے ہیں اور حیثیت سے زیادہ خرچ کرکے ماں باپ کو مفلس بنا رہے ہیں۔

(صوفی) لچھمن پرشاد

بادل عموماً زمین سے ایک میل کے فاصلہ پر رہتے ہیں۔
تنگ کالر پہننے سے آنکھوں کی بینائی کم ہو جاتی ہے

شکرا ایک گھنٹے میں ڈیڑھ سو میل اڑ سکتا ہے
اوسط درجہ کا آدمی اپنے وزن سے ڈیڑھ گنا وزن اٹھا سکتا ہے

آج ہر شخص منہ میں سگریٹ دبائے دھوئیں اڑاتا نظر آتا ہے اور تم سمجھتے ہوگے کہ یہ بھی کوئی ضرورت کی چیز ہوگی۔ جسطرح انسان کے جسم کو ڈھانپنے کے لئے کپڑے کی ضرورت ہے۔ پیٹ بھرنے کے لئے کھانے کی حاجت ہے اسی طرح منہ کے لئے دھوئیں کی ضرورت ہوتی ہوگی !!

سگریٹ کا دھواں کڑوا ہوتا ہے۔ آنکھیں بھی اسے برداشت نہیں کر سکتیں۔ پھر اس کے دھوئیں کی کیا ضرورت ہے اور لوگ کیوں اسے ہر وقت منہ میں دبائے پھرتے ہیں؟

یہ ایک سوال ہے جو بچوں کے دل میں بار بار پیدا ہوتا ہوگا۔ وہ دیکھتے ہیں کہ ان کے بھائی۔ باپ۔ اور عزیز منہ میں حقے کی نال لئے بیٹھے رہتے ہیں یا سگریٹ کے دھوئیں اڑاتے رہتے ہیں اس سے یہ خیال پیدا ہوتا ہے کہ شاید یہ چیز بھی انسان کی ضروریات زندگی میں سے ہوگی مگر یہ بات غلط ہے۔ تمباکو جو حقہ یا سگریٹ میں پیا جاتا ہے صرف پانچ سو سال سے دریافت ہوا ہے اس سے پیشتر دنیا اس کے اس کے استعمال سے بے خبر تھی اور لوگ اس کے بغیر ہی زندگی کے دن نہایت اچھی طرح سے گذارتے تھے۔

آج دنیا حقے اور سگریٹ کی غلام بن گئی ہے اندھیرے سویرے۔ صبح و شام۔ سفر میں ہوں یا گھر میں۔ بازار میں ہوں یا گاڑی میں ہر وقت اس کی خواہش انسان کو ستاتی رہتی ہے۔ کیا یہ کوئی اچھی بات ہے کہ انسان ایک غیر ضروری چیز کی غلامی اختیار کرے؟

سگریٹ کا استعمال بس یوں ہی شروع ہو جاتا ہے۔ کسی دوست نے بطور تواضع پیش کیا۔ تھوڑا سا اصرار ہوا اور تم نے دو ایک کش لگائے کڑواہٹ معلوم ہوئی۔ کھانسی اٹھی چھوڑ دیا۔ دماغ میں چکر سا پیدا ہوا اور تم اس سے علیحدہ ہوگئے لیکن جب کسی دوسرے دوست نے مجبور کیا تو پھر اسی طرح سے پینے لگے اور بار بار پینے سے اس

کی کڑواہٹ کے عادی بن گئے اور ایک بے سود لذت کے غلام۔

دنیا میں جتنے بھی برے کام ہیں ان کی ابتدا بس یوں ہی کسی چھوٹی سی غلطی سے ہوا کرتی ہے دنیا میں وہی لوگ کامیاب ہوتے ہیں جو اس چھوٹی سی ابتدائی حماقت سے بچ جائیں۔ ہر گناہ اور ہر غلطی سے روکنے والی چیز صرف ایک حجاب ہے۔ جب یہ پردہ اٹھ جاتا ہے تو پھر انسان بار بار گناہ کرنے سے نہیں گھبراتا۔

سگریٹ کے نقصانات گنوانے کی ضرورت ہی نہیں۔ سب سے بڑی بات یہ ہے کہ اس میں ایک بھی فائدہ نہیں۔ پھر دنیا میں ایسا کام کیوں کیا جائے جس میں کسی قسم کا بھی فائدہ نہو۔ اس لئے مفت کی لذت سمجھکر اسے شروع نہ کر بیٹھو۔ یہ بلائے جان بن جائے گی۔

کوئی شخص بھی سگریٹ کی تعریف نہیں کریگا جتنے آدمی سگریٹ کے عادی ہیں ان سے پوچھ کر دیکھ لو۔ ہر شخص نالاں نظر آئے گا اور کہے گا کہ اس نے یہ بدعادت اختیار کرلی ہو اب مجبور ہے سگریٹ کا ایک اور نقصان واضح ہو۔ آپ ایک آنہ یا دو آنہ اور بعض اوقات دس بارہ آنے روز کا سگریٹ پی جاتے ہیں۔ اتنی بڑی رقم سال میں بیس ہزار روپے تک جا پہونچتی ہے۔ اب اندازہ لگاؤ کہ کس قدر روپیہ ہم بے خبری میں پھونک ڈالتے ہیں

سگریٹ کا اثر پھیپھڑوں پر بہت برا پڑتا ہے۔ آنکھیں بھی خراب ہوتی ہیں۔ جب عادت پڑجاتی ہو تو بغیر سگریٹ کے نہ کھانا ہضم ہوتا ہے نہ اجابت ہوتی ہے۔ اتنی بری چیز کو شروع کرنا ہی گناہ عظیم ہے

سگریٹ سے بچو۔ اس گناہ سے بچو۔ اگر تم نے آج تک سگریٹ نہیں پیا تو کوئی ہزار بار اصرار کرے تم اس کو ہاتھ نہ لگانا۔ لیکن اگر بدقسمتی سے شروع کر چکے ہو تو آہستہ آہستہ اس عادت کو ترک کردو۔ اس کو چھوڑ دینا ناممکن نہیں۔ بہت سے آدمی اسکو چھوڑ دینے میں کامیاب ہوچکے ہیں۔

ہمت اور کوشش، مستقل مزاج اور پاک ارادوں کے سامنے ایسی عادتیں اور کمزوریاں کب قائم رہ سکتی ہیں؟ تمہارے ارادے کی ضرورت ہو۔ تم اس سے نجات حاصل کرسکتے ہو۔

(حکیم محمد یوسف حسن)

دلچسپ مشغلہ
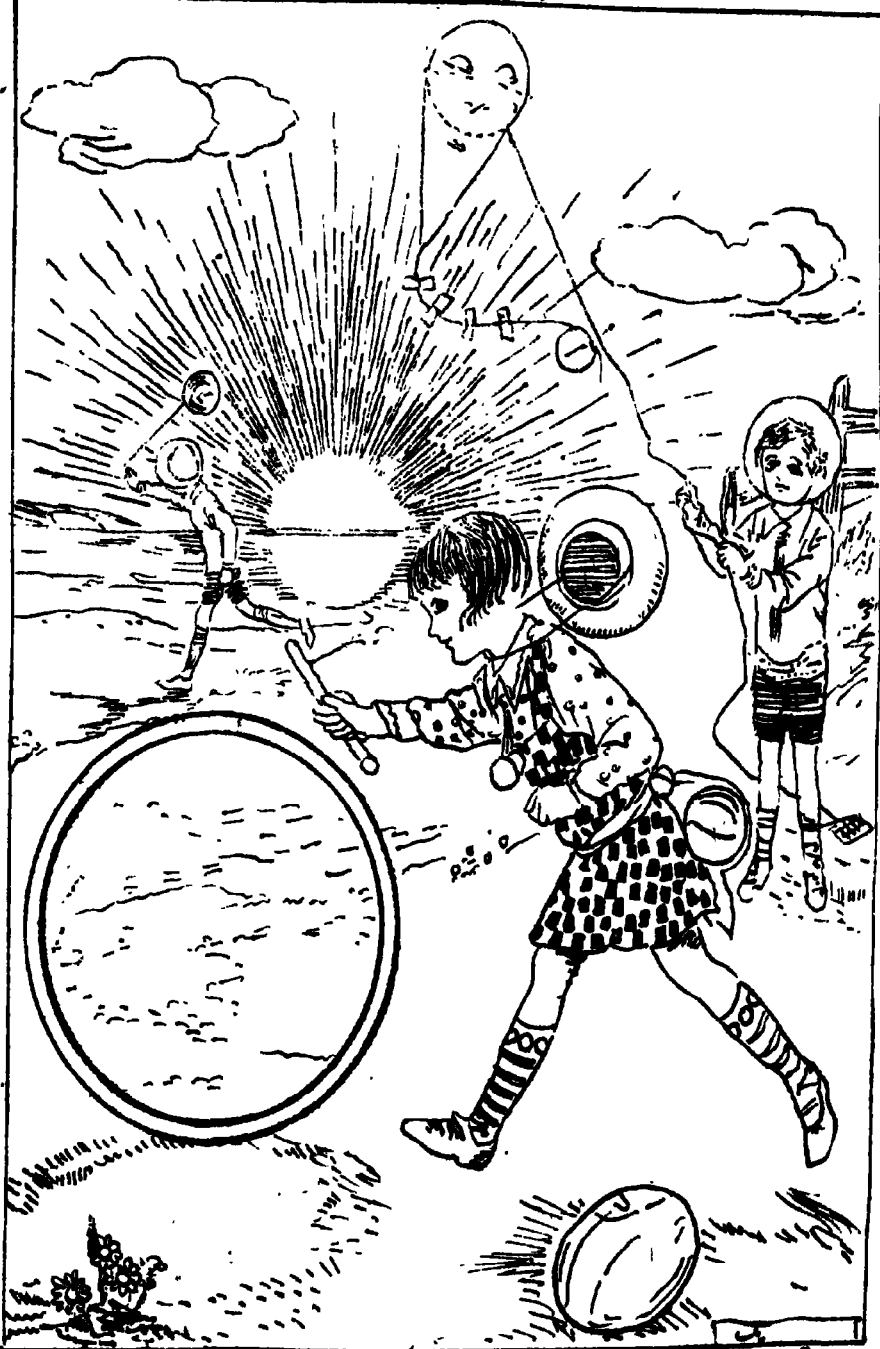
اِس تصویر میں ۲۱ دائرے ہیں۔ تم بھی گِن کر دیکھو کہ اکیس دائرے ہیں یا نہیں۔

دلیہ

قرول باغ کا نام تو تم نے سنا ہی ہوگا دلی سے کچھ دور ایک چھوٹی سی بستی ہے۔ ویسے تو اس کا کوئی نام بھی نہیں جانتا تھا مگر جب سے مسلمانوں کا مشہور مدرسہ "جامعہ ملیہ" وہاں قائم ہوا ہے اور بچوں کی اچھی اچھی کتابیں یہاں سے ملنے لگی ہیں تو سب ہندوستان کے بچے اس کے نام کو خوب جان گئے ہیں۔ خیر۔ اسی قرولباغ کا ایک قصہ ہے۔ سچ جھوٹ تو معلوم نہیں۔ ہم نے وہیں سنا تھا۔ اب تمہیں سناتے ہیں۔

قرول باغ میں ایک ننھی سی لڑکی سعیدہ رہتی تھی۔ اس کا باپ بہت غریب تھا۔ جب کوئی اور کام کرنے کو نہ ملا تو اس نے قرول باغ میں پتھر توڑنے کا کام شروع کیا۔ یہ کام تم جانو بہت مشکل ہے خود جھونپڑی میں رہنا اور دوپہر کو جب پتھر تپتے ہیں اور لو چلتی ہے، اس وقت بیٹھ کر پتھر توڑنا کہ کوئی بعد میں ان سے مکان بنائے اور اس میں رہ کر عیش کرے، یا چھوٹے چھوٹے بچوں کے لئے مدرسہ کی عمارت تیار ہو سکے۔ ہے بہت کٹھن کام۔ تو سعیدہ کا باپ یہی کام کیا کرتا تھا۔ ایک دن بیچارے کو لو لگ گئی اور تین چار روز بیمار رہ کر مر گیا۔

اب سعیدہ اور اس کی ماں ایک چھوٹی سی کوٹھری میں رہنے لگے۔ ماں دن بھر چرخہ چلاتی اور شام کو اپنا سوت جامعہ والوں کے ہاتھ بیچ دیتی۔ یہ اچھے لوگ تھے۔ دو چار پیسے دے دیا کرتے۔ مگر سعیدہ اور اس کی ماں کا گذارہ بہت تکلیف سے ہوتا تھا۔ سعیدہ جب بولنے لگی تو اس کی ماں نے اسے سکھایا کہ رات کو سوتے وقت اپنے باپ کے لئے دعا کیا کرے اور اللہ میاں کو یاد کرکے سو جائے

سعیدہ روز یہی کرتی۔ ستاروں کو دیکھا کرتی اور اللہ میاں کو یاد کرکے اپنے باپ کے لئے دعا کرتی۔ کبھی کبھی ایسا معلوم ہوتا تھا کہ ستاروں کی بستی میں کہیں اس کا باپ بھی موجود ہے اور اس کی طرف دیکھ رہا ہے۔ سو کر جب [illegible]

پھر اسی روٹی دال کی فکر میں دیکھ کر دن بھر اداس اداس سی رہا کرتی۔

ایک دن کا ذکر ہے جب سعیدہ سات آٹھ برس کی تھی کہ یہ صبح صبح اور بچوں کے ساتھ کھیلتے کھیلتے بستی سے باہر نکل گئی۔ بچے جب کھیل کر تھک گئے تو اپنے گھر لوٹے، مگر سعیدہ کچھ ایسی شل ہو گئی تھی کہ سستانے کو وہیں ایک پیڑ کی جڑ سے ٹیک لگا کر بیٹھ گئی۔ ٹھنڈی ٹھنڈی ہوا چل رہی تھی۔ اس کی آنکھ ذرا جھپک گئی۔ تھوڑی ہی دیر آنکھیں بند رہی ہوں گی کہ کسی نے اس کا کندھا پکڑ کر ہلایا۔ آنکھیں جو کھولیں تو ایک بڑھیا سفید کپڑے پہنے اس کے پاس کھڑی تھی۔ بڑھیا نے سعیدہ کو ہاتھ پکڑ کر اٹھایا۔ ذرا جھک کر ماتھے پر چومہ دیا اور کہا "ننھی سعیدہ کیسی تھک گئی ہے! بھوکی بھی ہے! بیٹی گھبرا مت۔ اللہ سب کو دیکھتا ہے۔ تیرا باپ اللہ سے بہت ڈرتا تھا۔ بس اب تو بھوکی نہ رہے گی۔ لے، یہ ہانڈی لے۔ اسے چولھے پر رکھ دیا کر اور نیچے آگ جلا دیا کر۔ جب تو کہے گی: "ہنڈیا، پکا" تو ہنڈیا میں اچھا اچھا میٹھا میٹھا دلیہ پکنے لگے گا۔ اور جب تو کہے گی: "ھنڈیا، رک" تو دلیہ پکنا بند ہو جائیگا

یہ کہکر بڑھیا نے ایک چھوٹی سی ہانڈی سعیدہ کو دی اور یہ اسے لے کر خوشی خوشی گھر آئی۔ ماں سے سارا قصہ کہہ سنایا۔ ماں نے کہا: "بیٹی یہ تو سچ ہے کہ تیرا باپ اللہ میاں سے بہت ڈرتا تھا، مگر بھلا کہیں ایسی ہانڈیاں بھی ہوتی ہیں جن میں دلیہ آپ ہی آپ پک جائے بیٹی! کسی نے تجھ سے ہنسی کی ہوگی" مگر سعیدہ کو پورا یقین تھا کہ بڑی بی نے اس سے ہنسی نہیں کی ہے۔ اس نے ہانڈی کو چولھے پر رکھا۔ نیچے ادہر کی دو پتلی پتلی لکڑیاں رکھ کر جلائیں اور کہا: "ہنڈیا، پکا" یہ کہنا تھا کہ ہانڈی میں کھد کھد ہونے لگی اور ذرا سی دیر میں ایسا اچھا مزے کا دلیہ پک گیا کہ کیا بتائیں۔ سعیدہ نے جب کہا "ہنڈیا، رک"۔ تو کھد کھد رک گئی اور دلیہ ٹھنڈا ہو گیا۔

سعیدہ اور اس کی ماں نے خوب پیٹ بھر کے کھایا۔ اور پھر تو صبح شام یہی دلیہ ان کے گھر پکنے لگا مزا اس کا اتنا اچھا ہوتا تھا کہ روز دونوں وقت ماں بیٹیاں اسے کھاتیں مگر کبھی جی نہ اکتا تھا۔

اسی طرح بہت دن گذر گئے۔ ایک دن

سعیدہ کہیں باہر گئی تھی۔ دوپہر کے کھانے کا وقت آگیا تھا، ماں نے ہانڈی چولھے پر چڑھائی، ہانڈی تلے تھوڑی سی آنچ کی اور کہا: "ہنڈیا۔ پکا" روز کی طرح دلیہ پکنا شروع ہوگیا۔ لیکن وقت کی بات ماں کو دوسرا بول ٹھیک ٹھیک یاد نہ رہا اس نے کہا: "ہنڈیا۔ بس"۔ مگر ہنڈیا کہاں سنتی ہے؟ برابر پکائے گئی۔ اور دلیہ پک پک کر ہنڈیا سے باہر گرنے لگا۔ ماں نے پھر کہا: ہنڈیا بس بس"۔ مگر ہنڈیا کیا بس کرتی ہے۔ اب تو کئی سیر دلیہ چولھے کے ادھر ادھر پھیل گیا۔ ماں پھر چلائی: "اری ہنڈیا، ٹھہر بس کر بس"۔ مگر ہنڈیا کہاں ٹھہرتی ہے۔ اودھر سعیدہ کو ہوئی دیر اور سارا باورچی خانہ دلیہ سے بھر گیا۔ ماں باورچی خانے سے نکل کر بھاگی کہ یہ کیا آفت آئی اور پھر وہی کہنے لگی: "اری، ہنڈیا تجھے خدا کا واسطہ ٹھہر جا۔ بس کر۔ ٹھہر جا" مگر ان باتوں کا ہانڈی پر کیا اثر ہوتا۔ اس سے تو بس برابر دلیہ ابلا پڑتا تھا۔ آخر کو سعیدہ کا سارا مکان دلیہ سے بھر گیا ماں، روتی، چلاتی گھر سے باہر بھاگی۔ لوگوں نے جو اسے چلاتے سنا تو سب جمع ہو گئے۔ دلیہ تھا کہ بہتے بہتے سڑک پر پہونچا۔ پہلے تو بچے اور وہ لوگ جو بھوکے تھے خوب دونوں ہاتھوں سے لے لے کر کھانے لگے۔ مگر جب دلیہ سڑک پر پھیلتا ہی گیا اور دوسرے مکانوں میں بھی پہونچا تو سب گھبرائے کہ کہیں اس میں دم گھٹ گھٹ کر مر نہ جائیں

سارا قرولباغ جب دلیہ کے طوفان سے حیران پریشان تھا تو سعیدہ اپنے کام سے لوٹی۔ بستی میں جو قدم دھرتی ہے تو ہر طرف دلیہ ہی دلیہ، یا اللہ یہ کیا ہے۔ لوگوں نے کہا: "سعیدہ۔ یہ بلا تیرے ہی گھر سے نکلی ہے" تب سعیدہ کی سمجھ میں آیا کہ ہو نہ ہو، اسی ہانڈی کے کام ہیں۔ اس نے وہیں سے چلا کر کہا: "ہنڈیا، رک" اور ہنڈیا رک گئی۔ طوفان ٹھہرا۔ ہنڈیا بیچاری کا بھی کیا قصور تھا۔ وہ تو بس "رک" پر رکنا جانتی تھی۔ "یہ ٹھہر جا" اور "بس کر" اس کی سمجھ ہی میں نہ آتا تھا۔ خیر جب سعیدہ کی تو دلیہ کا طوفان بھی رکا اور قرولباغ والوں کی جان بچی۔

دلیہ کا طوفان وہاں بھی پہونچا تھا جہاں جامعہ کے لڑکے رہتے ہیں اور انھوں نے بھی خوب چکھا۔ یہ دلیہ ایسے مزے کا تھا کہ جامعہ کے لڑکوں نے

اسی دن سے صبح ناشتہ میں یہی دلیہ پکوانا شروع کردیا اور سُنا ہے کہ ابتک صبح وہاں اسی کا ناشتہ ہوتا ہے اور لڑکے اسے کھا کھا کر خوب مضبوط ہوجاتے ہیں

(ریحانہ)

ہاکی

آج سے کئی سو برس پیشتر ہاکی کا کھیل شمالی یورپ میں کھیلا جاتا تھا۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ یہ ایسی مکمل شکل میں نہیں تھا جیسا کہ آج کل ہے ایشیا کے باشندے بھی اس کھیل سے ناآشنا نہیں تھے اور اہل روما بھی اس قسم کا ایک کھیل جمی ہوئی برف پر کھیلتے تھے۔ اسکاٹ لینڈ میں اس کھیل کو "شنٹی" اور آئرلینڈ میں "نرلی" کہتے تھے اور یہ عام طور پر سخت زمین پر بہت سے کھلاڑیوں کے درمیان جن کی تعداد مقرر نہیں تھی کھیلا جاتا تھا۔ قواعد وضوابط بالکل نہیں تھے اس لئے کھیل ہمیشہ خطرناک صورت اختیار کر لیتا تھا۔ اس کھیل میں حصہ لینے والے ملک کے سورما گنے جاتے تھے۔

آہستہ آہستہ اس کھیل میں دو ایک قواعد کا اضافہ ہوتا گیا۔ ۱۸۷۵ء میں انگلستان میں پیشتر ہاکی الیوسی ایشن کی بنیاد ڈالی گئی ۱۸۸۳ء میں ویملڈن کلب نے ہاکی کے باقاعدہ قواعد وضوابط بنائے جن میں بہت سوں پر آج بھی عمل ہوتا ہے ۱۸۹۵ء میں انگلستان، اسکاٹ لینڈ اور آئرلینڈ کے درمیان ہاکی کے مقابلے ہونے لگے۔ ۱۸۹۷ء میں انگلستان اور فرانس کے درمیان پہلا مقابلہ ہوا جس میں انگلستان کی ٹیم چودہ گول سے جیت گئی۔ اس کے بعد یہ کھیل بالکل عام ہوگیا اور ہر قصبہ اور گاؤں میں کھیلا جانے لگا۔

ہندوستان میں بھی یہ کھیل مڑی ہوئی لکڑی سے بے قاعدہ طور پر کھیلا جاتا تھا۔ انگریزوں کے ہندوستان میں آنے سے یہ کھیل بھی باقاعدہ طور پر ہندوستان پہونچا اور آہستہ آہستہ ہندوستانیوں نے اس کھیل میں اس قدر ترقی کی کہ آج ہندوستان کی ٹیم دنیا کی بہترین ٹیم مانی جاتی ہے اور مسٹر دھیان چند دنیا کے بہترین کھلاڑی تسلیم کئے گئے ہیں

یہ کھیل سو گز طویل اور ۵۰ سے ۶۰ گز تک چوڑے میدان پر کھیلا جاتا ہے۔ ہر طرف گیارہ گیارہ کھلاڑی ہوتے ہیں۔ گول آخری لائن کے مرکز میں ہوتے ہیں جن کی لمبائی ۷ فٹ ہوتی ہے دونوں گول پوسٹ کے درمیان کا فاصلہ بارہ فٹ ہوتا ہے گول کے سامنے نصف دائرے کی شکل میں ایک رنگ ہوتی ہے جس کا قطر گول سے ۱۵ گز ہوتا چاہیئے۔ جب تک اس رنگ کے کسی مقام سے گیند گول کے اندر نہ جائے گول نہیں ہوتا۔
گیند کرکٹ کے گیند کی طرح سفید ہوتی ہے ہاکی اسٹک کے بلیڈ کا قطر ۱۲ انچ سے زائد نہیں ہونا چاہیئے (سید نصیر احمد جامعی)

معمہ ۱

نو خانوں کا ایک مربع ہے جس میں ہندسے لکھے ہوئے جن کا مجموعہ ۹۰ ہوتا ہے
اگر پہلا دوسرا تیسرا اور چوتھا ہندسہ جمع کیا جائے تو مجموعہ ۳۰ ہوتا ہے

اسی طرح دوسرا + تیسرا + چوتھا + پانچواں ہندسہ = ۳۴
تیسرا + چوتھا + پانچواں + چھٹا 〃 = ۳۸
چوتھا + پانچواں + چھٹا + ساتواں 〃 = ۴۲
پانچواں + چھٹا + ساتواں + آٹھواں 〃 = ۴۶
چھٹا + ساتواں + آٹھواں + نواں 〃 = ۵۰

۳	۲	۱
۶	۵	۴
۹	۸	۷

بتائیے کہ وہ ہندسے کیا ہیں۔ ۹ خانوں کا مربع بنا کر وہ ہندسے لکھ دیجئے۔ (ایک ہندسہ دوبارہ استعمال نہ کیا جائے)
شرائط۔ حل کے ساتھ ایک آنے کا ٹکٹ آنا ضروری ہے ۲۔ ایک سے زیادہ صحیح جواب آنے کی صورت میں فیصلہ بذریعہ قرعہ اندازی ہوگا ۳۔ تمام جوابات پندرہ جنوری تک آجانا چاہئیں۔
جن صاحب کا نام قرعہ میں نکلے گا ان کے نام رسالہ ہونہار سال بھر کے لئے مفت جاری کر دیا جائیگا
۵۔ تمام صحیح جواب بھیجنے والے طلبہ کے نام رسالہ میں شائع کئے جائیں گے۔ (منیجر رسالہ ہونہار دہلی)

صبح
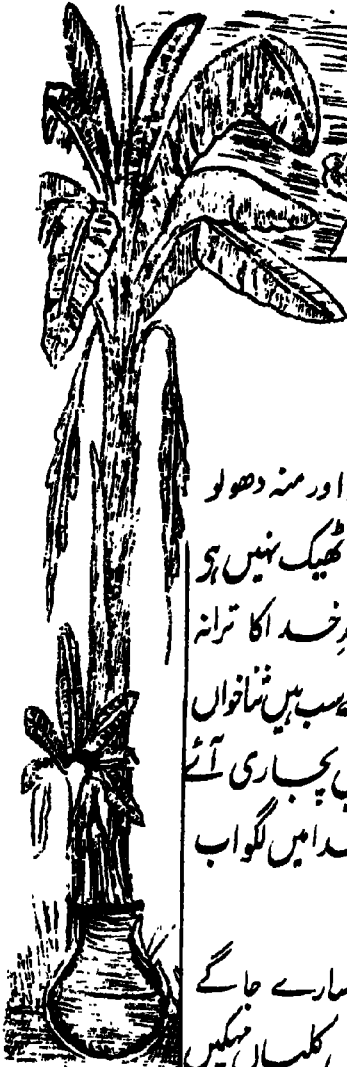
اٹھو، بیٹا آنکھیں کھولو　　بستر چھوڑو اور منہ دھولو
اتنا سونا ٹھیک نہیں ہے　　وقت کا کھونا ٹھیک نہیں ہے
صبح ہوئی ہے وقت سہانا　　گاؤ حمدِ خدا کا ترانہ
ہندو، سکھ، عیسائی، مسلماں　　ذاتِ خدا کے سب ہیں ثناخواں
مسجد میں ہیں نمازی آئے　　مندر میں ہیں پجاری آئے
تم بھی پوجا پاٹ کرو اب　　تم بھی یادِ خدا میں لگو اب

سورج نکلا، تارے بھاگے　　دنیا والے سارے جاگے
شاخِ شجر پہ چڑیاں چہکیں　　صحنِ چمن میں کلیاں مہکیں
پھول کھلے خوش رنگ رسیلے　　سرخ سفید اور نیلے پیلے
بیلا اور چنبیلی مہکی　　مولسری البیلی مہکی
خوشبو پھیل رہی ہے فضا میں　　گویا عطر بسا ہے ہوا میں
جوش پہ اس دم بادِ صبا ہے　　ٹھنڈا وقت اور سرد ہوا ہے
پتوں پر ہیں اوس کے قطرے　　یا موتی ہیں صاف اور ستھرے

سرخی مشرق میں چھائی ہے ‏ سچ تو یہ ہے بہار آئی ہے
تم بھی اٹھ باہر آجاؤ ‏ اِس منظر سے لطف اٹھاؤ

سوداگر ہے مکاں سے آیا ‏ کھول دکاں ہے مال لگایا
ہَل اور بیل کساں بھی لے کر ‏ پہنچ گیا اپنی کھیتی پر
کاری گر بھی کام پہ آیا ‏ آکر اپنا کام جمایا
جو مفلس مزدور بچارے ‏ جیتے ہیں محنت کے سہارے
کچھ تو اپنے کام پہ آئے ‏ کچھ بیٹھے ہیں آس لگائے
تم بھی اپنا بستہ اٹھاؤ ‏ ناشتہ کرکے مکتب جاؤ

کام میں جو اِس آن نہیں ہیں
نیّر وہ انسان نہیں ہیں

مولوی شفیع الدین نیّر

دلچسپ مشغلے

اپنے دونوں ہاتھوں کو اس طرح ملاؤ کہ سیدھے ہاتھ کی انگلیاں بائیں ہاتھ کی انگلیوں کے درمیان داخل ہوجائیں۔ جیسا کہ تصویر سے ظاہر ہے، اب ایک پنسل میز پر رکھو اور انگلیوں کے سروں سے پنسل کو اٹھاؤ۔ کیا تم اٹھا سکتے ہو؟

ایک پیسہ لو۔ اور اپنے دونوں ہاتھوں کو اس طرح ملاؤ کہ ہتھیلی سے ہتھیلی ملجائے۔ پیسہ کو بیچ کی انگلیوں کے بعد والی انگلیوں سے پکڑ لو اور انگوٹھے کے بعد والی انگلیوں کو نیچے کی طرف موڑ دو جیسا کہ تصویر سے ظاہر ہوتا ہے اب دیکھو کہ کیا تم انگلیوں کو حرکت دئیے بغیر پیسے کو گرا سکتے ہو؟

جامعہ ملیہ اسلامیہ

تم سوچتے ہوگے کہ جامعہ ملیہ اسلامیہ کیا ہے؟ کیا کسی سبھا یا انجمن کا نام تو نہیں ہے۔ آؤ ہم تمہیں اس کا کچھ حال سنائیں۔

جامعہ ملیہ اسلامیہ کے معنی ہیں نیشنل مسلم یونیورسٹی یہ دہلی میں ایک بہت بڑا قومی مدرسہ ہے۔ یہاں مکتب سے لے کر بی اے تک پڑھائی ہوتی ہے اور تقریباً دو سو لڑکے تعلیم پاتے ہیں۔

یہاں کے استادوں کے اخلاق بہت اچھے ہیں وہ لڑکوں کو نہایت شفقت اور محبت کے ساتھ تعلیم دیتے ہیں اور بڑی بڑی ڈگریاں رکھنے کے باوجود بہت ہی کم تنخواہیں لے کر اس یونیورسٹی میں کام کر رہے ہیں۔

یہاں لڑکوں کو اپنے ملک اور قوم سے محبت کرنا سکھایا جاتا ہے۔ یہاں کے لڑکے اپنے مذہب میں بہت پکے اور سچے ہوتے ہیں۔ وہ بہت اچھی تقریریں کرتے ہیں اور بہت اچھے مضامین لکھتے ہیں۔ چنانچہ اس رسالہ میں تم ان کے مضامین پڑھ کر خود اندازہ لگا لوگے اس یونیورسٹی کا سرکار سے کوئی تعلق نہیں ہے۔ اس کا مقصد بچوں کو آزادی کے ساتھ صحیح تعلیم دینا ہے یہی وجہ ہے کہ یہاں کے لڑکے تحریر و تقریر اور قابلیت میں بہت اچھے ہوتے ہیں۔ یہاں جو کورس پڑھایا جاتا ہے اس کو بڑے بڑے ماہرین تعلیم نے پسند کیا ہے۔ اگر تم چاہو تو جامعہ کا نصاب تعلیم اور دستور العمل جامعہ کے دفتر سے منگوا سکتے ہو جس سے تمہیں وہاں کی بہت سی باتیں اور واقفیت معلوم ہو جائیں گی۔ یا جب تم دہلی آؤ تو قرول باغ جا کر جامعہ ملیہ کی سیر ضرور کرنا۔ تمہیں کچھ نہ کچھ فائدہ ضرور پہونچے گا۔

ماشاء اللہ اس وقت جامعہ کو بہت ترقی ہو رہی ہے۔ لیکن جس وقت اس کی بنیاد پڑی تھی اس وقت اس کے پاس نہ لائبریری تھی نہ لیبوریٹری اور نہ رہنے اور تعلیم دینے کے لئے عمارتیں۔ بلکہ لڑکے میدانوں میں خیموں کے اندر تعلیم پاتے تھے۔ یہ تصویر جو سامنے کے صفحہ پر تم دیکھ رہے ہو اسی وقت کی ہے۔

جامعہ کی ابتدائی زندگی

بنا ۲۹ - اکتوبر ۱۹۲۰ء - (علیگڑھ)

کسی نے بچہ کی گاڑی پر قبضہ کر لیا ہے اور بچہ رو کر
اپنی ناراضی ظاہر کر رہا ہے۔
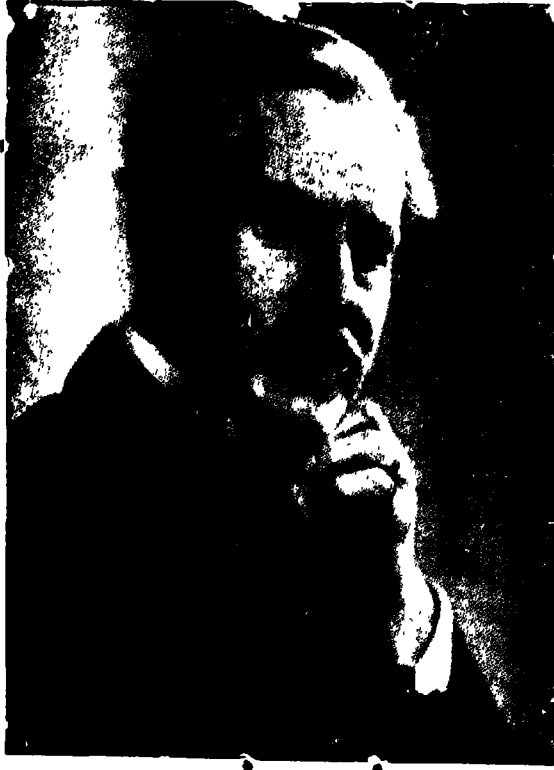
دو بچے مکا بازی کی مشق کر رہے ہیں۔

آزاد ملکوں کے آزاد بچے

روتا ہوا بچہ

سنجیدہ بچہ

بچوں کی فوج

فرماں برداری ایک انمول چیز ہے اور تمام کامیابی کی بنیاد ہے۔ جب تک کسی قوم کے ہر فرد میں یہ بات نہ پائی جائے اس وقت تک اس قوم کی حالت بالکل ان جانوروں کی سی ہوگی جن کا کوئی چرواہا نہ ہو۔ اگر ہندوستان کی موجودہ ناکامیابی کے کچھ اسباب ہوسکتے ہیں تو میرے خیال میں سب سے پہلا سبب یہی ہے کہ ہندوستانیوں میں یہ صفت بہت ہی کم ہے۔ وہ ایک شخص کو اپنا راہبر تسلیم کرلینے کے باوجود اس کی فرماں برداری نہیں کرتے۔ جس کی وجہ سے ان کو طرح طرح کی مصیبتوں کا سامنا کرنا پڑتا ہے مثلاً اگر کوئی فوج اپنے افسر کی اطاعت نہ کرے۔ افسر جس کام کا حکم دیتا ہے اس کو نہ مانے تو اس کی فوج کو بجائے کامیابی کے شکست نصیب ہوگی۔ اسی طرح اگر ایک کارخانہ کا کاریگر اپنے منیجر کا حکم نہ مانے تو وہ کارخانہ کبھی ترقی نہیں کرسکتا۔
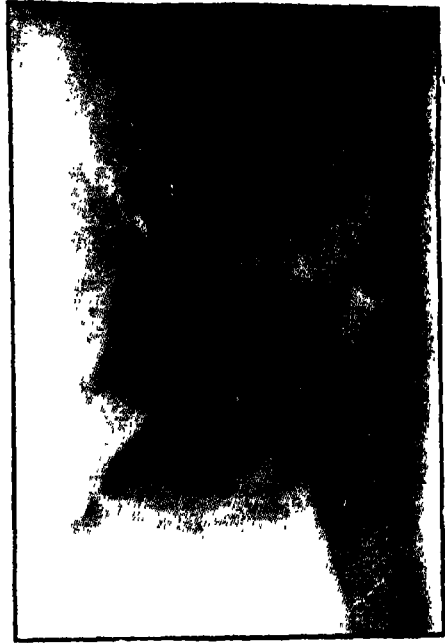
جن قوموں کے بچوں میں فرماں برداری کی صفت موجود ہوتی ہے وہ دنیا میں ہمیشہ عزت کی زندگی بسر کرتے ہیں۔ اب میں ایک سچا قصہ لکھتا ہوں امید ہے کہ میرے عزیز چھوٹے بھائی اس سے سبق حاصل کریں گے۔

۱۷۹۸ء میں فرانسیسیوں اور انگریزوں کے درمیان لڑائی ہوئی جو جنگ نیل کے نام سے مشہور ہے دونوں فوجیں مقابلہ کی تھیں خصوصاً فرانسیسی فوج کا سپہ سالار نہایت بہادر تھا۔

ایک دن یہ سپہ سالار اپنے لڑکے اور تھوڑی سی فوج کے ہمراہ جہاز میں سوار تھا۔ اس نے اپنے لڑکے کو بلایا اور کہا کہ بیٹا! تم یہیں کھڑے رہو اور جب میں پکاروں تو چلے آنا۔ یہ کہکر وہ جہاز کے دوسرے حصہ میں چلا گیا اور اپنے کام میں مشغول ہوگیا۔ اتفاق سے تھوڑی ہی دیر بعد حریف کی گولی نے اس بہادر سپہ سالار کا کام تمام کردیا اور اسی وقت جہاز کے دوسرے حصہ میں آگ لگ گئی۔ بیٹے کو کیا معلوم تھا کہ باپ ہمیشہ کیلئے اس سے جدا گیا ہے۔ وہ اسی

جگہ کھڑا رہا جہاں اس کے باپ نے اس کو کھڑا رہنے کا حکم دیا تھا۔ جہاز کو جلتا ہوا دیکھ کر وہ بہت پریشان ہوا اور طرح طرح کے خیالات اس کے دل میں پیدا ہوئے۔ وہ چاہتا تھا کہ اپنے باپ کے حکم میں تعمیل میں کھڑا رہے۔ کبھی چاہتا تھا کہ سمندر میں کود پڑے لیکن پھر خیال آتا کہ اس سے باپ کے حکم کی نافرمانی ہوگی۔ وہ اسی کشمکش و پیچ میں تھا کہ آگ اس کے قریب آگئی۔ اب اس نے چلا کر کہا۔ "پیارے باپ! تم کہاں ہو؟ میں جل رہا ہوں۔ مجھے اجازت دو کہ میں اپنی جان بچاؤں۔ لیکن باپ تھا کہاں جو اپنے بیٹے کو وہاں سے ہٹنے کی اجازت دیتا۔ اُس کا تو پہلے ہی خاتمہ ہوچکا تھا۔ پھر جب اُس نے آگ کے خوفناک شعلوں کو قریب ہوتے دیکھا تو پھر ایک چیخ ماری اور کہا۔ اے باپ! کیا تیری یہی خوشی ہے کہ میں یہیں کھڑا رہا ہوں اور جل کر راکھ ہوجاؤں؟ لیکن پھر بھی اس کو جواب نہیں ملا۔ آخرکار بھڑکتے ہوئے شعلے اس قدر قریب آگئے کہ اس کے کپڑوں میں آگ لگ گئی۔ لڑکے نے آخری چیخ مار کر کہا اے باپ! میں اب بھی یہاں سے نہ جاؤں؟ مجھے آگ چمٹ گئی ہے۔ میں جل رہا ہوں لیکن پھر بھی اس کو کوئی جواب نہیں ملا کیونکہ جواب دینے والا ہی مرچکا تھا۔ آخرکار لڑکا جل کر راکھ ہوگیا لیکن اپنے والد کے حکم کی نافرمانی نہیں کی۔

(محمد حسین حیدرآبادی)

محنت کرو سوال نہ کرو

ایک دفعہ ایک نوجوان آدمی رسولِ خدا کی خدمت میں حاضر ہوا اور سوال کیا (یعنی کچھ مانگا) پیغمبر صاحب نے اس سے پوچھا کہ تیرے گھر میں کوئی چیز ہے؟ اس نے جواب دیا کہ حضرت میرے گھر میں ایک اونٹ کی کھال ہے۔ اس کے علاوہ ایک پیالہ ہے جس میں ہم پانی پیتے ہیں۔ رسولِ خدا نے فرمایا۔ اچھا یہ دونوں چیزیں میرے پاس لے آؤ۔

وہ شخص اپنے گھر گیا اور تھوڑی دیر میں دونوں چیزیں لے آیا۔ حضرت نے دونوں چیزوں کو ہاتھ میں لیا اور جو لوگ خدمت میں حاضر تھے ان سے فرمایا کہ کیا کوئی شخص ان دونوں چیزوں کو خرید

سکتا ہے؟ ۔ حضرت کے صحابہ میں سے ایک نے کہا
میں ان دونوں چیزوں کا ایک درہم دوں گا ۔
حضرت نے فرمایا کہ کوئی اس سے بھی زیادہ دے
سکتا ہے؟ دوسرے صحابی نے کہا کہ میں اس کے
دو درہم دوں گا ۔ رسول خدا نے دونوں چیزیں دو
درہم کو بیچ ڈالیں اور درہم لیکر اس شخص کو دیدئے
اور کہا کہ ایک درہم کا اناج لا اور اپنا اور اپنے
گھر والوں کا پیٹ پال ۔ دوسرے درہم کی کلہاڑی
خرید اور میرے پاس آ ۔ اس نے حضرت سے درہم
لے لئے اور ایک درہم کا اناج اور ایک درہم کی
کلہاڑی لے آیا ۔ دوسرے روز حضرت کے حضور میں
حاضر ہوا ۔ حضرت نے کلہاڑی میں دستہ لگا دیا ۔
اور کہا جا اور جنگل سے لکڑیاں کاٹ لا اور بازار میں
بیچ اور پھر پندرہ روز کے بعد میرے پاس آ ۔ پندرہویں
دن یہ شخص پھر حضرت کے پاس آیا اور بہت خوشی سے
کہنے لگا یا حضرت پندرہ دن کے بعد میں نے دس درہم
کمائے ۔ اب میں بہت خوش ہوں اور کسی کا محتاج
نہیں ۔ حضرت نے فرمایا میں بھی یہ سنکر بہت خوش ہوا
یاد رکھ خدا محنت کا اجر دیتا ہے اور مانگنے والوں سے
ناراض رہتا ہے ۔ (سید ضیاء الحق)

لباس کی عزت

ایک دفعہ شیخ سعدی کسی شہر میں گئے ۔ جب
لوگوں کو معلوم ہوا تو آپ کے استقبال کے لئے
جوق در جوق حاضر ہوئے ۔ ہر شخص آپ کو اپنا مہمان
بنانا چاہتا تھا ۔ آخر کار بہت اصرار کے بعد ایک
امیر کے مہمان ہوئے ۔ امیر آپ کو اپنے گھر لے گیا
بہت آؤ بھگت کی اور خاطر تواضع میں کوئی دقیقہ
اٹھا نہ رکھا ۔ بہت سے آدمی بیٹھے ہوئے تھے
باتوں باتوں میں لباس پر بحث ہوئی ۔ سب
لوگوں نے کہا کہ لباس تو ہم جیسے معمولی آدمیوں
کے لئے چاہئے ۔ آپ جیسے قابل اور لائق آدمی
کے لئے لباس کی کیا ضرورت ہے؟ آپ کا علم
ہی آپ کے لئے عزت کا باعث ہے ۔ شیخ سعدی
نے فرمایا کہ میں اس کے خلاف ہوں ۔ گو آدمی کی
اصلی عزت علم اور لیاقت سے ہے لیکن ظاہری
عزت لباس سے ہے ۔ لوگ اپنی وہی کہتے رہے
مگر آپ برابر تردید کرتے رہے ۔ آخر کار [illegible]

لوگوں نے نہ مانا اور آپ خاموش ہوگئے۔

امیر نے شام کے کھانے کی آپ کو اور اپنے دوستوں کو دعوت دی۔ شام کے وقت امیر کے ہاں دیگیں پک رہی تھیں۔ آپ ایک سرائے میں گھس گئے اور کسی فقیر کی گدڑی پہنکر ہاتھ میں سونٹا لئے ہوئے ایک پھٹی پیوندوں کی جھولی گلے میں لٹکائے ہوئے موجود ہوئے اور امیر کے سامنے بھیک مانگنے لگے۔ "بابا اللہ نام ہمیں بھی کچھ دلوادو۔ بھلا ہوگا" امیر نے آپ کو نہ پہچانا کیونکہ آپ اچھے لباس میں نہ تھے۔ ان کو دھتکار دیا اور گھڑک کر چلے جانے کے لئے کہا آپ نہ گئے۔ امیر نے کئی بار گھڑکا مگر آپ نے نہ مانا اور برابر سوال کرتے رہے۔ آخر کار امیر نے اپنے نوکر سے کہا کہ وہ دھکا دیکر فقیر کو نکال دے۔ نوکر نے اپنے آقا کے ارشاد کے بموجب آپ کو دھکے دے کر نکال دیا۔ آپ سرائے میں گئے اور اپنا اصلی لباس پہنکر شام کو کھانے کے وقت آ موجود ہوئے۔ جب امیر کو معلوم ہوا تو آپ کے استقبال کے لئے دروازہ پر گیا اور بہت عزت و تکریم کے ساتھ مجلس میں لا بٹھایا۔ تھوڑی دیر بعد کھانے چنے گئے اور لوگوں نے کھانا شروع کیا۔ آپ بجائے کھانے کے ایک عجیب حرکت کرنے لگے امیر نے کئی بار اصرار کیا مگر آپ کبھی اپنے جبہ کی آستین کو شوربے میں ڈبوتے اور کہتے "کھالے" اور کبھی اپنا دامن پلاؤ کی رکابی میں ڈال کر کہتے "کھالے" آپ کی اس حرکت پر لوگوں نے بہت تعجب کیا اور آخر کار امیر نے آپ سے دریافت کیا کہ حضرت آپ یہ کیا کر رہے ہیں؟ آپ نے فرمایا۔ بھئی اپنے حصہ کے دھکے تو کھا چکا اب یہ کھانا تو میرے لباس کا ہے سو اب اپنے کپڑوں سے کہہ رہا ہوں کہ کھالو۔ امیر نے کہا حضرت! ذرا صاف فرمائیے تاکہ ہماری سمجھ میں بھی آئے۔ اس پر آپ نے فقیر کا بھیس بدل کر آنے اور پھر دھکے کھا کر نکل جانے کا سارا حال کہہ سنایا۔ امیر بہت شرمندہ ہوا اور آپ سے معافی مانگی اور امیر اور تمام اہل مجلس نے آپ کا قول مان لیا کہ واقعی آدمی کی عزت لباس سے ہی ہے۔

ہونہار بھائیو! تم کو معلوم ہوگیا کہ آدمی کی عزت لباس سے ہی ہے اس لئے ہمیشہ پاک صاف کپڑے پہنو تاکہ لوگ تمہیں عزت سے اپنے پاس بٹھائیں۔

(نذیر احمد)

کسی کام کو حقیر مت سمجھو

دوپہر کا وقت تھا۔ دھوپ سخت پڑ رہی تھی۔ سامنے دریا کے کنارے پر ایک کشتی کھڑی ہوئی تھی اور اس کے قریب چند نوجوان سپاہی ایک گرے ہوئے درخت کو اٹھانے میں مصروف تھے۔ ان کے قریب ہی ان کا سپہ سالار ہاتھ میں تلوار لئے ہوئے کھڑا تھا اور نہایت غضبناک آواز سے بار بار کہہ رہا تھا۔ "زور لگاؤ۔ زور لگاؤ!" سپاہی اپنی ساری کوشش صرف کر چکے۔ مگر درخت کسی صورت سے نہیں اٹھتا تھا۔ دراصل یہ درخت بہت بڑا تھا اور اس کے اٹھانے کے لئے زیادہ طاقت کی ضرورت تھی۔ اتفاق سے اسی وقت ایک نوجوان گھوڑے پر سوار ہو کر وہاں سے گذرا۔ سپاہیوں کی مایوسی کو دیکھ کر اس نے سپہ سالار سے کہا "ذرا اپنی وردی اتار دو۔ تلوار کو ایک طرف رکھو اور ان سپاہیوں کے ساتھ مل کر ان کی مدد کرو"۔ یہ الفاظ سنتے ہی سپہ سالار غصہ سے بھر گیا اور کہنے لگا کہ کیا تمہیں معلوم نہیں کہ میں سپہ سالار ہوں۔ یہ میری شان کے خلاف ہے کہ میں ان کے ساتھ مل کر کسی چیز کو اٹھاؤں"۔ اس جواب کے بعد نوجوان نے جلدی سے اپنے کپڑے اتار کر ایک طرف رکھ دئے اور گھوڑے کو قریب کے کسی درخت سے باندھ کر سپاہیوں کی مدد کرنے لگا۔ سپاہی اگرچہ مایوس ہو چکے تھے مگر اس نوجوان کی وجہ سے ان کی ہمت پھر لوٹ آئی اور انہوں نے ایک آخری زور لگایا اور چند ہی منٹ میں درخت کو اٹھا کر جہاں رکھنا چاہئے تھا رکھ دیا۔ اس کام سے فارغ ہو کر نوجوان نے نہایت اطمینان سے کپڑے پہنے اور اپنے گھوڑے پر سوار ہو کر سپہ سالار سے کہا۔ "دیکھو جب سپاہیوں کو کسی مشکل کام میں مدد کی ضرورت پڑے تو گورنمنٹ ہاؤس میں جا کر واشنگٹن کو بلا لیا کرو" یہ الفاظ سنتے ہی سپہ سالار حیران رہ گیا اور اب اُسے یقین ہو گیا کہ یہ نوجوان خود متحدہ امریکہ کا صدر واشنگٹن تھا۔ دوسرے دن سپہ سالار گورنمنٹ ہاؤس میں گیا اور نہایت عاجزی سے واشنگٹن سے معافی مانگنے لگا۔ واشنگٹن نے مسکراتے ہوئے جواب دیا۔ چھوٹے بڑے مل کر کام کرو اسی میں تمہاری کامیابی ہے۔

(بدر الدین ...)

دو بھائی

(ایک پر مذاق قصہ)

دو بھائی تھے۔ بڑا بھائی ایک بادشاہ کے یہاں نوکر تھا۔ وہ کچھ شاعری بھی کرتا تھا اس کی وجہ سے بادشاہ بہت خوش تھا۔ چھوٹا بھائی ایک بنئے کی دوکان پر نوکر تھا۔ روزانہ اس کو آٹا ال جاتا تھا کہ یہ اپنی گذر کرلیتا تھا۔

ایک دن چھوٹے بھائی کی بیوی نے کہا دیکھو میاں تمہارے بھائی تو لکھے پڑھے اور شاعر ہیں لیکن تم نہ لکھے پڑھے ہو اور نہ شاعر ہو۔ یہ سن کر چھوٹے بھائی اٹھے۔ نہ کھانا کھایا اور نہ پانی پیا۔ بنئے کی دوکان پر پہونچے اور چپ چاپ بیٹھ گئے بنئے نے کہا "میاں آج کیسی طبیعت ہے؟ جواب دیا کہ کچھ پوچھو نہیں۔ بنئے نے کہا آخر کچھ تو بتاؤ! کہا کہ آج گھر میں بیوی نے کہا "تمہارے بھائی تو لکھے پڑھے ہیں لیکن تم بالکل اُمّی ہو نہ پڑھنا جانو نہ لکھنا اس وجہ سے میں خاموش بیٹھا ہوں۔ یہ سن کر بنئے کو بھی افسوس ہوا۔ اس نے ایک کتاب لاکر دی اور انھوں نے پڑھنا شروع کردیا۔

کچھ عرصہ کے بعد وہ اتنے ہوگئے کہ خط لکھنے پڑھنے لگے۔ گھر میں بیوی سے کہا لو اب میں پڑھنا لکھنا جان گیا ہوں۔ بیوی نے کہا اے تو یہ بھی کوئی کمال کی بات ہے؟ تمہارے بڑے بھائی شاعر ہیں جس کی وجہ سے بادشاہ ان کی بہت عزت کرتا ہے لیکن تمہیں تو بات کرنے کی بھی تمیز نہیں۔ یہ سن کر انہیں بہت رنج ہوا اور اُس دن بھی بغیر کھائے پئے دوکان چلے گئے۔ بنیا کھانا کھانے گیا ہوا تھا اور یہ دوکان پر بیٹھے ہوئے تھے کہ اتنے میں ایک چوہے صاحب تشریف لائے اور وہ کوئی چیز کاٹنے لگے۔ چوہے کو دیکھ کر انہوں نے اپنے دل میں کہا کہ اس وقت کچھ شاعری کرنا چاہئے۔ چنانچہ فرماتے ہیں:۔

کُتر کُتر تم کاٹت کیا ہو؟ ٹُکر ٹُکر تم دیکھت کیا ہو؟

یہ سن کر چوہا فرار ہوگیا۔ پھر کہا:۔

بھاگت بھاگت جیہو کہاں؟

اتنے میں دوکان کے مالک آگئے اور یہ اپنے گھر کھانا کھانے کے لئے مکان آئے۔ بیوی سے کہا لو آج

میں نے شاعری سیکھ لی ہے اور اشعار بھی بنائے ہیں
آج میں ان کو بادشاہ کی خدمت میں پیش کروں گا
کچھ آدمی جو اس وقت بیٹھے ہوئے تھے انہوں نے
کہا کہ آج اس بیوقوف کو کیا سوجھا کیا۔ کہتا ہے کہ
میں شاعر ہو گیا ہوں اور اب میں بادشاہ کے پاس
جاؤں گا" لوگوں نے کہا کہ بادشاہ کے پاس نہ جاؤ
ہمیں دکھاؤ تو سہی تم نے کیسے اشعار بنائے ہیں۔
اس نے ایک نہ سنی۔ چنانچہ کھانا کھانے کے بعد
بادشاہ کے پاس گیا۔ دروازہ پر لوگوں نے منع کیا
کہ بادشاہ سے کیا کام ہے؟ اور تم کیوں جارہے ہو!
اس نے کہا کہ میں شاعر ہوں اور بادشاہ کی شان
میں ایک قصیدہ لکھ کر لایا ہوں۔ لوگوں نے اس کو
اندر آنے کی اجازت دے دی۔ چنانچہ یہ بادشاہ
کے دربار میں داخل ہوئے۔ اور اپنے اشعار کو بادشاہ
کی خدمت میں پیش کیا۔ چونکہ بادشاہ کو اس وقت
فرصت نہ تھی۔ نوکر سے کہا کہ ان شعروں کو ہمارے
تکیہ کے نیچے رکھدو۔ ہم ان کو فرصت کے وقت
دیکھیں گے۔ بادشاہ حسب دستور سو گئے۔ رات
کے ۱۲ بجے کے قریب آنکھ کھلی تو یاد آیا کہ دن میں
ایک شخص اشعار دے گیا ان کو دیکھنا چاہئے۔

قریب ہی بادشاہ کا خزانہ تھا چور اس میں چوری کر رہے
تھے۔ جس وقت بادشاہ نے یہ مصرع پڑھا:۔
کُڑ کُڑ تم کاٹت کیا ہو؟
چوروں نے اس کو سنا اور دل میں خیال کیا کہ بادشاہ
اس وقت جاگ رہا ہے اور اس کو معلوم ہو گیا ہے۔
انہوں نے اپنے کان کھڑے کئے اور ادھر اُدھر
دیکھنے لگے۔ پھر دوبارہ آواز آئی:۔
مُٹر مُٹر تم دیکھت کیا ہو؟
اب تو چوروں کو اور بھی یقین ہو گیا کہ بادشاہ جاگ
رہا ہے۔ اب بھاگنا چاہئے۔ پھر آواز سنائی دی:۔
بھاگت بھاگت جیہو کہاں؟
چوروں نے کہا بادشاہ کو معلوم ہو گیا کیونکہ وہ کہہ
رہا ہے کہ بھاگت بھاگت جیہو کہاں۔ اب تو ہمیں
وہ جان سے ہی مروا ڈالے گا۔ اس سے یہی اچھا ہے
کہ تمام روپیہ جو اس وقت ہم لائے ہیں سب کا سب
بادشاہ کو واپس کر دیں
ادھر بادشاہ کو بہت غصہ آیا اور صبح ہی نوکر
بھیجا کہ اس شخص کو بلا لاؤ جو کہ دن میں اشعار لے کر
آیا تھا۔ اتنے میں چور تمام روپیہ لے کر بادشاہ کی خدمت
میں حاضر ہوئے اور تمام روپیہ جواہرات کو لے گئے

لیگئے تھے بادشاہ کے سامنے ڈال دیا۔ بادشاہ نے کہا کہ یہ روپیہ کیسا ہے؟ چوروں نے کہا کہ رات جو ہم نے خزانہ کی چوری کی تھی حضور اس وقت جاگ رہے تھے۔ جس وقت ہم نے تالا توڑا اور روپئے نکالنے شروع کئے تو ہمنے حضور کی آواز سنی کُٹر کُٹر تم کاٹت کیا ہو؟ جب ہم نے آپ کی طرف دیکھا آپ نے فرمایا مٹر مٹر تم دیکھت کیا ہو۔ ہم یہ سن کر بھاگے تو حضور نے کہا کہ بھاگت بھاگت جیو کہاں؟ تو ہم نے خیال کیا کہ اب تو بادشاہ نے ہم کو پہچان لیا۔ ہم اس کی بادشاہت میں سے بھاگ کر کہیں نہیں جا سکتے۔ اس ڈر کی وجہ سے ہم تمام زر واپس لے آئے ہیں۔ بادشاہ یہ سن کر بہت متعجب ہوا۔ اتنے ہی میں اس کے نوکر شاعر صاحب کو پکڑ کر لے آئے۔ بادشاہ نے نوکروں سے کہا کہ ان کو چھوڑ دو یہ تو ولی معلوم ہوتے ہیں اور آیندہ کی بات بتلاتے ہیں۔ یہ کہکر بادشاہ نے ان کو بہت سا روپیہ دیا اور کہا کہ تم اپنا مکان بناؤ۔ اس کے علاوہ تین سو روپئے ماہوار اور مقرر کردئے۔

لوگوں نے یہ سنکر بہت تعجب کیا اور کہنے لگے کہ اس شخص نے کیسے اشعار بنائے جس کی وجہسے بادشاہ نے اس کو اتنا روپیہ دیا اور تین سو روپئے ماہوار مقرر کردئے۔

اب یہ غریب میاں بی بی ایک بڑے محل میں خوش خوش آرام کی زندگی بسر کرنے لگے۔ انسان کو تقدیر پر صبر کرکے اور پاؤں توڑ کر نہیں بیٹھ جانا چاہئے بلکہ ترقی حاصل کرنے کے لئے برابر کوشش جاری رکھنا چاہئے۔ ایکدن ضرور کامیابی حاصل ہوگی۔

ا۔ خ

بچوں کے اخبارات سے

عقل کی فتح

مصر کے بادشاہ محمد علی نے ایک دن اپنے درباریوں کو فوج کشی کی بابت مشورہ کرنے کے لئے طلب کیا۔ جب سب آ گئے تو اس نے کہا کہ جو کوئی اس سیب کو جو قالین پر پڑا ہوا ہے اس طرح اٹھائے کہ قالین پر اس کا پاؤں نہ لگے تو اس کو میں اس فوج کا سپہ سالار بنا کر بھیجوں گا جو نجد کی فتح کے لئے جانے والی ہے۔ یہ سیب قالین کے بیچوں بیچ رکھا تھا لوگوں نے جو قد میں لمبے تھے مختلف ترکیبوں سے اس تک پہونچنا چاہا۔ بعض نے اس طرح لیٹ کر کہ پاؤں قالین سے باہر رہیں اس تک ہاتھ پہونچانے کے لئے کوشش کی لیکن ناکام رہے آخر کار محمد ابراہیم جسے بادشاہ نے اپنا بھائی بنا لیا تھا آگے بڑھا۔ یہ شخص مضبوط جسم کا تھا لیکن قد میں بہت ہی چھوٹا تھا اس لئے اس کے واسطے سیب تک پہونچنے کا کوئی موقع ہی نہ تھا۔ لوگوں کو یہ امید تھی کہ وہ ضرور ناکام رہے گا اور ہمیں اس کا مضحکہ (مذاق) اڑانے کا موقع ملے گا۔ لیکن وہ قالین کے پاس گیا اور اس کو ایک طرف سے لپیٹنا شروع کیا۔ یہاں تک کہ وہ سیب کے نزدیک پہونچ گیا اور ہاتھ بڑھا کر سیب کو اٹھا لیا۔ محمد علی بادشاہ نے خوش ہو کر اسے نجد کی مہم پر روانہ کر دیا جس کو اس نے فتح کر لیا (پریم)

شہزادے کی روشن خیالی

خلیفہ ہارون الرشید کے دو بیٹے تھے امین اور مامون۔ ایک روز بادشاہ نے انھیں سامنے بلایا اور ان کی ذہانت اور فہم کا امتحان کرنے کے لئے ایک دلچسپ سوال کیا۔ اس نے اپنے ہاتھوں میں چند مسواکیں لیں اور امین سے دریافت کیا۔ میرے ہاتھ میں کیا ہے؟

امین نے جواب دیا۔ ھذہ مساویک۔ (عربی میں مسواک کی جمع مساویک ہے) یعنی یہ

سواکیں ہیں۔

خلیفہ ہارون الرشید نے یہی سوال ماموں سے کیا۔ ماموں سوچ میں پڑ گیا کہ اگر مساویک کہتا ہوں تو عربی میں مساویک کے دوسرے معنی یہ بھی ہیں کہ یہ تمہاری برائیاں ہیں۔ اس لئے کوئی ایسا لفظ سوچنا چاہیے جس سے سوال کا صحیح جواب مل جائے اور برا پہلو بھی نہ نکلتا ہو اس نے کچھ دیر غور کیا اور پھر دفعتاً بول اٹھا هذا ضد محاسنک۔ یعنی یہ آپ کی خوبیوں کی مخالف چیزیں ہیں۔ خوبیوں کی مخالف چیزیں برائیاں ہی ہوتی ہیں اور برائیوں کو مساویک کہتے ہیں۔ گویا اس طریقہ سے مسواکوں کا مفہوم ایسے انداز میں بتا دیا کہ پوچھنے والے کو برا نہ معلوم ہو

خلیفہ ہارون الرشید اس جواب کو سن کر بہت خوش ہوا۔ ہونہار لڑکے کو پیار کیا اور اس کے استاد کو انعام و اکرام سے مالا مال کر دیا۔

بزرگوں سے بات چیت کرنے میں اس بات کا ہمیشہ خیال رکھو کہ کوئی بے ادبی یا گستاخی کا پہلو نہ نکل آئے۔ (غنچہ)

تان سین

محنت اور شوق ایسی چیز ہے جو ہر آدمی کو کسی نہ کسی کام میں کامل بنا سکتی ہے۔ جس کسی کو علم حاصل کرنے کا شوق ہوتا ہے وہ کسی نہ کسی طرح اعلیٰ تعلیم حاصل کر ہی لیتا ہے۔ جسے ہنر کا شوق ہوتا ہے وہ محنت مشقت سے صنعت کاریگری میں نام پیدا کر لیتا ہے۔ اسی طرح جس کام میں جس کا جی لگ گیا اگر اس میں اس نے محنت کی تو بہت نام پیدا کر سکتا ہے۔ پہلے زمانہ میں لوگوں کو جس کام کی دھن ہوتی تھی اس میں وہ ماہر ہوئے بغیر نہیں رہتے تھے۔ اگلے زمانہ میں لوگ گانے میں کمال پیدا کرنے کے لئے ساری ساری عمر لگا دیتے تھے۔ مگر گانا کچھ ایسا مشکل فن ہے کہ شاید ہی چند کو کمال حاصل ہوتا تھا۔

شہنشاہ اکبر کے زمانہ میں تان سین ایک شخص گزرا ہے جس نے گانے میں بڑی مہارت پیدا کر لی تھی۔

تان سین گوالیار کا رہنے والا تھا۔ بچپن ہی سے آواز کی نقل اتارنے میں مہارت تھی۔ وہ اپنے باغ

میں بیٹھے بیٹھے شیر کی بولی بولا کرتا تھا۔ لوگ یہ
سمجھ کر کہ باغ میں شیر رہتا ہے اندر نہ جاتے تھے
ایک دن ایک سادھو کا گذر اس طرف ہوا۔ شیر
کی آواز سن کر وہ باغ میں داخل ہوا۔ اندر جاکر
دیکھا تو ایک لڑکے کے سوا اور کچھ نظر نہ آیا۔ سادھو
نے پوچھا۔ "لڑکے تجھے شیر کا خوف نہیں ہے"؟
تان سین نے شوخی سے جواب دیا "باباجی میں
ہی تو شیر ہوں"۔

سادھو کو سخت تعجب ہوا۔ مگر تان سین نے
جب شیر کی طرح دہاڑنا شروع کیا تو سادھو حیران
رہ گیا اور اس کمال سے اتنا خوش ہوا کہ اسے
اپنے ساتھ لے گیا اور گانے کی تعلیم دینی شروع کی۔

تان سین نے بڑی محنت کی اور تھوڑی ہی
مدت میں اس ہنر میں کامل ہو گیا۔ اب یہ اجین
کے راجہ کے ہاں رہنے لگا۔ اس زمانہ میں شہنشاہ
اکبر کی حکومت تھی۔ اکبر نے جب تان سین کی
شہرت سنی تو اسے اپنے دربار میں بلا لیا۔

بادشاہ تان سین کی بہت عزت کرتا تھا اور
اس کے گانے سے بہت خوش ہوتا تھا۔ تھوڑے
ہی عرصہ میں سب اسے گانے کے فن کا استاد
ماننے لگے۔ جب وہ گانا شروع کرتا تھا تو مدتوں اسے
کھانے پینے کی سدھ نہ رہتی تھی۔ کہتے ہیں کہ انسان
تو کیا چرند پرند اور جنگل کے خونخوار درندوں پر بھی
اس کے گانے کا اس قدر اثر ہوتا کہ سب کے سب
اس کے گرد جمع ہو جاتے۔

گانے کی جتنی قسمیں ہیں سب میں اسے
کمال حاصل تھا۔ آخری راگ جسے اس فن میں
دیپک راگ کہتے ہیں اس میں بھی وہ ماہر تھا
کہتے ہیں کہ جب دیپک راگ شروع کیا جاتا ہے
تو تھوڑی دیر گانے کے بعد ہر طرف آگ لگ جاتی
ہے اور جب تک گویا گاتا رہتا ہے آگ کا اس پر
کچھ اثر نہیں ہوتا۔ لیکن گانا ختم کرتے ہی وہ جل
کر خاک ہو جاتا ہے اس لئے گویّے آہستہ آہستہ
گاتے ہی گاتے راگ بدل دیتے ہیں جس سے
آگ مدھم ہوتے ہوتے بالکل بجھ جاتی ہے
خدا جانے یہ کہاں تک سچ ہے۔

اکبر کے دربار سے تان سین اپنے گھر گوالیار
گیا۔ وہاں ایک دن وہ گانے میں اس قدر مست
ہوا کہ جان ہی نکل گئی۔

آج تک گویّے اسے گانے کا دیوتا

ناتے ہیں۔ اس کی قبر پر ایک املی کا درخت ہے جس کی پتی گوتے کھا لیتے ہیں۔ ان کا خیال ہے کہ اس طرح شاید ہم بھی تان سین کے برابر گوتے بن جائیں۔ اسی لئے کہتے ہیں کہ گوالیار گانے میں بہت مشہور ہے۔ (پھول)

بچوں کا قصبہ

فلسطین میں ایک چھوٹا سا قصبہ ہے جو بچوں کا قصبہ کہلاتا ہے۔ کیونکہ اس قصبہ میں تمام کے تمام رہنے والے بچے ہی ہیں ان میں زیادہ تر وہ بچے ہیں جن کے باپ روسی لڑائیوں میں کام آئے تھے۔

اس قصبہ کی سات آٹھ برس کی بچی نہ صرف اپنی گڑیوں کے کپڑے ہی سی لیتی ہے بلکہ اپنے کپڑے بھی خود ہی تیار کر لیتی ہے اور چھوٹے چھوٹے لڑکے کھیتوں میں ہل چلاتے اور کھیتی باڑی کا کام کرتے ہیں۔ بہت سے بچے ایسے ہیں جو بڑھئی اور لوہار کا کام جانتے ہیں۔

غرض یہاں کے بچے اپنے ننھے ننھے ہاتھوں سے وہ تمام کام سرانجام دیتے ہیں جو دوسرے قصبوں میں بڑی عمر کے لوگ کرتے ہیں۔ لڑکیاں کھانا پکاتی اور سارے دن گھروں میں خانہ داری کا انتظام کرتی ہیں

دن بھر تو یہ لڑکے لڑکیاں اپنے کام کاج میں لگی رہتی ہیں۔ شام کو میدانوں میں کھیلنے چلے جاتے ہیں۔ اس وقت ان کو کھیلتا ہوا دیکھ کر خیال بھی نہیں کیا جاسکتا کہ یہ ننھے ننھے بچے ابھی سے زندگی کا بوجھ اپنے کندھوں پر اٹھائے ہوئے ہیں۔

ہر روز رات کے وقت اس قصبہ کے تمام گھر روشنی سے جگ مگ جگ مگ کر رہے ہوتے ہیں کیونکہ اس وقت تمام بچے مطالعہ میں مصروف ہوتے ہیں

ان بچوں کی زبان عبرانی ہے۔ شوقیہ طور پر انگریزی بھی سیکھ لیتے ہیں۔ یہ بچے اعلیٰ تعلیم کی طرف زیادہ متوجہ نہیں ہوتے بلکہ چند جماعتیں پڑھ لینے کے بعد زراعت کی تعلیم حاصل کرنے میں مصروف ہو جاتے ہیں۔

بچوں کا یہ قصبہ دنیا بھر میں اپنی نظیر نہیں رکھتا اور ابتک ایسی کامیابی سے قائم ہے کہ باید و شاید!

(تہذیب نسواں)

مہمان (میزبان کے لڑکے سے) تمہارے پاس جو پچھلے سال بلی کا بچہ تھا وہ کیا ہوا؟

لڑکا۔ کیا آپ کو معلوم نہیں؟

مہمان نہیں! کیا وہ پانی میں ڈوب کر مر گیا؟

لڑکا۔ نہیں تو۔

مہمان۔ کسی نے زہر دے دیا؟

لڑکا۔ نہیں

مہمان۔ تو پھر کیا ہوا؟

لڑکا۔ وہ بڑا ہو کر بلی ہو گیا

ایک آدمی۔ دیکھو جی پتھر دیکھ کر مارا کرو ابھی میرے لگ جاتا

نشانہ باز۔ جناب اگر میں دیکھ کر مارتا۔ تو ضرور لگ جاتا

مالک۔ آج میرے بکس سے دو روپے چوری ہو گئے۔ بکس کی ایک چابی میرے پاس ہے اور ایک تمہارے پاس ہے۔ اب بتاؤ کہ اس چوری کا ذمہ دار کون ہے؟

کلرک۔ ایک روپیہ آپ دے دیجئے ایک روپیہ میں دے دوں گا۔ بکس کی رقم پوری ہو جائے گی۔

ایک کسان کسی ریلوے اسٹیشن ماسٹر کے پاس پہونچا اور پوچھنے لگا کہ صاحب پونے آٹھ بجے کی گاڑی کس وقت آتی ہے۔

اسٹیشن ماسٹر (ہنس کر) جناب سات بجکر ۴۵ منٹ پر۔

کسان۔ یہ عجیب انتظام ہے۔ ریل کا کوئی ٹھیک وقت ہی نہیں جس وقت جی چاہا چلا دی۔

ٹکٹ چیکر (مسافر سے) تمہارے پاس ٹکٹ [illegible] ٹکٹ تو نہیں ہے؟ مسافر۔ ہاں ہے۔

ٹکٹ چیکر۔ کہاں ہے مسافر (جیب [illegible]

دو لوہار ایک دوکان میں کام کیا کرتے تھے۔ اتفاق کی بات دونوں ہی ہکلے تھے۔ ایک روز ان میں سے ایک نے لوہا گرم کیا اور دوسرے سے کہا "اب ب بے ج ج ج جلدی سے اِ اِ اِ اس پر ہَ ہَ ہَ ہتھوڑا م م م مار" دوسرے نے پوچھا۔ کِ کِ کِ کس ج ج ج جگہ مَ مَ مَ ماروں؟ پہلا بولا ب ب ب بس ج ج جَ جانے دے۔ لُ لُ لُ لوہا ٹھنڈا ہُ ہُ ہُ ہوگیا۔

کسان (دوکاندار سے) لالہ جی گڑ کیا بھاؤ دوگے؟

بنیا۔ ایک روپے کا ساڑھے آٹھ سیر

کسان۔ لالہ جی اگر دینا ہی تو پورے آٹھ سیر دیدو۔ ہمیں ساڑھے سوڑھے کا حساب نہیں آتا۔

استاد (شاگرد سے زبانی حساب) اگر میز پر دس آم ہوں اور تمہاری بہن اُن میں سے چار کھالے تو باقی کتنے بچیں گے؟

شاگرد۔ ہمارے گھر اس سال ایک آم بھی نہیں آیا۔

اُستاد۔ ہم آموں کا میز پر ہونا فرض کرتے ہیں۔ کہ اگر میز پر دس آم ہوں اور تمہاری ہمشیرہ چار کھالے تو باقی کتنے بچیں گے؟

شاگرد۔ میری بہن کی عادت سے آپ واقف ہیں وہ وہاں سے نہ ہٹے گی جب تک کہ تمام آم نہ کھالے۔

استاد۔ لیکن فرض کرو کہ تمہاری والدہ اس کو صرف چار ہی آم لینے دیں۔

شاگرد۔ جناب میری اماں جان چند روز سے باہر گئی ہوئی ہیں اور آئندہ ہفتہ تک واپس آجائیں گی۔

ایک حساب داں لڑکا

سلوویکیہ میں آج کل ایک ایسا لڑکا ہے جسکا دماغ بڑے بڑے ماہران سائنس کو چکر میں ڈال رہا ہے۔ اس لڑکے کی عمر صرف ۵ سال ہے۔ ایک ڈاکٹر کے اس سوال پر کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی پیدائش سے اس وقت تک کسقدر عرصہ ہو چکا ہے لڑکے نے اس کا فوراً ہی صحیح جواب دے دیا۔ ایک آدمی کی پیدائش کا وقت بتا کر اس سے دریافت کیا گیا کہ اب تک کتنے دن اور منٹ گذر چکے ہیں تو اُس نے بالکل صحیح جواب دیا۔ اس لڑکے کا سر اس قدر بڑا ہے کہ موٹے تازے آدمی کے سر کی ٹوپی بھی اس کے سر کے لئے چھوٹی ہوتی ہے۔

ہونہار بروا کے چکنے چکنے پات

جو لوگ لڑکپن میں بہت ذہین ہوتے ہیں وہ یا تو بچپن ہی میں مرجاتے ہیں یا بڑے ہو کر بہت نامور ہوتے ہیں۔ میکالے آٹھ سال کی عمر میں تاریخ داں ہو گیا تھا۔ ٹینی سن اسی عمر میں شاعر ہو گیا تھا۔ بائرن دس سال کی عمر میں نظمیں لکھنے لگا تھا اور بیکن فلاسفر ہو گیا تھا۔

ایک زباں داں لڑکی

امریکہ میں ایک لڑکی ہے جس کی عمر صرف آٹھ سال کی ہے لیکن وہ ہفت زبان ہے اور علم ادب کی تین کتابیں لکھ چکی ہے۔ جب وہ تین سال کی تھی تو ٹائپ رائٹر پر مزے سے لکھ سکتی تھی اور جب چار سال کی ہوئی تو فرنچ زبان روانی کے ساتھ بولنے لگی تھی۔ پانچ سال کی عمر میں وہ شاعری کرنے لگی تھی۔

کودنے والا مٹر

میکسیکو میں ایک قسم کا مٹر ہوتا ہے جو کودنے والا مٹر کہلاتا ہے۔ اس کے دانے جب دھوپ میں رکھدئے جاتے ہیں تو وہ اِدھر سے اُدھر پھدکنے لگتے ہیں۔ اس کی وجہ سائنسداں یہ بتلاتے ہیں کہ اس کے دانوں میں ایک قسم کا کیڑا گھر بنا لیتا ہے جس کے اچھلنے سے وہ دانے بھی اچھلنے لگتے ہیں۔

انعامات

بچوں میں مضمون نگاری کا شوق پیدا کرنے کے لئے مجلس ہونہار نے مندرجہ ذیل انعامات مقرر کئے ہیں۔

(۱) جو طالب علم رسالہ ہونہار کے لئے سب سے زیادہ مضامین لکھے گا سال کے آخر میں اسکو ایک نقرئی تمغہ انعام میں دیا جائیگا اور اس کا فوٹو رسالہ میں شائع کیا جائیگا۔ مضامین رسالہ ہونہار کے معیار کے مطابق اکثر قصوں میں لکھے جائیں اور آسان سے آسان زبان استعمال کی جائے۔

(۲) سال کے خاتمہ پر دسمبر کے مہینہ میں مختلف اسکولوں کے طلبہ کے ان مضامین کا مقابلہ ہوگا جو رسالہ ہونہار میں چھپ چکے ہوں گے۔ سب سے اچھے مضمون پر انعام دیا جائیگا جو مجلس ہونہار مقرر کرے گی۔

(۳) رسالہ ہونہار کے لئے اچھے مضامین لکھنے والی لڑکیوں کو بھی انعامات دئے جائیں گے۔

(۴) جو طلبہ غریب ہوں۔ اگر وہ کوشش کر کے ۵ خریدار ہم پہونچائیں ان کے نام ہم سال بھر کے لئے رسالہ مفت جاری کردیں گے۔

پہلا تحریری مقابلہ

صرف مڈل کلاس تک کے طلبہ کے لئے

"مذہب کسی سے بیر رکھنا نہیں سکھاتا" جو طالب علم اس موضوع پر سب سے اچھا مضمون لکھکر ۲۰ جنوری تک ہمارے پاس بھیجیگا اسکی قومی نظموں کی ایک بہترین کتاب بانگ درا (مصنفہ علامہ ڈاکٹر اقبال) انعام میں دی جائیگی۔ شرائط۔ مضمون رسالہ ہونہار کے ۴ صفحات سے زائد نہو۔ فلسکیپ سائز کاغذ پر حاشیہ چھوڑکر صرف ایک طرف خوشخط لکھا جائے۔ مضمون میں مشکل الفاظ کے استعمال سے پرہیز کیا جائے اور زبان عام فہم ہونی چاہئے۔ غیر پسندیدہ مضامین واپس نہیں کئے جائیں گے۔

منیجر رسالہ ہونہار

لیجئے صاحبان پھر ہماری سالانہ رعایت کے دن آ گئے
کارخانہ ملک اینڈ کمپنی رجسٹرڈ
دی پنجاب چیمپئن آف سپورٹس شہر سیالکوٹ پنجاب کی بارھویں سالگرہ کی خوشی میں
عظیم الشان رعایت کی باد نسیم کا بارھواں سالانہ جھونکا
ایکروپیہ کا مال صرف بارہ آنے میں
ساتھ ہی سامان کھیل کے عمدہ۔ مضبوط۔ خوبصورت۔ دیرپا نفیس اور ارزاں قیمت ہونے کی گارنٹی
رعایت کے صرف دو ماہ جنوری و فروری سنہ ۱۹۳۰ء
ممتاز ناظرین! حسب دستور سابق ہم نے اپنی بارھویں سالگرہ کی خوشی میں آپ کو شامل کرنے کے لئے اپنے تیار کردہ لاثانی سامان کھیل مثلاً فٹ بال۔ کرکٹ۔ والی بال۔ باسکٹ بال۔ ہاکی ٹینس۔ بیڈمنٹن اور جمناسٹک وغیرہ جملہ سامان کھیل کی قیمتوں میں حیرت انگیز رعایت کر دی ہے یعنی میعاد مندرجہ صدر کے اندر اندر ایکروپیہ کا مال بارہ آنے میں دینا منظور کر لیا ہے۔ علاوہ ازیں سامان کے نیا تازہ اور مضبوط ہونے کی گارنٹی یعنے ذمہ واری
ہمارا سامان کھیل عرصہ بارہ سال سے مستقل طور پر ہندوستان بھر کے اسکولوں کالجوں اور کلبوں میں بکثرت خریدا جاتا ہے جس کی عمدگی اور ارزانی قیمت کی وجہ سے بیشمار سرٹیفکیٹ ملنے کے علاوہ ہزارہا مستقل خریدار بن چکے ہیں۔
جو اصحاب ایک مرتبہ بھی ہم سے معاملہ کر چکے ہیں وہ بخوبی جانتے ہیں کہ دروغ گوئی ہمارا شیوہ نہیں اسلئے ہم اپنے تیار کردہ سامان کھیل کی نسبت تعریفی الفاظ کو نظر انداز کر کے صرف اتنا لکھنا کافی خیال کرتے ہیں کہ ملک نے یکزبان ہو کر اسبات کو تسلیم کر لیا ہے۔ کہ ملک اینڈ کمپنی رجسٹرڈ سیالکوٹ کے سامان کھیل سے عمدہ۔ اور بارعایت سامان کھیل کسی دوسری جگہ سے ملنا ناممکن ہے اور پھر آج کل جب کہ ہم مفت کے برابر لٹا رہے ہیں۔ اسلئے ہمارے پرانے گاہکوں اور دیگر نئے اصحاب کو ہمارے اس رعایتی اعلان سے ضرور فائدہ اٹھانا چاہئے +
ذیل میں فہرست سامان کھیل درج ہے جسپر سالگرہ کی خوشی میں چار آنے فی روپیہ کی رعایت دی جاویگی حسب ضرورت طلب کریں
فہرست سامان ہاکی
فہرست سامان کرکٹ
فہرست سامان فٹ بال
فہرست سامان والی بال
کتاب قواعد والی بال اردو
قواعد فٹ بال
سکورنگ بک
ملنے کا پتہ:۔ جنرل منیجر ملک اینڈ کمپنی رجسٹرڈ شہر سیالکوٹ
تار کا پتہ: رجسٹری شدہ

رجسٹرڈ ایل نمبر

بچوں کا باتصویر ماہوار رسالہ "ہونہار"

HONHAR

BEST MEDIUM FOR ADVERTISING

DO YOU WANT

to introduce your products among children? If so, send your advertisements to us. We reach straight way to juvenile circles. They will use your products.

Our rates and charges are moderate.

For other particulars write to :-

THE MANAGER.

THE HONHAR.

Sadar Bazar, DELHI.

THE HON-HAR DELHI.

AN ILLUSTRATED AND MOST USEFUL ... MONTHLY ...

(Copy Right.) Annual subscription including postage Rs. -3-

اغراض و مقاصد

۱۔ ہندوستان کے مختلف فرقوں کے بچوں میں اتحاد پیدا کرنا۔

۲۔ لڑکوں اور لڑکیوں کے لئے ایسے مضامین شائع کرنا جن کے مطالعہ سے انہیں تعلیم سے دلچسپی ہو۔ ان کی قابلیت بڑھے۔ ان کی معلومات میں اضافہ ہو۔ ان میں ترقی کرنے کا جذبہ پیدا ہو۔ اور ان کے اخلاق سدھر جائیں۔

قواعد و ضوابط

۱۔ رسالہ ہونہار ہر ماہ کے وسط میں شائع ہوتا ہے۔

۲۔ اگر کبھی اتفاقاً رسالہ نہ ملے یا رسالہ پہونچنے میں دیر ہو جائے تو مہینہ کے آخر تک رسالے کے وصول نہ ہونے کی اطلاع دے دینی چاہئے۔ اس کے بعد طلب کرنے والوں کو قیمتاً بھیجا جائیگا

۳ رسالہ ہونہار کا سالانہ چندہ ہے۔ بذریعہ دی۔ پی ہے ششماہی عار ہے۔

۴۔ غریب طالب علموں سے بشرط تصدیق ہیڈ ماسٹر صرف عا چندہ لیا جائے گا۔

۵۔ خط و کتابت کرتے وقت اپنا خریداری نمبر ضرور تحریر فرمایئے۔ جوابی امور کے لئے جوابی کارڈ یا ایک آنے کا ٹکٹ بھیجئے۔ بیرنگ خطوط وصول نہیں کئے جائیں گے۔

۶۔ تمام خط و کتابت و ترسیل زر بنام مینیجر صاحب رسالہ ہونہار دہلی ہونی چاہئے۔

۷۔ مضامین و دیگر شکایات کے متعلق تمام خطوط ایڈیٹر صاحب رسالہ ہونہار کے نام آنا چاہئیں۔

۸۔ مضامین مختصر اور عام فہم ہونے چاہئیں جن کو بچے نہایت آسانی کے ساتھ سمجھ سکیں اور جو بچوں کے اخلاق سدھارنے اور ان میں ترقی کا جذبہ پیدا کرنے میں معاون ہوں۔

"منیجر"

بچوں کا باتصویر ماہوار رسالہ

ہونہار دھلی

دہلی فروری ۱۹۳۰ء

جلد ۱ — نمبر ۲

فہرست مضامین

رسالہ ہونہار
کے
معاونین خصوصی

ہندو۔ مسلمان۔ سکھ اور عیسائی بچوں کی

دعا

آؤ دعا کو ہاتھ اٹھائیں
اپنے خدا سے مرادیں پائیں

اے مالک دے داد ہماری
سن لے تو فریاد ہماری

ہم کو عطا کر علم کی دولت
ہم کو عطا کر عقل کی نعمت

علم و عمل سے شاد ہیں کر
فکروں سے آزاد ہیں کر

دکھ سے ہم نہ کبھی گھبرائیں
صبر سے ہر سختی کو اٹھائیں

کام کی محنت سے نہ ڈریں ہم
خون پسینہ ایک کریں ہم

دے توفیق کہ ہم سچ بولیں
بات سے پہلے بول کو تولیں

راستہ سیدھا ایک دکھا دے
ہم سب کو تو نیک بنا دے

نیّرؔ ہم نہ کبھی اترائیں
خدمت کرکے عظمت پائیں

محمد شفیع الدین نیّرؔ

کچھ اپنے متعلق

(بچوں کے والدین سے)

رسالہ ہونہار کی مقبولیت

رسالہ جاری کرنے سے پیشتر مجھکو گمان بھی نہ تھا کہ پرچہ شائع ہوتے ہی ملک میں اتنا زیادہ مقبول ہوگا کہ تمام لڑکے اور لڑکیاں، چھوٹے اور بڑے اس کو قدر و منزلت کی نگاہوں سے دیکھیں گے اور اتنا زبردست خیر مقدم کریں گے۔ جس نے اِس کا نمونہ منگوایا ہے تعریف کی ہے اور رسالہ کی خریداری کے لئے خط لکھا ہے۔ دفتر میں رسالہ کی تعریف و توصیف میں بہت سے خطوط موصول ہو چکے ہیں۔ ہر ایک کا فرداً فرداً جواب دینا میرے لئے مشکل ہے اس لئے میں اس رسالہ کے ذریعہ سے اپنے ان تمام بزرگوں، بھائیوں اور دوستوں کا شکریہ ادا کرتا ہوں جنہوں نے میری اتنی ہمت افزائی کی

رسالہ کی سرکاری مدرسوں میں مقبولیت

یہ رسالہ کوئی مذہبی یا سیاسی رسالہ نہیں ہے اور نہ کسی خاص جماعت کا آرگن ہے بلکہ یہ ہندوستان کے بچوں میں صحیح قومی اور اخلاقی تعلیم و تربیت دینے کے لئے جاری کیا گیا ہے۔ اس میں مضمون لکھنے والے وہ حضرات ہیں جو تعلیمی معاملات میں بہت تجربہ رکھتے ہیں۔ اس میں ہندوستان کے تمام سرکاری وغیر سرکاری مدرسوں کے طلبہ اور اساتذہ کے مضامین جو "ہونہار" کے معیار کے مطابق ہوں شائع ہو سکتے ہیں۔ جس مدرسہ میں رسالہ ہونہار کی ایک کاپی پہونچی ہے بہت زیادہ پسند کی گئی ہے اور غور کیا جا رہا ہے کہ مدرسوں کے لئے اس کو منظور کر لیا جائے۔ ہمیں امید ہے کہ ہندوستان کے تمام تعلیمی محکمے اِس رسالہ کو اپنے اسکولوں کے لئے منظور فرمائیں گے

رسالہ ہونہار" پر اخبارات و رسائل کے ریویو

رسالہ ہونہار پر ہندوستان کے مشہور روزانہ اور ہفتہ وار اخبارات اور رسائل نے نہایت حوصلہ افزا اور شاندار ریویو کئے ہیں۔ جو ہم اسی رسالہ میں کسی دوسری جگہ شائع کر رہے ہیں۔ ان کے مطالعہ کے بعد آپ خود اندازہ لگا سکتے ہیں کہ یہ رسالہ آپ کے بچوں کے لئے کتنا مفید ہے۔

تحریری مقابلے کا انعام

طلبہ میں مضمون نگاری کا شوق پیدا کرنے کے لئے مجلس ہونہار کی طرف سے اعلان ہوا تھا کہ جو طالب علم اس عنوان پر کہ "مذہب آپس میں بیر رکھنا نہیں سکھاتا" سب سے اچھا مضمون لکھکر بھیجے گا اس کو "بانگ درا" مصنفہ علامہ ڈاکٹر اقبال انعام میں دیجائیگی متعدد مضامین موصول ہوئے۔ لیکن سب سے اچھا مضمون مدرسہ عالیہ کلکتہ کے ایک طالب علم ابوالحامد عبدالحفیظ صدیقی کا شمار کیا گیا اور انھیں کو انعام دینا منظور ہوا۔

رسالہ کی قیمت

رسالہ کی قیمت جو ٹائٹل پیج پر لکھی ہوئی ہے صرف مقامی لوگوں کے لئے ہے۔ جن کے پاس رسالہ بذریعہ ڈاک نہیں جاتا۔ رسالہ کی سالانہ قیمت مع محصول ڈاک تین روپے چار آنے ہے اور ششماہی دو روپے ہے۔ رسالہ کی قیمت اس کی کتابت، طباعت، تصاویر کاغذ اور ٹائٹل کے اخراجات کو مدنظر رکھتے ہوئے بہت معمولی ہے۔ کوشش کی جارہی ہے کہ آئندہ صفحات میں اضافہ کردیا جائے

رسالہ کے معاونین خصوصی

رسالہ کے معاونین خصوصی کا حلقہ اب بڑھ رہا ہے اور بڑے بڑے مضمون نگار اور شعرائے کرام کی نظمیں موصول ہو رہی ہیں۔ مولوی شفیع الدصاحب نیّر ٹیچر موڈرن ہائی اسکول دہلی رسالہ کے لئے نظمیں لکھ رہے ہیں۔ اس مرتبہ اُن کی نظم حمد شائع کی جارہی ہے جو انھوں نے ہماری درخواست پر ہونہار کے لئے لکھی ہے۔ حامد حسن قادری پروفیسر سینٹ جانس کالج آگرہ نے جو پہلے بچوں کے اخبار سعید کانپور کے اڈیٹر بھی رہ چکے ہیں رسالہ کے لئے ایک نظم "فوارہ" مرحمت فرمائی ہے اور آئندہ بھی نظمیں اور مضامین بھیجنے کا وعدہ کیا ہے۔ نظم خوب ہے اور بچوں کے لئے اسی قسم کی نظموں کی ضرورت ہے۔

آپ کی مدد

اگرچہ ہم رسالے کو بہتر سے بہترین بنانے کی حتی الامکان کوشش کررہے اور ہم اس کو اعلیٰ پیمانہ پر پہونچانا چاہتے ہیں لیکن بغیر آپ کی مدد اور مشورہ کے ہم آگے نہیں بڑھ سکتے۔ ہم آپ سے صرف یہ چاہتے ہیں کہ آپ خود اس کے خریدار بنیں اور دوسروں کو بھی اس کا خریدار بنائیں اور رسالہ میں اگر آپ کو کوئی نقص یا کمی نظر آئے تو مہربانی فرماکر ہمیں اس سے مطلع فرمائیں تاکہ اس کا انتظام کردیا جائے۔

اڈیٹر

مذہب کسی سے بیر رکھنا نہیں سکھاتا

(اس مضمون پر مجلس ہونہار کی طرف سے بانگ درا انعام میں دی گئی)

سب کا خالق ایک ہے۔ زمین و آسمان
کے نیچے کل حیوانات، نباتات، جمادات کا مالک
ایک اللہ ہے۔ اسی کی سب عبادت کرتے ہیں
ہمیں سیدھی راہ بتانے کے لئے اللہ پاک نے
رشیوں پیغمبروں اور نبیوں کو ہر ملک میں بھیجا ہے
اور ان پر کتابیں ان کی زبان میں اتاری ہیں۔
جس طرح آج ہر ملک کی زبان مختلف ہے
آج سے پہلے بھی مختلف تھی۔ قرآن عربی زبان
میں ہے چونکہ ہمارے پیغمبر صاحب عربی تھے
وید سنسکرت زبان میں ہیں اس لئے کہ ہندوستان
کے رہنے والے سنسکرت زبان بولتے تھے۔
زبان کے بدلنے سے خدا کا کلام نہیں بدلتا۔
جب سب پیغمبر اللہ ہی کے بھیجے ہوئے ہیں
اور اللہ کا پیغام سناتے ہیں۔ اللہ ہی کی عبادت
کرنا سکھاتے ہیں تو اللہ پاک کس طرح ایک دوسرے
کے خلاف لڑنا جھگڑنا سکھائے گا۔

مسلمان مسجد میں جاتے ہیں۔ ہندو مندر و
شیوالے میں اور عیسائی گرجا میں جاتے ہیں۔ کس لئے؟
اللہ کی عبادت کرنے کے لئے۔ ایسا تو کبھی نہ دیکھا
ہوگا کہ مسلمان مسجد میں جاتے وقت آپس میں جھگڑتے
ہوں۔ پھر ایسا تو کبھی نہ سنا ہوگا کہ ہندو مندر میں
ایشور کی پوجا کی خاطر ہاتا پائی کرتے ہوں۔ یہ بھی
کسی نے نہیں دیکھا ہوگا کہ عیسائی پادری کا وعظ سننے
میں مار پیٹ کر بیٹھتے ہوں۔

اس کی وجہ تم سمجھے کہ ایسا کیوں نہیں ہوتا ہے
حالانکہ دنیاوی کام کاج میں ہندو ہندو سے تکرار
کرتا ہے۔ مسلمان مسلمان سے اور عیسائی عیسائی سے۔
اس کی وجہ صرف یہ ہے کہ سب لوگ اللہ کی عظمت
و پرماتما کا ڈر رکھتے ہوئے عبادت گاہوں میں جاتے ہیں
اللہ پاک بڑا عادل ہے وہ اپنے تمام بندوں
کو ایک نظر سے دیکھتا ہے۔ چاہے وہ ہندو ہو یا
مسلمان۔ کسی قوم کی عزت اس کے نزدیک کم یا

زیادہ نہیں ہے۔ کوئی خاص قوم یا جماعت اس کی پیاری نہیں ہے کہ ایک دوسرے سے لڑادے ایسی باتیں اس کی شان سے کوسوں دور ہیں۔

اب تم ذرا گھبراؤ گے کہ آئے دن ایک مذہب کے ماننے والے دوسرے مذہب کے ماننے والوں سے مذہب کے نام پر جنگ کرتے ہیں۔ آخر اس کی وجہ کیا ہے؟ اصل بات یہ ہے کہ وہ اپنے مذہب کی صحیح تعلیم کو بھول بیٹھے ہیں اور سیدھی راہ سے بھٹک گئے ہیں۔

بھلا کبھی ایسا ہوسکتا ہے کہ دو آدمی ایک ہی سمت بازو سے بازو ملائے جاتے ہوں اور دونوں آمنے سامنے سے ٹکرا جائیں۔ جب تک کہ دونوں رخ نہ بدلیں ایسا نہیں ہوسکتا۔ یہی حال مذہب کا ہے۔ دنیا کے کل مذاہب اپنے ماننے والوں کو ایک سمت یعنی اللہ کی جانب لے جا رہے ہیں۔ جب تک ماننے والوں کی سمت ایک رہے گی۔ بیر، عداوت، دشمنی آپس میں کبھی نہیں ہوسکتی۔ جہاں کوئی ایک سمت سے بھٹکا کہ آپس میں ٹکر ہوئی۔ ہر شخص اپنے مذہب کو اچھی طرح سیکھنے اور سمجھنے کی کوشش کرے تو کبھی مذہب کے نام پر لڑائی نہیں ہوگی۔

محبت سے بڑھکر دنیا میں کوئی چیز نہیں ہے، ایک دوسرے سے محبت کرنا بہت اچھی بات ہے محبت سے جو ہوتا ہے عداوت سے نہیں ہوتا اگر تم آپس میں محبت سے رہو گے تو بہت سے فائدے حاصل ہوں گے۔ دنیا کا ہر کام ایک دوسرے کے ذریعہ سے ہوتا ہے یہاں تک کہ خدا کو راضی و خوشی رکھنے کے لئے یہ ضروری ہے کہ اس کے بندوں سے محبت کی جائے۔

اگر دو شخص آپس میں بیر رکھتے ہوں اور دنیاوی بادشاہ کو معلوم ہو جائے تو وہ دونوں کو ضرور تنبیہ کرے گا۔ یہ کیسے ممکن ہے کہ دونوں جہاں کا بادشاہ آپس میں بیر رکھنے پر عذاب نازل نہ کرے۔

پس اے ہونہار بھائیو! اپنے ہم جماعت لڑکوں سے محبت رکھو۔ دو لڑکے آپس میں لڑتے ہوں تو سمجھا دو کہ آپس میں لڑنا جھگڑنا بری بات ہے۔ ایسے کام سے اللہ راضی نہیں۔

ابو الحامد عبد الحفیظ صدیقی
درجہ جونیر سال پنجم - مدرسہ عالیہ کلکتہ

ایک جہاز کی تباہی کا دلچسپ قصہ
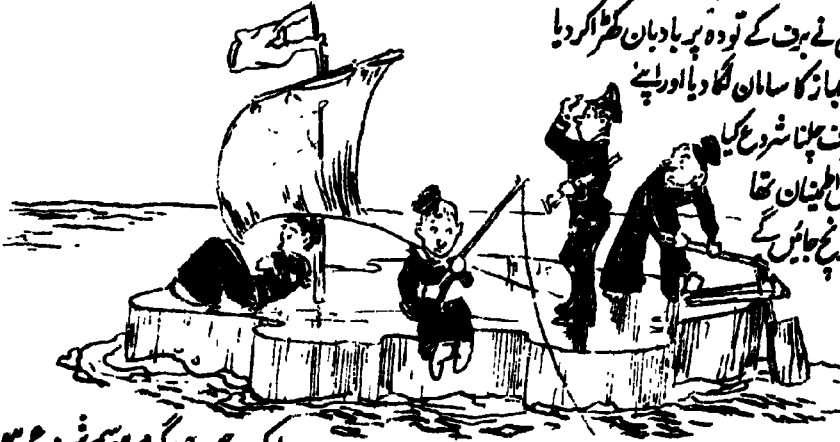
ہونہار بچوں کو ایک نصیحت

ہونہار بچو! تمہیں ابھی دنیا میں رہ کر بہت بڑے بڑے کام انجام دینے ہیں اور اپنے خاندان اور اپنی قوم اور اپنے ملک کی عزت کو اپنے کارناموں سے چار چاند لگانے ہیں اس لئے میں تمہیں ایک ایسی نصیحت کرنا چاہتا ہوں جو تمہارے واسطے ہر عمر اور ہر حالت میں مفید ثابت ہو اور جس پر عمل کرکے تم اپنا لڑکپن، اپنی جوانی اور اپنا بڑھاپا کامیابی اور مسرت کے ساتھ گذار سکو۔ لیکن اس نصیحت کے سننے سے قبل تمہیں یہ وعدہ کرنا ہوگا کہ تم اسے کبھی نہ بھولوگے اور اپنے گھر میں اور اپنے مدرسہ میں اسے یاد رکھوگے اور جب تمہارے ماں باپ، تمہارے بھائی بہن یا تمہارے استاد یا تمہارے دوست تم سے بات چیت کرتے ہوں تو تمہارا ذہن اس نصیحت سے خالی نہ ہوگا۔

وہ نصیحت یہ ہے کہ:۔

"ہمیشہ سچ بولو"

بہت ممکن ہے کہ تم اس نصیحت کو سن کر کہنے لگو کہ یہ تو وہی بات ہے جسے ہم ہزاروں مرتبہ سن چکے ہیں مگر جس پر عمل کرنا ہمارے لئے بہت دشوار ہے۔ جب ہم سے اماں جان کی غیر موجودگی میں چینی کی پلیٹ ٹوٹ جائے اور یہ خوف ہو کہ اماں جان ہم پر بہت خفا ہوں گی یا مدرسہ جانے کو بلاوجہ دیر ہو جائے اور یہ اندیشہ ہو کہ جرمانہ کر دیا جائے گا یا سبق یاد نہ کیا ہو اور ماسٹر صاحب بید لئے کھڑے ہوں تو یہ کس طرح ہو سکتا ہے کہ ہم کوئی بہانہ کرکے اپنی جان نہ بچائیں اور آپ کی نصیحت پر عمل کرتے رہیں۔ لیکن ہونہار بچو! تمہارے یہ خیالات بالکل غلط ہیں۔ سچ بولنے سے آج تک کسی کو کوئی تکلیف نہیں پہونچی۔ جتنی تکلیفیں پہونچی ہیں وہ جھوٹ بولنے سے پہونچی ہیں۔

اگر تم نے سچ بولنے کی عادت ڈال لی اور نتیجہ کی پرواہ نہ کرکے ہر موقع پر بے دھڑک سچی بات کا اظہار کر دیا تو تمہارے ماں باپ، تمہارے بہن بھائی، تمہارے استاد اور تمہا[illegible]

دوست تمہارا اعتماد کرنے لگیں گے اور تمہاری
عزت سبھوں کے دل میں قائم ہوجائے گی۔ پھر
سچی بات کہنے پر نہ تمہیں کوئی سزا دے گا۔ نہ تم پر
خفا ہوگا اور خود تم بھی اس کی احتیاط رکھو گے کہ
ہمیشہ وہی کام کرو جس کے ظاہر کر دینے میں تمہیں
کسی قسم کا خوف نہ ہو۔ اگر اس کے برخلاف تمہیں
جھوٹ بولنے کی عادت پڑ گئی تو اس کا نتیجہ یہ ہوگا
کہ معمولی معمولی سزاؤں سے تو تم ایک آدھ مرتبہ بچ
جاؤ گے لیکن بڑے ہونے پر کوئی نہایت سنگین
سزا تم کو برداشت کرنی پڑے گی۔

جھوٹ بولنے والا ہمیشہ رنج اور افسوس
میں مبتلا رہتا ہے۔ اسے کبھی کوئی سچی خوشی حاصل
نہیں ہوتی۔ جب کسی نے ایک مرتبہ جھوٹ بول
دیا تو پھر اس جھوٹ کو سہارا دینے کے لئے بہت سے
جھوٹ بولنے پڑتے ہیں اور ایک اچھا خاصا آدمی
آدمی برابر غلطیوں اور گناہوں میں مبتلا ہوتا چلا جاتا
ہے۔ جھوٹ ایسی چیز ہے کہ اس سے صرف
جھوٹ بولنے والے ہی کو نقصان نہیں پہونچتا
بلکہ اس کے ساتھ اس کے رشتہ دار اور اس کے
دوست بھی مصیبت میں پھنس جاتے ہیں اور
ایک شخص کی بدولت بہت سوں کو تکلیف اٹھانی
پڑتی ہے۔

آج تک جتنے پیغمبر اولیا اور رشی منی گذرے
ہیں سب نے سچ بولنے کی ضرورت پر بہت زیادہ
زور دیا ہے کیونکہ یہی تمام نیکیوں کا سرچشمہ ہے دنیا
میں جتنے مذاہب موجود ہیں سب کی تعلیم یہی ہے کہ
"ہمیشہ سچ بولو" سچائی تمہارے اندر ہزاروں خوبیاں
پیدا کر دے گی اور تمہاری سیرت نہایت پاکیزہ
ہوجائے گی۔ تمہیں دیکھ دیکھ کر لوگ اپنی اصلاح
کریں گے اور تم دنیا کے لئے بہت بڑے ریفارمر
یعنی مصلح قوم ثابت ہوگے اور خود تم کو ایسا اطمینان
اور چین نصیب ہوگا کہ اس کے مقابلہ میں اور سا
آرام اور چین تمہارے واسطے ہیچ ہوں گے۔

سچ بولنا جس قدر ضروری ہے اسی قدر آسان
بھی ہے۔ جھوٹ بولنے والے کو تو سو طرح کے
کرنے پڑتے ہیں۔ سوچ سوچ کر جھوٹی باتیں دل
سے گھڑنی پڑتی ہیں۔ مگر سچ بولنے والے کے
یہ دشواری نہیں ہے۔ وہ بغیر بناوٹ اور تکلف
ٹھیک ٹھیک بات کہہ سکتا ہے اور کہنے کے بعد
اپنے دل کو یہ سمجھا سکتا ہے کہ اس نے سچ بولا

اب انجام خواہ کچھ بھی کیوں نہ ہو وہ حق بجانب ہے، جھوٹ بولنے سے بزدلی پیدا ہوتی ہے اور سچ بولنے سے جرأت اور ہمت بڑھتی ہے۔ جھوٹ بولنے والا خود اپنے کو نفرت کی نگاہ سے دیکھتا ہے اور سچ بولنے والے کو اپنے اوپر کامل اعتماد ہوتا ہے۔

ان باتوں کے سننے کے بعد اگر ہونہار بچوں نے یہ عہد کر لیا کہ وہ ہمیشہ سچ بولیں گے اور کبھی ماں باپ استاد یا کسی دوسرے کے خوف سے جھوٹی بات نہ کہیں گے اور اپنی بڑائی کے لئے اپنے دوستوں سے شیخیاں نہ ماریں گے تو میں انہیں یقین دلاتا ہوں کہ وہ سارا دنیا کے واسطے ایک نمونہ ثابت ہوں گے اور قوم کی آئندہ ترقی کا انحصار ان ہی کی کوششوں پر ہوگا۔

(ہلال احمد زبیری۔ بی اے)

ہمدردی کبھی فنا نہیں ہوتی

دنیا میں تم نے ایسے بہت سے قصے سنے ہوں گے کہ "فلاں شخص بڑا مہربان تھا" اس نے یہ مہربانی کی تھی" اس سے صاف ظاہر ہے کہ مہربانی کرنے والا تو فنا ہو سکتا ہے، مر جاتا ہے، لیکن اس کی مہربانی ایک دوسرے کو ہمیشہ یاد آتی رہتی ہے۔

مثلاً ایک قصہ ایڈورڈ ہفتم کی مہربانی کا مشہور ہے کہ ایک بچہ محل کے دروازے پر کھڑا رو رہا تھا۔ اتفاق سے شہزادہ ایڈورڈ ہفتم ادھر سے نکلے انہوں نے اس بچہ کو روتا دیکھ کر مہربانی اور محبت سے پوچھا۔

شہزادہ۔ میاں لڑکے تم کیوں رو رہے ہو؟

لڑکا۔ "میں ملکہ کو دیکھنے محل میں جانا چاہتا ہوں لیکن آپ کے نوکر نہیں جانے دیتے۔"

شہزادہ کو اس کے زار و قطار رونے اور محبت بھرے الفاظ سننے پر رحم آیا اور اپنے ساتھ ملکہ کے پاس لے گئے۔ ملکہ وکٹوریہ نہایت مہربانی اور شفقت سے پیش آئیں۔ اس کے حالات دریافت کرتی رہیں۔ جب لڑکا سلام کر کے رخصت ہوا تو ملکہ نے ایک اشرفی عنایت فرمائی۔

یہ سب باتیں وہ ہیں کہ جو آج سے برسوں پہلے پیش آئی تھیں۔ اب نہ ملکہ وکٹوریہ زندہ ہیں اور نہ شہزادہ ایڈورڈ لیکن یہ قصہ کتابوں اور اخباروں میں ہی نہیں بلکہ ہر شخص کے نوکِ زبان ہے۔ اس لئے ہمدردی اور مہربانی کے لئے ہر وقت تیار رہنا چاہئے اور جب موقعہ ملے سب سے پہلے دوسرے کی مدد کرنی چاہئے۔ اس میں صرف نام ہی نہیں ہوتا بلکہ جب خود کو کوئی مصیبت آ کر پڑے اور کسی کی ہمدردی کی ضرورت ہو تو وہ شخص جس کے ساتھ تم ہمدردی کر چکے ہو ہر طرح تمہاری مدد اور ہمدردی کے لئے تیار رہوگا

(اقبال احمد بچھراؤں ضلع مراد آباد)

ایک دلچسپ مشغلہ

تم جانتے ہو کہ یہ کیا ہے؟ اگر جاننا چاہتے ہو تو اپنا رنگوں کا ڈبہ بستے سے نکال لو اور ہر اس جگہ جہاں ز کے نشان ہیں ہلکا خاکی اور جہاں ب کے نشان ہیں گہرا خاکی اور جہاں [illegible] نشان ہیں سرخ اور جہاں د کے نشان ہیں سبز اور جہاں آ کے نشان ہیں وہاں آسمانی رنگ بھر دو۔ تمہیں معلوم ہوگا کہ تم نے ایک [illegible] کی خوبصورت تصویر بنالی ہے۔ یقین ہے کہ اس کے بنانے سے تم لطف اٹھاؤ گے۔

ٹیسو راجہ

(ٹالسٹائی کی ایک کہانی کا چھوٹا ترجمہ)

بحیرہ روم کے ساحل پر ایک چھوٹی سی ریاست ہے جس کا نام ہے مناکو۔ یہ ریاست اٹلی اور فرانس کے پڑوس میں واقع ہوئی ہے۔ اس زمانہ کے چھوٹے سے چھوٹے قصبہ میں بھی اس سے زیادہ آدمی بستے ہوں گے۔ آپ کو یہ سن کر تعجب ہوگا کہ اس کی کل آبادی صرف ۷ ہزار انسانوں پر مشتمل ہے۔ زمین کی وسعت بھی سات ہزار ایکڑ سے زیادہ نہ ہوگی لیکن چھوٹی سی حکومت کا ایک بادشاہ ہے۔ پھر بادشاہ کا ایک محل ہے۔ متعدد درباری ہیں۔ کئی وزیر ہیں۔ ایک پادری ہے۔ فوج ہے اور سپہ سالار ہیں یہ فوج ماشاء اللہ ۶۰ سپاہیوں پر مشتمل ہے بادشاہ نے رعایا پر مختلف قسم کے ٹیکس بھی لگا رکھے ہیں۔ تمباکو، شراب اور دیگر منشیات پر ٹیکس ہے پول ٹیکس بھی ہے مگر ان کی آمدنی سے ریاست کا کام کیونکر چل سکتا ہے۔ بادشاہ کی آمدنی کا اصل ذریعہ ایک جوا خانہ ہے۔ جوئے کی خرابیوں کو معلوم کرکے یورپ کی دوسری ریاستیں اپنے ہاں جوا بند کرا چکی ہیں مگر اس ریاست کی آمدنی کا دارومدار اسی پر ہے۔ اگر یہ مدا اڑا دی جائے تو بادشاہ اور درباری فاقوں مر جائیں۔

اب یورپ میں جہاں کسی کو جوا کھیلنے کا شوق چرایا وہ سیدھا مناکو کو اڑ لیا۔ لطف یہ ہے کہ جو ہارے یا جیتے بادشاہ سلامت مونچھوں کو تاؤ دیکر دائیں ہاتھ سے لگا روپیہ اینٹھ ہی لیتے ہیں۔ سچ ہے میت جنت میں جائے یا جہنم میں۔ ملا جی کو اپنے حلوے مانڈے سے کام۔

مناکو کے حکمراں خدا کے فضل سے باقاعدہ بادشاہ واقع ہوئے ہیں۔ آپ دربار بھی فرماتے ہیں۔ انعام اکرام بھی کرتے ہیں سزا بھی دیتے ہیں۔ خطائیں بخشتے ہیں۔ تو [illegible] کرتے ہیں۔ فیصلے سناتے ہیں۔ کونسلیں اور [illegible] قائم کرتے ہیں۔ غرضکہ آپ دوسرے بادشاہوں کی نقل اڑانے میں طاق ہیں۔

یہ ہے مختصر سی کیفیت ہمارے ٹیسو راجہ کی

ران کی راجدھانی کی۔ اب سنئے:۔
ایک دن کا واقعہ ہے، شامت اعمال
وا کھیلتے کھیلتے دو آدمیوں میں جھڑپ ہو گئی،
معاملہ نے طول کھینچا اور ایک نے دوسرے کو
جہنم رسید کر دیا۔ اس ریاست میں قتل کا یہ پہلا
واقعہ تھا۔ پوری ریاست میں کھلبلی مچ گئی۔ بادشاہ
سلامت کے روبرو مقدمہ پیش ہوا۔ غریب بادشاہ
یران تھا کہ کیا کرے۔ اگر پھانسی کا اعلان کرتا ہے
تو ریاست میں نہ تو جلاد ہیں اور نہ پھانسی دینے
کا سامان۔ اگر قید کرتا ہے تو باقاعدہ جیلخانے بھی
موجود نہیں۔ ابتک جو سزا دیجاتی تھی وہ یہ ہوتی
تھی کہ ملزم آیا دو ایک چانٹے رسید کئے یا اگر
جرم زیادہ سنگین ہوا تو دس پانچ بید لگا دئے
اور قصہ ختم۔

بہت غور و فکر کے بعد بادشاہ اس نتیجہ پر
پہونچا کہ پھانسی ہی دی جائے اور اس کا سامان
وغیرہ فرانس سے منگوایا جائے۔ چنانچہ فرانس
کے صدر کو اس مضمون کا ایک خط لکھا گیا۔ اس
کے جواب میں اس نے جلاد اور سامان بھیجنے
پر آمادگی تو ظاہر کی لیکن اس کے ساتھ ہی
۱۶ ہزار فرانک کا مطالبہ بھی کیا۔ خط کا جواب پہونچا
تو بادشاہ نے کونسل طلب کی اور کہا کہ ہماری کونسل
اس بوجھ کو کسی طرح برداشت کرنے کے قابل نہیں
ہے۔ اگر میں ہر شخص پر ۲ فرانک ٹیکس لگاؤں تب
بھی تو پورا نہیں پڑتا۔

کونسل نے یہ فیصلہ کیا کہ اس دفعہ اٹلی کے
بادشاہ کو لکھا جائے۔ وہاں سے بھی یہی جواب
آیا۔ البتہ رقم میں دو ہزار کی کمی ہوئی مگر
۱۴ ہزار فرانک مناکو کے لئے کیا کم تھے۔ بادشاہ نے
اسے بھی ناقابل عمل سمجھا اور وزیروں سے پھر مشورہ
کیا۔ ایک وزیر نے رائے دی کہ اسے قتل کرنے
کی کوئی خاص ضرورت نہیں۔ اسے عمر بھر
کی سزا دیجائے۔ اوّلاً تو جیلخانہ نہونے کی وجہ سے
اس میں بڑی دقت پیش آئی لیکن خیر اس کا کسی
نہ کسی طرح انتظام کیا گیا۔ اور سال بھر مجرم چین سے
جیلخانہ میں رہا۔ سال ختم ہونے پر بادشاہ سلامت
نے جو خرچ کا اندازہ لگایا تو وہ ۶ ہزار فرانک تھا
بادشاہ پریشان ہوا کہ ایک ہی سال میں اتنا خرچ
ہو گیا اور ابھی کمبخت ملزم خوب ہٹا کٹا ہے۔ یہ تو
ریاست کا دیوالیہ ہی نکال کر رہے گا۔ پھر وزیر

جمع ہوئے اور بڑی بحث و مباحثہ کے بعد یہ طے ہوا کہ رات کے وقت چپکے سے جاکر جیل کا قفل کھول دیا جائے۔ ملزم خود فرار ہو جائے گا اور ریاست اس ناقابل برداشت بوجھ سے بچ سکے گی۔ یہ بھی تجربہ ناکام رہا۔ دوسرے روز بھی ملزم جوں کا توں جیل خانہ میں موجود تھا "

" زمیں ٹلد نہ ٹلد گل محمد "

اب کیا کیا جاتا ؟۔ بادشاہ نے وزیروں کو بلا کر تمام باتیں ان کے سامنے پیش کر دیں اور یہ رائے ہوئی کہ اسے جاکر رہائی کا پیغام دیا جائے۔ چنانچہ جب اُسے رہائی کا فرمان ملا تو اس نے اس سے انکار کیا اور کہا کہ اب تم مجھے اس قدر ذلیل و رسوا کر چکے ہو کہ میں اپنی برادری میں منہ دکھانے کے قابل نہیں رہا۔ اب تو تمہیں مجھکو قید ہی میں رکھنا پڑے گا۔

بیچارے ٹیسو راجہ قید کر کے عجیب مصیبت میں مبتلا ہو گئے۔ بدقت تمام ملزم کو وہ اس پر راضی کر سکے کہ ریاست اسے دو ہزار فرانک سالانہ وظیفہ دیا کرے گی اور وہ اسی شرط پر رہا کیا جاتا ہے۔

اب جاکر ملزم نے بادشاہ کا پیچھا چھوڑا اور ایک سال کا وظیفہ لے کر اکڑتا ہوا چلا گیا۔ اب جب کبھی دل چاہتا ہے اتوار کے روز مناکو جاتا ہے جوا کھیلتا ہے اور مزے میں واپس چلا آتا ہے

محمود حسین خاں جامعی

متعلم جامعہ

جنوری کے انعامی معمے کا حل

جنوری کے رسالہ ہونہار میں صفحہ ۱۲ پر جو معمہ شائع ہوا تھا مندرجہ ذیل اصحاب نے اس کے صحیح جواب بھیجے ہیں

۱۔ نذیر حسین متعلم جامعہ ملیہ دہلی
۲۔ احمد بن سالم " "
۳۔ نواب زادہ محمد ارشاد علی خاں باغپت ضلع میرٹھ
۴۔ عبد الرزاق عرف بابو۔ جالنہ دکن
۵۔ علی اکبر آزاد اسلامیہ اسکول اتمان زئی ضلع پشاور
۶۔ محمد اسحاق اختر صدیقی جالنہ دکن
۷۔ محمد اشفاق جالنہ دکن
۸۔ یوسف علی گورنمنٹ ہائی اسکول گوڑگاؤں
۹۔ ساجد حسین قادری لہادن گلی آگرہ
۱۰۔ ولی اللہ دین پنجابی اسکول دہلی
۱۱۔ سید اظہر حمید گورنمنٹ ہائی اسکول [illegible]
۱۲۔ سید سردار حسین "
۱۳۔ قاضی عبد الکبیر ریاست [illegible]
۱۴۔ حاجی [illegible]
۱۵۔ نجم الدین [illegible] دہلی

بذریعہ قرعہ اندازی یوسف علی متعلم گورنمنٹ ہائی اسکول گوڑگاؤں کا نام نکلا اور ان کے نام ایک سال تک رسالہ جاری کر دیا [illegible]

مدیر

کھیل سے سبق

بعض طالب علم کھیل کو ایک دلچسپی کی چیز یا صرف تفریح تصور کرتے ہیں وہ سمجھتے ہیں کہ صرف اپنا دل خوش کرنے کے لئے کھیل کھیلا جاتا ہے۔ لیکن شاید انہیں معلوم نہیں کہ کھیل بھی تعلیم کا ایک حصہ ہے یہ طالب علم کی سیرت اور اخلاق پر اثر ڈالتا ہے۔ کھیلنے کا میدان صرف تفریح کا میدان نہیں بلکہ اخلاق کا ایک میدان ہوتا ہے جس میں کہ اچھے اچھے اخلاق حاصل ہوتے ہیں۔ یہ تو اکثر دیکھنے میں آیا ہے کہ وہ طالب علم جو پڑھائی میں بہت کمزور تھے کھیل کی وجہ سے جماعت میں اول آئے۔

مثال کے طور پر ہاکی کو لے لیجئے جب ہم کھیل کے میدان میں پہونچتے ہیں اور دو جماعتوں میں تقسیم ہو کر کھیلتے ہیں تو پھر ہم اپنی جماعت سے اتحاد کر کے کھیلتے ہیں۔ خود اپنے لئے نہیں کھیلتے بلکہ ہماری کوشش یہ ہوتی ہے کہ ہماری جماعت کو کامیابی ہو اس سے ہم اتفاق کا سبق سیکھتے ہیں۔ اب جب کھیل شروع ہوتا ہے تو کوئی کھلاڑی بھی اکیلا نہیں کھیل سکتا بلکہ اپنے ساتھیوں سے مدد لیتا ہے۔ اگر وہ تن تنہا خود کوشش کرے تو اسے ناکامی کا منہ دیکھنا پڑتا ہے۔ اس سے ہمیں یہ سبق ملتا ہے کہ ایک دوسرے کی مدد کرنی چاہئے اور بغیر مدد کے کوئی کام نہیں ہو سکتا۔

اکثر ایسا بھی ہوتا ہے کہ بعض کھلاڑی ایسی جگہ ہوتے ہیں جہاں انھیں گیند کم ملتی ہے لیکن وہ اس کی وجہ سے اپنی جگہ نہیں چھوڑتے بلکہ اپنے کپتان کا حکم ایک سچے سپاہی کی طرح مانتے ہیں وہ دیکھتے ہیں کہ تعریف تو اُن لوگوں کی ہو رہی ہے جن کے پاس ہر وقت گیند رہتی ہے۔ لیکن وہ اکیلے کھڑے رہتے ہیں۔ گول کیپر اس بات کو اکثر محسوس کرتا ہے۔ لیکن کیا وہ جگہ چھوڑ دیتے ہیں نہیں ہرگز نہیں وہ اپنے کپتان کا حکم دل وجان سے مانتے ہیں

اگر کھیل کے میدان میں ان باتوں کا خیال رکھا جائے تو بیشک ہر ایک طالب علم کا اخلاق نہایت عمدہ ہو سکتا ہے

(سید نصیر احمد جامعی)

ڈاکٹر اور ٹیلیفون

موسم بہار کی ٹھنڈی خوشگوار ہوا چل رہی تھی۔ میں اور ڈاکٹر صاحب باغ کی ایک روش پر ٹہل رہے تھے کہ ڈاکٹر صاحب نے کہا۔ بھئی میں کچھ دنوں کو سیر و تفریح کی غرض سے کہیں جانا چاہتا ہوں۔ کسی ایسی جگہ جہاں پر ٹیلیفون کی گھنٹی کی آواز سے میرے کان محفوظ رہیں۔ لوگوں کا خیال ہے کہ ٹیلیفون بہت آرام دہ چیز ہے۔ لیکن میں اپنے تجربہ کی بنا پر کہہ سکتا ہوں کہ اس سے آرام کم اور تکلیف زیادہ ہے اور خصوصاً کل کے واقعات سے تو میں بہت زیادہ دل برداشتہ ہو گیا ہوں۔

کل صبح ہی کا ذکر ہے کہ میں اپنے مطب میں گیا۔ ابھی کچھ لکھنے کے لئے قلم اٹھایا ہی تھا کہ ٹیلیفون کی گھنٹی بجنی شروع ہوئی۔ با دل نخواستہ رسیور کو کان سے لگایا اور پوچھا

"آپ کون صاحب ہیں اور کہاں سے بول رہے ہیں"

"جناب ہم آپ کو دس روپے فی پکٹ دینے کے لئے تیار ہیں"

"کیسے پکٹ! آپ کہاں سے بول رہے ہیں؟"

"اچھا اگر آپ کو زیادہ اصرار ہے تو ہم ایک روپیہ فی پکٹ کم کر سکتے ہیں"۔

"میں ایک پیسے میں بھی لینے کو تیار نہیں ہوں"

"آپ کا نمبر کیا ہے"؟ میں نے غصہ سے تھراتے ہوئے کہا۔ فون میں سے آواز نے پوچھا

"آپ کہاں سے بول رہے ہیں" "۲۰۷۶ سے"

"معاف کیجئے گا نمبر غلط ملا ہے"

میں نے اپنے رسیور کو غصہ سے اس کی جگہ رکھ دیا اور مریضوں کو دیکھنے میں مشغول ہو گیا۔ ابھی ایک مریض کو بھی دیکھنے نہیں پایا تھا کہ پھر ٹن ٹن کی آواز آنا شروع ہوئی۔ میں غصہ میں بھرا ہوا اس منحوس آلہ کی طرف لپکا۔ میں نے پوچھا

"ہلو آپ کیا چاہتے ہیں"

"آپ کہئے آپ نے مجھے کیوں بلایا تھا؟"

"میں نے؟ آپ ہی نے تو مجھے فون کیا ہے"

واہ صاحب! فون نہ ہوا کھلونہ ہوا۔ آپ کو اس طرح وقت ضائع کرنے کا کوئی حق حاصل نہیں یاد رکھئے اگر پھر آپ نے ایسی حرکت کی تو آپ کا نمبر معلوم کرکے پولیس میں رپورٹ کر دی جائیگی"۔

اب میرے غصہ کی کوئی انتہا نہیں تھی۔ میں نے رسیور کو میز پر دے مارا اور فون کی طرف گھورنے لگا۔ اس وقت جی چاہتا تھا کہ ٹیلیفون کو زمین پر پٹک کر چکنا چور کر دوں لیکن تھوڑی دیر کے بعد مجھے خیال آیا کہ ساری دنیا کا کاروبار آجکل فون ہی کے ذریعے طے ہوتا ہے۔ اگر کسی مریض کو کوئی فوری ضرورت پیش آجائے تو وہ مجھے فوراً اطلاع کر سکتا ہے۔ ویسے ہی میں بھی جہاں جاتا ہوں پہلے معلوم کر لیتا ہوں کہ میرا وہاں جانا بے کار تو نہیں ہوگا یہ آسانیاں ٹیلیفون ہی سے تو حاصل ہوتی ہیں۔ کام بھی نکل آتا ہے اور وقت بھی ضائع نہیں ہوتا۔

ان خیالات سے میرا غصہ بہت کم ہو گیا اب میں نے فون کو اچھی نظروں سے نہیں تو بری نظروں سے بھی نہیں دیکھا۔ میں ابھی اسی کشمکش میں تھا کہ پھر گھنٹی بجی۔ پہلے تو جی میں آیا کہ خاموش بیٹھا رہوں۔ پھر سوچا کہ شاید کسی مریض کو کوئی سخت ضرورت پیش آگئی ہے اس نے مجھے فون کیا ہے۔

اس خیال کے آتے ہی میں نے رسیور کو اٹھاکر کان سے لگایا۔ کوئی صاحب کہہ رہے تھے

"کیا نواب صاحب مکان پر موجود ہیں"

"کون نواب صاحب؟ آپ کا نمبر کیا ہے"

"کیا آپ بتلا سکتے ہیں کہ وہ اس وقت کہاں ملیں گے؟"

میں نے بغیر کچھ جواب دئے رسیور کو زور سے میز پر دے مارا اور دیوانہ وار مطب سے نکل آیا۔ اس وقت سے اب تک میں مطب میں نہیں گیا۔ صرف اسی خیال سے کہ پھر اس منحوس آلہ کی شکل نہ دیکھوں جس کو لوگ نہایت مفید ایجاد وقت کا بچانے والا اور خدا معلوم کیا کچھ کہتے ہیں۔ اب میں نے طے کر لیا ہے کہ واپس جاتے ہی فون کا تار کٹوا دوں گا اور اس تکلیف دہ "آرام" سے نجات حاصل کر دوں گا

فیروز الدین

سابق متعلم جامعہ ملیہ

ایک پیسہ

غالباً میری عمر سات برس کی تھی جب میں اپنے گھر میں پرلطف زندگی بسر کرتا تھا اور دنیا کی ہر تکلیف سے بے خبر تھا۔ میرے والد ہر روز یہ ارادہ کرتے کہ وہ مجھے کسی مدرسہ میں داخل کردیں لیکن میں ہمیشہ صبح کا ناشتہ کرکے چل دیتا تھا اور کہیں کھیل میں مشغول ہوجاتا تھا۔ میرے والد جب پکارتے تو انھیں کوئی جواب نہ ملتا اور وہ اپنے کام کو چلے جاتے۔ اس طرح میری تعلیم کا کام کل پر ملتوی ہوجاتا۔ ایک دن میں نے اپنے والد سے کہا کہ اگر آپ مجھے ایک پیسہ دیدیں تو کل سے میں مدرسہ جایا کروں گا۔

والد صاحب یہ الفاظ سن کر خوش بھی ہوئے اور متعجب بھی۔ خوش تو اس لئے کہ اسے آج خود بخود پڑھنے کا شوق پیدا ہوا اور متعجب اس لئے کہ پیسہ تو آج مانگتا ہے اور پڑھنے کل جائے گا بہرصورت انھوں نے مجھے ایک پیسہ خوشی سے دے دیا۔

میں گھر سے نکل کر کھیلنے کے لئے ایک گلی میں پہونچا۔ ابھی میں وہاں پہونچا ہی تھا کہ ہمسایہ کا لڑکا بھی آگیا جس کا نام حمید تھا اور اس کی عمر اس وقت کوئی چھ برس کی ہوگی۔ اس کے ماں باپ بچپن ہی میں مرچکے تھے اس لئے یہ غریب مارا مارا پھرتا تھا۔ جب وہ مجھے ملا تو کہنے لگا کہ بھائی میں پڑھ بھی نہیں سکتا اس لئے کہ میرے کھانے تک کا انتظام نہیں۔ کل میں جب گھر جارہا تھا تو چچا جان نے مجھے کہا کہ تم بیکار کیوں پھر رہے ہو کسی کام میں لگ جاؤ۔ اس لئے میں نے یہ ارادہ کرلیا ہے کہ آج یہاں سے چلا جاؤں اور کہیں جاکر کوئی کام کروں۔ لیکن مجھے صرف ایک پیسہ کی ضرورت ہے کیا آپ مجھے دے سکتے ہیں۔ میں نے اس سے پوچھا کہ تم پیسہ کا کیا کروگے۔ اس نے کہا کہ تم کو اس سے کیا غرض۔ اگر دے سکتے ہو تو دے دو میں ایکدن ایک کے بجائے تم کو دس پیسے دے دوں گا۔ میں نے کہا اچھا لو۔ یہ کہکر

میں نے اپنے پیسے کو آخری سلام کہا اور پیسہ
میرے ہاتھ سے نکل کر اس کے ہاتھ میں چلا گیا
دوسرے روز سے میں نے اسکول جانا شروع
کردیا اور دس سال کے بعد میٹرک پاس کرکے
ملازمت اختیار کرلی۔ میں جس کمپنی میں نوکر
تھا اس کی شاخیں کئی مقامات پر تھیں اس لئے
مجھے چند ماہ کے بعد کمپنی کے کام کے لئے سیلون
(لنکا) جانا پڑا جہاں ہماری کمپنی کی شاخ تھی۔
ایک دن سیلون کے ایک بازار سے
گذرنے کا اتفاق ہوا۔ اور میری نظر ایک بورڈ
پر پڑی جس پر لکھا ہوا تھا
"حمید اینڈ کو"
جوں ہی میں اس دوکان کے دروازہ کے
پاس پہونچا جس پر بورڈ لگا ہوا تھا۔ حمید دوڑتا
ہوا میرے پاس آیا اور کہنے لگا "کہو بھائی
کیسے آنا ہوا" میں یہ الفاظ سن کر حیران رہگیا
لیکن ذرا دیر کے بعد جب اسے پہچانا تو بڑی
خوشی ہوئی۔ ہم دونوں نے کھانا ایک ہی جگہ
کھایا اور ایک دوسرے سے مل کر بہت خوش
ہوئے۔
رخصت ہونے سے پہلے میں نے اس کی
ترقی کا حال دریافت کیا تو اس نے کہا کہ آپ
نے جو پیسہ دیا تھا وہ لیکر میں بازار گیا اور اس کے
چنے خرید لئے۔ راستہ میں ایک مسافر ملا۔ اس نے
مجھ سے چنے تول لئے اور اس کے عوض کچھ دام
دے دئے۔ ان داموں سے میں نے کچھ چیزیں
خریدیں اور ان کو بیچنا شروع کیا۔ رفتہ رفتہ آج
میں اس حالت پر پہونچا ہوں کہ میرے پاس
اب لاکھوں روپیہ نقد جمع ہے۔ ہزارہا روپے کا
مال میری دوکان میں موجود ہے۔ بیسیوں میرے
ملازم ہیں جو میرے ماتحت کام کرتے ہیں۔ بہرحال
میں آپ کے پیسے کا مشکور ہوں جس نے مجھے
اس قدر خوش حال بنایا۔ میں نے آپ سے وعدہ
کیا تھا کہ میں آپ کو ایک پیسہ کے عوض دس پیسے
دوں گا لیکن آج میں آپ کو دس ہزار روپے
دینے کے لئے تیار ہوں۔ میں نے کہا کہ میرے
دوست تم نے پیسہ کی قدر کی اس لئے تمہیں
اس پیسے نے دولتمند بنا دیا لیکن اسی پیسہ کی
بدولت مجھے علم نصیب ہوا۔ خدا تمہیں تمہاری دولت
سے بہتیں نفع پہونچائے۔

میں اس سے رخصت ہو کر چلا آیا اور اب کتنے ہی سال سے اس سے ملاقات نہیں ہوئی۔ نہ معلوم وہ اب کس حال میں ہے لیکن مجھے امید ہے کہ وہ نہایت اچھے حال میں ہوں گے۔ کیونکہ دنیا میں ہمیشہ وہ لوگ ترقی کرتے ہیں اور اچھی زندگی بسر کرتے ہیں جو اپنے وقت کی قدر کرتے ہیں اور اس کو بیجا صرف نہیں کرتے ہیں

(محمد قاسم سندھی)

چینی تکلّف

ایک انگریزی سیاح جس نے ۱۸۹۶ء میں چینی ترکستان کا سفر کیا تھا لکھتا ہے :۔

اگلے روز ہم کاشغر کے چینی گورنر "طاؤطائی" سے ملنے گئے "یامن" یعنی طاؤطائی کا محل سانپوں اژدہوں اور جنوں کی رنگین تصاویر سے آراستہ تھا۔ دروازہ پر ہم پہونچے تو خادموں نے بڑھکر ہمارے گھوڑے کی لگام تھام لی۔ یہ لوگ زرق برق وردیاں پہنے تھے۔ محل کے اندر تھوڑی دور چلنے کے بعد ہم ایک عالیشان دروازے کے پاس پہونچے اور ہمیں بڑے ستونوں کی تین قطاریں دکھائی دیں۔ اس کے بعد اور بھی راستہ بند دروازے تھے جو ہمارے پہونچتے ہی شاید جادو کے زور سے کھل گئے۔ ان دروازوں سے گذرنے کے بعد ہمیں چینی گورنر آتا ہوا دکھائی دیا جس نے بڑے تکلف سے ہماری پیشوائی کی اور ہمیں ملاقات کے کمرہ میں ایک اونچے تخت پر بٹھایا اور گورنر اور اس کے امرا نیچے بیٹھ گئے۔

بعد ازاں ہمارے سامنے نہایت عمدہ پیالیاں رکھ دی گئیں اور چائے سے ہماری خاطر کی گئی۔ جب ہم نے چاء ختم کی تو چینی گورنر نے اٹھ کر چینی زبان میں ایک تقریر کی جس کا ترجمہ پہلے ترکی زبان میں ہوا اور پھر ایک صاحب نے انگریزی زبان میں اس کا ترجمہ سنایا۔ جس کے چند فقرے مجھے یاد ہیں۔

"ہز ایکسی لنسی طاؤطائی" فرماتے ہیں کہ آپ حضرات کی ملاقات سے انھیں نہایت مسرت ہوئی

[illegible] ہوئی۔ آپ حضرات سے معافی مانگتے ہیں کہ ان کا غریب خانہ بہت چھوٹا ہے (حالانکہ وہ محل کے برابر تھا) اس کے خدام تھوڑے ہیں (اس وقت کمرہ میں پچاسی کے قریب تھے) وہ نہایت معمولی کپڑوں میں ملبوس ہیں (ہر ایک زرق برق پوشاک پہنے ہوئے تھا) اور چائے جو انہوں نے نوش فرمائی ہے اس کا ذائقہ ٹھیک نہیں ہے (ہم نے کبھی ایسے ذائقہ کی چائے نہیں پی تھی)، لیکن انھیں پھر بھی امید ہے کہ آپ حضرات اور چار گھنٹہ تک یہیں قیام فرما کر انھیں مشکور فرمائیں گے"۔

ہمنے اس کے جواب میں ان کا شکریہ ادا کیا اور کہا "بہت اچھا" جناب مترجم نے ہمارے الفاظ کو پھیلا کر کوئی آدھ گھنٹے میں ترجمہ ختم کیا جسے سنکر گورنر مسکرایا۔

(سید نذیر نیازی صاحب بی۔اے)

بچوں کا روزہ

زبیدہ کی عمر ابھی چھ سات برس کی تھی رمضان کا مہینہ شروع ہوگیا تھا۔ اس کا بڑا بھائی ابراہیم جس کی عمر ۱۲ برس کی تھی مدرسہ میں پڑھتا تھا۔ ایک دن ماں نے جب زبیدہ کے سامنے کھانا لاکر رکھا تو اس نے کہا۔

زبیدہ۔ اماں جان پہلے ہمیں یہ بتادو کہ دن میں نہ تو ہمارے یہاں کھانا پکتا ہے اور نہ آپ ابا اور بھائی جان کھانا کھاتے ہیں اور نہ پانی پیتے ہیں۔ یہ بات کیا ہی۔ جب آپ سب نہیں کھاتے تو میں بھی نہیں کھاؤں گی۔

ماں۔ ہم سب روزہ سے رہتے ہیں اس لئے نہیں کھاتے

زبیدہ۔ یہ روزہ کیا ہوتا ہی؟ کیا یہ کھانے کو منع کرتا ہی!

ماں۔ دیکھو جس طرح ہم سب اللہ کا شکر ادا کرنے کے لئے اللہ میاں کی نماز پڑھتے ہیں اسی طرح اُن کو خوش رکھنے کے لئے سال میں ایک مہینے روزے بھی رکھتے ہیں۔ روزہ رکھنے سے انسان کا دل برائیوں سے پاک صاف ہو جاتا ہے۔ اور وہ بہت سے گناہوں سے بچ جاتا ہے۔

زبیدہ۔ کیا روزہ رکھنے سے اللہ میاں خوش ہوتے ہیں

ماں۔ ہاں بہت خوش ہوتے ہیں۔

زبیدہ۔ اماں جان تب تو میں کل سے میں بھی روزہ رکھوں گی۔ آپ مجھے روزہ کیوں نہیں رکھنے دیتیں آپ تو یہ چاہتی ہیں کہ آپ سے اللہ میاں خوش ہو جائیں اور مجھ سے ناراض رہیں۔

ماں۔ نہیں بیٹی تم ابھی چھوٹی ہو۔ روزے تم پر ابھی فرض نہیں ہیں۔

زبیدہ۔ بھائی جان بھی تو چھوٹے ہیں لیکن وہ روزے رکھتے ہیں۔ بس کل سے میں بھی روزہ رکھوں گی تاکہ اللہ میاں مجھ سے بھی خوش رہیں۔

۴ بجے شام کو ابراہیم اپنے مدرسہ کا کچھ کام کر رہا تھا کہ بڈھے ملازم کی غفلت سے دوات میں ٹھوکر لگی اور سیاہی پھیل گئی۔ ابراہیم نے بڑے میاں کو بہت سی گالیاں سنائیں وہ بیچارہ خاموش ہو کر چلا گیا۔ ابراہیم کی والدہ نے یہ سب کچھ سنا اور ابراہیم کو بلا کر کہا۔

ماں۔ ابراہیم مجھے بہت رنج ہے کہ تم نے ایسی بری بری گالیاں بڑے میاں کو سنائیں

ان کی صفیہ کا بھی خیال نہیں کیا۔

ابراہیم۔ تو وہ نامعقول دیکھ کر کیوں نہیں چلتا۔
میری دوات گرادی اور فرش خراب کردیا۔

ماں۔ اس سے قصور ہوگیا تھا تو اسے معاف کردیتے شرافت
اسی کو کہتے ہیں۔ اگر تم نے گالیاں دے دیں تو تمہارا احسان
ہی کیا رہا۔ اگر تم معاف کردیتے تو اس کے دل میں تمہاری
عزت بڑھ جاتی۔ کیا تمہیں معلوم نہیں ہے کہ روزے میں گالیاں
دینے جھوٹ بولنے اور بری باتیں کہنے سے روزہ خراب
ہوجاتا ہے۔ میں نے دیکھا ہے کہ تم روزہ تو رکھتے ہو لیکن
نماز نہیں پڑھتے۔ بلکہ مدرسہ سے آکر تاش کھیلتے رہتے ہو
یہ بہت بری بات ہے۔ بغیر نماز کے روزہ ایسا ہی ہے جیسا
بغیر خوشبو کے پھول۔ روزہ رکھنے کا تو منشا ہی یہ ہے کہ
انسان بری باتوں سے بچے۔ اپنی زبان سے کوئی جھوٹ بات
نہ کہے۔ نہ کسی کی برائی کرے۔ نہ کسی پر غصہ ہو۔ نہ کوئی
بری بات دیکھے اور نہ کسی بری جگہ جائے۔ جو لوگ روزہ
میں گالیاں بکتے ہیں۔ جھوٹ بولتے ہیں۔ ایک دوسرے
کی برائیاں کرتے ہیں ان کا روزہ نہیں فاقہ ہوتا ہے
اور ایسے روزہ کا ان کو کوئی ثواب نہیں ملتا۔"

دوسرے دن زبیدہ نے روزہ رکھا۔ لیکن
بھوک کے مارے بیتاب ہوئی جاتی تھی اس نے ماں سے کہا

زبیدہ۔ اماں جان واقعی روزہ رکھنا تو بہت مشکل ہے۔ آخر بھوکے
پیاسے رہنے سے اللہ میاں کو کیا فائدہ پہونچتا ہے۔

ماں۔ زبیدہ تم نے دیکھا ہوگا کہ ہمارے مکان کے دروازے
پر بہت سے فقیر اور محتاج مانگنے کے لئے آتے ہیں اور بعض
دفعہ تم انھیں دھتکار دیتی ہو۔ تمہیں یہ بھی پتہ نہیں چلتا کہ
وہ بیچارہ بھوکا ہوگا۔ بھوک میں جو تمہیں تکلیف ہو رہی ہے
اس سے تم کو اندازہ ہوجائے گا کہ غریبوں کو جب کئی کئی دن
تک روٹی نہیں ملتی تو انھیں کتنی تکلیف ہوتی ہوگی۔

زبیدہ۔ ہاں اماں جان بہت تکلیف ہوتی ہوگی
اب میں آپ کے سامنے توبہ کرتی ہوں کہ کسی فقیر کو نہیں
دھتکاروں گی اور سب کو روٹی کھلایا کروں گی اور
ابا جان جو مجھے پیسے دیتے ہیں وہ بھی انھیں کو دے دیا کروں گی

ماں۔ اور اللہ میاں کو روزے سے کچھ فائدہ نہیں پہونچتا
بلکہ اس نے بندوں کے فائدے کے لئے روزہ رکھنے
کا حکم دیا ہے تاکہ ان میں اچھی عادتیں پیدا ہوں اور
ان کے دل گداز ہوں اور برائیوں سے پاک ہوجائیں
وہ دوسروں کی تکلیف اور دکھ کا خیال رکھیں اور
محتاجوں اور غریبوں کی مدد کریں اور ان کو خیرات
دیں۔ یہی روزہ رکھنے کا مقصد ہے۔

اڈیٹر

لارڈ اروِن

ہندوستان کے وائسرائے ہز ایکسی لینسی لارڈ اروِن

ورزش کا کمال
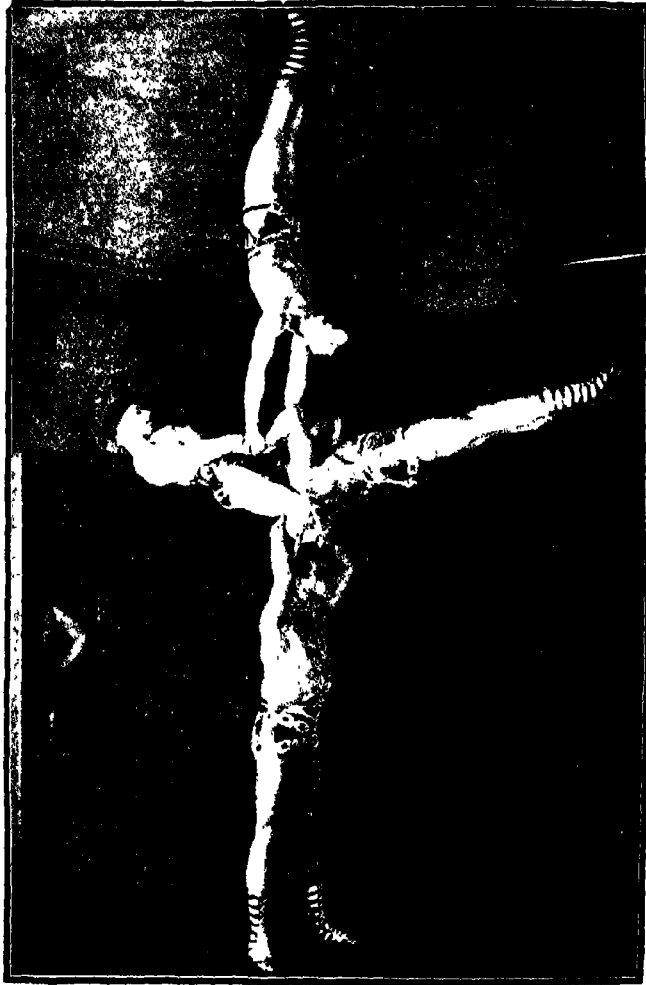
کتوں کی نقل

یورپ والوں کی ایک اور جدت ملاحظہ ہو کہ کتے بن کر دوڑ لگا رہے ہیں -

میری ای ووای

امریکہ میں خواتین کی ایک انجمن قائم ہ
جسکا مقصد بے خانماں اور مصیبت زدہ بچ
کی (خواہ وہ کسی قوم یا ملک کے ہوں) امدا
پرورش ہے - اوپر کی تصویر اس
انجمن کی صدر کی ہے -

ایک بچہ اپنی بہن کو تنگ کر رہا ہے -

مہاراجہ یدھشٹر نے بھیشم پتامہ سے پوچھا کہ مہمان دشمن سے کیا سلوک کرنا چاہئے۔ انھوں نے اس کے جواب میں ایک کہانی بیان کی۔

ایک دفعہ کا ذکر ہے کہ ایک چڑیمار جنگل میں شکار کو جارہا تھا۔ اس وقت بڑے زور کی آندھی آئی بارش بھی موسلا دھار ہونے لگی۔ چاروں طرف اندھیرا چھا گیا۔ اس چڑیمار کو کوئی جگہ نہیں ملی جہاں اس طوفان سے بچنے کے لئے پناہ لیتا۔ اِدھر اُدھر دوڑنے لگا۔ آخر ایک بڑے درخت کے نیچے بیٹھ گیا۔ اس درخت کے اوپر ایک کبوتر کا گھونسلہ تھا۔ جہاں وہ اپنی کبوتری کے ساتھ رہتا تھا۔ اس کبوتر نے جب اس چڑیمار کو دیکھا تو سوچنے لگا کہ اگرچہ یہ شخص پرندوں کا دشمن ہے لیکن اب ہمارا مہمان ہے اس کی خاطر کرنا ہمارا فرض ہے۔ یہ سوچ کر وہ درخت سے اڑا اور بڑی تلاش کے بعد ایک آگ کی چنگاری کہیں سے لایا اور اس کو چڑیمار کے آگے پھینک دیا۔ وہاں پتوں کا ایک ڈھیر تھا۔ چڑیمار نے چنگاری اٹھا کر پتوں میں رکھ دی اور تھوڑی دیر میں خوب آگ جلنے لگی۔ چڑیمار سردی سے کانپ رہا تھا۔ ہاتھ پاؤں تاپنے لگا۔ کچھ دیر کے بعد ہوش ٹھکانے ہوئے تو ادھر اُدھر دیکھنے لگا کبوتر نے سوچا کہ اب اس کو بھوک لگی ہوگی۔ کھانے کا بندوبست کرنا چاہئے۔ بیچارہ پھر تلاش میں نکلا لیکن کوئی چیز چڑیمار کے کھانے کے لائق نہ ملی۔ دوبارہ کبوتری کو ساتھ لیکر گیا لیکن پھر بھی کہیں کچھ نہ ملا۔ کبوتر سخت حیران تھا کہ اپنے مہمان کی بھوک مٹانے کے لئے کہاں سے لائے۔ آخر جب اور کوئی چیز نہ ملی تو لپک کر اس آگ کے ڈھیر میں گر گیا ادھر جب کبوتری نے دیکھا کہ میرے خاوند نے دوسرے کی خاطر اپنے آپ کو موت کے منہ میں دے دیا۔ تو اب میں اکیلی رہ کر کیا کروں گی اور اس کے علاوہ اکیلے کبوتر سے چڑیمار کی بھوک کس طرح مٹے گی چنانچہ

وہ بھی آگ میں کود پڑی اور اس طرح میاں بیوی نے اپنا فرض ادا کیا۔ چڑیمار نے ان دونوں کو کھا کر پیٹ کی آگ بجھائی اور کچھ آرام کیا۔ تب اس کے دل میں رحم پیدا ہوا کہ جن پرندوں کا میں جانی دشمن تھا انھوں نے میرے ساتھ ایسا نیک سلوک کیا کہ مجھکو بچانے کے واسطے اپنی جانیں قربان کر دیں۔ اس دن سے اس نے اپنے اس پیشے کو چھوڑ دیا اور تجارت وغیرہ سے پیٹ پالنے لگا۔

مہمان نوازی اس کو کہتے ہیں کہ اگر مہمان دشمن بھی ہو تو اس کی خاطر اس طرح کرنی چاہئے۔ اگر کبوتر اس کی مدد نہ کرتا تو چڑیمار ضرور موت کے منہ میں چلا جاتا دشمن کے جیتنے کا سب سے اچھا طریقہ یہی ہے کہ اس پر احسان کیا جائے۔

(محمد عاقل متعلم ابتدائی چہارم جامعہ ملیہ)

میں کیوں کر تندرست رہتا ہوں

(ایک دوست کا بیان)

اکثر احباب جانتے ہیں کہ میں دس مہینے تعلیم کے لئے جامعہ میں رہتا ہوں اور باقی دو مہینے کی چھٹیوں میں اکثر شملہ کے پہاڑ پر چلا جاتا ہوں اور وہاں ہی رہ کر ان دو ماہ کو ختم کرتا ہوں۔ اگرچہ شملہ ایسا پر فضا مقام ہے جہاں بیمار بھی تندرست ہو جاتے ہیں۔ مگر میری صحت وہاں بھی کبھی کبھی خراب ہو جاتی ہے۔ میرا ایک دوست بھی شملہ میں رہتا ہے، جس کی عمر غالباً ۱۲ برس کی ہے مگر وہ ہمیشہ تندرست اور خوش رہتا ہے۔ مجھے اکثر اوقات اس کی صحت کو دیکھ کر رشک ہوتا ہے اور میں دل میں خیال کرتا ہوں کہ کتنا اچھا ہوتا اگر میں بھی اس کی طرح تندرست رہتا اور اپنی تعلیم وغیرہ میں جی لگا کر حصہ لیتا اور جب چھٹیاں ملتیں تو یہ چند روز خوشی سے کھیل کود میں گذارتا۔

ایک روز جب میں اور میرا دوست باتیں کرتے ہوئے چھوٹے شملہ کی طرف سڑک پر جا رہے تھے تو میں نے اس سے دریافت کیا کہ آپ کی صحت ہمیشہ اچھی رہتی ہے کیا آپ حفظِ صحت کے کسی خاص اصول پر عمل کرتے ہیں تو اس نے میرے سوال کے جواب میں چند الفاظ کہے جن کو میں ناظرین کی دلچسپی

کے لئے ذیل میں درج کرتا ہوں۔

اس نے کہا کہ گرمی ہو یا جاڑہ۔ برسات ہو یا کوئی اور موسم والدہ صاحبہ کرتے کے اوپر ہمیشہ سوٹر ضرور پہنایا کرتی ہیں۔ وہ سینہ کی بڑی حفاظت کیا کرتی ہیں تاکہ ہوا نہ لگ جائے اور نہانے کا بھی بیحد خیال رکھتی ہیں۔ مجال ہے کہ کوئی دن بغیر نہائے گزر جائے۔ ایک دن میں نے ان سے اس کی وجہ دریافت کی تو انھوں نے کہا کہ روز جو پسینہ آیا کرتا ہے اس سے بدن کا میل چھوٹ کر پھر بدن ہی پر جم جاتا ہے اگر دوسرے دن نہ نہائیں تو وہ میل اور بھی زیادہ ہو جاتا ہے اور یہی بیماری کی جڑ ہے

کھانے کے متعلق والدہ صاحبہ کا حکم ہے کہ کبھی پیٹ بھر کر نہ کھایا کروں۔ دن میں پانچ مرتبہ کھانا کھاتا ہوں مگر نیم سیر۔ ایک تو ۸ بجے صبح پاؤ بھر خالص دودھ پیتا ہوں اور پھر ۹½ بجے ابلے ہوئے چاول اور اس کے ساتھ کچھ سبزی کا سالن ہوتا ہے پھر دس بجے جب میں اسکول جاتا ہوں اس وقت پانی پیتا ہوں۔ اس سے پہلے پانی پینے کے لئے نہیں ملتا۔ اس کے بعد ۱۱½ بجے پاؤ بھر دودھ پیتا ہوں۔ پھر ساڑھے چار بجے مکھن اور ڈبل روٹی چاء کے ساتھ کھاتا ہوں۔ کبھی کبھی چائے بھی پی لیتا ہوں۔ اسی طرز عمل اور محافظت کا نتیجہ ہے کہ میں بیمار کم ہوتا ہوں اور سات برس سے مجھے بخار تو کیا درد سر تک کی بھی شکایت نہیں ہوئی"۔ میں بھی اب اپنے دوست کی تقلید کرتا ہوں اور میری تندرستی اچھی ہوتی جا رہی ہے۔

(ابوبکر نصیرالدین محمود۔ متعلم جامعہ ملیہ)

ایک وفادار کتا

ایک بادشاہ سیر وشکار کا بہت شوقین تھا۔ اس نے ایک کتا پال رکھا تھا جسے وہ کبھی علیحدہ نہیں کرتا تھا۔ ایک روز وہ اپنی سیرگاہ کی طرف جا نکلا اور اپنے نوکر سے کہا کہ باورچی سے کہو کہ "ہمارے لئے دودھ میں ٹکڑے تیار کر رکھے" نوکر باورچی کے پاس دودھ لائے۔ باورچی دودھ کو کسی چیز سے ڈھانکنا بھول گیا اور کھانا پکانے میں لگ گیا۔ کسی سوراخ میں سے ایک زہریلا سانپ

نکلا جس نے دودھ میں چسکی لگائی اور مسوڑوں میں پھونک کے ذریعہ سے زہر ملا دیا۔ کتا لیٹے لیٹے یہ سب کچھ دیکھ رہا تھا۔ اس وقت اسے کوئی تدبیر نہ سوجھی کہ وہ اس سانپ کے پاس پہونچے۔ وہاں ایک گونگی لونڈی بھی یہ دیکھ رہی تھی اسے بھی سانپ کا حال معلوم ہوگیا۔

بادشاہ دن کے پچھلے پہر شکار سے واپس آیا اور اس نے دودھ مانگا۔ جب دودھ بادشاہ کے سامنے رکھا گیا تو گونگی نے بادشاہ کی طرف اشارہ کیا۔ لیکن بادشاہ نے اس کی بات کو نہیں سمجھا کتا بھونکا اور چلایا لیکن وہ اس کی طرف بھی متوجہ نہ ہوا۔ کتا برابر چلاتا رہا مگر بادشاہ نے اس کے مطلب کو نہیں سمجھا۔ بادشاہ نے نوکروں سے کہا کہ " اسے میرے پاس سے ہٹا دو " حسب معمول کتے کی طرف کچھ دودھ پھینک کر بادشاہ نے اپنا ہاتھ دودھ کی طرف بڑھایا۔ کتا اس کی طرف متوجہ نہ ہوا بلکہ برابر بادشاہ کو دیکھتا رہا۔ جب کتے نے یہ دیکھا کہ بادشاہ اس دودھ کا ایک لقمہ اپنے منہ میں رکھنا چاہتا ہے تو وہ دسترخوان کے درمیان کود پڑا اور اپنا منہ برتن میں ڈال کر دودھ میں چسکیاں لگانی شروع کردیں اور تھوڑی دیر میں مردہ ہوکر زمین پر گر پڑا اور اس کا گوشت پھٹ کر بکھر گیا۔

بادشاہ کتے کے اس فعل پر حیران رہ گیا۔ گونگی نے اشاروں سے بادشاہ کو اس کا مطلب سمجھایا۔ بادشاہ نے اپنے ملازموں سے کہا کہ " اس کتے نے مجھ پر اپنی جان قربان کردی ہے مجھ پر واجب ہے کہ میں اسے معاوضہ دوں۔ اسے میرے سوا نہ کوئی دفن کرے نہ کوئی اٹھائے" بادشاہ نے اسے دفن کیا اور شہر کے باہر اس پر ایک قبہ بنا دیا۔

ملک غلام حیدر۔ متعلم اسکاچ مشن ہائی اسکول سیالکوٹ

انعامی معمہ

نیچے کے خانوں میں جو حروف ہیں انھیں اس ترکیب سے ملاکر رکھو کہ ایک بامعنی فقرہ بن جائے جو بچہ صحیح حل کرکے سب سے پہلے بھیجے گا اسے ایک اچھی سی کتاب انعام میں ملیگی۔

ا	د	ک	ا	ب
ر	و	ت	ب	ہ
ر	ل	ہ	ر	ڈ
ا	ا	د	پ	ا
ج	ھ	ا	ھ	ی

اس پتہ پر معمہ حل کرکے بھیجو۔ اردو کتاب گھر حلقہ نمبر ۱۳۔ لاہور۔

سچ کی برکت

ایک چھوٹا سا بچہ علم کے شوق میں جب گھر سے
چلا تو اس کی ماں نے کچھ اشرفیاں اس کی کمر میں
باندھ دیں کہ سفر وغیرہ میں کام آئیں گی اور نصیحت
کی کہ بیٹا ہمیشہ سچ بولنا۔ اللہ ہمیشہ سچے کا ساتھی ہوتا
ہے۔ جب یہ بچہ اپنی ماں سے رخصت ہو کر قافلہ
کے ساتھ چلا تو راستہ میں ڈاکو ملے اور انھوں نے
قافلہ کا تمام مال و اسباب لوٹ لیا۔ صرف یہ بچہ
ہی بچ گیا۔ کیونکہ ڈاکوؤں نے اس کو غریب بچہ
سمجھ کر کچھ نہ کہا تھا۔

اس بچہ کے سامنے تمام مال اور اسباب لوٹا گیا
بہت سے آدمی بھی مارے گئے اور یہ چپ چاپ
کھڑا دیکھتا رہا کہ اب میری باری بھی آنے والی ہے
مگر کسی نے اس کی طرف توجہ بھی نہیں کی۔ آخر ایک
ایک ڈاکو کی اس بچہ پر نظر پڑی اس نے ہنسکر
پوچھا کہ تیرے پاس بھی کچھ ہے۔ اس نے بے
دھڑک بتا دیا کہ ہاں میرے پاس پندرہ اشرفیاں
ہیں اور یہ میری کمر میں بندھی ہوئی ہیں۔ یہ سنکر
اس ڈاکو کو بہت تعجب ہوا کہ اس بچے نے اپنے
مال کا اقرار آپ ہی کیسے کر لیا۔ لٹیروں سے تو
ہر شخص اپنے مال کو چھپایا کرتا ہے۔

وہ ڈاکو اس بچے کو اپنے سردار کے پاس
لے گیا۔ اس بچے نے سردار کے پوچھنے پر بھی بغیر
کسی خوف کے سچ سچ بیان کر دیا۔ سردار حیران
ہو کر بولا۔ تم نے ہم لٹیروں کا خوف نہیں کیا اور
اپنی اشرفیاں ہم سے نہیں چھپائیں اس کی کیا
وجہ ہے؟

بچے نے جواب دیا کہ چلتے ہوئے میری ماں
نے یہ نصیحت کی تھی کہ بیٹا ہمیشہ سچ بولنا۔ اللہ تعالیٰ
سچ کا ساتھی ہوتا ہے" تو جب اللہ تعالیٰ میرا
ساتھی ہے تو پھر میں کسی سے کیوں ڈرتا اور یہ
بات کسی سے کیوں چھپاتا؟

بچے کی اس بات نے لٹیروں کے افسر کے
دل میں ایسا اثر پیدا کیا کہ وہ اللہ تعالیٰ کے خوف
سے کانپنے لگا اور اس کی آنکھوں میں آنسو بھر آئے
اور اس نے کہا کہ یہ بچہ اپنی ماں کے حکم پر اتنا عامل
اور میں خدا کے حکم سے غافل ہوں۔ یہ کہکر

لوگوں کا مال لوٹنے سے توبہ کی اور دوسرے لیٹروں کو بھی تاکید کی کہ وہ آئندہ کسی شخص یا مسافر کا مال نہ لوٹیں اور نہ کسی کو ستائیں۔

لیٹروں نے لڑکے کو شاباش دی اور دوسرے تمام مسافروں کا مال وغیرہ بھی واپس کر دیا اور باقی تمام عمر نیک کام کرنے اور لوگوں کی مدد کرنے میں گذار دی۔

ہونہار بھائیو دیکھا تم نے سچ کی برکت کو؟

سچ ہی کی وجہ سے تمام مسافروں کا مال واپس ملا اور بہت سے لوگوں کی جانیں بچیں اور خود اس بچے کی بھی جان بچی اور لیٹرے بھی اپنی بری حرکات سے باز آ گئے اور نیک بن گئے۔

یہ بچہ بڑا ہو کر بہت ہی نیک، بڑا بزرگ اور اولیاء اللہ کا سردار بنا جس کا نام

شاہ عبد القادر جیلانی رحمۃ اللہ ہے

(مختار احمد متعلم ابتدائی پنجم۔ جامعہ ملیہ)

دیا سلائی

تم روزانہ دیا سلائی جلاتے ہو لیکن کبھی یہ بھی خیال کیا ہے کہ دیا سلائی جلتی کیوں ہے۔ آؤ ہم تمہیں بتائیں۔

دیا سلائی کو جب ہم رگڑتے ہیں تو وہ گرم ہو جاتی ہے اور اسی واسطے جلتی ہے۔ دیا سلائی میں جو کچھ سمجھنے کی بات ہے وہ اس کا مصالحہ ہے جو اس کے سر پر لگا ہوتا ہے۔ یہ مصالحہ بہت سی چیزوں کا مرکب ہوتا ہے اور جب تک اسے رگڑیں نہیں آگ نہیں جلتا۔ جب ہم اس کو گھستے ہیں تو اتنا گرم ہو جاتا ہے کہ آگ نکل آتی ہے یا دوسرے الفاظ میں جب یہ چیزیں آکسیجن میں ملتی ہیں تو جلتی ہیں

تقریباً سو برس کا عرصہ ہوا کہ دیا سلائی بنائی گئی مگر اسے زیادہ عرصہ تک گڑنا پڑتا تھا۔ اس کے بعد فاسفورس استعمال کیا گیا جس کے معنی روشنی دینے والے کے ہیں۔ موجودہ زمانہ کی دیا سلائیاں اس زمانہ سے بہت ملتی جلتی ہیں۔

فاسفورس کی ایک صفت یہ ہے کہ ہوا میں فوراً جلنے لگتا ہے۔ اس لئے ان دیا سلائیوں میں خطرہ تھا۔ کبھی ایسا ہوتا تھا کہ جیب میں دیا سلائی سے معمولی رگڑ لگی اور جل اٹھی۔ ایسے

بہت سے واقعات پیش آئے کہ کسی کا کوٹ اور کسی کا اور کوئی کپڑا جل گیا۔

مزید براں فاسفورس جو دیاسلائیوں میں استعمال کیا جاتا تھا سخت زہریلا ہوتا ہے۔ ایک گرین کے کھانے سے آدمی مرجاتا ہے۔ بچے جیسے کہ ان کی عادت ہے سلائی منہ میں ڈال لیتے اور مرجاتے۔ لوگ اس سے خودکشی کا کام بھی لیتے تھے۔ علاوہ ازیں دیاسلائی بناتے وقت فاسفورس میں سے دھواں نکلتا تھا۔ جس سے مزدوروں پر برا اثر پڑتا تھا۔ ان کے جبڑوں کی ہڈیاں خراب ہوجاتی تھیں۔ اس مصیبت کو روکنے کے لئے برن میں ایک کانفرنس منعقد ہوئی اور جس میں تمام ممالک کے نمائندے شامل تھے

اس کانفرنس میں یہ فیصلہ کیا گیا کہ فاسفورس کا استعمال ترک کردیا جائے۔

اب لوگ اس فکر میں تھے کہ ایک ایسا مرکب ڈھونڈھا جائے جو خطرناک بھی نہ ہو مگر رگڑنے سے فوراً جل جائے۔ اس قسم کی دیاسلائیاں انیسویں صدی کی ابتدا میں بنائی گئیں جن کو ہم "سیفٹی دیاسلائیاں" کہتے ہیں۔ ان دیاسلائیوں میں ایک قسم کا مرکب لگا ہوتا ہے جو خطرناک بھی نہیں اور رگڑنے سے جل بھی جاتی ہے۔ فاسفورس اب ڈبہ کے باہر لگا ہوتا ہے۔ دیاسلائی خودبخود جل بھی نہیں سکتی جب تک کہ اس کو فاسفورس سے نہ رگڑا جائے۔ (ترجمہ)

(سید منیر احمد متعلم ثانوی چہارم جامعہ ملیہ)

ایک افیونی کا خواب

ایک افیونی نے دیکھا خواب میں
ہوگیا یہ دیکھ بالکل بدحواس
یار چورن دو کوئی اس سے کہا
کل فرشتے نے کہا تھا اے عزیز
اور وہ چورن پہ دلائے فاتحا

باپ اپنا درد کے گرداب میں
دوڑا دوڑا وہ گیا عطار پاس
چاہتا ہوں میں دلانا فاتحا
دی جیسے اللہ نے ہو عقل و تمیز
درد مروے کا ہونجت پہ ملا

مسلم کاکوروی

فوّارہ

اے فوارے! اے فوارے
اچھے اچھے پیارے پیارے

کیا کہوں کیوں بھاتا ہے مجھے تو
کھیل نظر آتا ہے مجھے تو

یہ تیری شفاف پھواریں
ایسی ہیں جیسے دودھ کی دھاریں

یہ جو تری پانی کی جھڑی ہے
گویا اک موتی کی لڑی ہے

تو بیٹھا ہے بن کر دولہا
یہ لڑیاں ہیں تیرا سہرا

تو نظر آیا اے فوارے
اور میں اچھلا خوشی کے مارے

دن میں آتش بازی چھوٹی
دیکھنے کو اِک خلقت ٹوٹی

دیکھے جاؤں تماشا تیرا
جی نہیں بھرتا میرے بھیا!

لیکن تری یہ حالت کیا ہے
کیوں پھنکاریں مار رہا ہے

آخر تجھے ہے غصہ کس پر
جوش میں کیوں آپے سے ہی باہر

حوض پہ جتنی بار میں آیا
تجھکو برابر چلتا پایا

کیا تو کبھی تھکتا ہی نہیں ہے
کیا تو ٹھہر سکتا ہی نہیں ہے

تو نہ بتا کچھ اچھا اچھا
اب میں سمجھا، اب میں سمجھا

تیرا ہر دم چلتا رہنا
جوش کے ساتھ اُبلتا رہنا

کرتا ہے مجھکو یہ نصیحت
کام سے اپنے کروں نہ غفلت

تجھکو ہے یکساں شام سویرا
کرتا ہے جو کام ہے تیرا

میں بھی اپنا کام کروں گا
میں بھی نہ اب آرام کروں گا

تیری پھواریں جاتی ہیں اونچی
جتنی فلک کی سمت ہی تیری

گو واں تک تو جا نہیں سکتا
کوشش سے لیکن نہیں تھکتا

تیرے ارادوں ہی میں ہے بلندی
اس لئے ہے یہ اوج پسندی

میں بھی کوشش دل سے کرونگا
ہمت پست نہ ہونے دوں گا

حامد حسن قادری۔

اخبارات سے انتخاب

ریل کا سفر

ریل کے سفر میں بڑے اور چھوٹے عموماً بہت سی بے احتیاطیاں کرتے ہیں۔ خاص طور پر نوعمر اور کم عمر والے تو اپنی ہوشیاری اور پھرتی جتانے کے لئے ایسے کام کر بیٹھتے ہیں کہ جن کا خمیازہ انھیں نہایت خوفناک شکل میں بھگتنا پڑتا ہے۔

ان کے لئے یہ تو معمولی بات ہے کہ ہر چھوٹے بڑے اسٹیشن پر گاڑی سے اتر کر پلیٹ فارم پر ٹہلنے لگیں اور جب گاڑی چلنے لگے تو گارڈ کی طرح چلتی گاڑی میں سوار ہوں اور کچھ دیر کھڑکی پکڑے ڈبہ کے باہر ہی کھڑے رہیں۔ لیکن بعض دفعہ یہ زیادتی بھی کرتے ہیں کہ گاڑی اپنی پوری رفتار سے چل رہی ہوتی ہے اور یہ حضرات ڈبہ سے باہر اگر کھڑکی کا ہینڈل پکڑ کر کھڑے ہو جاتے ہیں یا کھڑکی کھول کر اس کے دروازہ میں کھڑے ہو جاتے ہیں۔

اس قسم کی بے احتیاطیوں کے نتائج المناک حادثات کی صورت میں نکلا کرتے ہیں۔

کبھی کھڑکی ہوا سے اتنے زور سے بند ہوتی ہے کہ ان فیشن ایبل صاحب کو باہر پھینک دیتی ہے کبھی ہینڈل اتنا کمزور ہوتا ہے کہ وہ اکھڑ جاتا ہے اور یہ شوقین مزاج آن کی آن میں گاڑی کے باہر آ پڑتے ہیں اور پھر ان کی زندگی کا بچانے والا بس خدا ہی ہوتا ہے۔

بعض بچے اپنی جگہ پر بیٹھے ہوئے کھڑکی سے باہر کی طرف جھک جھک کر دیکھنے کے عادی ہوتے ہیں۔ یہ عادت بھی خطرہ سے خالی نہیں۔ سب سے پہلا نقصان تو اس سے یہی ہے کہ آنکھوں میں راستہ کا گرد و غبار اڑ کر آتا ہے اور انجن کے کوئلے کی خاک بھی آنکھوں میں پڑتی ہے جو بینائی کے لئے نہایت مضر ہے۔ انجن کا دھواں بعض اوقات آنکھ منہ اور ناک کان میں گھستا ہے جو صحت کے لئے نہایت مضر ہے اس لئے ریل کے سفر میں ایسی تمام باتوں سے بچنے کی ضرورت ہے، یہ بارہا دیکھا گیا ہے کہ جو [illegible] ریل [illegible] ایسی حرکتیں کرتے ہیں وہ ذلت اور تکلیف اٹھاتے ہیں۔

ایک مرتبہ ایک شوقین مزاج لڑکا ریل میں سفر کر رہا تھا۔ اس کے ہمراہ زنانی سواریاں بھی تھیں۔ جب کوئی اسٹیشن آتا اور گاڑی ٹھہرتی یہ گاڑی سے اتر کر پلیٹ فارم پر چہل قدمی کرنے لگتا۔ اور جب گاڑی سیٹی دے کر چلنے لگتی تو دوڑ کر اس پر سوار ہوتا۔ ایک بڑے اسٹیشن پر بھی اس نے یہی حرکت کی۔ جب گاڑی چلنے لگی تو اس نے دوڑ کر چڑھنا چاہا مگر اسٹیشن ماسٹر نے فوراً اس کا ہاتھ پکڑ لیا اور گاڑی دھوئیں اڑاتی ہوئی روانہ ہوگئی۔ عورتوں کے ٹکٹ بھی اسی کے پاس تھے۔ بہت سا سامان ہمراہ تھا اور جاڑوں کے دن تھے۔ غرض اس بری عادت سے اس کو بھی تکلیف ہوئی اور اور خدا جانے ان غریب عورتوں کا کیا حشر ہوا ہوگا۔

اس لئے ریل کے سفر میں بڑی احتیاط سے کام لینا چاہئے۔ بار بار گاڑی سے نہ اترنا چاہئے اور چلتی ہوئی گاڑی پر ہرگز سوار نہ ہونا چاہئے۔

دریا ستام

عاجزی خدا کو پسند ہے

جس زمانہ میں سلطان محمود غزنوی حکمراں تھا ایک غریب کسان کے یہاں لڑکا پیدا ہوا۔ ماں باپ اتنے غریب تھے کہ جب یہ لڑکا کچھ بڑا ہو کر چھوٹے موٹے کام کرنے کے لائق ہوگیا تو کسان نے لڑکے کو بادشاہ کے ہاتھ بیچ ڈالا۔ بادشاہ کے یہاں اس کا نام ملک خاص رکھا گیا۔ ملک خاص نہایت مستعد اور صورت شکل کا اچھا تھا اس لئے تھوڑے ہی دنوں میں بادشاہ اس سے محبت کرنے لگا۔

جب بادشاہ کے درباریوں نے ملک خاص کی یہ عزت دیکھی تو وہ اس سے جلنے لگے اور کوئی ایسا موقع تلاش کرنے لگے کہ جس سے بادشاہ کو ملک خاص سے ناراض کرا دیا جائے۔ ایک روز ملک خاص اتفاق سے بادشاہ کے سامنے سو گیا درباریوں نے اس موقعہ پر شاہ سے شکایت کی کہ اِس غلام نے جہاں پناہ کی شان میں بڑی گستاخی کی ہے اس لئے اسے نکال دیا جائے مگر بادشاہ نے درباریوں کی شکایت کا کچھ خیال نہ کیا بلکہ ملک خاص کی اس کے دل میں محبت

اور بھی زیادہ ہو گئی۔

ایک دن کسی درباری کو معلوم ہوا کہ ملک خاص ایک جھونپڑی کے اندر چھپ کر جایا کرتا ہے اور اس میں ہمیشہ تالا ڈالے رکھتا ہے۔ اسے شبہ ہوا کہ شاید اس جھونپڑی میں ملک خاص نے کوئی بت رکھ چھوڑا ہے اور روز اس کی پوجا کرتا ہے بادشاہ کے کانوں تک یہ خبر پہونچائی گئی اور یہ طے ہوا کہ جس وقت ملک خاص اس جھونپڑی میں ہو اس وقت بادشاہ سلامت اچانک اس میں داخل ہوں۔ اسی کے مطابق ایک روز بادشاہ ملک خاص کے یہاں بے خبری میں پہونچا۔ ملک خاص کو یہ دیکھ کر خوشی ہوئی کہ بادشاہ اس کے مکان پر تشریف لائے۔ اس نے بادشاہ اور درباریوں کو مکان دکھایا۔ اسی میں بادشاہ کی نظر اس جھونپڑی پر بھی پڑی اور ملک خاص سے اُسے دکھانے کے لئے کہا۔ اول تو اُس نے تامل کیا لیکن جب درباریوں کو اشارہ کرتا یہ کرتے دیکھا تو اس نے جھونپڑی کا دروازہ کھول دیا۔ بادشاہ نے اندر جاکر دیکھا تو صرف وہاں گنواروں کا ایک کرتہ اور ایک ہینیا پڑا ہوا تھا

یہ چیزیں دیکھ کر بادشاہ کو حیرت ہوئی اور اس نے ملک خاص کی طرف بڑے تعجب سے دیکھا۔

ملک خاص نے ہاتھ باندھ کر عرض کی کہ جہاں پناہ میں ہر روز صبح شام یہاں آیا کرتا ہوں اور گنواروں کا کرتہ پہنکر اور ہینیا ہاتھ میں لیکر اپنی اصلیت کو یاد کر لیا کرتا ہوں۔

ملک خاص کا یہ جواب سن کر بادشاہ پر اس کے عجز و انکسار کا اس قدر اثر پڑا کہ اس نے ملک خاص کا رتبہ بڑھا کر امراء میں داخل کر لیا۔ ملک خاص نے سپہ گری میں بھی نام پیدا کیا لیکن اس کے دشمن ہمیشہ اس سے جلتے رہے۔ ایک مرتبہ اس کے دشمنوں نے یہ افواہ اڑا دی کہ ملک خاص اب تخت و تاج حاصل کرنے کی کوشش کر رہا ہے۔ بادشاہ نے اس افواہ کو سن کر ملک خاص کو حضوری میں طلب کیا لیکن اُس نے آنے سے انکار کر دیا۔ اس سے بادشاہ کو یقین ہو گیا کہ اس کے دل میں ضرور بدی ہے۔

آخر درباریوں کے مشورہ سے ملک خاص کے خلاف فوج کشی کی گئی۔ لیکن اس لڑائی میں بادشاہ کی فوج کو شکست ہوئی اور ملک خاص

نے بادشاہ کو گرفتار کرالیا۔ اس کے بعد اُس نے اپنی فوجوں کا رخ شاہی محلوں کی طرف پھیر دیا۔ یہاں پہونچکر ملک خاص نے بادشاہ کو تخت پر بٹھا دیا اور خود ہاتھ باندھ کر اس کے قدموں میں گر گیا۔

بادشاہ کے دل پر ابس کی وفاداری اور نمک حلالی کا اتنا اثر ہوا کہ اس نے ملک خاص کو شہر لاہور دے دیا۔ (عزیز ہند جالنسی)

صحت و تندرستی

پیارے بچو اور بچیو! چوہے بہت سی بیماریوں کی جڑ ہیں اور کوئی گھر ایسا نہیں ہے جہاں چوہے نہ ہوں۔ یورپ کے ڈاکٹروں کا خیال ہے کہ طاعون چوہوں کے ذریعہ سے پھیلتا ہے۔ اس لئے ہم آج آپ کو چوہوں کے بھگانے کی بہت ہی آسان ترکیب اور کئی بار کا آزمایا ہوا علاج بتاتے ہیں آپ لوگ بھی اس آسان علاج سے فائدہ اٹھائیے اور اپنے اپنے گھروں کو چوہوں سے پاک کر دیجئے۔

گھوڑے کی دم کے بال لیکر ان کو قینچی سے باریک باریک کترلیں۔ اس کے بعد گیہوں کے آٹے میں گوند اور کترے ہوئے بال ملادیں اور چھوٹی چھوٹی گولیاں بنالیں۔ رات کے وقت چوہوں کے بلوں پر اور کچھ ادھر ادھر رکھدیں۔ چوہے گولیاں کھاکر آپ سے آپ بھاگ جائیں گے۔

مٹی کے تیل کا دھواں آنکھ اور دماغ کے لئے بہت ہی خراب ثابت ہوا ہے۔ بچوں کو اس سے بچنے کی کوشش کرنی چاہئے۔ لیمپ اور لالٹین وغیرہ میں دھواں نہ ہونے کی آسان ترکیب یہ ہے کہ پہلے بتی کو تیز سرکہ میں جو اکثر گھروں میں کھدیا جاتا ہے بھگو کر اچھی طرح خشک کر کے لیمپ میں جلائیے۔ اس سے دھوئیں کی تکلیف نہیں ہوتی اور روشنی بھی تیز اور صاف ہوتی ہے۔

جاڑے کے دنوں میں اکثر باسی یا گرم پانی سے منہ دھونے والے بچوں اور بچیوں کا چہرہ خراب ہوجاتا ہے اور ہونٹ وغیرہ پھٹنے لگتے ہیں۔ ان کو چاہئے کہ دودھ میں لیموں کا عرق ملا کے چہرہ پر ملا کریں۔ اس سے چہرہ صاف اور خوبصورت ہوجاتا ہے۔

(عزیز گورکھپور)

دلچسپ معلومات

چائے پینے کی کثرت

برطانیہ کے لوگ کشمیریوں کی طرح چائے بہت پیتے ہیں اور ان کی چائے کی پیالیوں سے ان کی خوشحالی کا اندازہ لگایا جاسکتا ہے۔ اٹلی کے باشندے کی ایک پیالی کے مقابلہ میں برطانی ۱۰۰۰ پیالیاں پی لیتا ہے امریکن ۲۰۰ روسی ۲۷۵ جرمن ۲۶ اور فرانسیسی ۱۰ پیالیاں پیتا ہے۔ چائے پینے کی کثرت کی وجہ سے انگلستان میں شرابنوشی کی عادت کم ہو رہی ہے۔

ہوائی ہسپتال

ڈاکٹر ڈبلیو او پل (لینن گراڈ) نے تجویز کی ہے کہ ایسے ہوائی ہسپتال بنائے جائیں جو بڑے بڑے غباروں کی مدد سے ہوا میں لٹکے رہا کریں تاکہ بیماروں کو صاف ہوا اور اچھی طرح دھوپ میسر آسکے

چھوٹے آدمیوں کے قد بڑے بنائے جاسکتے ہیں

جاپان کے ایک ڈاکٹر نے دعویٰ کیا ہے کہ انسانوں کے جسموں کا رنگ بدلا جاسکتا ہے اور کالے رنگ والا گورے رنگ کا بنایا جاسکتا ہے۔ بدصورت بچے کو خوبصورت بنایا جاسکتا ہے۔ جن بچوں کے دماغ میں کوئی خرابی ہو اس کو دور کیا جاسکتا ہے۔ آجکل یہ ڈاکٹر اس فکر میں ہے کہ جاپان والوں کا قد ذرا لمبا کر دے۔

تیرنے والا تھیٹر

بعض جرمن کاریگروں نے چار مستولوں والے جہاز میں ایک تیرنے والا تھیٹر تیار کیا ہے۔ یہ تھیٹر تمام دنیا کا سفر کرے گا۔ اس میں ایک نئی قسم کا منظر ہے۔ ۵۰۰ تماشائیوں کے بیٹھنے کا انتظام ہے اور اس میں جرمن مذاق کے مطابق کھیل تماشے اور شراب کی دوکانیں بھی کھلی ہوئی ہیں۔

دیوزاد لڑکا

بولٹن میں ایک سترہ سال کا لڑکا ہے جس کے ساتھ کوئی شخص بڑی سے بڑی رقم لیکر بھی مصافحہ کرنا پسند نہ کریگا۔ اس کا نام سا ٹل [illegible] ہے یہ لڑکا انگلی کے سہارے چار ہنڈرڈ ویٹ [illegible] اٹھا سکتا ہے۔ اپنی چھاتی پر چھ مردوں کو [illegible]

...سے موٹر گاڑی کھینچ لیتا ہے۔ ایک ہاتھ
...، چھ آدمیوں کا مقابلہ کر سکتا ہے۔ مٹھی میں لیکر
...یب کا گودا نکال دیتا ہے۔ ہاتھ سے فولاد کی
...انہیں موڑ دیتا ہے۔ دو انچ کے گتے میں میخ
...ہاتھ سے دبا کر گاڑ سکتا ہے۔ ایک دفعہ اس لڑکے
...بھری ہوئی لاری اٹھالی تھی۔ وہ جائے نیں ہیتیا
...جسمانی ورزش کی باقاعدہ تربیت حاصل کر چکا ہے

میڈرڈ ایسا دارالحکومت ہے کہ جہاں ہر کام
...یر سے شروع کیا جاتا ہے۔ تین بجے دوپہر کا کھانا۔
...ات بجے چائے۔ پونے گیارہ بجے شام کا کھانا
...ور گیارہ بجے تھیٹر شروع ہوتے ہیں۔

قسطنطنیہ میں بجے دیکھنے والے افسر گشت لگاتے
...رہتے ہیں۔ جس دکان یا دفتر کے بورڈ پر غلط بجے لکھے
...ہوں انہیں فوراً درست کرا دیا جاتا ہے یا جرمانہ
کر دیا جاتا ہے۔

انگلستان میں تیس اندھے وکالت کا پیشہ کر رہے
...ہیں یعنی وکیل یا بیرسٹر ہیں۔ (انقلاب)

خبریں
دلچسپ

لاہور چڑیا گھر میں شیروں اور چیتوں کے پنجرے
ایک دوسرے سے ملے ہوئے ہیں۔ ملازم کی غفلت سے
ان کا درمیانی دروازہ کھلا رہ گیا اور چیتوں اور شیروں
کے جوڑے میں لڑائی ہونے لگی۔ چیتے ابھی حال کے
پکڑے ہوئے آئے تھے انھوں نے شیر اور شیرنی کو
گرالیا اور آناً فاناً میں مار ڈالا۔

افغان وکیل التجارہ پشاور کے پاس سابق
شاہ امان اللہ خاں نے روما سے یہ تار بھیجا ہے کہ
تمام خدمتوں کے صلہ میں افغان قوم نے جو میرے ساتھ
غداری کی ہے وہ قیامت کے دن خدا کے سامنے
جوابدہ ہوگی میں اپنا معاملہ خدا کے سپرد کرتا ہوں۔
معلوم ہوا ہے کہ سابق شاہ امان اللہ خاں
رہنے کے لئے ایران آ رہے ہیں۔

بھارت اناتھ آشرم لاہور میں ایک لڑکی لائی
گئی ہے جس کی عمر ۱۱ سال کی معلوم ہوتی ہے۔ وہ جانوروں
کی طرح سے چلتی ہے اور کچا گوشت کھاتی ہے اور آجکل
کی سردی میں باہر کھلی ہوا میں سوتی ہے۔ معلوم ہوا ہے
کہ اس کو بندروں نے پالا ہے اور دہلی کے پاس جنگل میں ملی تھی

ایک ظریف نے کسی حلوائی کی دوکان سے حلوہ اٹھا لیا اور کھانے کا ارادہ کیا۔ حلوائی نے اس کے ہاتھ سے چھیننا چاہا۔ ظریف نے فوراً منہ میں رکھ لیا اور کہا اب خوش ہوا نہ تیرے ہاتھ لگا نہ میرے۔

لڑکا۔ اماں مجھے باہر جاتے ہوئے ڈر لگتا ہے دیکھو تو رات کتنی اندھیری ہے۔

ماں۔ بیٹا تو جوان ہو چلا ہے۔ منہ پر داڑھی آنے لگی ہے اور اب تک ڈرتا ہے۔

لڑکا۔ داڑھی بھی کوئی مشین گن ہے کہ ڈر لگے تو مدد کرے۔

ایک لڑکا طوطا ہاتھ میں لئے جاتا تھا کہ راہ میں ایک توتلے لڑکے نے پوچھا۔ "تو تو تمہارا طوطا کیسا پڑھتا ہے"

لڑکے نے جواب دیا۔ "تم سے اچھا"

پہلا دیہاتی (دوسرے سے) کہاں سے آرہے ہو؟ پاؤں دھول میں اٹے ہوئے ہیں۔

دوسرا دیہاتی۔ اسٹیشن سے آرہا ہوں چٹھی ڈالنے گیا تھا۔

پہلا دیہاتی۔ چٹھی ڈالنے کے لئے تین کوس جانے کی کیا ضرورت تھی؟ یہیں ڈال دی ہوتی۔

دوسرا دیہاتی۔ جب یہاں کے ڈاک بابو نے مجھے دودھ لینا چھوڑ دیا تو اس کے یہاں میں چٹھی کیوں ڈالوں؟

ننھی امینہ۔ اماں حسنو بھیا کے ساتھ میں بھی سرکس دیکھنے جاؤں گی۔

ماں۔ پاگل ہوئی ہے۔ یہاں تیری پھوپھی آئی ہوئی ہیں۔ وہاں جا کے کیا کرے گی؟

موہن۔ اردو زبان میں ایسا لفظ کون سا ہے جسے لڑکے تو کیا بڑے استاد غلط پڑھتے ہیں؟

سوہن۔ وہ لفظ "غلط" ہے۔

ماں۔ اگر تمہیں تماشہ دیکھنے جانا تھا تو مجھ سے پوچھ لیا ہوتا۔

بچہ۔ اس لئے کہ مجھے تماشہ دیکھنے جانا تھا۔

دو قیمتی گھڑیاں انعام میں حاصل کیجئے

معمہ نمبرا۔ پھول چنو۔ ہر جملہ سے ایک نیا پھول پیدا ہوتا ہے۔

۱۔ اگلا بیل خوبصورت ہے (۲) کالا لہار شریف آدمی ہے (۳) وارنٹ یا سمن مت کھو دینا
۴) گورنر گستاخ کلرک کو نکال دے گا (۵) مثل مشہور ہے سو سنار کی ایک لوہار کی (۶) چچیہ بیلی رام
و دے دو (۷) ریشم کے تکیہ کا غلاف دھوبی کو دے دو (۸) اشرف یہاں آرہا ہے۔
۹۔ چاند نیم کے پتوں میں چھپا ہے۔

معمہ نمبر۲۔ مندرجہ ذیل بے ترتیب حروف کو ترتیب سے رکھنے پر بامعنی الفاظ پیدا ہوتے ہیں

ا ا ر ر ہ ہ ہ ل ن و	بچوں کا سب سے اچھا باتصویر ماہوار رسالہ
م م م ح ل ل ن ا ا د و ی ع	مسلمانوں کا ایک مشہور لیڈر
م م م ہ ل ل ن ا و د و ی	ہندؤں کا ایک مشہور لیڈر
ڈ و ن ل ا ا ر ر	ہندوستان کا ایک مشہور حکمراں

داخلہ کے شرائط

۔ صرف رسالہ ہونہار کے خریدار ہی اس میں حصہ لے سکتے ہیں۔
۔ جو صاحب انعام حاصل کرنا چاہیں رسالہ ہونہار کے خریدار بنکر معمہ حل کر کے بھیج سکتے ہیں۔
۔ جن حضرات کے دونوں معموں کے جواب صحیح ہوں گے انھیں کو مقابلہ میں داخل کیا جائے گا۔
۔ ایک سے زیادہ صحیح جواب آنے کی صورت میں فیصلہ بذریعہ قرعہ اندازی کیا جائیگا
۔ جن صاحب کا پہلے نام نکلیگا انکو ایک نہایت عمدہ نئی رسٹ واچ (ہاتھ کی گھڑی) انعام میں دی جائیگی
ور جن کا نام دوسرے نمبر پر نکلیگا انکو ایک نہایت عمدہ الارم ٹائم پیس انعام میں دیجائیگی۔
۔ حل کے ہمراہ ایک آنہ کا ٹکٹ آنا چاہئے۔ (کوشش کیجئے شاید آپ ہی کے نام یہ انعام نکل آئے)

منیجر

رسالہ "ہونہار" کے متعلق اخبارات کی رائیں

"خلافت" بمبئی

یہ ایک ماہانہ رسالہ ہے جو فیاض حسین نسیم جامعی کی ادارت میں اور زیر سرپرستی حکیم یوسف حسن صاحب دہلی سے نکلنا شروع ہوا ہے ہمارے سامنے اس کا پہلا نمبر ہے جس کا ٹائٹل پیج بہت ہی دیدہ زیب ہے۔ یہ رسالہ بچوں اور بچیوں کے لئے نہایت کارآمد ثابت ہوگا۔ اس میں جتنے بھی مضامین ہیں سب قریب قریب نصیحت آمیز اور پر از معلومات ہیں حقیقت یہ ہے کہ اس کے معاونین خصوصی جن کے مضامین وقتاً فوقتاً نکلا کرینگے جن کی فہرست صفحہ دو میں درج ہے۔ کامیاب ادیب ہیں۔ زیر تبصرہ رسالہ میں بچوں کے پڑھنے کیلئے ایسا لٹریچر مہیا کیا گیا ہے جس کے مطالعہ سے بچوں میں اچھے اخلاق پیدا ہوں گے۔ ان کی عقل و تجربہ میں اضافہ ہوگا۔ اور انکی معلومات وسیع ہونگی۔ اس رسالہ میں سب سے بڑی خوبی یہ ہے۔ کہ یہ صرف بچوں ہی کیلئے مفید نہ ہوگا۔ بلکہ ہائی اسکول کے طلبہ بھی اس سے فائدہ اٹھائینگے۔ لکھائی چھپائی اور کاغذ عمدہ ہے۔ اس کا سالانہ چندہ تین روپیہ ہے

ملنے کا پتہ:- منیجر "ہونہار" صدر بازار دہلی

"تازیانہ" لاہور

جناب فیاض حسین صاحب نسیم کی زیر ادارت دہلی سے شائع ہوا ہے۔ اس کا پہلا نمبر ہمارے سامنے ہے ٹائٹل چکنے آرٹ پیپر پر شائع کیا گیا ہے اور دو رنگوں میں چھپا ہے حجم ۴۸ صفحات اور سائز عام اردو رسائل کے برابر ہے یعنی ۲۰×۳۰/۸ اس رسالہ کا کاغذ عمدہ اور کتابت تمام صاف اور اتنی نمایاں ہے کہ بچے آسانی سے پڑھ سکیں گے مضامین بھی عام فہم اور سادہ ہیں۔ سچی دوستی۔ ہونہار بچہ۔ آب حیات، سگریٹ کی خرابیاں۔ ہلکی چاندنی صبح۔ (دو نظمیں) وغیرہ مضامین خوب ہیں۔ اور ہندوستان کے مشہور اہل قلم کے لکھے ہوئے ہیں پہلا پرچہ دیکھکر معلوم ہوتا ہے کہ یہ رسالہ خوب ترقی کریگا بچوں کی دلچسپی کے لئے سات خوبصورت بلاکس کی تصاویر بھی آرٹ پیپر پر چھاپی گئی ہیں۔ اور ہر ماہ ان کا انتظام مستقل رہے گا۔ یوپی میں بچوں کے اخبارات بہت کم شائع ہوتے ہیں۔ اس لئے امید ہے کہ ہر بال بچوں والا گھر اس رسالہ کو اپنے بچوں کی ضروریات سے سمجھ کر اس کی سرپرستی اختیار کریگا چندہ سالانہ صرف تین روپیہ ہے آپ ضرور لڑکوں اور لڑکیوں کو منگوا دیجئے۔ پتہ

منیجر:- رسالہ "ہونہار" صدر بازار دہلی

(مورخہ ۱۰ جنوری)

"گرو گھنٹال" لاہور

بچوں کے لئے ایک نہایت ہی شاندار [illegible] دہلی سے شائع کیا گیا ہے۔ اس کا [illegible] یہ ہے۔ کہ لڑکوں میں صحیح اور قومی اخلاقی تعلیم کی اشاعت کیجائے۔ مسلمان بچوں کو شروع ہی سے محبت اور پریم کے ساتھ رہنا سکھا [illegible] رسالہ ہر لحاظ سے شاندار ہے۔ بالخصوص تصاویر نہایت ہی دلچسپ [illegible] منیجر رسالہ "ہونہار" دہلی سے طلب کریں (مورخہ ۱۱ جنوری)

"اکالی" امرتسر

یہ نیا رسالہ حال ہی میں دہلی سے زیر ادارت [illegible] فیاض حسین صاحب نسیم (جامعی) [illegible] ہوا ہے۔ رسالہ ہذا کی غرض و غایت چھوٹے بچوں کی غرض و غایت [illegible] بچوں کی تعلیم و تربیت ہے۔ بچوں کے لاہوری رسائل پریم و نونہال [illegible] یہ رسالہ بھی صوبہ دہلی کیلئے بہت مفید ثابت ہوگا۔ بچوں کیلئے [illegible] مضامین کے علاوہ ہاف ٹون فوٹو کی تصاویر بھی دی گئی ہیں چندہ [illegible] تین روپے چار آنے ہے۔ رسالہ کی ضخامت ۴۸ صفحات [illegible] کاغذ عمدہ ہے۔ ملنے کا پتہ منیجر صاحب رسالہ "ہونہار" دہلی۔ [illegible]

"خاور" لاہور

بچوں کیلئے نہایت شاندار ماہوار رسالہ [illegible] صاحب کی سرپرستی میں دہلی سے جاری [illegible] اصلی مقصد بچوں کی اخلاقی اور قومی تعلیم کو ترقی دینا اور مضبوط کرنا [illegible] والدین کا فرض ہے۔ کہ اپنے بچوں کو ضرور اس کا مطالعہ کرائیں [illegible] لکھائی چھپائی دیدہ زیب مضامین مکمل اور نصیحت آمیز۔ کاغذ [illegible] رنگین تصویریں پسند غرض رسالہ ہر طرح سے قابل دید ہے [illegible] سے طلب فرمائیں۔ منیجر "ہونہار" دہلی (۱۴ جنوری)

"شہاب" راولپنڈی

جناب فیاض حسین صاحب [illegible] کی زیر ادارت اس نام کا [illegible] رسالہ "دہلی سے شائع ہونا شروع ہوا ہے پہلا پرچہ [illegible] ۲۰×۳۰/۸ کے ۴۸ صفحات ہیں سرورق رنگین [illegible] اعلیٰ ہیں۔ تصاویر کا خاص طور پر اہتمام کیا [illegible] چھپائی ..... سب قابل تعریف اور عمدہ [illegible] ظاہر ہے بچوں کیلئے یہ رسالہ نہایت مفید ہے [illegible] فرمائش کرینگے کہ وہ اپنے بچوں کیلئے اسکو ضرور منگوائیں [illegible] قیمت فی پرچہ ۴ ملنے کا پتہ منیجر رسالہ "ہونہار" دہلی

ایک غلطی کی تصحیح

اب کی مرتبہ تصویروں کے بلاک چھپوانے میں چند غلطیاں رہ گئی ہیں
بوڑھی اماں کی جو تصویر ہے اس کے قریب لکھا ہوا ہے "ماں اور اسکا بچہ
ایک آرٹ کی تصویر" یہ عبارت غلطی سے شائع ہوگئی ہے۔ منیجر

انعامی مقابلہ

مجلس ہونہار نے یہ طے کیا ہے کہ رسالہ ہونہار میں مضامین لکھنے والے طلبہ اور طالبات کا ہر چھ ماہ بعد انعامی مقابلہ ہوگا۔ جس طالب علم کے مضامین زیادہ ہوں گے اور بہترین شمار کئے جائیں گے اس کو ایک چاندی کا تمغہ انعام میں دیا جائے گا اور اس کا فوٹو بھی رسالہ میں شائع کیا جائے گا۔

داخلے کے شرائط

(۱) انعامی مقابلے میں داخل ہونے والے طلبہ کے لئے رسالہ ہونہار کا خریدار ہونا ضروری ہے۔

(۲) جو مضامین مقابلے کے لئے بھیجے جائیں اُن پر "انعامی مقابلہ" لکھ دینا چاہیئے تاکہ وہ اُسی مہینے میں شائع ہو سکے۔ جس مضمون پر یہ الفاظ نہیں ہوں گے اُس کو نمبر آتے کے بعد شائع کیا جائے گا۔

(۳) ہر مقابلے میں نئے طالب علم کو انعام دیا جائے گا۔

(۴) تمام مضامین عام فہم عبارت میں لکھے جائیں۔ کسی کتاب یا رسالے سے نقل نہ کئے جائیں بلکہ اپنی عقل اور قابلیت سے لکھے جائیں۔ کتابوں اور رسالوں کا ترجمہ بھی بھیجا جا سکتا ہے۔ لیکن اُن کا حوالہ ضرور دینا چاہیئے۔

(۵) مضامین طویل نہوں بلکہ مختصر ہوں اور ان میں کسی کے مذہب پر حملہ نہو۔

(۶) تمام مضامین لفافہ کے اندر بند کر کے اور پورے پورے ٹکٹ لگا کر ایڈیٹر رسالہ ہونہار صدر بازار دہلی کے پاس بھیجدینا چاہئیں۔ بیرنگ خطوط یا مضامین وصول نہیں کئے جائیں گے۔

"منیجر"

بغیر اُستاد کی مدد کے انگریزی سکھانیوالی بے نظیر کتابیں

مخزن الفوائد اس میں اردو نام و عبارت کو انگریزی میں لکھنے۔ اردو سے انگریزی میں ترجمہ کرنے۔ انگریزی میں چٹھی لکھنے ہجے کرنے اور تلفظ کے قاعدے۔ اردو انگریزی بول چال کے کئی سو فقرے۔ ایک ہزار کے قریب اردو فقرے قاعدوں کے ساتھ اور تیس حکایتیں انگریزی میں ترجمہ کرنے کے لئے درج ہیں۔ اس کتاب کے پڑھنے کے بعد قلیل عرصہ میں انگریزی کی خاصی قابلیت پیدا ہو جاتی ہے۔ قیمت ۶ر

انگریزی اردو خط و کتابت ہر قسم کی چٹھیاں عرضیاں، نوٹس اور ہر قسم کی تحریروں کے قاعدے اور نمونے مع ترجمہ قیمت ۸ر

مخزن الحکایات یعنی ۶۲ انگریزی کہانیاں مع اردو معنی و تلفظ قیمت ۵ر

خلاصۃ القواعد مبتدی کو پارزنگ کرنا اور اردو سے انگریزی میں ترجمہ کرنا بخوبی سمجھایا گیا ہے۔ قیمت ۵ر

مخزن المحاورات اس میں ایک ہزار دوسو انگریزی محاورے اور چھ سو شتالیس مع ترجمہ اردو جو انگریزی میں باتیں کرنے کے لئے بیحد مفید ہیں۔ ۱۷۰ اردو مصادر مع ترجمہ انگریزی ترتیب حروف تہجی اور تین چار ہزار کے قریب ایسے نام اور چیزوں کی انگریزی جن سے کام پڑتا ہے۔ قیمت ۶ر

انگریزی بولنا تین ہزار بول چال کے فقرے مع ترجمہ اور مخزن الفوائد کے تمام اردو جملوں کا ترجمہ قیمت ۶ر

انگلش ٹیچر و لیٹر رائٹر یہ وہ لاجواب کتاب ہے جس کے مطالعہ کے بعد بغیر استاد کی مدد کے بہت جلد انگریزی لکھنا پڑھنا اور بولنا آجاتا ہے۔ کتاب کے ساتھ انگریزی خط و کتابت کی مکمل تعلیم ہے۔ قیمت صرف عہ

کامل القواعد یہ ۱۶۷ اعلیٰ درجے کی مستند انگریزی گرمروں کا لب لباب ہے۔ اس میں صرف و نحو کے تمام و کمال قاعدے درج ہیں۔ قیمت ۱۰ر

نوٹ۔ ایک روپے سے کم کی کتابیں روانہ نہیں کیجائیں گی۔ محصولڈاک بذمہ خریدار ہوگا۔

پتہ۔ کتب خانہ شرکت ادبیہ صدر بازار بارہ ٹوٹی دہلی

AN ILLUSTRATED URDU MONTHLY FOR BOYS & GIRLS

March 1930. Annual Subscription Rs. 3-4-0

قواعد و ضوابط

(۱) رسالہ ہونہار ہر انگریزی مہینے کی ۱۰ تاریخ کو شائع ہوا کرے گا

(۲) اگر کبھی اتفاقاً رسالہ پہونچنے میں دیر ہو جائے تو ۲۰ تاریخ تک ہمکو اطلاع دیجئے۔ اس کے بعد طلب کرنے والوں کو قیمتاً بھیجا جائے گا

(۳) رسالہ ہونہار کا سالانہ چندہ مع محصول ڈاک تین روپے چار آنے اور ششماہی دو روپے ہے

(۴) خط و کتابت کے وقت اپنا پورا پتہ مع نمبر خریداری خوشخط لکھا ہوا آنا چاہیئے۔

(۵) مضامین ۱۵ تاریخ تک آجانے چاہئیں ورنہ آیندہ ماہ میں چھپ سکیں گے۔

(۶) مضمون نگار بہنوں اور بھائیوں کی خدمت میں رسالہ مفت بھیجا جائے گا۔

(۷) نمونہ کا پرچہ حتی الامکان مفت روانہ کیا جائے گا

(۸) ترسیل زر بنام اڈیٹر اور دیگر خط و کتابت بنام منیجر رسالہ ہونہار ہونی چاہیئے

انعامات

(۱) جو طالب علم رسالہ ہونہار کے لئے سب سے زیادہ مضامین لکھے گا سال کے آخر میں اس کو ایک نقرئی تمغہ انعام میں دیا جائیگا اور اس کا فوٹو بھی رسالہ میں شائع کیا جائیگا۔ مضامین رسالہ ہونہار کے معیار کے مطابق اکثر قصوں میں لکھے جائیں اور آسان سے آسان زبان استعمال کی جائے۔

(۲) سال کے خاتمہ پر دسمبر کے مہینہ میں مختلف اسکولوں کے طلبہ کے ان مضامین کا مقابلہ ہوگا جو رسالہ ہونہار میں چھپ چکے ہوں سب سے اچھے مضمون پر انعام دیا جائیگا جو مجلس ہونہار مقرر کرے گی۔

(۳) رسالہ ہونہار کے لئے اچھے مضامین لکھنے والی لڑکیوں کو بھی انعامات دئے جائیں گے۔

(۴) جو طلبہ غریب ہوں اگر وہ کوشش کرکے ۵ خریدار بہم پہونچائیں ان کے نام ہم سال بھر کے لئے رسالہ مفت جاری کر دیں گے۔

منیجر

[illegible]
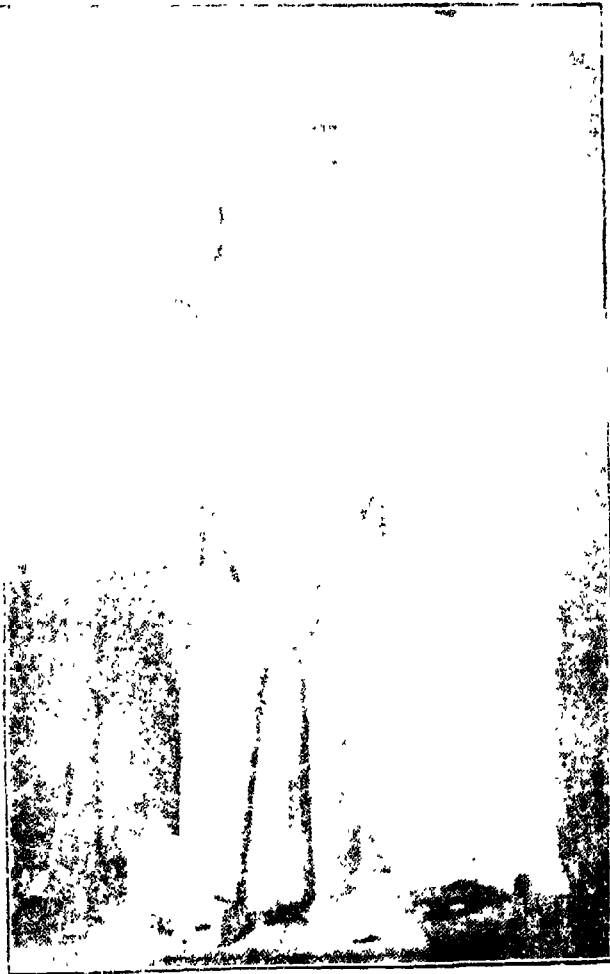
[illegible] رسالہ ہے جو فیاض حسین نسیم جامی کی ادارت میں اور زیر سرپرستی حکیم یوسف حسن صاحب دہلی سے نکلنا شروع ہوا ہے۔ ہمارے سامنے اس کا پہلا نمبر ہے جس کا ٹائٹل پیج بہت ہی دیدہ زیب ہے [illegible] رسالہ [illegible] اور بچیوں کے لئے نہایت کارآمد ثابت ہوگا۔ اس میں جتنے بھی مضامین ہیں قریب قریب نصیحت آمیز اور پراز [illegible] ہیں۔ حقیقت یہ ہے کہ اس کے معاونین خصوصی جن کے مضامین وقتاً فوقتاً نکلا کریں گے اور جن کی فہرست صفحہ ۲ پر درج ہے [illegible] ادیب ہیں۔ زیر تبصرہ رسالہ میں بچوں کے پڑھنے کے لئے ایسا لٹریچر مہیا کیا گیا ہے جس کے مطالعہ سے بچوں میں اچھے اخلاق پیدا ہوں گے۔ ان کی عقل و تجربہ میں اضافہ ہوگا اور ان کی معلومات وسیع ہوں گی۔ اس رسالہ میں سب سے بڑی خوبی یہ ہے کہ یہ صرف بچوں ہی کے لئے مفید نہ ہوگا بلکہ ہائی اسکول کے طلبہ بھی اس سے فائدہ اٹھائیں گے۔ لکھائی چھپائی اور کاغذ عمدہ ہے۔ اس کا سالانہ چندہ ہے ہے۔ ملنے کا پتہ منیجر رسالہ ہونہار صدر بازار دہلی۔

اخبار تازیانہ لاہور

جناب فیاض حسین صاحب نسیم کی زیر ادارت بچوں کا ایک باتصویر رسالہ ہونہار دہلی سے شائع ہوا ہے اس کا پہلا نمبر ہمارے سامنے ہے۔ ٹائٹل چکنے آرٹ پیپر پر شائع کیا گیا ہے اور دو رنگوں میں چھپا ہے حجم ۴۸ صفحات اور سائز عام اردو رسائل کے برابر ہے۔ سالانہ ۳ ۱۲ ۔ اس رسالہ کا کاغذ نفیس اور کتابت تمام صاف اور اتنی نمایاں ہے کہ بچے آسانی سے پڑھ سکیں گے۔ مضامین بھی عام فہم اور سلیس ہیں۔ سچی دوستی۔ ہونہار بچے۔ آب حیات۔ سگریٹ کی خرابیاں۔ ہاکی۔ چاند اور صبح (دو نظمیں) وغیرہ مضامین خوب ہیں۔ اور ہندوستان کے مشہور اہل قلم کے لکھے ہوئے ہیں۔ پہلا پرچہ دیکھ کر معلوم ہوتا ہے کہ یہ رسالہ خوب ترقی کرے گا۔ بچوں کی دلچسپی کے لئے سات فوٹو بلاک کی تصاویر بھی آرٹ پیپر پر چھاپی گئی ہیں اور ہر ماہ ان کا انتظام مستقل رہیگا۔ یوپی میں بچوں کے اخبارات بہت کم شائع ہوتے ہیں اس لئے امید ہے کہ ہر بال بچوں والا گھر اس رسالہ کو اپنے بچوں کی ضروریات میں سے سمجھکر اس کی سرپرستی اختیار کرے گا۔ چندہ سالانہ صرف تین روپے چار آنے ہے۔ آپ ضرور لڑکوں اور لڑکیوں کو منگوا دیجئے۔ پتہ۔ منیجر رسالہ ہونہار صدر بازار دہلی۔

اخبار گرو گھنٹال لاہور

بچوں کے لئے ایک نہایت ہی شاندار ماہوار رسالہ دہلی سے شائع کیا گیا ہے۔ اس کا سب سے بڑا مقصد یہ ہے کہ لڑکوں میں صحیح قومی اور اخلاقی تعلیم کی اشاعت کیجائے اور ہندو مسلمان بچوں کو شروع ہی سے محبت اور پریم کے ساتھ رہنا سکھایا جائے۔ رسالہ ہر لحاظ سے شاندار ہے۔ بالخصوص تصاویر نہایت ہی دلچسپ ہیں۔ منیجر رسالہ ہونہار سے طلب کیجئے۔

روزنامہ اکالی امرتسر

یہ نیا رسالہ حال ہی میں دہلی سے زیر ادارت جناب فیاض حسین صاحب نسیم جامعی، شائع ہونا شروع ہوا ہے۔ رسالہ کی غرض و غایت چھوٹے بچوں کی تعلیم و تربیت ہے۔ بچوں کے لاہوری رسائل پریم و نونہال کی مانند یہ رسالہ بھی صوبہ دہلی کے لئے بہت مفید ثابت ہوگا۔ بچوں کے دل بہلاؤ کے لئے مضامین کے علاوہ ہاف ٹون فوٹو کی تصاویر بھی دی گئی ہیں۔ قیمت سالانہ تین روپے چار آنہ ہے۔ رسالہ کی ضخامت ۴۸ صفحات۔ لکھائی چھپائی و کاغذ عمدہ ہے۔ منیجر رسالہ ہونہار دہلی سے طلب کیجئے

اخبار خاور لاہور

بچوں کے لئے نہایت شاندار ماہوار رسالہ حکیم یوسف حسن صاحب کی سرپرستی میں دہلی سے جاری ہوا ہے اس کا اصل مقصد بچوں کی اخلاقی اور قومی تعلیم کو ترقی دینا اور مضبوط کرنا ہے۔ دانشمند والدین کا فرض ہے کہ اپنے بچوں کو ضرور اس کا مطالعہ کرائیں۔ ہونہار کی لکھائی چھپائی دیدہ زیب، مضامین دلکش اور نصیحت آمیز۔ کاغذ نفیس۔ ٹائٹل رنگین۔ تصویریں دلپسند غرضکہ رسالہ ہر طرح سے قابل دید ہے۔ نمونہ ذیل کے پتہ سے طلب فرمائیں۔ منیجر رسالہ ہونہار دہلی۔

اخبار شہاب راولپنڈی

جناب فیاض حسین صاحب جامعی کی زیر ادارت اس نام (ہونہار) کا ایک ماہوار رسالہ دہلی سے شائع ہونا شروع ہوا ہے۔ پہلا پرچہ ہمارے سامنے ہے ۳۰×۲۰ کے سائز کے ۴۸ صفحات ہیں۔ سرورق رنگین ہے۔ مضامین نہایت اعلیٰ ہیں۔ تصاویر کا خاص طور پر اہتمام کیا گیا ہے۔ کاغذ عمدہ۔ لکھائی چھپائی سب قابل تعریف اور دیدہ زیب ہے۔ جیسا کہ نام سے ظاہر ہے بچوں کے لئے یہ رسالہ نہایت مفید ہے۔ ہم قارئین کرام سے سفارش کریں گے کہ وہ اپنے بچوں کے لئے اس کو ضرور منگوائیں۔ چندہ سالانہ تین روپے چار آنے۔ ملنے کا پتہ:۔ منیجر رسالہ ہونہار دہلی۔

روزنامہ "آفتاب" بمبئی

ہونہار ایک ماہانہ رسالہ ہے جو دار السلطنت دہلی سے شائع ہوتا ہے۔ لکھائی چھپائی نہایت دیدہ زیب ہوتی ہے۔ سرورق پر ایک نہایت خوشنما گلاب کا پھول اس کی [illegible] تصویروں کا انتخاب بھی مہذب ہے اور مضامین جو خاص طور پر سلیس اردو زبان میں پند و نصائح سے مملو ہوتے ہیں [illegible] اگر رسالے سے فرصت کے وقت دل بہلانا چاہیں تو وہ سب سے پہلے ہونہار کو دہلی سے طلب کریں۔ قیمت بھی کچھ زیادہ نہیں ہے صرف ہے [illegible]

ترجمان سرحد راولپنڈی

اس نام کا ایک خوبصورت رسالہ حال ہی میں مولوی فیاض حسین صاحب نسیم (جامعی) کی ادارت میں دہلی سے جاری ہوا ہے۔ حکیم محمد یوسف حسن صاحب مدیر نیرنگ خیال سرپرست ہیں جیسا کہ نام سے ظاہر ہے ہونہار بچوں میں دلچسپ اور عام فہم مضامین کے ذریعہ سے صحیح شوقِ تعلیم اور ایسے مفید خیالات پیدا کرنا چاہتا ہے جو ان کی آئندہ ترقی و اصلاح کے لئے ضروری ہیں۔ ہونہار کی زبان سادہ، عام فہم اور اس درجہ دلچسپ ہے کہ بچے ایک بار ہی کے مطالعہ کرنے سے اس کے گرویدہ ہو جائیں گے۔ نثر کی طرح نظم میں بھی سادگی کی جھلک پائی جاتی ہے۔ تعلیمی اداروں کا فرض ہے کہ بچوں میں تعلیم و اصلاح کا شوق پیدا کرنے کے لئے اپنی اپنی درسگاہوں میں ہونہار کا مطالعہ لازمی قرار دیں۔ اسی طرح والدین بھی اپنے پیارے بچوں کو اس مفید رسالے کے پڑھنے کی ترغیب دیں۔ تقطیع [illegible] ۴۴ صفحات۔ کاغذ و لکھائی چھپائی عمدہ۔ سرورق آرٹ پیپر پر مختلف رنگوں کی چھپائی سے دل آویز بنایا گیا ہے۔ قیمت سالانہ تین روپے چار آنے۔ ملنے کا پتہ دفتر رسالہ ہونہار دہلی۔

عورتوں کا اخبار" دہلی

چھوٹے بچوں کے لئے دہلی سے ایک باتصویر ماہوار رسالہ جاری ہوا ہے جس کو فیاض حسین [illegible] نسیم جامعی نے جاری کیا ہے۔ اس رسالہ کا ٹائٹل رنگین ہے اور بہت خوبصورت ہے۔ اس میں بچوں کے لئے بہت مزیدار مضمون اور تصویریں شائع ہوتی ہیں۔ یہ رسالہ ابھی جنوری سے شائع ہوا ہے۔ معلوم ہوتا ہے کہ بہت ترقی کریگا کیونکہ اس کے سرپرست حکیم محمد یوسف حسن صاحب ایڈیٹر رسالہ نیرنگ خیال لاہور ہیں جن کا ماہوار رسالہ نیرنگ خیال اور ہفتہ وار اخبار "تازیانہ" بہت کامیاب اور مشہور ہے۔

رسالہ "کامیابی" دہلی

فیاض حسین صاحب نسیم ملک کے ایک ہونہار نوجوان ہیں۔ جامعہ ملیہ دہلی میں تعلیم پائی ہے اور اس سے پیشتر بھی اخباری دنیا کا کافی تجربہ حاصل کر چکے ہیں۔ آپ کی دوربیں نگاہوں نے قوم کی اس بہت ہی بڑی ضرورت کو محسوس کیا کہ بچوں کے پڑھنے کے لئے اخباروں اور رسالوں کی تعداد ملک میں بہت ہی کم ہے اور اسی بنا پر آپ نے ہونہار کے نام سے بچوں کے لئے ایک بہت ہی مفید اور بہت ہی دلچسپ رسالہ نکالا ہے۔ ابھی تک اس کا صرف ایک ہی نمبر دیکھنے کو ملا ہے لیکن جس رسالہ کو جامعہ ملیہ کے اساتذہ سے قلمی امداد حاصل ہو سکے اس کے مستقبل کے متعلق بہت کچھ یقین کے ساتھ پیشین گوئی کی جا سکتی ہے کہ "ہونہار" واقعی ہونہار ہے اور کچھ نہیں "بلکہ بہت کچھ ہو کر رہیگا۔ ہر صاحب اولاد سے ہماری سفارش ہے کہ وہ اپنے بچے کے ہاتھوں تک اسے ضرور پہونچا دے۔ سالانہ قیمت صرف تین روپے چار آنے ہے اور منیجر رسالہ ہونہار صدر بازار دہلی سے مل سکتا ہے

اخبار "خبردار" بلند شہر

یہ رسالہ حال ہی میں دہلی سے فیاض حسین صاحب نسیم جامعی کی ادارت میں شائع ہوا ہے۔ یہ رسالہ بچوں کے لئے نہایت مفید ہے شروع سے آخر تک جتنے مضامین ہیں وہ حکایات اور افسانوں کی شکل میں تحریر کئے گئے ہیں اور ان سے بچوں کو اخلاقی سبق سکھانے کی کوشش کی گئی ہے۔ اس رسالہ کے قابل ایڈیٹر نے مضامین کے فراہم کرنے میں واقعی عرق ریزی سے کام کیا ہے۔ رسالہ ہذا میں چار صفحوں کی یکرنگی تصاویر ہیں جنہوں نے رسالہ کی رونق اور بھی دوبالا کر دی ہے۔ والدین کا فرض ہے کہ وہ اس رسالہ کو اپنے بچوں کے لئے خریدیں۔ زبان آسان ہے۔ بچے بخوبی سمجھ سکتے ہیں۔

مجیب فرخ آباد

جناب فیاض حسین صاحب نسیم جامعی، کی زیر ادارت بچوں کا باتصویر ماہوار رسالہ دہلی سے جاری ہوا ہے۔ اس کی اول جلد کا اول نمبر ہمارے پاس برغرض تنقید بھیجا گیا ہے۔ ہم نے اس رسالہ کو بغور دیکھا اور اس [illegible] کو دراصل ہونہار پایا۔ رسالہ جو اس وقت ہمارے پیش نظر ہے [illegible] سائز کے ۴۸ صفحات پر مشتمل ہے جو مضامین کے لحاظ سے بھی نہایت دلچسپ ہے اس میں کئی ایک دستی تصاویر بھی ہیں۔ غرضکہ رسالہ کے قابل ایڈیٹر نے بچوں کی دلچسپی کا کافی سامان مہیا کر دیا ہے سالانہ چندہ تین روپے [illegible]

[illegible]ت دہلی

ہندوستانیوں میں جہاں صدہا خامیاں اور بے پروائیاں موجود ہیں وہاں ایک سب سے بڑی خامی یہ بھی ہے کہ بچوں کی تعلیم و تربیت کا کوئی خیال نہیں کیا جاتا۔ ماں باپ کی لاعلمی میں ان کی عادت [خراب] ہو جاتی ہے۔ ابتدائی عمر میں وہ کوئی بات نہیں سیکھ سکتے۔ جب اسکول جانے کا وقت آجاتا ہے تو پھر ان کی اصلاح کی کوئی صورت نہیں آتی۔ مغربی ممالک میں سب سے زیادہ زور بچوں کی تعلیم و تربیت پر دیا جاتا ہے جس کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ قوم کے سارے بچے ہونہار ہوتے ہیں۔ بڑی مصیبت یہ ہے کہ اگر ہم اپنے بچوں کو اچھی تربیت دیں بھی تو ہمارے پاس ذرائع و وسائل کی اس قدر قلت ہے کہ ہم کچھ نہیں کر سکتے۔ نہ تو بچوں کے لئے آسان لٹریچر ہے اور نہ اس قسم کے رسالے اور اخبارات ہیں جو صحیح معنوں میں بچوں کے لئے مفید ہوں اور ان سے وہ اچھی اچھی باتیں سیکھ سکیں۔ اس وقت بچوں کے لئے کئی اخبار نکل رہے ہیں لیکن پھر بھی ابھی ان کی کمی ہے۔

فیاض حسین صاحب نسیم جامعی (سابق ایڈیٹر تازیانہ لاہور) نے گذشتہ ماہ جنوری سے "ہونہار" کے نام سے ایک ماہانہ رسالہ دہلی سے جاری کیا ہے۔ اس کے دو نمبر نکل چکے ہیں۔ ان کے دیکھنے سے معلوم ہوتا ہے کہ "ہونہار" اس کمی کو بہت جلد پورا کر دے گا جو بچوں کے مذاق کے مطابق اچھے رسالوں کیلئے محسوس کی جا رہی ہے۔ اس میں ایسے مضمون نگاروں کے مضامین شائع ہوتے ہیں جو بچوں کی ذہنیت سے اچھی طرح واقف ہیں اور جانتے ہیں کہ کس طریقہ پر کوئی بات بچوں کے ذہن نشین کرائی جا سکتی ہے۔ نیز بچوں کے لئے یہ رسالہ نہایت دلچسپ ہے اور اس کی تصاویر بھی خوب ہوتی ہیں۔ ہمارے خیال میں اگر اسکولوں کے لئے اسے منظور کر لیا جائے تو نیچے درجوں کے طلبہ کے لئے یہ بہت مفید ہوگا۔ رسالہ اپنی طباعت اور ظاہری محاسن کے لحاظ سے بہت سے رسالوں سے اچھا ہے۔ قیمت سالانہ تین روپیہ چار آنہ ہے۔ منیجر رسالہ ہونہار سے طلب کیجئے۔

اخبار تاج آگرہ

ہونہار بچوں کا باتصویر ماہوار رسالہ ہے جو دہلی سے جناب مولانا فیاض حسین صاحب نسیم جامعی کی ایڈیٹری میں جاری ہوا ہے۔ مضامین نہایت دلچسپ، مفید اور نتیجہ خیز ہیں۔ بچوں کے لئے اس سے بہتر یو۔پی میں کوئی رسالہ ہماری نظر سے آج تک نہیں گذرا۔ قیمت سالانہ تین روپے چار آنے۔

رسالہ پیشوا دہلی

مولوی محمد فیاض حسین صاحب نسیم جامعی نے دہلی سے بچوں کا باتصویر رسالہ ہونہار کے نام سے نکالا ہے۔ کاغذ، لکھائی چھپائی، مضامین سب اچھے ہیں اور یہ پرچہ حقیقی معنوں میں ہونہار ثابت ہوگا۔ خصوصاً بچوں کے لئے اس کا مطالعہ بہت ضروری ہے۔ پہلے ہی پرچہ میں ۹ فوٹو بلاک کی تصویریں اعلیٰ درجے کے آرٹ پیپر پر دی گئی ہیں اور متعدد دستی تصاویر بچوں کی سمجھ کے موافق دی گئی ہیں۔ ٹائٹل کئی رنگ کا آرٹ پیپر پر شائع کیا گیا ہے۔ غرضکہ پرچہ ہر حیثیت سے ہمت افزائی کا مستحق ہے۔ ..... اس پرچہ کی سالانہ قیمت [illegible] ہے۔ نمونہ تین آنے کے ٹکٹ بھیجکر منیجر رسالہ ہونہار صدر بازار دہلی سے طلب کیجئے۔

رسالہ ارمغان دہلی

جناب فیاض حسین صاحب نسیم نے رسالہ ہونہار نکال کر ملک کی ایک بہت بڑی خدمت انجام دی ہے۔ اردو زبان میں بچوں کے مطالعہ کے لائق تو بہت کم کتابیں ملتی ہیں اس لئے ان کا بہت سا وقت بیکار اور بعض اوقات مخرب اخلاق صحبت میں گزرتا ہے۔ اگر والدین چاہتے ہیں کہ ان کے بچوں کا وقت کسی ایسے شغل میں بسر ہو جو عام معلومات بڑھانے کے علاوہ ان کی اخلاقی اور دماغی تربیت بھی کرے تو وہ رسالہ ہونہار ضرور منگوائیں۔ رسالہ باتصویر ہے۔ کاغذ اچھا اور لکھائی چھپائی دیدہ زیب ہے۔ پہلے پرچہ میں مضامین نظم و نثر کو دیکھ کر امید ہوتی ہے کہ یہ رسالہ بچوں کو بہت پسند آئیگا۔ اور اگر اسی شان سے نکلتا رہا جس کی بظاہر پوری امید ہے تو بچوں اور خاص کر نچلی جماعتوں کے طلبہ کے لئے بہت مفید ہوگا۔ ان خوبیوں کے ساتھ سالانہ چندہ تین روپے کچھ زیادہ نہیں۔ نمونہ کا پرچہ ۳ کے ٹکٹ وصول ہونے پر روانہ ہوتا ہے۔ پتہ:- منیجر رسالہ ہونہار صدر بازار دہلی۔

رفیق ہند بارہ بنکی

رسالہ ہونہار جو زیر ادارت جناب فیاض حسین صاحب نسیم جامعی دہلی سے شائع ہوا ہے اس کا پہلا نمبر اس وقت ہمارے ہاتھ میں ہے۔ ظاہری خوبیوں کا جہانتک تعلق ہے وہ بدرجہ اتم اس میں موجود ہیں رنگین آرٹ پیپر پر ٹائٹل [illegible] کا نقشہ نہایت دلکش ہے اس رسالہ کی زینت کو دوبالا کرتا ہے۔ درمیانی اوراق میں ۹ دلفریب فوٹو ہیں جن میں کا ہر ایک فوٹو بچوں کی معلومات میں اضافہ کرنے اور ان کے فطری ذوق تصاویر کو اپنے سے مانوس کرنے کی کافی صلاحیت رکھتا ہے۔ معنوی خوبیوں کے اعتبار سے بھی ہونہار اپنے کسی ہمعصر سے کم درجہ پانے کا مستحق نہیں.....

(باقی آئندہ)

۱۰ مارچ سنہ ۱۹۳

ہونہار

جلد ۱ — نمبر ۳

تصاویر
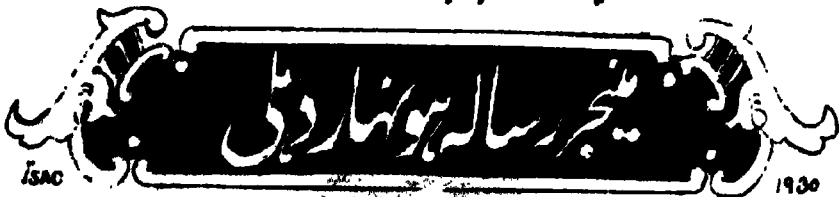
فہرست مضامین بابتہ ماہ مارچ ۱۹۳۰ء

رسالہ ہونہار
کے
معاونین خصوصی
محمد جعفری ایڈیٹر روزنامہ ملت
مولوی محمد شفیع الدین نیر ہیڈ ماسٹر ماڈرن سکول
عابد حسین بی اے جرنلسٹ گورکھپور
معین الدین حارث بی اے جامعہ ملیہ
ظفر قریشی دہلی

ایک بچے کی دعا

اے خدا تو نے آسمان کی چھت بنائی اور اس کو ستاروں کی قندیلوں سے روشن کیا۔ تو ہمارا ابھی پیدا کرنے والا ہے تو ہم کو بھی ترقی کے آسمان پر پہونچا دے اور ہم میں ایسے کمال پیدا کردے کہ ہم ستاروں کی طرح چمک اٹھیں اور اس طرح چمکیں کہ لوگوں کی نظریں ہماری طرف اٹھنے لگیں

اے خدا تو نے زمین کا فرش بچھایا۔ اس کو ہرے ہرے پتے والے درختوں سے رونق دی۔ خوش نما درختوں کی ڈالیوں کو پھلوں کے بوجھ سے جھکایا۔ تو ہمارا ابھی سنوارنے والا ہے۔ تو ہم کو علم و ہنر کی پوشاک سے اس طرح سنوار کہ ہم سے دنیا کی رونق بڑھے اور ہماری ذات سے دوسروں کو فائدہ پہونچے۔

اے سیاہ بادلوں سے مینہ برسا کر خشک کھیتی کو ہرا کرنے والے! اور ٹھنڈی ٹھنڈی نسیم کے جھونکوں سے باغ کے غنچوں کو کھلانے والے! ہم پر اپنی رحمت کی بارش اس انداز سے کر کہ دل کی کھیتیاں لہلہا اٹھیں اور مراد کی کلیاں کھل جائیں۔

اے رات کے سناٹے میں جبکہ صبح کے ستارے جھلملاتے ہوئے نظر آتے ہیں آخری آسمان پر آنے والے خدا! تو آ اور نور کے پردے سے اپنی اک جھلک دکھلا۔

اے دلوں میں سما جانے والے خدا! تو آ اور ہمارے دلوں میں سما جا۔ آنکھوں میں نور بن جا۔ دلوں میں سرور بن جا۔ تو ہماری رگوں میں اس طرح جاری و ساری ہو جا کہ ہم سے نیکی ہو بدی نہ ہو اور ہم چلیں تو سیدھے راستے پر چلیں۔ تو سنتا ہے تو سن! اور ہم تجھے اپنی سریلی آوازوں میں قومی ترانے اس طرح سنائیں کہ کہ تیری رحمت کا دریا جوش پر آ جائے۔

تو غنی ہے ہم محتاج ہیں۔ تو داتا ہے ہم بھکاری ہیں۔ تو دے اور اتنا دے کہ ہمارے دامن میں نہ سما سکے۔ تو دے اور ہم لیں۔ تو پلا اور ہم پئیں اور اتنا پئیں کہ مست ہو کر تیری حمد کے ترانے گانے لگیں

(عزیز گورکھپوری)

پیارا دیس

دیس اپنا ہم کو پیارا کیوں نہو؟

دیس اپنا ہم کو پیارا کیوں نہو؟ دل فدا اس پر ہمارا کیوں نہو؟

"ہند" سے بڑھ کر نہیں کوئی زمین گو جہاں جنّت ہی سارا کیوں نہو؟

کہتے ہیں جس چیز کو آبِ حیات پھر وہ شئے گنگا کی دھارا کیوں نہو؟

جس نے پھیلایا جہاں میں نورِ علم آنکھ کا دنیا کی تارا کیوں نہو؟

کب مٹا سکتا ہے ہم کو آسماں؟ گو وہ دشمن ہی ہمارا کیوں نہو؟

ہندؤ و مسلم کو لڑتے دیکھ کر رنج سے دل پارہ پارہ کیوں نہو؟

ہم نے یہ مانا کبھی لڑ بھی لئے ازسرِ نو بھائی چارا کیوں نہو؟

کیوں نہ ہو الفت، عداوت کیوں رہے؟ دشمنی کیوں ہو؟ مُدارا کیوں نہو؟

ہم ہیں ہندوستان کے سچے سپوت

دیس کی خدمت گوارا کیوں نہو؟

(حامد حسن قادری)

قسمت کا پھیر

دو لڑکے تھے۔ ایک کا نام تھا شوکت مرزا اور دوسرے کا موہن لال۔ یہ دونوں لڑکے آپس میں بہت گہرے دوست تھے اور دونوں ایک انگریزی کے مدرسہ میں چھٹی جماعت میں پڑھتے تھے۔ موہن کا باپ شوکت مرزا کے ہاں ملازم تھا اور اس بیچارے کی بڑی مشکل سے گزر ہوتی تھی۔

شوکت مرزا کی حالت یہ تھی کہ مدرسہ سے آئے کھانا کھا کر سو گئے۔ شام کو اُٹھے۔ گاڑی منگوائی اور سیر کو چلے گئے یا جس دن سیر کو نہ گئے پتنگ بازی کی۔ تیتر اور بٹیروں کی لڑائی دیکھی۔ رات ہوئی۔ یار دوست جمع ہوئے۔ تاش یا شطرنج کی محفل گرم ہوئی۔ یا بائیسکوپ یا تھیٹر دیکھنے چلے گئے۔ بڑی رات گئے لوٹے۔ پھر ایسے سوئے کہ مدرسہ جانے کے وقت تک سوتے رہے۔ ان تمام باتوں کی وجہ سے ان کی صحت ہمیشہ خراب رہتی تھی۔ باپ کو اپنے بیٹے کی تعلیم کی طرف کوئی زیادہ توجہ نہ تھی۔ سوچتے تھے کہ خدا کے فضل سے بہت سی جائداد ہے۔ کسی کی نوکری تو کرانی نہیں ہے۔ بچہ ہے۔ بڑا ہو کر اپنے آپ ٹھیک ہو جائیگا۔

موہن لال اپنے باپ کا اکلوتا اور غریب لڑکا تھا اور سوچتا تھا کہ میرا باپ غریب ہے مجھے چاہیئے کہ محنت کر کے اچھی طرح تعلیم حاصل کروں تاکہ بڑا ہو کر اپنے والدین کی خدمت کر سکوں۔ وہ صبح پانچ بجے اٹھتا۔ غسل کر کے ایشور کو یاد کرتا۔ پھر سورج نکلنے سے پہلے پہلے اپنے مدرسہ کا دیا ہوا سبق یاد کرتا۔ واپسی پر مدرسہ کا لکھنے کا کام کرتا۔ اس نے اپنے پڑھنے کے کمرہ میں یہ عبارت لکھ کر لگا دی تھی۔

"یہ میرے پڑھنے کا وقت ہے۔ مہربانی فرما کر اس وقت مجھے معاف کیجئے۔"

اول تو پڑھنے کے وقت وہ کسی سے ملتا نہ تھا اگر کوئی اس کا دوست آ بھی جاتا تو اس عبارت کو دیکھ کر وہ فوراً چلا جاتا۔ شام کو جب موہن لال مدرسہ سے آتا تو کچھ ناشتہ کر کے کھیل کے میدان میں چلا جاتا اور وہاں شام تک کھیلتا رہتا۔ شام کو کھانا کھانے کے بعد جب سب لوگ سو جاتے تو وہ جاگتا اور اپنا سبق

یاد کرتا تھا۔ خدا کے فضل و کرم سے اس نے تھوڑے سے عرصہ میں انٹرنس پاس کر لیا اور اپنے درجہ میں اول پاس ہوا۔ شوکت مرزا فیل ہو گئے اور ان کو اپنے فیل ہونے کی کوئی پرواہ نہ تھی۔

موہن لال کو وظیفہ ملا اور وہ کالج میں داخل ہو گیا۔ بی اے پاس کرنے کے بعد اس نے وکالت کا امتحان دیا اور ایک نہایت کامیاب وکیل بن گیا اس کی قابلیت اور وکالت کا بہت شہرہ ہوا۔ آخر کار گورنمنٹ نے اُسے ڈپٹی کلکٹری کا عہدہ دیا۔

آج عدالت میں غیر معمولی بھیڑ ہے اس لئے کہ ڈپٹی کلکٹر موہن لال صاحب کے یہاں ایک قتل کا مقدمہ درپیش ہے۔ ملزم کو ہتھکڑی اور بیڑی پہنائے ہوئے عدالت میں لایا گیا۔

عدالت (ملزم سے) تمہارے خلاف یہ الزام ہے کہ تم نے روپئے کی خاطر اپنے ایک دوست کو قتل کر دیا۔ کیا یہ صحیح ہے۔

ملزم۔ حضور میں کیا بتاؤں۔ ظاہری طور سے تو میں واقعی مجرم ہوں۔ لیکن میں نے کسی کو بھی نہیں مارا بلکہ میرے ایک دوست نے اس کو مار دیا اور نام میرا لے دیا گیا۔

عدالت۔ لیکن گواہوں نے ابتک جو کچھ بیان کیا ہے اس سے معلوم ہوتا ہے کہ اس کو تمہیں نے قتل کیا ہے۔ کیا تم کوئی بیان دینا چاہتے ہو؟

ملزم۔ ہاں حضور بہت کچھ کہنا چاہتا ہوں۔ حضور میں ایک نہایت شریف خاندان سے تعلق رکھتا ہوں والد کے مرنے کی وجہ سے میری تعلیم ادھوری رہ گئی کافی روپیہ مجھے ترکہ میں ملا۔ والد کے مرتے ہی بیسیوں آوارہ گرد اور بدمعاش آدمی میرے دوست ہو گئے اس وقت مجھ میں اتنی سمجھ نہیں تھی کہ میں ان سے دور رہتا۔ پتنگ بازی اور تھیٹر اور سینما کا شوق تو مجھے والد ہی کے زمانہ سے تھا دوستوں نے مجھے شراب اور جوئے کا شوق اور لگا دیا۔ نوکروں نے آقا کی جب یہ حالت دیکھی تو جو جس کے ہاتھ پڑا لیکر چلتا بنا۔ اور تھوڑے ہی عرصہ میں باپ کا جمع کیا ہوا سارا روپیہ خرچ ہو گیا اور جائداد بھی نیلام ہو گئی میں بہت مفلس ہو گیا لیکن تاہم مجھے ہوش نہیں آیا

(ڈپٹی صاحب کی آنکھوں میں آنسو بھر آئے تھے)

ملزم نے تھوڑی دیر ٹھہر کر پھر کہا۔

ایک جلسہ میں ہم سب شراب پئے ہوئے

بیٹھے تھے کہ دو دوستوں میں کسی بات پر جھگڑا ہو گیا
ہاتھا پائی تک نوبت پہونچی۔ شراب کے نشے
میں بری بھلی بات کی تمیز نہیں رہتی۔ ایک نے
دوسرے پر چاقو کا وار کیا اور اُسے مار دیا۔ اس کے
مرنے پر سب کا نشہ ہرن ہو گیا اور سب بھاگ کھڑے
ہوئے۔ میں زیادہ نشے میں تھا اس لئے بھاگ
نہ سکا اور پولیس نے مجھے گرفتار کر لیا۔ یہ میری مختصر
داستان ہے جو میں نے حضور کے سامنے بیان
کردی ہے اب عدالت کو اختیار ہے کہ خواہ
مجھے چھوڑ دے یا مجھے سزا دے۔"

مقدمہ دوسرے دن کے لئے ملتوی ہو گیا

دوسرے دن مقدمہ پھر شروع ہوا۔

عدالت۔ شوکت مرزا ادھر آؤ۔ میں نے
تمہارے بیان پر تحقیقات کی۔ واقعی تم نے جرم
کا ارتکاب نہیں کیا۔ اصل مجرم گرفتار ہو گیا ہے
اس پر مقدمہ چلایا جائے گا۔ جاؤ تم آزاد ہو۔

شوکت مرزا۔ حضور آپ نے صحیح انصاف کر کے
مجھے تباہی سے بچا لیا میں آپ کا شکریہ ادا کرتا ہوں

ڈپٹی صاحب۔ لیکن شوکت مرزا کیا تم مجھے
بھی جانتے ہو؟

شوکت مرزا۔ حضور میں نے کہیں آپ کو دیکھا
تو ہے لیکن یاد نہیں پڑتا کہ کہاں دیکھا ہے؟

ڈپٹی صاحب۔ کوئی لڑکا موہن لال تمہارا دوست
تھا جو تمہارے ساتھ پڑھتا تھا۔

شوکت مرزا۔ ہاں حضور یاد آیا۔ ضرور پڑھتا تھا
حضور وہ نہایت تیز اور ذہین لڑکا تھا۔ اس کی
شکل حضور سے بہت ملتی جلتی تھی۔

ڈپٹی صاحب۔ ہاں شوکت مرزا میں ہی
وہ تمہارا دوست موہن لال ہوں۔

شوکت مرزا۔ ہیں..... آپ ڈپٹی صاحب.
...... موہن لال !!!

ڈپٹی صاحب۔ شوکت تعجب مت کرو۔ تم نے
اپنا وقت فضول باتوں اور دولت کے غرور میں
گزار دیا۔ اور میں نے وقت کی قدر کی اور اس
درجہ پر پہونچ۔ تمہیں تمہارے دوستوں اور
بری صحبت نے تباہ کر دیا۔ مجھے تمہاری مصیبت
دیکھ کر رنج ہے۔ تم میرے مکان پر آؤ۔ میں ہر
طرح تمہاری مدد کرنے کے لئے تیار ہوں۔

شوکت مرزا کا سر شرم اور حیا سے نیچا ہو گیا تھا۔

باقی آئندہ۔

اڈیٹر

بندر کے غدودوں کا کرشمہ

(ایک دلچسپ کہانی)

بچو! تم میں سے بہت سے ایسے ہوں گے جو اخبارات کا نہایت شوق سے مطالعہ کرتے ہوں گے اور جنہوں نے ایک مضمون دیکھا ہوگا کہ اگر کسی بوڑھے کے جسم میں بندر کے غدود داخل کر دئے جائیں تو وہ نوجوان ہوجاتا ہے اور اس کی عمر بھی بڑھ جاتی ہے۔ یہ طریقۂ علاج آسٹریہ کے ایک سائنسداں نے ایجاد کیا ہے اور اس میں اس نے بڑی حد تک کامیابی حاصل کر لی ہے۔ آج ہم تم کو ایک کہانی سنانی چاہتے ہیں جو امید ہے کہ تم کو بہت پسند آئیگی

چند سال کا عرصہ ہوا انگلستان کے ایک ساحلی قصبہ کا ایک پندرہ سالہ لڑکا جس کا نام جیمس تھا اور جس کے والدین ماہی گیری کرتے تھے انگلستان کی فوج میں بھرتی ہوا اور وہاں سے ہندوستان بھیجا گیا۔ یہاں اس نے دو تین سال خدمت کی اور جس زمانہ میں چین میں خانہ جنگی شروع ہو رہی تھی برطانیہ کی طرف سے ہانگ کانگ بھیجدیا گیا تاکہ وہاں جاکر وہ چین کے برطانوی مقبوضات کو اگر کوئی ان پر حملہ کرے تو بچانے کی کوشش میں چینیوں سے جنگ کرے۔ یہاں پہونچکر اس نے ایک عجیب و غریب قوم دیکھی۔ یہ قوم نہ اس کے انگریز ہموطنوں کی طرح تھی اور نہ ہندوستانیوں کی طرح۔

یہاں کی زبان بھی عجیب و غریب تھی اور لوگوں کے عادات و اطوار بھی نرالے تھے۔ یہ لوگ ٹھگنے تھے۔ ان کی آنکھیں چھوٹی چھوٹی تھیں اور چہرے چپٹے تھے۔ ان کی عورتوں کے پیر چھوٹے چھوٹے تھے کیونکہ وہ ننھی بچیوں کو لوہے یا لکڑی کی کھڑاویں پہنا دیتے ہیں۔ وہ لوگ چھوٹے پیروں کو خوبصورتی کا ایک جزو سمجھتے ہیں۔ ان کی عورتوں کے پاؤں ننھے بچوں کی طرح چھوٹے ہوتے ہیں۔

اگرچہ یہ لوگ چھوٹے پیروں کو خوبصورتی کا ایک جزو سمجھنے لگے ہیں لیکن واقعہ کچھ اور ہے۔ قدیم زمانہ میں چین کے دشمن چینیوں پر حملہ کرتے اور مال و اسباب کے ساتھ ان کی عورتوں کو بھی پکڑ لے جاتے تھے۔ اکثر ایسا ہوتا کہ مردوں کو تکلیف

تکلیف دینے سے وہ خود کسی دوسری جگہ بھاگ جاتی تھیں۔ ان کو اس طرح کے اچھے حقوق نہیں ملے تھے جیسے انھیں اسلام نے عطا کئے ہیں۔ وہ مردوں کی جائداد سمجھی جاتی تھیں۔ شوہر کے مرنے پر انھیں کوئی ترکہ نہیں دیا جاتا تھا۔ جب اُن پر بہت زیادہ ظلم ہوتا تو وہ گھر چھوڑ کر کہیں بھاگ جاتیں تھیں جب ان کے ظالم مردوں نے یہ معاملہ دیکھا تو عورتوں کو لوہے کی کھڑاویں پہنانا شروع کیا۔ جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ ان کے پاؤں چھوٹے اور کمزور ہو کر رہ گئے اور وہ اس قابل نہ رہ سکیں کہ بھاگ سکیں۔ کچھ اور زمانہ گذرا تو کھڑاویں پہنانا ایک رسم ہو گئی اور اس کے بعد جب اور زمانہ گذرا تو چھوٹے پیروں کو خوبصورتی کا ایک جزو سمجھا جانے لگا۔

خیر۔ یہاں آکر جمیس نے جس کی عمر اب تقریباً سترہ سال کی ہو چکی تھی چینیوں سے لڑائی لڑی دونوں طرف سے بہت سے آدمی مارے گئے۔ بیچارہ جمیس بھی بہت زخمی ہوا اور بہت عرصہ تک ہسپتال میں پڑا رہا۔ دو سال کے بعد شفا ہوئی اور وہ پھر اپنا کام کاج کرنے کے قابل ہو گیا۔

اب اس کو اپنے وطن اور ماں باپ کی یاد آئی۔ چنانچہ اس نے فوج سے رخصت لی اور وطن روانہ ہوا۔ خشکی اور سمندر کا سفر کرتے کرتے آخرکار وہ اپنے پیارے چھوٹے سے قصبہ میں پہونچ گیا جہاں وہ پیدا ہوا تھا اور جہاں اس نے اپنے ماں باپ کی گود میں اپنے بچپن کا زمانہ گذارا تھا۔

شام کا وقت تھا وہ ریل سے اترا اور گھر کی طرف روانہ ہوا۔ راستہ میں اس نے ایک خوبصورت جوان خاتون کو دیکھا کہ ایک چھوٹی سی گاڑی ہاتھوں سے ڈھکیل رہی ہے جس میں ایک چھوٹا بچہ بیٹھا ہوا ہے۔ یکایک اس خاتون کی نظر جمیس پر پڑی اس نے لپک کر نہایت مسرت سے جمیس کو گلے لگا لیا اور پوچھا "بیٹا جمیس! تم کیسے رہے؟ تم نے اتنے عرصہ میں کوئی خط نہیں بھیجا" یہ سنکر جمیس بھونچکا سا رہ گیا اور کہا "محترم خاتون! معاف کیجئے میں نے آپ کو پہچانا نہیں" یہ سنکر وہ خاتون کھل کھلا کر ہنس پڑی اور کہا "کیا تمہارا نام جمیس نہیں ہے؟ جمیس نے کہا "جی ہاں میرا نام جمیس ہے" اس خاتون نے کہا "تو میں تمہاری ماں الزبتھ ہی ہوں" جمیس نے کہا "نہیں آپ میری ماں کیونکر ہو سکتی ہیں۔ میری ماں تو

بوڑھی تھیں" یہ سنکر وہ خاتون ہنسی اور کہا "ہاں بیٹا جیمس! میں بوڑھی تھی مگر تم نے سنا ہوگا کہ آسٹریا کے ایک ڈاکٹر نے ایک طریقہ علاج ایسا نکالا ہے کہ جس کی تعریف نہیں ہوسکتی۔ وہ بندر کے غدود نکالکر انسان کے جسم میں داخل کردیتا ہے جس سے بوڑھا آدمی جوان ہوجاتا ہے"

جیمس بڑا اچھا لڑکا تھا۔ اس کو علم کا بڑا شوق تھا۔ اس نے بھی اچھے بچوں کی طرح ایک اخبار میں اس علاج کے متعلق ایک مضمون پڑھا تھا۔ اسے یقین آگیا مگر اس نے فوراً گھبرا کر پوچھا "تو اماں! ابا جان کہاں ہیں" اس پر ماں نے گاڑی کی طرف اشارہ کرکے کہا "دیکھو وہ بیٹھے ہیں" جیمس نے مڑکر بچہ کی گاڑی میں دیکھا تو بچہ نے جو اس میں بیٹھا تھا تتلا کر پکارا۔

"بیٹا دیمس ادھل آؤ"

(بیٹا جیمس ادھر آؤ) جیمس حیران رہ گیا۔ اس نے اپنی ماں سے کہا کہ یہ بچہ تو میرا باپ نہیں ہوسکتا اس میں شک نہیں کہ اس کی صورت ابا جان کی سی ہے لیکن دوا سے اتنا چھوٹا کہاں ہوسکتا ہے؟ آپ نے مجھسے کہا تھا کہ اگر بڈھے کے جسم میں بندر کے غدود داخل کردئے جائیں تو وہ جوان معلوم ہوتا ہے لیکن یہ تو کل کا بچہ معلوم ہوتا ہے۔ اس پر اس کی ماں ہنسی اور کہا بیٹا! اس کے جسم میں غلطی سے دو غدود داخل ہوگئے ہیں۔ جن کے اثر سے وہ ایسا ہوگیا۔

(مسلم کاکوروی)

زمین کے بائیں سے دائیں گھومنے کا ثبوت

لڑکو! تمنے پڑھا ہے کہ زمین گردش کرتی ہے اور دائیں سے بائیں کو گھومتی ہے۔ استاد نے تم کو زمین کی گردش کے کئی ثبوت دئے ہوں گے اور تمہاری سمجھ میں بھی آگیا ہوگا۔ آج ہم تم کو زمین کے بائیں سے دائیں گھومنے کا ثبوت بتلاتے ہیں

(۱) تم نے پڑھا ہے کہ سورج پہلے کلکتہ میں دکھائی دیتا ہے اور بعد میں بمبئی میں۔ بمبئی کلکتہ کے مغرب میں واقع ہے اور دن ہونے کا مطلب زمین کا سورج کی روشنی میں آنا ہے۔ بمبئی کلکتہ کے بائیں جانب واقع ہے۔ اس سے پتہ چلتا ہے کہ زمین بائیں سے دائیں طرف کو گھومتی ہے اگر ایسا نہ ہوتا یعنی اگر زمین دائیں سے بائیں کو

گھومتی تو پہلے دن بمبئی میں ہوتا۔

(۲) ہم دیکھتے ہیں کہ سورج بائیں جانب جاتا ہوا نظر آتا ہے۔ یعنی بائیں طرف غروب ہوتا ہے۔ اور یہ اسی حالت میں ہو سکتا ہے جبکہ زمین بائیں سے دائیں کو گھومے۔ اگر ہماری زمین دائیں سے بائیں کو گھومتی تو ہم سورج کو اپنی دائیں جانب غروب ہوتا ہوا دیکھتے۔ یعنی سورج مشرق میں ڈوبتا لیکن ایسا نہیں ہوتا ہے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ زمین بائیں سے دائیں جانب گھومتی ہے

(سید عبد الوہاب انگلش ٹیچر گورنمنٹ سیکنڈری سکول مسودہ)

عبد القادر جزائری

(ایک جوانمرد اور سچے محب وطن کے حالات)

شمالی افریقہ میں ایک ملک کا نام الجزائر ہے یہاں کے رہنے والوں کو جزائری کہتے ہیں۔ جزائری بلکہ شمالی افریقہ کے اکثر باشندے عرب نسل کے ہیں۔ یہ لوگ بہادری، شہسواری اور مہمان نوازی کے لئے مشہور ہیں۔ ۱۸۰۸ء میں الجزائر ملک میں ایک لڑکا عبد القادر نامی پیدا ہوا۔ بڑے ہوکر اس نے حب وطن اور سچی بہادری کی ایسی داد دی کہ دوست دشمن دونوں کے دل فتح کیلئے

فرانس والے الجزائر پر اپنا قبضہ کرنا چاہتے تھے۔ اور جزائری چاہتے تھے کہ ہم آزاد رہیں۔ کسی غیر ملک والوں کا قبضہ ہمارے اوپر نہ ہو اس لئے فرانسیسی فوجوں میں اور جزائری لوگوں میں اکثر لڑائی ہوا کرتی تھی۔ الجزائر کے ساحل پر تو فرانس والوں نے آسانی کے ساتھ قبضہ کرلیا تھا۔ لیکن آگے بڑھکر پہاڑوں کا سلسلہ شروع ہوتا ہے۔ ان مقامات سے جزائری خوب واقف تھے مگر فرانس والے یہاں کی گھاٹیوں اور وادیوں کے حالات کم جانتے تھے۔ لہذا اہل فرانس باوجود عمدہ اور باقاعدہ فوجیں رکھنے کے ابھی تک کل الجزائر پر قابض نہیں ہونے پائے تھے اور ابھی لڑائی جھگڑا جاری تھا۔

عبد القادر۔ پابند مذہب نہایت خلیق اور علم کا شیدا تھا۔ تخت نشین ہوکر چھبیس سال کی عمر میں یہ جوانمرد الجزائر کا سلطان ہوا۔ جب اس

محب وطن نے دیکھا کہ ایک غیر ملک کے لوگ اپنی
فوجی طاقت کے غرور میں الجزائر کے باشندوں
کی آزادی چھینا چاہتے ہیں تو اس نے پختہ ارادہ
کر لیا کہ میں اپنے ملک کو آزاد کراؤں گا۔ اس نے
مختلف قصبوں اور قریوں میں دورہ کرنا اور
اپنے ہم وطنوں کو لڑائی کے لئے تیار ہونے
کی ترغیب دینا شروع کیا۔ جزائری لوگوں نے
عبدالقادر کی سرداری میں فرانسیسیوں کا خوب
خوب مقابلہ کیا۔ اکثر ایسا ہوتا کہ جس وقت کوئی
فرانسیسی دستہ سمجھتا کہ سامنے سے ہم پر حملہ ہونے
والا ہے یکایک پرجوش جزائری پیچھے سے ٹوٹ
پڑتے اور ان کو مار کر بھگا دیتے۔ عبدالقادر کو
یہ کمال حاصل تھا کہ دوڑتے ہوئے گھوڑے کی
پشت پر سے بال بندھی گولی مارتا تھا۔ اہل فرانس
کو یہ جانباز شیدائے وطن اپنی تیزی اور بہادری
سے اکثر حیرت میں ڈال دیتا تھا۔

عبدالقادر سے پیشتر جزائری اور شمالی افریقہ
کے دیگر عربی النسل باشندے لڑائی کے زمانہ
میں دشمن کے آدمیوں کو جب گرفتار کر لیتے تھے
تو کبھی کبھی ان کو مار بھی ڈالتے تھے لیکن عبدالقادر
اس کے خلاف تھا وہ لڑائی میں گرفتار ہونے
والے قیدیوں کو اپنا مہمان سمجھ کر ان کی بہت خاطر
تواضع کیا کرتا تھا اور حتی المقدور ان کو کسی قسم کی
تکلیف نہیں ہونے دیتا تھا۔ ایک دفعہ جزائری سپاہی
دشمنوں کی کچھ عورتوں کو گرفتار کر کے عبدالقادر
کے سامنے لائے تو اس نے ناراض ہو کر سپاہیوں
سے کہا کہ "شیر مضبوط جانوروں پر حملہ کرتا ہے لیکن گیدڑ
کمزوروں پر ٹوٹ پڑتے ہیں" اسی نیک دلی کے
کے باعث دوست دشمن سب اس کی عزت کرتے تھے

اس بہادر نے کامل چودہ برس تک ہتھیلی
پر جان رکھ کر دشمنوں کا مقابلہ کیا اور اپنے ملک کو
ان کے پنجے سے چھڑانے کی لگاتار کوشش کی
لیکن افسوس کہ اس کو اپنے مقصد میں کامیابی
نہیں ہوئی۔ فرانس والے فوجوں پر فوجیں بھیجتے
رہے اور رفتہ رفتہ الجزائر پر ان کا قبضہ ہونے لگا
عبدالقادر نے سمجھ لیا کہ الجزائر کا آزاد رہنا بہت
مشکل ہے۔ پس جب وہ گرفتار ہو گیا تو اس نے
اس شرط پر لڑائی سے باز آنے کا وعدہ کیا کہ فرانس
والے اس کو امن کے ساتھ ملک مصر کے شہر اسکندریہ
میں رہنے دیں۔ اہل فرانس نے اس شرط کو منظور

کر دیا لیکن اپنا معاہدہ کبھی پورا نہیں کیا۔ وہ چاہتے تھے کہ عبدالقادر نہ تو اپنے ملک میں رہے نہ مصر میں۔ وہ اس کو فرانس میں لے گئے۔ بڑا عمدہ محل رہنے کو دیا اور بہت کافی ذطیفہ مقرر کر کے چاہتے تھے کہ وہ اپنی شرط سے باز آئے اور مستقل طور فرانس ہی میں رہنے سہنے لگے۔

عبدالقادر نے فرانس میں رہنے سے قطعی انکار کر دیا تو فرانس والوں نے اسے مختلف مقامات پر رکھا۔ وہ برابر ان سے کہتا رہا کہ تم لوگوں کو اپنا وعدہ پورا کرنا چاہیئے تھا۔ مجھے مصر میں رہنے دو مگر وہ ہمیشہ ٹالتے رہے۔ ایک مرتبہ اہل فرانس نے عبدالقادر کو دمشق میں لیجا کر رکھا۔ اس کے ساتھ کچھ جزائری سپاہی بھی تھے۔ دمشق میں بہت سے ترک اور مسیحی رہتے تھے۔ کسی وجہ سے ترک جو مسلمان تھے دمشق کے مسیحوں سے ناراض ہو گئے اور چاہتے تھے کہ ان پر حملہ آور ہوں لیکن عبدالقادر نے بیچ میں پڑ کر ترکوں کو اپنے ارادہ سے باز رکھا اور دمشق کے پندرہ ہزار عیسائیوں کی جان بچائی اس واقعہ سے عبدالقادر کی جوانمردی کی اور بھی شہرت ہوئی۔ قرب و دور سب چھوٹے بڑے دل سے اس کی عزت کرنے لگے۔

غریب الوطن عبدالقادر نے ۱۸۸۳ء میں انتقال کیا۔ وہ اپنے ملک آزاد نہیں کر سکا لیکن حب وطن اور حقیقی جاں نثاری کی ایسی مثال قائم کر گیا ہے کہ الجزائر کے رہنے والے اس کو کبھی نہیں بھول سکتے۔

(عابد مسیح بی اے۔ مراد آبادی)

کل کا آدمی

یورپ میں اس سے پہلے ایک مصنوعی آدمی بنایا گیا تھا جو آواز پر مختلف کام کرتا ہے اس کا نام "ٹیلی ووکس" رکھا گیا تھا۔ لیکن حال ہی میں اس کا بھائی "ٹیلی لکس" بھی پیدا ہو گیا ہے جو روشنی کی لہروں پر کام کرتا ہے۔ پٹیسبرگ پا کے مقام پر اس مصنوعی آدمی کی نمائش کی گئی۔ اس کا دماغ اس طرح کا بنایا گیا ہے کہ وہ بجلی کے اثر سے کام کرنے لگتا ہے۔ کام لینے والا آدمی کل کے آدمی سے ۵، فٹ کے فاصلہ پر کھڑا ہو جاتا ہے اور بٹن دبا کر حسب خواہش اپنے مطیع آدمی سے کام لیتا ہے۔

پرندے اور جانور کیسے سوتے ہیں؟

ہونہار بچو! آج ہم تمہیں یہ بتانا چاہتے ہیں کہ پرندے اور جانور کیسے سوتے ہیں؟ یہ تو تمہیں معلوم ہے کہ تم کیسے سوتے ہو۔ یعنی جب تمہیں نیند آتی ہے تو اُمّی سے کہتے ہو "مجھے نیند آ رہی ہے" اور اُمّی جان تمہیں نرم نرم بچھونوں پر چادر یا کمبل سے ڈھک کر سلا دیتی ہیں۔ جب تم گرم ہو جاتے ہو تو آنکھیں بند ہو جاتی ہیں اور میٹھی نیند آ جاتی ہے۔

پیارے بچو! جانوروں اور پرندوں کے پاس عمدہ اور نرم بچھونے نہیں ہوتے نہ شال دوشالے اور چادریں ہوتی ہیں۔ خدا کی مہربانی سے ہمیں یعنی انسانوں کو ایسی ایسی آرام دہ چیزیں میسر آتی ہیں ورنہ خدا کی دوسری مخلوق ہم سے زیادہ تکلیف میں رہتی ہے۔ پس ہونہار بچو! جب تم گرم بچھونوں میں لیٹ کر آنکھیں بند کیا کرو تو خدا کا شکر ادا کیا کرو کیونکہ اس نے ہی ایسا نرم اور گدگدا بچھونا عطا کیا ہے۔

جنگلی جانور جو گلوں اور چھوٹے چھوٹے جتھوں کی صورت میں پھرا کرتے ہیں سوتے وقت اپنے میں سے کسی ایک جانور یا دو تین جانوروں کو بطور سنتریوں کے آس پاس کھڑا کر دیتے ہیں جو رات بھر حفاظت کرتے ہیں۔ اگر خطرہ ہوتا ہے تو فوراً اپنی مقررہ نشانیوں سے اطلاع دے کر سارے گلے کو جگا دیتے ہیں۔ ہاتھی اسی طرح اپنے سنتریوں کو دور دور کھڑا کر دیتے ہیں۔

دیکھو بچو! اتفاق سے مل جل کر رہنے سہنے کے کیسے عمدہ فائدے ہیں۔ سب جانور کیسے مزے کی نیند سوتے ہیں اور صرف چند جانور اپنے دوستوں کی خاطر رات بھر پہرہ دینا گوارہ کرتے ہیں تاکہ ان کے ساتھی خطرہ میں نہ پڑیں اور کوئی درندہ ان پر حملہ نہ کرے۔ بچو! تم بھی اپنے دوستوں کی مدد کرنی اور دوسروں کے آرام کے لئے اپنے آرام کو قربان کرنا سیکھو۔ یہی تو انسانیت ہے جو جانوروں میں بھی پائی جاتی ہے۔

ہاتھی کھڑے کھڑے سوتے ہیں۔ گھوڑے بھی اکثر اسی طرح سوتے ہیں۔ کتے۔ بھیڑیے

اور لومڑیاں اور دیگر گوشت خور جانور گھیرا بناکر اس طرح زمین پر لیٹ کر سوتے ہیں کہ ناک اور ٹانگیں آپس میں ملی رہتی ہیں۔ نیز اپنے آپ کو گرم کرنے کے لئے اپنی اپنی دُمیں ایک دوسرے پر پھیلا دیتے ہیں۔ گویا یہ ان کے لئے ایک کمبل ہوتا ہے۔ لیکن اگر گرمی ہو تو الگ الگ سوتے ہیں۔ بلیاں بھی یوں ہی سوتی ہیں۔ اگر گرمی ہو تو الگ سوتی ہیں اور دھوپ میں بیٹھکر اونگتی ہیں

چمگادڑ ہمیشہ کسی چیز کا سہارا لے لیتی ہے اور اس میں لٹک کر سر نیچا کر دیتی ہے اور ایسے مزے سے سوتی ہے کہ تمہیں اپنی پلنگڑیوں پر بھی اتنا مزا نہ آتا ہوگا۔ بچو! یہ بات یاد رکھنی چاہئیے کہ چمگادڑ زیادہ تر دن کو سوتی ہے اور رات کو خوراک کی تلاش میں نکلتی ہے مگر تم جانتے ہو کہ لوگ دن کو پڑھتے ہیں، نوکری کرتے ہیں، یا کچھ اور کام کرتے ہیں مگر رات کو سوتے ہیں۔ جو بچے دن کو بھی سوتے ہیں اور رات کو بھی وہ بُرے لڑکے ہیں۔ ان کی تندرستی خراب ہو جاتی ہے۔ دن کا سونا بچوں کو کند ذہن بنا دیتا ہے جس کی وجہ سے سبق یاد نہیں ہوتا۔

بچو! "دن کو کام اور رات کو آرام کرنا" اپنا اصول بناؤ۔ چمگادڑ کی طرح سے سر نیچا کر کے سونا بھی نقصان دہ ہے۔ جب تم سویا کرو تو اوندھے نہ ہوا کرو۔ ہمیشہ چت یا کروٹ لیکر سونا چاہئیے۔ پیر خوب اچھی طرح پھیلانے چاہئیں۔ نیز تکیہ بھی سر سے اونچا ہونا چاہئیے۔ سونے کا یہ طریقہ بہت عمدہ ہے لیکن اس بات کا خیال رکھا کرو کہ جس وقت سویا کرو تو کبھی دنیا کے خیالات، اسکول کے جھگڑے بکھیڑے، لڑکوں کی شکایتیں، ماسٹر صاحب کی جھڑکیاں یا سوالات کا خوف دل میں نہ پیدا کیا کرو جہانتک ہو سکے اپنے دماغ کو دن بھر کی باتوں سے پاک صاف کر کے بہت اطمینان اور ہنسی خوشی کے ساتھ سویا کرو۔ اس طرح نیند بہت مزے دار اور میٹھی آتی ہے۔ اگر دل میں دھکڑ پکڑ ہو تو نیند اچاٹ رہتی ہے۔

بہت سے جانور مثلاً ریچھ تمام جاڑوں سوتے رہتے ہیں اور موسم خزاں (پت جھڑ کا موسم) میں بہت موٹے ہو جاتے ہیں۔ جب جاڑا آتا ہے تو وہ کسی غار یا کھوہ میں چلے جاتے ہیں تاکہ وہاں سردی سے بچکر آرام سے گرم رہ سکیں اور غار کی گرمی میں

خوب مزے کی نیند سوئیں۔ ریچھ جیسے جانور کو خدائے تعالیٰ نے لمبے لمبے موٹے بال دئے ہیں جس سے وہ بہت گرم رہتے ہیں۔ نیز ان کے جسموں پر موٹی موٹی چربی بھی چڑھی ہوتی ہے جس کی وجہ سے یہ جانور کبھی سردی سے تکلیف نہیں اٹھاتے۔

مرغیاں اور اسی طرح کے پرندے اپنے نرم اور گرم پروں میں اپنا منہ دیکر سوتے ہیں جنگلی بطخیں پانی میں سوتی ہیں لیکن اس خوف سے کہ کہیں پانی میں آگے نہ بہ جائیں وہ ایک دائرہ کی صورت میں مل جل کر کھڑی ہوجاتی ہیں اور اپنے پیروں کو ہلاتی (چھوچھو کرتی) رہتی ہیں۔ اس طرح سے وہ کنارے سے آگے نہیں جاتیں۔ تیر کر پھر کیچڑ میں آجاتی ہیں۔

سارس اور کلنگ اور اسی طرح کے دیگر جانور ایک ٹانگ پر کھڑے ہوکر سوتے ہیں اور دوسری ٹانگ اپنے سینوں میں چھپا لیتے ہیں۔

ہونہار بچو! تم نے دیکھا' پرندے اور جانور کس کس طرح سوتے ہیں۔ کیا تم میں سے کوئی سارس کی طرح سونا پسند کرے گا؟ کیا تم میں سے کوئی لڑکا بورڈنگ ہاؤس میں سنتری کی طرح پہرہ دے گا؟

ہونہار بچو! اپنے ساتھیوں اور دوستوں سے میل ملاپ رکھا کرو اور اسی طرح اتفاق سے رہ کر خود آرام کی زندگی بسر کیا کرو کیونکہ یہ ایک بہت اچھی عادت ہے۔

ظفر قریشی،
دہلی۔

خوراک اور جسم

حضرت انسان چلتے پھرتے ہیں۔ بولتے چالتے ہیں۔ کھیلتے کودتے ہیں اور کبھی سوچتے اور غور کرتے ہیں۔ ان کی ان حرکات سے بدن کا

کچھ مواد یا مادّہ خرچ ہوجاتا ہے۔ اور یہ اس طرح خرچ یا ضائع ہوجاتا ہے جس طرح لکڑی اور کوئلے ریل گاڑی میں جل کر ضائع ہو رہا اور رکھ

ہو جاتے ہیں۔ لیکن کوئلے کے ریل گاڑی کے انجن میں جلنے سے ریل گاڑی کی تمام مشینیں چلنے لگتی ہیں اور ریل پٹری پر دوڑتی نظر آتی ہے اسی طرح غذا کے ہمارے بدن میں تحلیل ہونے سے بدن کی تمام مشینیں چلتی رہتی ہیں اور ہم زندگی کی پٹری پر دوڑتے نظر آتے ہیں۔ لہذا یہ بات سمجھ میں آنی چاہئے کہ مشین کو چلانے کے لئے ایندھن کی ضرورت ہوتی ہے اور ہمارا بدن بھی ایک مشین کے ذریعہ کام کرتا ہے جو ہمارے بدن میں ہے اور جس کا بنانے والا خدا ہے لہذا اس مشین کو بھی غذا کی ضرورت ہونی چاہئے تاکہ حرارت اور قوت پیدا ہو اور ضائع شدہ اجزا کی مرمت اور تعمیر ہوتی رہے۔

بدن کے اجزا یا مادوں کے خرچ ہو جانے سے بدن میں کسی قسم کی کمی نہیں آجاتی یا وہ کم وزنی نہیں ہو جاتا بشرطیکہ اس کو غذا ملتی رہے۔ لیکن غذا ملتے رہنے سے بدن میں کسی قسم کی نمایاں زیادتی بھی نہیں ہو جاتی (یہ دوسری بات ہے کہ انسان ورزش سے بدن میں زیادہ طاقت حاصل کرے) لیکن یہی غذا بچوں میں ایک نمایاں زیادتی پیدا کر دیتی ہے کیونکہ بچہ بڑھ رہا ہوتا ہے اور اس کا جسم ترقی کر رہا ہوتا ہے۔ غذا اس کے جسم اور بدن میں نمایاں تبدیلی کرتی رہتی ہے جب تک کہ وہ آدمی نہ ہو جائے اور یہ بڑھنا بائیس برس تک جاری رہتا ہے۔

تحلیلِ غذا یا کھانے کا ہضم ہونا

سب سے پہلے کھانا منہ میں پہونچتا ہے منہ میں لعاب ہوتا ہے اور لعاب وہ چیز ہے جسے تھوک کہتے ہیں۔ بس کھانا لعاب کے ساتھ مل کر حلق میں ہوتا ہوا نلی کے ذریعہ پیٹ میں پہونچ جاتا ہے۔ پیٹ یعنی معدے میں دوسرے لعاب ہوتے ہیں اور یہ گوشت روٹی۔ دال چپاتی۔ ترکاری کباب گرما گرم وغیرہ ان لعابوں کے ساتھ مل کر خود بھی لعاب کی شکل اختیار کر لیتے ہیں۔ اب پیٹ میں اور بہت سی چھوٹی نلیاں ہیں جو بدن کے اندر اس طرح پھیلی ہوئی ہیں جیسے درخت کی جڑیں زمین کے نیچے پھیلی ہوتی ہیں اور جس طرح یہ جڑیں زمین سے خوراک حاصل کر کے درخت کو سرسبز رکھتی ہیں اسی طرح ہمارے بدن کی نلیاں اور نسیں پیٹ سے لعاب لے کر بدن کے

دوسرے حصوں میں پہونچاتی ہیں جہاں یہ خون
میں مل جاتا ہے اور اس طرح خون کھوئے ہوئے
اجزا کی جگہ لیتا رہتا ہے تاکہ بدن سرسبز رہے
اور مرجھائے نہیں۔

لیکن یہ خیال نہ کرنا چاہئے کہ جس قدر کھانا
ہم کھاجاتے ہیں اس سب کی بدن کو ضرورت
ہوگی۔ نہیں ایسا نہیں ہے بلکہ کھانے کا کچھ حصہ
بدن ہضم نہیں کرتا اس کی غالباً یہ وجہ ہے کہ ہم
بہت زیادہ کھالیتے ہیں یعنی جس قدر بدن کا
مادہ یا مواد صرف ہوتا ہے اس کے مطابق
نہیں کھاتے اور یا پھر یہ بات ہوتی ہے کہ غذا
میں ایسی چیزیں ملی ہوتی ہیں جسے ہمارا بدن ہضم
نہیں کرسکتا لہذا ہمارا بدن اسی قدر غذا لے لیتا
ہے جس قدر اس کو ضرورت ہوتی ہے یا جو وہ
ہضم کرسکتا ہے اور باقی غذا جس کی بدن کو
ضرورت نہیں ہوتی یا جس کو بدن ہضم نہیں کرسکتا
دوسری نلیوں کے ذریعہ بدن کے کوڑے خانہ
میں پہونچ جاتی ہے جہاں سے وہ باہر نکل جاتی ہے

کئی بار کھانا کھانے کے نقصانات

کھانے کے وقت مقرر
ہونے چاہئیں۔ جیسے ایک کھانا صبح کو کھایا جاتا ہے
جس کو ناشتہ کہتے ہیں۔ دوسرا دوپہر کو۔ تیسرا رات
کے وقت۔ وقت مقرر کرنے سے پیٹ ان اوقات
کا عادی ہوجاتا ہے اور کھانے کے وقت سے پہلے
وہ کھانا حاصل کرنے کے لئے تیار ہوجاتا ہے۔
اور اس کی تیاری یہ ہے کہ وہ اس لعاب کو جو
کھانا ہضم کرتا ہے تیار رکھے۔ اب جب تمام باتیں
تیار ہوتی ہیں تو کھانا پیٹ میں داخل ہوتا ہے اور
آکر تیار شدہ لعاب کے ساتھ مل جاتا ہے جو اس
کو ہضم کرتا رہتا ہے۔ اس پروگرام کے مطابق
کھانا کھانے والے کھانے کے بعد خوشی اور آرام
محسوس کرتے ہیں۔

لیکن اس کے برخلاف چند لڑکے صبح
ناشتہ سے پہلے یا کھانے سے پہلے کچھ مٹھائی کھا
لیتے ہیں جس سے پیٹ کا وہ لعاب جو صبح کا ناشتہ
ہضم کرنے کے لئے تیار ہوا تھا۔ اس مٹھائی کے
ہضم کرنے میں خرچ ہوجاتا ہے۔ اور جب صبح
کا ناشتہ پیٹ میں پہونچتا ہے تو اس کے ہضم
کرنے کے لئے پیٹ میں کوئی لعاب تیار نہیں ہوتا
لہذا پیٹ اس کو ملائم اور بدن میں ہضم ہونے

کے قابل نہیں بناتا اور اس طرح یہ کھانا پیٹ میں سخت اور تغیر تبدیل ہوئے رہجاتا ہے اور پھر بچوں کو اس وقت پتہ چلتا ہے جب پیٹ میں درد ہوتا ہے اور طبیعت خراب ہوجاتی ہے۔

میدان میں کھیلنے والے طلبہ اور کبڈی میں چوکڑی لگانے والے بہادر جب تھک جاتے ہیں تو ان کو کچھ آرام کرنے کی ضرورت ہوتی ہے اسی طرح جب پیٹ کھانا ہضم کرنے میں کافی جد وجہد کر چکا ہوتا ہے تو اسے بھی آرام کی ضرورت ہوتی ہے۔ لیکن طالب علم صاحب ہیں کہ صبح مٹھائی کھائی اس کے بعد ناشتہ بھی کر لیا۔

پھر چاٹ والا آیا تو اس سے چاٹ لیکر بھی کھالیا گھر میں آئے تو کھانا بھی خوب تن کر کھایا۔ رات کے کھانے سے پہلے بھی ایک آدھ پیسے کی کوئی چیز کھانی لازم کرلی۔ یہانتک کہ کھلائی پلائی کا سلسلہ دن بھر چلتا رہتا ہے اور پیٹ کو کبھی آرام نہیں ملتا۔ لہذا پیٹ ناراض ہوکر ہڑتال کر دیتا ہے اور کوئی کھانا ہضم نہیں کرتا۔ تا آنکہ آپ کی طبیعت خراب ہوجاتی ہے اور آپ بیمار ہوکر رہتے ہیں۔ آپ ہی تبلائیے کہ آپ سے دن بھر کام لیا جائے تو آپ کریں گے ؟ باقی آئندہ

ترجمہ۔ محمد علی ۔ مدرس تاریخ جامعہ ملیہ دہلی

نبی زادوں کی عید

برس برس کا دن، عید کی خوشی، بچوں نے نور کے تڑکے ہی سے بیدار ہوکر غل مچانا شروع کر دیا۔ غرضیکہ امیر وغریب سب کے بچے دن نکلتے نکلتے نئے نہیں تو دھلے ہوئے، قیمتی نہیں تو معمولی ہی کپڑے پہن پہنا کر نماز کی خوشی میں دوڑے دوڑے پھرنے لگے۔ لیکن افسوس اور صد ہزار افسوس کہ اس عید نے ہم کو تیرہ سو سال پہلے کی وہ یاد دلادی جبکہ مدینے کے لڑکے بڑھیا اور قیمتی پوشاکیں پہنے ہنستے بولتے مسجد نبوی کے گرد کھیلتے پھر رہے تھے۔ عین اسی وقت دو بچے مسجد کے دروازہ میں کھڑے ہوئے حسرت سے دوسرے بچوں کی نئی اور چمکدار پوشاکوں کو دیکھ

رہے تھے۔ کیا میں آپ کو بتاؤں کہ یہ دونوں بچے کون تھے؟ یہ بچے نبیؐ کے جگر گوشے، علیؓ کے پیارے، فاطمہؓ کے دولارے حسن اور حسین تھے

جوں جوں نماز کا وقت قریب آتا تھا۔ مدینہ منورہ کی گلیوں کی چہل پہل کے ساتھ ساتھ ان بچوں کی حسرتوں میں بھی اضافہ ہو رہا تھا۔ چھوٹے بھائی کی آنکھوں میں آنسو بھر آئے تھے کہ بڑے بھائی نے کہا "حسین! چلو اماں جان سے ہم بھی کپڑے مانگیں"

حسین۔ "کہیں کپڑے ہیں بھی"

حسن۔ "نہ ہوں گے تو کیا اماں نانا جان سے نہ منگوالیں گی"

حسین۔ "اچھا چلو"

یہ کہکر چھوٹے بھائی نے بڑے کی انگلی پکڑی اور گھر میں پہونچے اور ماں سے دوڑ کر لپٹ گئے اور کہنے لگے۔

حسین۔ "اماں جان مدینے کے سب لڑکے اچھے اچھے کپڑے پہن کر نماز کے لئے تیار ہو رہے ہیں لیکن دیکھئے ہماری میلی قبائیں بھی ثابت نہیں ہیں"

حسن۔ "کیا اماں جان ہم عید کے دن بھی پھٹی اور میلی قبائیں پہنے رہیں"؟

ماں۔ "بھلا بتاؤ، میں تمہارے لئے کپڑے کہاں سے لاؤں؟ اپنی پیوند لگی ہوئی چادر دکھا کر، دیکھو! کپڑا نہ ہونے کی وجہ سے میں نے خود اس میں پیوند لگایا ہے"

حسین۔ "تو کیا ہم نماز پڑھنے نہ جائیں گے؟"

قریب تھا کہ چھوٹے صاحبزادے کی آنکھوں سے آنسو بہنے لگیں کہ اتنے میں رسول کریمؐ تشریف لائے اور حسین کو گود میں اٹھا کر پیار کرنے لگے

حسین۔ "جائیے ہم آپ کے بیٹے نہیں ہیں۔ سب نے اپنے بیٹوں کو اچھے اچھے کپڑے پہنائے ہیں مگر ہمارے پاس اس پھٹی ہوئی پیوند لگی قبا کے سوا کچھ نہیں ہے۔ بھائی جان کی قبا بھی پھٹ گئی ہے۔ اگر ہمارے لئے کپڑے منگا دیجئے گا تو آپ ہمارے نانا جان ہیں۔ نہیں تو ہم بھی آپ کی مسجد میں نماز پڑھنے نہ جائیں گے"

رسول کریمؐ۔ "بیٹے تمہاری عبائیں درزی سینے کو لے گیا ہے۔ نماز سے پہلے لے آئے گا"

آپ یہ فرما ہی رہے تھے [illegible]

السلام علیکم یا اہل بیت! میں حسنین کا درزی ہوں اور ان کی نئی عبائیں سی کر لایا ہوں" حضور صلعم باہر تشریف لے گئے تو دیکھتے کیا ہیں کہ ایک شخص دو نئی عبائیں لئے ہوئے کھڑا ہے اس نے عبائیں آنحضرت کو دے کر کہا کہ یا حضرت یہ عبائیں آپ کے حسنین کے لئے لایا ہوں۔ ان سے کہدیجئے کہ وہ رنجیدہ نہ ہوں۔

آنحضرت نے خوش ہو کر سجدۂ شکر ادا کیا اور دونوں عبائیں لاکر حسنین کو دے دیں" واہ یہ تو سفید ہیں" حسین نے فرمایا

حسن۔"ہم تو سفید نہ پہنیں گے۔ انھیں رنگ دیجئے" حضور نے ایک طشت میں پانی منگوا کر دونوں عبائیں اس ڈبو دیں اور دونوں صاحبزادوں سے دریافت کیا" بتاؤ کون سا رنگ چاہتے ہو"

حسن۔"ہرا"

حسین۔"واہ میں تو ہری عبا نہیں پہنوں گا میرے واسطے لال رنگ دیجئے"۔

آپ نے دونوں عبائیں پانی میں سے نکالیں تو بڑے صاحبزادے کی عبا سبز اور چھوٹے صاحبزادے کی عبا سرخ رنگ گئی تھی۔

بچے خوش ہو کر اپنی اپنی عبائیں پہن نماز کے لئے تیار ہو گئے۔ اب حسنین کے آنسو خشک ہو گئے تھے لیکن ان کے نانا کی نظروں میں حسن کا زہر آلود سبز جسم اور حسین کا خون میں لتھڑا ہوا سرخ جسم پھر رہا تھا اور آنسو بہہ رہے تھے۔

(سید سرفراز حسین متعلم اینگلو سنسکرت اسکول فتحپور)

صفائی

اکسیر کا نسخہ میں بتاتا ہوں سنو تم
اس باغِ نصیحت کے ذرا پھول چنو تم
بے دام کا نسخہ ہے نہیں خرچ کی حاجت
اس پر جو عمل تم کرو قائم رہے صحت
حاجت نہیں اس کی کہ سدا سوٹ ہی پہنو
کہتا نہیں میں پیروں میں تم بوٹ ہی پہنو
کپڑے ہوں اگر اُجلے تو ہیں سوٹ سے بہتر
جوتے ہوں اگر صاف تو ہیں بوٹ سے بہتر
دھوبی جو میسر نہیں صابن تو ملے گا
دھوؤگے جو کپڑا تو بہت صاف دھلیگا
تازہ ملے پانی تو نہیں گرم کی حاجت
تم آپ ہی دھو لو نہیں کچھ شرم کی حاجت
اس کام سے ہرگز کبھی شرماؤ نہ بھائی
ورزش کی یہ ورزش ہے صفائی کی صفائی
تم صاف نہ گر ہوگے تو دل صاف نہ ہوگا
ڈالن "صاف نہ گر ہوگا تو انصاف نہ ہوگا

(عبدالوہاب۔ معرفت ڈسٹرکٹ جیلر صاحب فتح پور)

سر سیّد احمد خاں

ہونہار بچو! اگر ہم غور کریں تو پتہ لگتا ہے کہ بڑے آدمی دولت مند اور ترقی یافتہ قوموں کی بہ نسبت غریب اور جاہل قوموں میں پیدا ہوئے ہیں اور خدا کی قدرت کا منشا بھی یہی ہے کیونکہ وہ ہر ایک قوم کو تباہ ہونے سے پہلے اسے دوبارہ ترقی حاصل کرنے کا موقع دیتا ہے۔ اگر قوم عقلمند ہے تو پھر ترقی کر جاتی ہے ورنہ امتحان ختم ہو جاتا ہے اور ان کا وجود دنیا میں برائے نام رہجاتا ہے۔ مسلمانوں میں اس تنزل کے زمانہ میں سرسید کے پیدا ہونے کی یہی وجہ تھی۔

سرسید کے نام سے ہندوستان کا بچہ بچہ واقف ہے اور واقفیت کا سبب علی گڑھ کالج ہے جسکی آج سے ۵۶ برس پہلے انھوں نے بنیاد ڈالی تھی آج ہم تمہیں ان کی وہ خدمات بتاتے ہیں جو انھوں نے ملک اور قوم کے لئے کیں۔

سرکاری خدمات

سرسید احمد خاں ۱۷۔ اکتوبر ۱۸۱۷ء میں دہلی کے ایک نہایت معزز گھرانے میں پیدا ہوئے۔ ان کے والد بڑے پرہیزگار اور نیک آدمی تھے۔ ان کی والدہ خواجہ فرید وزیر دہلی کی سب سے بڑی بیٹی تھیں۔ جو اچھی طرح تعلیم یافتہ تھیں اور اور بچوں کی تربیت کا انھیں خاص ملکہ تھا۔ سرسید کی عظمت کی اصلی وجہ یہی ہے۔ مسلمانوں کو جتنا فخر سرسید پر ہے اس سے زیادہ ان کی ماں پر ہونا چاہیے جن کی گود نے ان کو قوم اور ملک کے لئے پالا۔

والدہ کے انتقال پر چونکہ خاندان کی آمدنی کم ہو گئی تھی اس لئے انھوں نے سرکاری نوکری کرلی۔ سب سے پہلے وہ دہلی کی صدر امینی کی کچہری میں سررشتہ دار مقرر ہوئے۔ پھر کمشنری آگرہ میں نائب منشی ہوئے۔ ۲۴ دسمبر ۱۸۴۱ء میں مین پوری کے منصف ہو گئے۔ ۱۸۵۵ء میں بجنور کے مستقل صدر امین ہوئے۔ اس کے بعد ۱۸۵۸ء میں مراد آباد کے صدر الصدور مقرر ہوئے۔

آخر ۱۸۷۶ء میں پنشن لیکر اپنی زندگی کو اپنی قوم اور ملک کے لئے وقف کر دیا۔

قومی خدمات سرسید نے جو بڑی بڑی خدمتیں ملک اور قوم کے لئے انجام دی ہیں ان میں سب سے بڑی اور پہلی خدمت "رسالہ اسباب بغاوت ہند" لکھ کر گورنمنٹ اور انگریزوں کے بیجا شبہات رفع کرنے کی تھی۔ انھوں نے غدر کے بعد ہندوستانیوں اور انگریزوں کو پھر ویسا ہی دوست بنا دیا جیسے کہ وہ غدر ۱۸۵۷ء سے پہلے تھی ؎

راجاؤ پرجا میں جب دیکھی بہت بیگانگی
حاکم و محکوم کو باہم ملایا آپ نے

علمی خدمات مراد آباد اور غازی پور کے مدرسے دونوں سرسید ہی کی کوششوں کا نتیجہ ہیں۔ ان کے بعد ۲۴ مئی ۱۸۷۵ء کو سرسید احمد خاں نے اپنی زندگی کے سب سے بڑے کام یعنی مدرسۃ العلوم علی گڑھ کی بنیاد ڈالی۔

اردو زبان کی ترقی کے لئے انھوں نے ایک سوسائٹی قائم کی اور اردو زبان کو طرح طرح سے مدد پہونچائی۔ چنانچہ ایک اخبار "تہذیب الاخلاق" جاری کیا۔ یہ پرچہ اپنے وقت کا لاجواب پرچہ رہ چکا ہے۔ اس کے علاوہ سرسید نے تیس کے قریب کتابیں لکھیں۔ کئی کتابیں آپ نے انگلستان جا کر تصنیف کیں۔ ان کتابوں کے علاوہ بیسیوں رسالے بھی لکھے۔

آپ کی کتابوں میں سے خطبات احمدیہ۔ سلسلۃ الملوک۔ رسالہ اسباب بغاوت ہند۔ اور آثار الصنادید وغیرہ اور لیکچروں کا مجموعہ اور صدہا مفید مضامین آپ کی یادگار ہیں جو علیگڑھ انسٹی ٹیوٹ اور تہذیب الاخلاق میں چھپ چکے ہیں۔ تحریریں اتنی آسان ہیں کہ تعجب ہوتا ہے۔

سرسید جیسے مصنف تھے ویسے ہی مقرر (وعظ کہنے والے) تھے۔ اُن کی آواز بھاری اور اثر کرنے والی تھی۔ تمام ہندوستان میں تقریریں کرکے اہل ملک کو ان کے فائدے کی باتیں بتائیں ولایت میں بھی کئی لیکچر دئیے جو بہت مقبول ہوئے۔

(باقی آیندہ)

(محمد فاروق حسن پانی پتی)
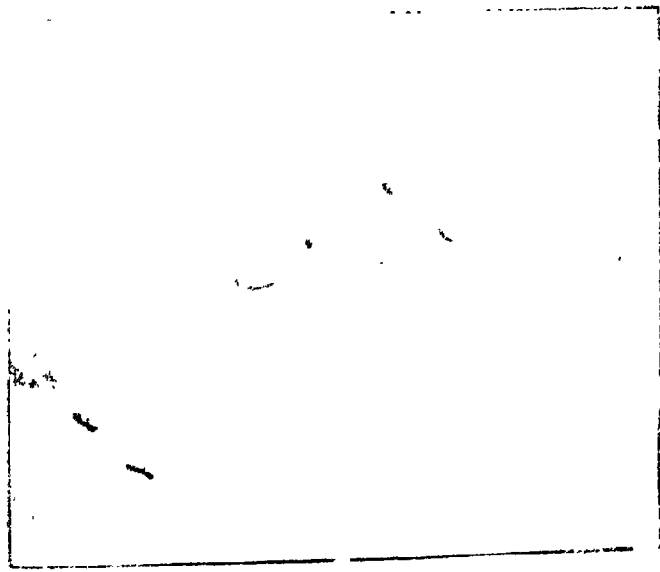
بچوں کے مضامین

زمانہ قدیم کی تاریخ دیکھنے سے عجیب عجیب حالات اور واقعات ہماری نظروں سے گذر جاتے ہیں۔ یہ تو نہیں کہا جا سکتا کہ یہ تمام صحیح ہیں یا غلط، بہرحال دلچسپی سے خالی نہیں ہوتے۔ اب ہم آپ کو ایک مشہور پہلوان کا دلچسپ قصہ سناتے ہیں۔

سمسون بنی اسرائیل کے عہد کا بہت بڑا پہلوان گذرا ہے۔ اسکی پیدائش کے متعلق عجیب واقعہ مشہور ہے۔ کہ کسی بزرگ نے اسکی ماں سے ہدایت کی تھی کہ تمہارا لڑکا کوئی بڑا آدمی ہوگا۔ اس لئے اسکے بال نہ مونڈے جائیں اس بزرگ کی پیشینگوئی کے مطابق، جو یقینی کوئی فرشتہ تھا، ایک لڑکا پیدا ہوا۔ جو نہایت طاقتور تھا اور اسکا نام سمسون رکھا گیا۔ بچپن میں ہی اس میں ایسی قوت اور طاقت تھی کہ لوگ حیران رہ جاتے تھے۔

سمسون ایک دوسرے شہر میں جس کا نام تمنت تھا گیا۔ اور وہاں فلسطین کی لڑکی سے شادی کرلی۔ راستہ میں وہ درختوں کے سایہ میں بیٹھا ہوا تھا اور پھلوں کی تلاش میں تھا۔ کہ اس کے اوپر ایک زبردست شیر نے حملہ کیا۔ اس نے شیر کی آسانی سے ٹانگیں پکڑ کر چیر ڈالیں اور وہیں ڈال دیا۔ واپسی میں اس نے دیکھا۔ کہ شیر کی ہڈیوں کے اوپر شہد کی مکھیوں نے شہد کا چھتہ لگا لیا ہے۔ چنانچہ اس نے شہد لیا اور خوب کھایا۔ اسکے بعد سمسون نے اعلان کیا کہ جو کوئی یہ بتلائیگا۔ کہ یہ شہد کہاں سے حاصل ہوا اسے تیس جوڑے کپڑے دئے جائینگے۔ لوگوں نے بہت کوشش کی لیکن نہ معلوم ہو سکا۔ اس نے غلطی یہ کی کہ اپنی بیوی

سے اس تمام قصہ کا تذکرہ کر دیا۔ اور اس نے ان لوگوں کو بتا دیا چنانچہ سمسون کو اپنی شرط پوری کرنی پڑی۔ جو اس نے تیس آدمیوں کو مار کر انکے کپڑے دے کر پوری کی۔

جب سمسون فلسطینیوں کے ہاتھوں سے تنگ آگیا۔ تو اس نے کئی سو گیدڑ پکڑ کر اور دو دو کی دم ایک سے ملا کر اس میں مشعل رکھ کے باندھ دی۔ جب تمام مشعلیں جلنے لگیں تو اس نے ان گیدڑوں کو فلسطینیوں کے باغوں اور کھیتوں کی طرف بھگانا شروع کیا۔ چنانچہ ان کے باغ، کھیت انگور کی بیلیں زیتون کے درخت سب جل گئے۔

ایک مرتبہ ہزاروں فلسطینیوں نے سمسون کو پکڑ لیا۔ اور رسیوں میں باندھ کر لے چلے۔ سمسون ان کے ساتھ چلا گیا۔ اور وہاں پہنچ کر جو اس نے زور سے جھٹکا دیا۔ تو دھاگے کی طرح ٹوٹ گئیں۔ لوگوں نے تمام شہر کا اچھی طرح پہرا لگا دیا اور شہر کی چار دیواری کے پھاٹک بند کرا دیئے۔ تاکہ جیسے ہی سمسون نکلے ہم گرفتار کریں۔ لیکن اس نے سارے پھاٹک اکھاڑ کر اپنے سر پر اٹھا لئے اور پہاڑ کی راہ لی

فلسطینیوں سے سمسون کی دشمنی بڑھتی چلی گئی۔ مگر وہ اس سے بیحد خائف بھی تھے۔ اسلئے کہ وہ اکیلا شخص ہزاروں کو کافی تھا۔ اور کسی کی ہمت نہ ہوتی تھی۔ کہ اس کا مقابلہ کرے۔ سمسون نے وادی سورق کی ایک عورت سے شادی کر لی تھی۔ فلسطینیوں نے روپیہ اور جواہرات دینے کا وعدہ کیا۔ کہ اگر وہ یہ معلوم کرے کہ سمسون کی طاقت کا راز کس چیز میں پوشیدہ ہے؟ اس عورت نے کسی نہ کسی طرح چالاکی سے یہ معلوم کر ہی لیا کہ سمسون کی ساری طاقت بالوں پر منحصر ہے۔ اگر اسکے بال کٹ گئے تو ساری طاقت ختم ہو جائیگی۔ چنانچہ فلسطینیوں نے سمسون کو بہت سی شراب پلائی اور جب وہ سو گیا۔ تو تمام بال منڈوا ڈالے۔ سر منڈاتے ہی فلسطینیوں نے خوب پیٹا۔ اور اسکی آنکھیں پھوڑ دیں۔ اور قید خانہ میں ڈال دیا۔ اس فتح کی خوشی میں فلسطینیوں نے بڑی شان و شوکت سے اپنے دیوتا جون کی پوجا کیلئے وقت مقرر کیا۔ اور اسی جلسہ میں

سمسون کو خوب ذلیل کیا گیا۔ ایک لڑکے سے جو سمسون کو لئے ہوئے تیار ہا تھا سمسون نے کہا کہ ستون پر میرا ہاتھ رکھدو۔ تاکہ میں سہارا لے لیوں۔ لڑکے نے ستون پر اس کا ہاتھ رکھدیا۔ اُس نے پوری طاقت سے دھکا دیا۔ اور مکان کی چھت اور مکان سب گر پڑا۔ ہزاروں فلسطینی دب کر مر گئے اور انہیں کے ساتھ سمسون نے بھی جان دے دی۔

(مقبول الرحمن متعلم اسلامیہ ہائی اسکول اٹاوہ)

عقل

آدمی دنیا کے ہر جاندار سے بہتر و افضل ہے حالانکہ ہم دیکھتے ہیں۔ کہ انسان کے مانند مجبور و بیکس دنیا میں کوئی جانور نہیں پائی میں جس جانور کو گرادو وہ ضرور تیر لیگا۔ ہرن کی ٹانگیں تلی تلی ہیں تاکہ تیز دوڑ سکیں اور شکاری سے اپنی جان بچا سکیں۔ شیر کا پنجہ مضبوط ہے۔ دانت تیز ہے۔ تاکہ اپنے کھانے کے لئے آسانی سے شکار کر سکے۔ گھوڑا تیز دوڑتا ہے۔ چیل کی آنکھ کی بینائی تیز ہے۔ وہ بہت بلندی سے چھوٹی چھوٹی چیزوں کو دیکھ سکتی ہے۔ ہاتھی ڈیل ڈول میں سب جانوروں سے نرالا ہے۔ اور وزنی بوجھ اُٹھانے میں بھی یکتا ہے۔ مگر انسان ان سب باتوں سے خالی ہے۔ انتہا یہ ہے کہ چیونٹی اپنے قد و وزن سے جتنی زیادہ چیز لیجاتی ہے۔ کیا مجال کہ آدمی اس حساب سے آدھا بھی بوجھ اٹھا سکے اور کچھ دور لیجا سکے۔

حقیقت یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ہر جاندار کو اسکی ضرورت کے مطابق ہر چیز عطا کردی ہے۔ اونٹ ریگستان میں ہوتا ہے۔ اسلئے اس کے پیر نرم اور چوڑے ہوتے ہیں۔ تاکہ بالو میں دھس نہ سکیں۔ سرد ملکوں

کے جانوروں کے جسم پر گھنے اُون ہوتے ہیں۔ تاکہ وہ سردی سے بچ سکیں۔ مگر واہ میرے اچھے اللہ میاں تو نے انسان کو عقل کی دولت سے مالامال کر دیا ہے جس کے ذریعہ سے انسان آگ پر، پانی پر، ہوا پر، زمین پر اور سب پر حکومت کرتا ہے۔ عقل کے زور سے سمندر میں پانی کے نیچے اور پانی کے اوپر جہاز چلا دیا ہے۔

اگر گھوڑا تیز دوڑتا ہے۔ تو انسان نے اپنی عقل سے ہوا گاڑی بنائی جو سب سے تیز دوڑتی ہے چیل بہت بلندی سے دیکھتی ہے۔ تو انسان دوربین بنا کر آفتاب کی چیزوں کو دیکھ لیتا ہے اور ہوائی جہاز بنا کر اڑنے والے پرندوں پر بازی لے گیا اسی عقل کی بدولت انسان اشرف المخلوقات کہلاتا ہے۔ مگر ایک چیز اور ہے جس کی وجہ سے انسان شرافت کے خطاب کا حقدار ہے۔ وہ نیکی اور ہمدردی ہے۔

کبوتروں کے ساتھ کوے نہیں اڑتے شیر کے ساتھ گیدڑ نہیں رہتے۔ دو کتے ایک ساتھ نہیں کھا سکتے۔ مگر انسان میں ایسی باتیں نہیں پائی جاتیں چونکہ وہ عقل کا مالک ہے۔ وہ سمجھتا ہے۔ کہ ہر انسان انسان ہے اور بھائی ہے۔ ایک ساتھ رہنے سہنے میں برابر کا حق دار ہے جو ایسا نہیں سمجھتا وہ بے عقل ہے جس میں عقل نہیں وہ انسان نہیں اسلئے ہم کو چاہیئے۔ کہ عقل کی پیروی کریں اور بے عقلی کی باتیں کبھی نہ کریں۔

ابوالمامد عبدالحفیظ مدرسہ عالیہ کلکتہ

مفید نسخے

(۱) ہر روز نمک اور پھٹکری کو پیس کر اور چھان کر ملنے سے دانت بالکل صاف رہتے ہیں اور کیڑا نہیں لگتا (۲) کونین کھانے کے بعد منہ میں بہت دیر تک کڑواہٹ رہتی ہے۔ اگر کونین کھانے کے بعد کوئی ترش پھل کھا لیا جائے تو کڑواہٹ فوراً دور ہو جاتی ہے (۳) کیکر کی پھلی کو باریک پیس کر کان میں ڈالنے سے کان کا بہنا دور ہوتا ہے۔ (مرسلہ غلام حیدر از سیالکوٹ)

ہمارے یہاں سے بہت دور ایک ملک ہے جسکا نام مصر ہے۔ بہت عرصہ گذرا جبکہ ریل گاڑی نہیں تھی۔ وہاں ایک بڑا سوداگر رہتا تھا۔ اُسکا صرف ایک ہی لڑکا تھا۔ بہت شریف۔ اسکے باپ نے اسے تجارتی معاملات میں بہت ماہر کر دیا تھا۔ وہ چھوٹی ہی عمر میں ایسے ایسے کام کرتا تھا۔ کہ لوگ حیران رہ جاتے۔

ایک دفعہ کا ذکر ہے۔ کہ اس کے باپ نے اسکو مال واسباب کے ساتھ تجارت کی غرض سے کسی دوسرے شہر میں بھیجا۔ بہت سے نوکر چاکر اس کے ساتھ تھے۔ یہ تو تمہیں معلوم ہے۔ کہ اس زمانہ میں ریل گاڑی نہیں تھی۔ اسلئے اونٹوں پر وہ سوار ہو کر اس شہر کی طرف روانہ ہوا۔ منزل تک پہونچنے سے پہلے ہی رات آگئی۔ اس لئے اسی جگہ پڑاؤ ڈالدیا گیا چاندنی رات تو تھی ہی وہ لڑکا سیر کی غرض سے کھیتوں میں ٹہلنے لگا۔ جب کچھ دور نکلا تو اس نے دیکھا۔ کہ ایک لومڑی جو بہت بوڑھی ہوگئی ہے۔ ایک طرف پڑی ہے۔ لڑکے نے اپنے جی میں کہا۔ کہ یہ لنگڑی لومڑی جو کھانے کیلئے کچھ بھی حاصل نہیں کر سکتی ہے۔ کسطرح اسکے پاس رزق پہنچتا ہوگا۔ اسی وقت ایک شیر ایک ہرن شکار کرکے لایا۔ اور اس میں سے کھا کر چلا گیا۔ جو کچھ باقی بچا اس کو وہیں رہنے دیا۔ لومڑی نے جب گوشت کو دیکھا۔ وہ بھی آہستہ آہستہ وہاں پہونچی۔ اور گوشت کھایا۔ اس واقعہ سے اسکے دل پر بہت اثر ہوا۔ اُس نے کہا۔ کہ جب خدا ایسی نحیف وناتواں لومڑی کو رزق پہنچا سکتا ہے۔ کیا وہ مجھکو کھانے کیلئے روٹی اور چند کھجور کے دانے نہیں دیسکتا؟ اُس نے اپنے ساتھیوں کو لیا۔ اور واپس چلا گیا۔ جب گھر پہنچا تو باپ کو تمام واقعہ سُنایا۔

باپ نے کہا۔ اے میرے بیٹے!

تو نے جو کچھ دیکھا اس کو غلط سمجھا۔ میں تو یہ چاہتا ہوں۔ کہ تو شیر ہو تاکہ تجھ سے بھوکی لومڑیاں اپنا پیٹ پالیں تو لومڑی مت ہو کہ تو درندوں کا بچا کھچا کھائے۔"

لڑکے نے اپنے باپ کی نصیحت قبول کی اور اپنے تجارتی کام کے لئے پھر روانہ ہو گیا۔

کیا میرے ہونہار اور عزیز بھائی اور بہنیں اس سے کچھ سبق لے سکتی ہیں؟

(سید منیر احمد جامعی)

کہتے ہیں کہ امراؤالقیس نے سموئیل کے پاس اپنی زندگی میں زرہ بکتر اور کچھ ہتیار امانت رکھے۔ لیکن بادشاہ نے امانت رکھی ہوئی چیزیں نوکر بھیج کر طلب کیں سموئیل نے کہا کہ "میں یہ چیزیں اس کے اصلی وارث کے سوا کسی کو نہیں دونگا۔ یہ سنکر نوکر چلا گیا اور جاکر بادشاہ کو سارا حال کہہ سنایا۔ یہ سنکر بادشاہ نے نوکر کو دوسری دفعہ روانہ کیا۔ اُس نے پھر بھی دینے سے انکار کر دیا۔ اور کہا کہ میں اپنی دستداری میں دہوکہ سے کام نہیں کرونگا۔ اور نہ امانت میں خیانت کرونگا۔ آخر کار بادشاہ نے اسکے ساتھ جنگ کرنے کا ارادہ کیا لڑائی شروع ہوئی۔ تو سموئیل اپنے قلعہ میں گھس گیا۔ اور پناہ گزین ہوا۔ بادشاہ نے قلعہ کو گھیر لیا۔ لیکن سموئیل کا بٹیا قلعہ سے باہر رہ گیا تھا۔ آخر بادشاہ فتحیاب ہوا۔ اور اسکے لڑکے کو قید کر لیا۔ پھر قلعہ کے گرد پھرنا شروع کیا۔ اور سموئیل کو جھانکتے دیکھا۔ بادشاہ نے اسکو بلایا اور کہا کہ "میں نے تیرے بیٹے کو قید کر لیا ہے اور وہ اس وقت میرے ساتھ ہے۔ اگر اب بھی امراؤالقیس کے زرہ بکتر مجھکو نہ دے گا۔ تو میں تیرے بیٹے کو قتل کر دونگا۔ اور اگر دے دیگا تو میں تیرا بٹیا واپس کر دونگا۔ ورنہ تو دیکھتا رہ جائیگا ان دونوں باتوں میں سے جو پسند ہے وہ کہدے" سموئیل نے کہا "میں بددیانتی کبھی نہ کرونگا۔ تو جو کچھ کرنا چاہے کر لے" بادشاہ نے

اس کے لڑکے کو فوراً قتل کر ڈالا سموئیل نے اپنے بیٹے کے قتل ہو نیکو ثواب سمجھا۔ مگر وفاداری کو نہ چھوڑا کچھ عرصہ کے بعد امراؤ القیس کے وارث آموجود ہوئے سموئیل انکی چیزیں انکو دیدیں اور تمام کہانی کہہ سنائی لوگوں میں اس واقعہ کی بہت شہرت ہوئی اور اسی وقت سے سموئیل کی وفاداری ضرب المثل یعنی مشہور ہوگئی اور جب کبھی لوگ کسی کی بابت وفاداری کے متعلق کہتے تو سموئیل کا نام پہلے لیتے۔

(ملک غلام محمد حمید ۔ مشن ہائی اسکول شہر سیالکوٹ)

کم بولنا عجیب چیز ہے

ایک دفعہ کا ذکر ہے کہ کچھ چور رات کے وقت چوری کے لئے گھر سے نکلے۔ مگر جب وہ بازار میں پہنچے۔ تو بادشاہ کی سواری اُن سے کچھ فاصلے پر آتی دکھائی دی چور سواری کو دیکھتے ہی ادھر ادھر کو بھاگنے لگے۔ مگر ایک چور سواری کے دیکھتے ہی خدا کی عبادت میں مشغول ہوگیا جب بادشاہ اس گڑھے کے پاس سے گذرا تو اس نے دیکھا کہ ایک بوڑھا گڑھے میں بیٹھا رات کے وقت عبادت کر رہا ہے۔ وہ گاڑی سے اتر کر اس چور کے پاس آیا۔ جو کہ ایک عابد کے بھیس میں بیٹھا ہوا عبادت کر رہا تھا۔ نہایت ادب کے ساتھ سلام کر کے کہا۔ شاہ صاحب آپ میرے ساتھ چلیئے اور میرے گھر میں باقی عمر آرام کے ساتھ بسر کیجیئے۔ چور اتنا سنکر بادشاہ کے ساتھ ہولیا۔ بادشاہ نے اُسے اپنے محل میں ایک علیحدہ کمرہ دیدیا۔ ایک مدت تک وہ بادشاہ کے محل میں نہایت آرام کے ساتھ رہا۔ ایک دن بادشاہ کے دربار میں ایک جلسہ تھا جس میں شہر کے تمام لوگ شامل تھے۔ سب نے اپنے اپنے مضمون پڑھے۔ وزیر نے چور سے نہایت ادب کیساتھ کہا کہ حضور آپ بھی کچھ سنائیے۔ چور بہت دیر کے بعد بولے " کرا ے وجبیر (سکندر عالم

اور پیغمبر میں کیسی تھی) یعنی سکندر اعظم اور پیغمبر صاحب کے درمیان کیسی لڑائی ہوئی۔ وزیر نے جب یہ سنا تو فوراً ہی اسکو وہاں سے نکلوادیا

اس چور نے صرف نہ بولنے کی وجہ سے اتنے دن بادشاہ کے محل میں مزے کئے ورنہ اگر وہ بولنے والا ہوتا۔ تو اس طرح محل میں نہیں رہ سکتا تھا۔ فوراً ہی بے عزتی کے ساتھ محل سے نکال دیا جاتا۔

بچو! زیادہ بولنا چھوڑ دو۔ جو بات کہو سوچ سمجھکر کہو۔ زیادہ بولنا اپنے دماغ کو چکی کی طرح دانے سے خالی کرنا ہے۔ یعنی جس طرح کہ چکی میں دانے ڈالکر اس کو چلانا شروع کریں۔ تو تھوڑی دیر کے بعد چکی دانے سے خالی ہو جائیگی اور دانے کا آٹا ہوکر باہر نکل آویگا۔ اسی طرح اگر تم زیادہ بولوگے۔ تو تمہارا دماغ بھی عقل سے خالی رہ جائیگا۔ اور تم بیوقوف ہوجاؤگے۔ زیادہ بولنے والا آدمی دوسرے آدمیوں کی نظروں میں حقیر رہتا ہے۔ کیونکہ اسے اپنے بولنے سے مطلب ہوتا ہے خواہ اچھی بات ہو یا بُری۔

لہذا کم بولنے کی عادت ڈالو۔ تاکہ تم اپنے بزرگوں کی نظروں میں عزیز رہو۔

(واجد علی متعلم گورنمنٹ ہائی اسکول دہلی)

لطیفہ

دو شخص کھانا کھانے بیٹھے ایک کے پاس پانچ روٹیاں تھیں۔ اور دوسرے کے پاس تین اتنے میں ایک تیسرا آدمی آگیا۔ ان دونوں نے اسکو بھی اپنے ساتھ بٹھالیا ان تینوں نے آٹھوں روٹیاں کھالیں جب وہ تیسرا شخص جانے لگا۔ تو اُس نے آٹھ پیسے ان کو دیکر کہا کہ جو کچھ میں نے کھایا ہے یہ اس کا عوض ہے

ان دونوں میں جھگڑا ہوگیا۔ پانچ روٹیوں والے نے کہا کہ میں پانچ پیسے لونگا۔ اور اور تجھے حصہ رسد تین پیسے دونگا۔ اور تین روٹیوں والے نے کہا کہ میں برابر کا حصہ لونگا اب ناظرین ہونہار سے اس معمہ کا حل چاہتے ہیں۔ کہ کس طرح ان دونوں کو راضی کیا جائے

منعم الحقانی از دیوبند

ایک موٹے آدمی کی کہانی

ایک موٹا آدمی تھا جس کا نام تھا "مسٹر توندل" - یہ بیس فٹ اونچا تھا - باوجودیکہ اس کا جسم بڑا تھا لیکن اس کے پیر بالکل چھوٹے تھے جب کبھی وہ پتھر پر پھسل جاتا یا گر پڑتا تو وہ خود بخود نہیں اٹھ سکتا تھا۔ اس کے اٹھانے کے واسطے چار آدمی - دو درخت - کچھ سیڑھیاں اور بلّیاں - بارہ گز مضبوط رسی اور غیر معمولی موٹے تار کے گولوں کی ضرورت ہوتی تھی اور اس کو اٹھانے کیلئے سر توڑ محنت کرنی پڑتی تھی لہٰذ

دن کے وقت ستارے کہاں چلے جاتے ہیں؟

ستارے دن کو بھی وہیں رہتے ہیں جہاں رات کے وقت رہتے ہیں اور اگر آفتاب کو کسی طرح ڈھانپ دیا جائے جس سے اس کی روشنی چھپ جائے تو ہم دن کو بھی تارے دیکھ سکتے ہیں۔

بعض دفعہ ایسا بھی ہوتا ہے کہ سورج اور زمین کے درمیان چاند آجاتا ہے اس وقت تھوڑی دیر کے لئے سورج ہم سے چھپ جاتا ہے جب ایسا ہو اور اس حالت میں دن کا وقت ہو اور آسمان پر ابر بھی نہ ہو تو اس وقت دنیا میں ایک عجیب بات معلوم ہوتی ہے اور دن کو ستارے نظر آنے لگتے ہیں۔

بات یہ ہے کہ ستارے دن میں ہر وقت اسی طرح چمکتے ہیں جیسے کہ رات کو لیکن سورج چونکہ ہم سے نزدیک ہے اور ستارے ہم سے بہت دور ہیں اس لئے سورج کی روشنی ہمیں زیادہ تیز معلوم ہوتی ہے اور ستاروں کی کم اور اس وجہ سے ہم ستاروں کو نہیں دیکھ سکتے

اچھا دیکھو جب شور نہ ہوتا ہو تو تم نے اپنے دل کے دھڑکنے کی آواز سنی ہوگی۔ لیکن جب بادل گرجتا ہے تو دل کے دھڑکنے کی آواز نہیں سنائی دیتی حالانکہ بادل دور ہے اور دل نزدیک۔ یعنی بادل کی زور کی آواز دل کی کمزور آواز کو دبا لیتی ہے۔ اسی طرح سورج کی تیز روشنی ستاروں کی ہلکی روشنی کو بھی دبا لیتی ہے۔

ایک اور صورت ہے جس میں سورج کی روشنی چھپ جاتی ہے اور ہم کو دن میں ستارے نظر آنے لگتے ہیں۔ وہ آدمی جو گہرے گہرے کنوؤں اور کانوں میں کام کرتے ہیں جب نظر اٹھا کر دیکھتے ہیں تو انھیں صاف ستارے نظر آجاتے ہیں (غنچہ)

کبوتر اور فوٹوگرافی

بچو! جرمن کے ایک سائنسداں نے اپنے ایک حیرت انگیز تجربے میں کبوتر سے فوٹوگرافی کا کام لیا ہے۔ اس سے پہلے کہ ہم اس کا عملی تجربہ تمہیں بتلائیں یہ بتا دینا مناسب سمجھتے ہیں کہ فوٹو یا تصویر کس طرح لی جاتی ہے۔

فوٹوگرافی روشنی کے ذریعے تصویر کھینچنے کا نام ہے۔ اگر ہم کسی تاریک کمرے کے اندر ایک باریک سوراخ کے ذریعہ روشنی داخل کریں تو باہر کی چیزوں کی تصویریں سوراخ کے سامنے والی دیوار پر الٹی نظر پڑیں گی۔ اگر اسی سوراخ کے پاس ایک اور سوراخ کر دیا جائے تو ہر چیز کی دو الٹی تصویریں دکھائی دیں گی۔ ایسے ہی اگر بہت سے سوراخ کر دئے جائیں تو بہت سی تصویریں الٹی نظر پڑیں گی۔ سامنے والی دیوار پر روشنی کی مقدار زیادہ ہونے سے تمام تصویریں دھندلی نظر پڑیں گی۔ یہ نقص دور کرنے کے لئے اس بڑے سوراخ پر ایک موٹا اور بیچ سے ابھرا ہوا شیشہ لگا دیا جائے تو اب ایک صاف اور روشن تصویر سامنے کی دیوار پر دکھلائی دے گی۔ بس یہی حکمت فوٹوگرافی میں رکھی گئی۔

کیمرا دراصل لکڑی کا ایک چھوٹا سا بکس ہوتا ہے۔ جس کے اندر کا حصہ سیاہی سے رنگا ہوتا ہے۔ اس میں ایک سوراخ کے منہ پر ایک محدّب (ابھرا ہوا) شیشہ لگا رہتا ہے۔ محدب شیشے کے سامنے ایک پلیٹ رکھی ہوتی ہے اُس پلیٹ پر ایک ایسا کیمیائی مسالہ لگا ہوتا ہے کہ کہ وہ روشنی کے اثر سے سیاہ پڑ جاتا ہے۔ محدب شیشے پر ایک پردہ ڈالے رکھتے ہیں۔ جب فوٹو لینے والا اس پردے کو شیشے پر سے اٹھاتا ہے تو جو عکس سب سے پہلے شیشے پر پڑتا ہے بعینہٖ وہی عکس پلیٹ پر اتر آتا ہے۔ بس یہی عکس تصویر یا فوٹو ہے جس کو کاغذ پر اُتار لیتے ہیں اور مسالہ لگا کر رنگدار کر لیتے ہیں۔

جرمن کے فوٹوگرافر نے جو اپنے تجربے میں کامیابی حاصل کی ہے وہ یہ ہے کہ اس نے کبوتروں کو فوٹوگرافر بنا دیا ہے اور اس کام کے لئے اس نے ایک ایسا کیمرہ بنایا جس میں محدب شیشے پر پڑا ہوا سیاہ پردہ مقررہ وقت پر تھوڑی دیر کے لئے خود بخود ہٹ جائے اور جو جو چیزیں اس وقت اس شیشے کے سامنے ہوں ان کی تصویر پلیٹ پر اتر آئے۔

یہ کیمرہ اتنا چھوٹا اور ہلکا ہوتا ہے کہ کبوتر کے سینے پر باندھا جا سکتا ہے۔ اس کام کے لئے کبوتروں کو خاص طور پر سدھایا جاتا ہے جو ایک مقررہ مدت اور یکساں رفتار سے اڑتے ہیں۔

جدھر انھیں اڑایا جاتا ہے ادھر ہی جاتے ہیں
خواہ مخواہ ادھر ادھر نہیں گھومتے۔ جس طرح
پہلے وقتوں میں خط لیجانے والے کبوتر ہوتے
تھے اسی طرح یہ بھی کام کرتے ہیں۔

ایسے سدھائے ہوئے کبوتر لڑائی کے
موقعہ پر بہت کام دیتے ہیں۔ دشمن کے قلعہ
کے اندر کی تصویر کھنچواکر تمام حالات معلوم کرسکتے
ہیں۔ اگرچہ یہ تصویر بہت چھوٹی ہوتی ہے مگر
بعد میں آتشی شیشوں کے ذریعہ ان کو بڑا کر لیا جاتا ہے
اور ہر چیز آسانی سے پہچانی جاسکتی ہے۔

بچو! ان باتوں پر ذرا غور کرو اور ان حیرت
انگیز تجربوں کو گہری نظروں سے دیکھو۔ یورپ
والے اپنے کھیل کود کے سامان میں بھی عمدہ
اور مفید مطلب باتیں معلوم کر لیتے ہیں۔ ہمیں
ان سے سبق سیکھنا چاہئے۔ (پریم) "ضیاء درانی"

دور اندیش چوہا

چوہوں کی چالاکیاں تو تم نے اپنے گھروں
میں اکثر سنی اور دیکھی ہوں گی کہ کیسی کیسی حکمتوں
سے وہ محفوظ سے محفوظ جگہوں پر رکھی ہوئی چیزیں
اڑا لے جاتے ہیں۔ لیکن آج تم کو ہم ایک ایسا
قصہ سنائیں گے جس کو سنکر تمہیں حیرت ہوگی کہ ا
کام تو ایک آدمی ہی کر سکتا ہے چوہے میں اتنی
عقل کہاں سے آئی!۔ مگر نہیں یہ ایسا ہی جانو
ہے اس سے جو کچھ نہ ہو جائے کم ہے۔

ہارون رشید کے زمانہ میں اصمعی نام کے
ایک بہت بڑے عالم اور شاعر گذرے ہیں وہ ا
آنکھوں کا دیکھا ہوا اور اپنے اوپر گذرا ہوا واقعہ
بیان کرتے ہیں کہ میں بیٹھا ہوا حدیث لکھ رہا
اور میرے پاس ہی ایک طشت رکھا ہوا تھا
اتنے میں دو چوہے ساتھ ساتھ اچھلتے کودتے
بہت نڈر میرے قریب آگئے۔ میں نے جھٹ
وہ طشت ان کے اوپر الٹ دیا جس کے نیچے
ایک چوہا ڈھک گیا۔ دوسرا چوہا جو باہر رہ گیا
طشت کے ارد گرد چکر لگاتا اور اپنے ساتھی کو
چھڑانے کی کوشش کرتا رہا۔ مگر نہ طشت ا
اور نہ اس کا ساتھی چھٹکارہ پاسکا۔ میں کن انکھ
سے یہ تماشا دیکھتا جاتا تھا اور اپنا کام کرتا جاتا
آخر جب وہ نا امید ہو گیا تو بھاگ کر چلا گیا ا
تھوڑی دیر کے بعد ایک اشرفی منہ میں لئے

آیا اور میرے سامنے تھوڑی دور پر رکھ کر انتظار کرنے لگا کہ اب میرے ساتھی کو چھوڑ دیں گے مگر میں نے اس کا کچھ خیال نہ کیا اور بدستور لکھنے میں مشغول رہا۔ جب اس نے دیکھ لیا کہ نہیں چھوڑتے تو پھر گیا اور دوسری اشرفی لایا اسی طرح پانچ اشرفیاں لایا اور سامنے رکھتا گیا۔ میں نے پھر بھی خیال نہ کیا اور اسی طرح لکھتا رہا۔ آخرکار چھٹی مرتبہ گیا اور ایک تھیلی گھسیٹتا ہوا لایا اور سامنے رکھ کر دیر تک میری طرف دیکھتا رہا۔ میں نے سمجھ لیا کہ اب اس کے پاس کچھ نہیں ہے۔ طشت اٹھا دیا اور دونوں چوہے چوں چوں کرتے ہوئے اور اچھلتے کودتے اپنے سوراخوں میں چلے گئے۔ ادھر تھیلی جو میں نے جھاڑی تو اس میں پندرہ اشرفیاں تھیں ....

(عزیز گورکھپور)

دنیا کا سب سے پرانا اخبار

چین کے دارالخلافہ شہر پیکن سے ایک اخبار "چنگپاؤ" شائع ہوتا ہے۔ یہ روئے زمین کے تمام ممالک میں سب سے زیادہ پرانا اخبار ہے۔ اس کی پہلی جلد جنوری سنہ ۷۹۹ء میں شائع ہوئی تھی۔ یہ سرکاری اخبار ہے۔ اس وقت تک اس اخبار کے ۳۷۹ ایڈیٹر ہو چکے ہیں۔ جن میں مسٹر شہو انگ چو ۸۰ سال تک متواتر ایڈیٹر رہے ہیں۔

دنیا میں سب سے زیادہ چھپنے والا اخبار

آج کل لندن کے اخبار ٹائمس نے دنیا کے کل اخباروں کو شکست دے رکھی ہے۔ یہ اخبار ۲۲ × ۳۶ سائز کے ۴۸ صفحات پر دن میں پانچ مرتبہ شائع ہوتا ہے۔ اس اخبار کا ایک چیف ایڈیٹر اور سات سب ایڈیٹر ہیں۔ اس وقت اس اخبار کے خریداروں کی تعداد ایک لاکھ ستر ہزار سے کچھ زائد ہے۔

ایک ماہرِ ریاضی کا کمال

تاشقند شہر کے پاگل خانہ میں ایک ڈاکٹر کو ایک پاگل شخص ملا۔ یہ زبانی حساب کرنے میں کمال رکھتا تھا اس سے دریافت کیا گیا کہ ۳۹ سال ۳ ماہ اور ۱۲ گھنٹے کے کتنے سیکنڈ ہوتے ہیں تو اس نے ۳۲ سکنڈ میں ٹھیک جواب دے دیا۔ اس سے دریافت کیا گیا کہ تم اس قدر طویل حساب کیسے کرتے ہو تو اس نے کہا کہ مجھے یہ یاد ہے کہ ایک سال میں ۳۱۵۳۶۰۰۰ سکنڈ ہوتے ہیں میں نے ۳ کروڑ کو ۳۰ سے ضرب دیا جو ۹۰ کروڑ ہوتے ہیں پھر ۳۰ ہزار اور ۶ ہزار کو ۳۰ سے ضرب دیا تو اس کا جواب ۹ لاکھ اور ایک لاکھ ہزار آیا میں نے سب رقموں کو جوڑ لیا اور جواب صحیح آگیا۔

لیٹر بکس خود کام کرتے ہیں

برلن میں ایسے لیٹر بکس بنائے گئے ہیں جو خود بخود کام کرتے ہیں۔ جب ان میں ایک معینہ وزن کے خطوط پہونچ جاتے ہیں تو وہ خود بخود حرکت کر کے ایک تار کے سہارے پر ڈاکخانہ پہونچ جاتے ہیں اور وہاں خطوط ڈال کر پھر اپنی ڈیوٹی پر واپس آجاتے ہیں۔ یہ سب کام بجلی کے ذریعے سے ہوتا ہے۔

چوروں کے لئے بجلی کا خطرناک کتا

ایک فرانسیسی سائنسداں نے ایک برقی کتا ایجاد کیا ہے جو کو دتا ہے اور بھونکتا ہے اور جب اس پر برقی روشنی ڈالی جائے تو وہ دوڑ کر سامنے والے آدمی کو کاٹ کھاتا ہے۔

ریڈیم سے چھپے ہوئے اشتہارات

لندن کے ایک تھیٹر نے تاریک راتوں میں اپنے تماشوں کے پروگرام کو مشتہر کرنے کا یہ طریقہ نکالا ہے کہ وہ اپنے اشتہارات سیاہ رنگ کے کاغذوں پر چھپواتا ہے۔ جس پر الفاظ سفید روشنائی سے چھپے ہوتے ہیں اور روشنائی میں ریڈیم کا جزو شامل ہوتا ہے جو کہ اندھیری رات میں اس طرح چمکتے ہیں جس طرح ریڈیم سے گھڑی کی سوئیاں۔

یہ اشتہار نہایت مقبول ہو رہے ہیں اور تھیٹروں کی ہر دلعزیزی بھی ترقی پذیر ہے۔ اور کاروباری لوگ بھی اب ان ریڈیم کے اشتہارات کی طرف متوجہ ہو رہے ہیں۔ دوکاندار اپنی دوکانوں پر اسی قسم کے بورڈ لگوا رہے ہیں۔

مدغاسکر میں ایک ایسی جھیل ہے جسکا پانی دودھ کے مانند سفید ہے۔

تفریحات

ایک لڑکے نے اینٹ پھینکی جس سے دوکان کا شیشہ ٹوٹ گیا۔ لڑکا خوف کے مارے بھاگا۔ مالک دوکان نے پیچھا کیا اور اس لڑکے کو پکڑ کر پوچھا نقصان کر کے بھاگتا کیوں ہے؟ لڑکے نے کہا شیشہ کی قیمت لانے کے لئے بھاگا جاتا ہوں"

راہ رو (ایک لڑکے سے) "میاں لڑکے! کیا میں تمسے شفا خانہ کا راستہ دریافت کر سکتا ہوں"
لڑکا۔ "خوشی سے دریافت کیجئے"
راہ رو۔ "پھر بتاؤ کون سا راستہ ہے"؟
لڑکا۔ "افسوس مجھے معلوم نہیں"۔

ایک ن ڈپٹی کمشنر صاحب کسی گاؤں میں گئے۔ ایک گنوار نے نمبردار سے پوچھا کہ یہ کون ہیں
نمبردار۔ یہ ڈپٹی کمشنر صاحب ہیں۔
گنوار۔ ان کی تنخواہ کتنی ہے؟
نمبردار۔ سات سو روپے۔
گنوار۔ پھر تو یہ گڑ بہت کھاتے ہوں گے۔

دوکاندار (کرایہ دار سے) جناب کرایہ پہنچے ہو ایک عرصہ ہوگیا۔ آپ کے ذمہ ۱۰ روپے باقی ہیں۔ ٹھیک ٹھیک بتلائیے آپ کب ادا کریں گے؟
کرایہ دار۔ کیا آپ نے مجھے نجومی سمجھا ہے جو آئندہ کا حال بتلا دوں؟

آقا۔ دیکھو! کام اگر پھر ادھورا رہا تو میں دوسرا نوکر رکھ لوں گا۔
ملازم۔ خدا آپ کو سلامت رکھے ضرور رکھیئے کام دو آدمیوں کا ہے۔

استاد۔ میں نے تم سے بار بار کہا کہ کلاس میں دیر کر کے نہ آیا کرو۔
شاگرد۔ معافی مانگتا ہوں۔ میں نے سمجھا تھا کہ آج بھی آپ حسب معمول گھنٹہ بجنے کے ۱۰ منٹ بعد تشریف لائیں گے۔

دو قیمتی گھڑیاں انعام میں حاصل کیجئے

معمہ نمبر ۱۔ پھول جو ہر جملہ سے ایک نیا پھول پیدا ہوتا ہے۔

(۱) انگلا بیل خوبصورت ہے۔ (۲) کالا لہار شریف آدمی ہے (۳) وارنٹ یا سمن مت کھو دینا (۴) گورنر گستاخ کلرک کو نکال دیگا۔ (۵) مثل مشہور ہے سوسنار کی ایک لوہار کی (۶) چمچہ بیلی رام کو دے دو (۷) ریشم کے تکیہ کا غلاف دہوبی کو دے دو (۸) اشرف یہاں آ رہا ہے۔

(۹) چاند نیم کے پتوں میں چھپا ہے۔

معمہ نمبر ۲۔ مندرجہ ذیل بے ترتیب حروف کو ترتیب سے رکھنے پر بامعنی الفاظ پیدا ہوتے ہیں

اا ر ر ہ ہ ہ ل ن و س	بچوں کا سب سے اچھا باتصویر ماہوار رسالہ
م م م ح ل ل ن اا د و ی ع	مسلمانوں کا ایک مشہور لیڈر
م م م ہ ل ن ن ا و د و ی	ہندوؤں کا ایک مشہور لیڈر
ڈ و ن ل اا ر ر	ہندوستان کا ایک مشہور حکمران

داخلہ کے شرائط

۱۔ صرف رسالہ ہونہار کے خریدار ہی اس میں حصہ لے سکتے ہیں

۲۔ جو صاحب انعام حاصل کرنا چاہیں۔ رسالہ ہونہار کے خریدار بنکر معمہ حل کر کے بھیج سکتے ہیں

۳۔ جن حضرات دونوں معموں کے جواب صحیح ہوں گے انھیں کو مقابلہ میں داخل کیا جاوے گا۔

۴۔ ایک سے زیادہ صحیح جواب آنیکی صورت میں فیصلہ بذریعہ قرعہ اندازی کیا جائیگا۔

۵ جن صاحب کا پہلے نام نکلیگا۔ انکو ایک عمدہ نئی رسٹ واچ (ہاتھ کی گھڑی) انعام میں دی جائیگی۔ اور جن کا نام دوسرے نمبر پر نکلیگا۔ انکو ایک نہایت عمدہ الارم ٹائم پیس انعام میں دیجائیگی۔

۶ حل کے ہمراہ ایک آنہ کا ٹکٹ آنا چاہیئے۔ (کوشش کیجئے شاید آپ ہی کے نام نیا انعام نکل آئے)

نوٹ۔ فروری کے رسالہ میں معمہ نمبر ۲ کے حروف غلطیاں رہ گئی تھیں اس لئے صحیح کر کے شائع کیا جا رہا ہے۔ (منیجر رسالہ ہونہار)

مسلمان بچوں کیلئے کتابیں

ہمارے نبی

خدا کے پیارے ہمارے نبی محمد مصطفیٰ کی پاک زندگی کی کہانیاں نہایت آسان زبان میں۔ اس کتاب میں آپ کے بچپن سے آخر تک کے تمام حالات درج ہیں۔ سب بچے مزے لیکر پڑھتے ہیں۔ چھوٹی سی خوبصورت کتاب ہے۔ اس کے لکھنے والے ہندوستان کے مشہور پروفیسر سید نواب علی صاحب ہیں اب صرف چند کتابیں رہ گئی ہیں۔ فوراً منگا لیجئے ورنہ دوسری بار چھپنے کا انتظار کرنا پڑیگا۔ قیمت صرف چار آنے

ہمارے رسول

خواجہ عبد الحیٔ صاحب فاروقی جو جامعہ ملیہ اسلامیہ دہلی میں تفسیر کے پروفیسر ہیں قرآن شریف کی تفسیر لکھ رہے ہیں۔ یہ تفسیریں بڑے عمر کے لوگوں کے لئے ہیں۔ خواجہ صاحب نے یہ کتاب چھوٹے چھوٹے بچوں کے لئے لکھی ہے جس میں رسول اللہ صلعم کے حالات زندگی ہیں۔ زبان اتنی سہل اور طرز بیان ایسا موثر ہے کہ بچوں کے دل میں اچھے کام کرنے اور رسول خدا کا حکم ماننے کا خودبخود شوق پیدا ہوجاتا ہے قیمت ۴

سرکار کا دربار

(از الیاس احمد صاحب مجیبی) رسول مقبول صلعم کی سیرۃ پر بچوں کے لئے آسان اور سہل انداز بیان میں پیدائش سے وفات تک کے مفصل حالات اس طرح لکھے گئے ہیں کہ تمام واقعات بھی آجائیں اور بچوں کے دماغ پر کچھ بار بھی نہ پڑے۔ خانہ کعبہ، مسجد نبوی اور بیت المقدس کی عکسی تصویریں سرورق نہایت دلکش اور خوبصورت جس پر روضۂ پاک نبی کریم کے فوٹو نے چار چاند لگا دئے ہیں۔ کتابت و طباعت نہایت پاکیزہ۔ حجم تقریباً ۲۰۰ صفحات۔ قیمت ایک روپیہ

چاریار

حضرات خلفائے راشدین کے پاکیزہ، سبق آموز حالات میں بڑی پیاری کتاب جسے بڑے بڑے علما نے پسند کیا ہے اور ماہرین تعلیم نے اسے نصاب کیلئے منتخب کیا ہے مولانا عبد الماجد دریابادی مدظلہ فرماتے ہیں "ایسی سلیس و شگفتہ عبارت بچوں کے لئے میں بھی نہ لکھ سکا۔ مجھے آپ کی اس توفیق پر رشک آتا ہے" حجم ۱۶۴ صفحے ۔ ۸ صفحے کے برابر اسلامی دنیا کا نقشہ۔ قیمت صرف ۱۲

آسان قاعدہ

یہ باتصویر خوبصورت قاعدہ اردو عبارت اور اور قرآن کی عربی عبارت سکھانے کی کنجی ہے بچے خوشی خوشی پڑھتے ہیں اور یہ قاعدہ پڑھتے ہی پھر بچہ کو قرآن شریف اور عربی عبارت پڑھنی آجاتی ہے۔ قیمت ۴

تعلیم القرآن

اس میں تمام قرآن شریف کے ضروری مضامین کا خلاصہ ہے۔ نماز روزہ حج زکوٰۃ اور ہر قسم کے ضروری احکام اسلام کی آیات باب قائم کرکے ایک جگہ جمع کردی گئی ہیں اور ان کا اردو مطلب بھی لکھا گیا ہے جن کو یاد کرنے کے بعد بچے قرآن مجید کے تمام ضروری مضامین کے حافظ ہوجاتے ہیں اور کمال یہ ہے کہ یہ سارا رسالہ صرف دو مہینے میں یاد کیا جاسکتا ہے۔ بڑی عمر والے بھی اس کو یاد کرتے ہیں جنکو وعظ ولیکچر میں قرآنی آیات پڑھنے کی ضرورت ہوتی ہے۔ قیمت صرف آٹھ آنے۔

یہ دونوں کتابیں مملکت آصفیہ کے سرکاری مدارس کے نصاب میں داخل ہیں

مسلمان بچوں کے دس سبق

ضخامت ۱۱۱ صفحے لکھائی چھپائی اعلیٰ درجے کی

حضرت خواجہ حسن نظامی صاحب نے مسلمان بچوں کے لئے حسب ذیل دس سبق لکھے ہیں۔ اللہ ایک ہے۔ اسلام اور ایمان یتیم۔ حور کی گڑیا بن ماں باپ کا غریب بچہ۔ نیم کے پھول۔ سگرٹ۔ پان کی پیک۔ ہرا من طوطا۔ تاش کا نکہ۔ ان مضامین کو پڑھکر بچوں کے دل میں خود بخود اسلامی تاثرات پیدا ہوتے ہیں اور اردو زبان کی مشق بھی بڑھتی ہے قیمت ۴

بچوں کی کہانیاں باتصویر

ضخامت مع تصاویر ۹۶ صفحے یعنی ۲۴ صفحے تصویروں کے ہیں۔ کاغذ لکھائی چھپائی نہایت اعلیٰ درجہ کی۔ تصویریں مہاراجہ سرکشن پرشاد کی بنائی ہوئی نہایت عمدہ اور بچوں کے لئے پسندیدہ یہ کتاب لیلیٰ خواجہ بانو صاحبہ اہلیہ حضرت خواجہ حسن نظامی کی لکھی ہوئی ہے۔ اس میں وہ دلچسپ کہانیاں ہیں جو دہلی کے شریف گھرانوں میں بچوں کے لئے کہی جاتی ہیں۔ لڑکے اور لڑکیاں ان کو شوق سے پڑھتے ہیں۔ قیمت ۱۰ آنے

ملنے کا پتہ

نونہال بک ڈپو بارہ ٹوٹی دہلی

بچوں کا کتب خانہ

دنیا کے بسنے والے

حبشیوں - امریکہ کے پرانے باشندوں بدوؤں، افریقہ کے بونوں اور جاپان، سوئٹزرلینڈ اور ان ملکوں کے لوگوں کے حالات جہاں ہزاروں من برف گرتی ہے۔ سید بشیر حسین زیدی صاحب بی اے کینٹب بیرسٹر ایٹ لا ہیڈ ماسٹر مسلم یونیورسٹی اسکول علیگڑھ نے بچوں کے لئے آسان زبان میں لکھی ہے۔ کتاب میں تقریباً ۵۰ تصویریں ہیں جن میں سے بعض تو ایسی ہیں کہ انھیں دیکھ کر ہنسی ضبط کرنا محال ہے۔ لکھائی چھپائی بہت اچھی ہے۔ ٹائٹل خوبصورت اور رنگین ہے۔ قیمت صرف چھ آنے

ترکوں کی کہانیاں

اس کتاب میں ترک بچوں کی بہادری اور ہمت و جرأت کے چند صحیح اور سچی کہانیاں ہیں جن کے پڑھنے سے بچوں میں قومی جوش پیدا ہوتا ہے اور ان ترک بچوں کی طرح سے وہ بھی تندرست اور بہادر بننے کی کوشش کرتے ہیں۔ یہ کتاب بس اب ختم ہو چکی ہے صرف چند باقی رہ گئیں ہیں۔ مگر فوراً طلب نہ کیجیے گا تو پھر دوسری بار چھپنے تک انتظار کرنا ہوگا۔ آج ہی لکھ دیجئے۔ قیمت صرف ۴ر

احمد نجومی

ایک چھوٹے نجومی کا قصہ جو اتفاق سے ہر چیز کا جواب ٹھیک بتا دیا کرتا تھا۔ قیمت ۴ر

بہار کے پھول

جناب ابو الاثر حفیظ جالندھری کی پیاری پیاری بیس عمدہ نظموں کا مجموعہ جس میں عید شب برات اور دیوالی دسہرے کے تہوار پر، گنگا اشنان پر اور بہار پر، بسنت اور برسات کے موسم پر، رہٹ کی سہانی اور میٹھی میٹھی صدا۔ دھوبی کی چھوا چھو بڑی مزیدار نظمیں ہیں۔ اسی طرح بھائی کی یاد، فقیر، دھنک، جگنو اور تیتری پر نہایت عمدہ نظمیں ہیں۔ قیمت ۸ر

میاں کوشش

ایک غریب لڑکے کا بہت مزیدار قصہ جس نے اپنی کوشش اور محنت سے اتنا درجہ پایا کہ بادشاہ کا ولی عہد بن گیا۔ قیمت ۵ر

تاریخ ہند کی کہانیاں

بنت نصیر الدین تیموریہ نے سیکڑوں برس پہلے کے ہندوستان کی تاریخی کہانیاں ایسی آسان اور پیاری زبان میں لکھی ہیں کہ کوئی بچہ کتاب شروع کرنے کے بعد بغیر ختم کئے چھوڑ نہیں سکتا۔ ماں باپ یہ کتاب اپنے بچوں کو اس لئے دیتے ہیں کہ اسے پڑھ کر بچوں کو تاریخی معلومات ہوتی ہیں اور بچے اس لئے پڑھتے ہیں کہ قدیم ہندوستان اور اس کے باشندوں کے متعلق اس سے زیادہ دلچسپ کہانیاں انھیں مل نہیں سکتیں۔ قیمت صرف چار آنے

گدھے کی آپ بیتی

یہ کوشل صاحب کی پرمذاق کتاب ہے۔ اس میں ایک بہت بڑے اور تجربہ کار گدھے نے اپنی زندگی کے بڑے مزے دار حالات بیان کئے ہیں اور انسانوں کو برا بھلا کہا ہے۔ گدھا دھوبی کے یہاں رہتا تھا وہاں سے بھاگ نکلا۔ کہیں کانجی ہوس میں رکھا گیا۔ کہیں خانہ بدوشوں کے ہاتھ پڑا۔ ایک نمائش کی گدھا دوڑ میں بھاگا۔ پھر سرکس کمپنی میں نوکر ہو گیا اور طرح طرح کی مصیبتوں میں پھنسنے کے بعد آخر ایک نئے مالک کے ہاں آرام سے رہنے لگا۔ جو شخص اس کتاب کو پڑھتا ہے بے اختیار ہنس دیتا ہے۔ قیمت دس آنے

چن چن

چین کے ایک موچی کی کہانی جس نے اپنے ایک دوست کی چوری کی اور اس گناہ کی وجہ سے اس کے گال سوج کر کپا بن گئے۔ سب کے بہتیرے علاج کئے مگر کچھ فائدہ نہ ہوا۔ آخر پورن ماشی کی رات میں وہ جنگل میں گیا اور بونوں نے اس سے چوری کی توبہ کروا کر اس کے گال ٹھیک کر دئے۔ قیمت ۵ر

اردو سبق

یہ باتصویر کتاب تو اس قدر دلچسپ ہے کہ لڑکے اور لڑکیاں اس کی تصویریں اور اس کے ہنسانے والے اور دل خوش کرنے والے مضامین دیکھ کر باغ باغ ہو جاتی ہیں اور خوب دل لگا کر بغیر استاد کی تاکید کے پڑھتے ہیں خصوصاً لڑکیوں کو یہ کتاب بہت پسند ہوتی ہے قیمت ۸ آنے

سب کتابیں ملنے کا پتہ

نونہال بک ڈپو۔ بارہ ٹوٹی دہلی

باہتمام فیاض حسین تبسم پرنٹر و پبلشر جید برقی پریس بلیماران دہلی میں طبع ہو کر دفتر رسالہ ہونہار، صدر بازار سے شائع ہوا

THE HON-HAR DELHI

AN ILLUST...

بچّوں کا باتصویر ماہوار رسالہ

ہونہار

ایڈیٹر

فیاض حسین نسیم جامعی

قیمت فی پرچہ

سالانہ تین روپیہ

April 1930.

قواعد و ضوابط

(۱) رسالہ ہونہار ہر انگریزی مہینے کی دس تاریخ کو شائع ہوتا ہے۔

(۲) اگر کبھی اتفاقاً رسالہ پہونچنے میں دیر ہوجائے تو ۲۰ تاریخ تک ہم کو اطلاع دیجئے۔ اس کے بعد طلب کرنے والوں کو قیمتاً بھیجا جائے گا۔

(۳) رسالہ ہونہار کا سالانہ چندہ مع محصول ڈاک تین روپے چار آنہ اور ششماہی دو روپے ہے۔

(۴) خط و کتابت کے وقت اپنا پورا پتہ مع نمبر خریداری خوشخط لکھا ہوا آنا چاہئے۔

(۵) مضامین پندرہ تاریخ تک آجانے چاہئیں ورنہ آئندہ ماہ میں چھپ سکیں گے

(۶) مضمون نگار بہنوں اور بھائیوں کی خدمت میں رسالہ مفت بھیجا جائے گا۔

(۷) نمونہ کا پرچہ حتی الامکان مفت بھیجا جائیگا۔

(۸) ترسیل زر بنام ایڈیٹر اور دیگر خط و کتابت بنام منیجر رسالہ ہونہار ہونی چاہیئے۔

انعامات

۱۔ جو طالب علم رسالہ ہونہار کے لئے سب سے زیادہ مضامین لکھے گا سال کے آخر میں اس کو ایک نقرئی تمغہ انعام میں دیا جائیگا اور اس کا فوٹو بھی رسالہ میں شائع کیا جائے گا۔ مضامین رسالہ ہونہار کے معیار کے مطابق اکثر قصوں میں لکھے جائیں اور آسان سے آسان زبان استعمال کیجائے۔

۲۔ سال کے خاتمہ پر دسمبر کے مہینہ میں مختلف اسکولوں کے طلبہ کے ان مضامین کا مقابلہ ہوگا جو رسالہ ہونہار میں چھپ چکے ہوں گے۔ سب سے اچھے مضمون پر انعام دیا جائیگا جو مجلس ہونہار مقرر کریگی۔

۳۔ رسالہ ہونہار کے لئے اچھے مضامین لکھنے والی لڑکیوں کو بھی انعامات دئے جائیں گے

۴۔ جو طلبہ غریب ہوں اگر وہ کوشش کرکے ۵ خریدار ہم پہونچائیں تو ان کے نام ہم سال بھر کے لئے رسالہ مفت جاری کردیں گے۔

منیجر

رسالہ ہونہار کے متعلق لیجسلیٹو اسمبلی کے میمبروں کی رائیں

مولوی محمد یعقوب ڈپٹی پریسیڈنٹ و میمبر لیجسلیٹو اسمبلی

قوموں اور ملکوں کی فلاح اور ترقی ان کے بچوں کی تعلیم و تربیت پر منحصر اور موقوف ہے۔ یورپ نے اس مسئلہ کو اچھی طرح سمجھ لیا ہے اور باوجود اپنی سیاسی اور تجارتی مصروفیتوں کے یورپ میں ہر وقت ایک جماعت صرف بچوں کی تعلیم و تربیت کے متعلق نئی نئی اختراعات کرنے اور انکو پھیلانے میں مصروف رہتی ہے۔ برخلاف اس کے ہندوستان کے تمام اکابر اپنا کل وقت سیاسی اور فرقہ وارانہ مسائل کے حل کرنے میں صرف کر دیتے ہیں اور بچوں کی تعلیم تربیت کے بارہ میں بہت کم توجہ کیجاتی ہے۔ بچوں کی تعلیم و تربیت کے واسطے منجملہ دیگر ذرائع کے چھوٹے چھوٹے دلچسپ اور نصیحت آمیز رسائل کا اجراء ہے۔ یورپ کے ممالک میں ہر روز اس قسم کے ہزارہا اخبار اور رسائل شائع ہوتے ہیں لیکن ہندوستان میں ابھی ان چیزوں کی بہت کمی ہے۔ اخبار پھول کامیابی کے ساتھ نکل رہا ہے اور بھی چند اس قسم کے اخبار ہیں لیکن ہندوستان جیسے وسیع ملک کے لحاظ سے اُن کی تعداد بہت ہی کم ہے۔

حال میں مسٹر فیاض حسین صاحب تسیم نے دارالسلطنت دہلی سے بچوں کے واسطے ایک خوبصورت اور دلچسپ مصور رسالہ شائع کیا ہے جس کا نام "ہونہار" ہے۔ میں نے اس کے دو تین پرچے سرسری طور پر دیکھے اور میں اس کو بچوں کے واسطے بہت مفید خیال کرتا ہوں۔ باعتبار کتابت، طباعت، خوشنمائی اور خوبی مضامین کے "ہونہار" ماشاء اللہ ایک ہونہار رسالہ معلوم ہوتا ہے۔ امید ہے کہ اہل ملک اُس کی قدر اور حوصلہ افزائی کریں گے۔

شیخ مشیر حسین قدوائی ایم ایل اے و ڈاکٹر ضیاء الدین احمد میمبر لیجسلیٹو اسمبلی

ہم نے ہونہار کو دیکھا۔ پرچہ اسم بامسمیٰ معلوم ہوتا ہے اور بچوں کے لئے اس کا مطالعہ اور ایسے پرچہ میں دلچسپی یقیناً مفید ہوگی۔ سیرت اور صورت دونوں لحاظ سے پرچہ اچھا معلوم ہوتا ہے۔

سید مرتضیٰ ایم ایل اے۔ صدر پریسیڈنسی مسلم لیگ مدراس

ہونہار کا تیسرا نمبر میں نے بغور مطالعہ کیا اور اس کو اسم با مسمیٰ ہونہار پایا۔ چونکہ رسالہ مذکور بچوں کے لئے موزوں ہے اور اس کی تصویریں دلکش ہیں اس لئے میں نے بھی اپنی بچی کے لئے اس کی خریداری منظور کرلی۔ اس رسالے کی سرپرستی ہر ہندوستانی کے لئے لازمی ہے۔

محمد عبداللطیف فاروقی ایم ایل اے۔ مالک و مدیر "آزاد ہند" مدراس

ہونہار نامی ماہوار رسالہ جو جناب فیاض حسین صاحب نسیم کی زیر ادارت اور حکیم محمد یوسف حسن صاحب مدیر نیرنگ خیال کی سرپرستی میں جاری کیا گیا ہے میری نظر سے گذرا۔ میری رائے میں یہ رسالہ لڑکوں اور لڑکیوں کے لئے بہت مفید ہے۔ لکھائی اور چھپائی کے اعتبار سے بھی بہت اچھا ہے۔ کاغذ بھی نہایت عمدہ استعمال کیا جارہا ہے۔ ہماری ہونہار نسل کے خیالات کو درست کرنے کے لئے ایسے رسالوں کی سخت ضرورت ہے اگر اسی اصول اور پیمانے پر اس کو جاری رکھا جائے تو میں سمجھتا ہوں کہ یہ رسالہ قوم کی ایک اہم اور بہترین خدمت ادا کرسکے گا۔ میں امید کرتا ہوں کہ قوم اس کی اعانت اور حوصلہ افزائی کرے گی۔

مولانا شفیع داؤدی ایم ایل اے۔

رسالہ ہونہار کے تیسرے نمبر کو میں نے بغور پڑھا۔ ماشاءاللہ نہایت ضروری اور مفید معلومات سے بھرا ہوا ہے۔ جب میں نے اپنی اہلیہ اور اپنی بچی کے ہاتھ میں اس رسالہ کو دیا تو انھوں نے دوسرے رسالوں کی طرح اس کو بھی ایک اشتہاری رسالہ سمجھکر توجہ نہ کی مگر دو روز کے مطالعہ کے بعد آج ان کی یہ رائے ہے کہ دہلی کے بعض اشتہاری رسالوں نے ہمیں دوسرے رسالوں سے بدگمان کردیا تھا۔ ہونہار میں لڑکوں اور لڑکیوں کے لئے اچھے مضامین درج ہیں۔ اور یہ رسالہ ایک سارائے طرز کا ہے۔ یہ اشتہاری رسالہ نہیں ہے۔ اور مجھسے بچی کے واسطے خریدنے کی سفارش کی گئی۔ میں بہت خوش ہوں کہ اس کے مضامین نے میری اہلیہ اور بچی کو اس کا دلدادہ بنا دیا۔

رسالہ ہونہار کے متعلق ہندوستان کے مشہور اخبارات اور رسائل کی رائیں

(۲)

علی گڑھ میگزین

"ہونہار" زیر ادارت جناب فیاض حسین صاحب نسیم جامعی۔ صدر بازار دہلی سے شائع ہوتا ہے۔ ضخامت ۴۸ صفحے قیمت ۳ سالانہ۔ سرورق نہایت خوبصورت کتابت و طباعت۔ روشن وکشادہ یہ رسالہ بچوں کی دلچسپی کے لئے دہلی سے نکلنا شروع ہوا ہے۔ پہلا نمبر ہمارے سامنے ہے۔ تصویروں کا ایک جو ورقہ اس کی خوبصورتی میں اضافہ کرتا ہے۔ مضامین سہل و دلچسپ ہیں اور نصیحت آمیز نظم ونثر دونوں انتخاب قابل تعریف ہے۔ مندرجۂ بالا پتہ سے دستیاب ہوسکتا ہے۔

پیغام صلح لاہور

ہونہار بچوں کا ایک باتصویر ماہوار رسالہ ہے جس کے مدیر فیاض حسین نسیم جامعی ہیں۔ جو لاہور کے اخبار تازیانہ میں فرائض ادارت انجام دے چکے ہیں جس طرح ہم ایک بچہ کی ظاہری صورت، عادات واطوار اور باتیں سن کر یہ رائے قائم کرسکتے ہیں۔ کہ یہ ہونہار ہوگا اسی طرح ہم ہر ایسے رسالہ کے متعلق جو بچوں کی جسمانی اور دماغی نشوونما کو فروغ دینے کے لئے جاری کیا جائے اس کی ظاہری اور معنوی حیثیت کو دیکھ کر کہہ سکتے ہیں کہ یہ قوم کے ہونہار بچوں کے لئے کہاں تک مفید ثابت ہوگا۔ ہم نسیم صاحب کو مبارکباد دیتے ہیں۔ کہ ان کا "ہونہار" واقعی ہونہار معلوم ہوتا ہے۔ جنوری نمبر کاغذ طباعت اور مضامین کی ترتیب کے لحاظ سے بلاشبہ امید افزا ہے۔ ٹائٹل پیج رنگین ہے مضمون بھی رنگین اور نتیجہ خیز ہیں۔ دستی تصویروں کے علاوہ بلاک کی تصویریں بھی ہیں جس میں "ہونہار" کے کمسن ناظرین کے لئے دلچسپی کا کافی سامان ہے۔ اگر ہونہار کے معاونین خصوصی نے جن کی تعداد ڈیڑھ درجن کے قریب ہے۔ اور جو سب کے سب کہنہ مشق معلوم ہوتے ہیں اپنی علمی امداد کا سلسلہ جاری رکھا۔ تو دہلی کے "ہونہار" کا پایہ بہت بلند رہیگا۔ ہمیں اس امر کا اعتراف کرنا پڑتا ہے کہ نسیم صاحب نے مذکورہ بالا نمبر کے مرتب کرنے میں خاص محنت سے کام لیا ہے ہمیں امید ہے کہ تعلیم یافتہ گھرانوں کے "ہونہار بچے" "ہونہار" کو ہر پہلو سے دلچسپ پائیں گے۔ ضخامت ۴۸ صفحے سالانہ قیمت تین روپے ۳ فی پرچہ ۳ منیجر ہونہار صدر بازار دہلی سے طلب کیجئے۔

ادیب پشاور

ہونہار بچوں کا ایک ماہوار رسالہ ہے جو حکیم محمد یوسف حسن مدیر نیرنگ خیال کی سرپرستی اور فیاض حسن صاحب نسیم جامعی کی ادارت میں ہندوستان کے دارالسلطنت دہلی سے شائع ہوتا ہے۔ اس وقت اس کا پہلا اور دوسرا نمبر ہمارے پیش ہے کتابت و طباعت اتنی عمدہ ہے کہ بچے آسانی سے پڑھ سکتے ہیں۔ بہر حال بچوں والے گھر میں یہ رسالہ ضرور ہونا چاہیئے۔ سرورق رنگین وجاذب نظر۔ مضامین مفید اور بچوں کے معیار کے مطابق زبان عام فہم اور سلیس سائز "ادیب" کے سائز کے برابر سالانہ چندہ ۳ قیمت فی پرچہ ۳ منیجر رسالہ ہونہار دہلی سے طلب کریں۔

عزیز گورکھپور

"ہونہار دہلی" یہ بچوں کا باتصویر ماہانہ رسالہ ہے۔ تب و تاب سے جامعہ ملیہ دہلی سے جناب فیاض صاحب نسیم کی ادارت میں نکلا ہے۔ رسالے کا پہلا نمبر اور دوسرا نمبر ہم نے دیکھا، ماشاء اللہ کیا کہنا! یہ واقعی ہونہار ہے۔ ظاہری شان، سادہ ورنگین تصاویر، مضامین ومضامین کی ترتیب ہر لحاظ سے خوب ہے جناب حکیم محمد یوسف حسن صاحب ایڈیٹر "نیرنگ خیال" کی سرپرستی ہے ہم اس کی خریداری کے لئے سفارش کرتے ہیں۔ یقیناً یہ رسالہ تمام بچوں کے لئے خصوصاً ہائی سکشن اور مڈل کلاس کے طلبا کے لئے بہت مفید ثابت ہوگا چندہ سالانہ صرف ۳ پتہ منیجر رسالہ ہونہار دہلی صدر بازار۔

عفت دہلی "ہونہار" یہ رسالہ جنوری ۱۹۳۰ء سے زیرادارت جناب فیاض حسین صاحب نسیم جامعی جاری ہوا ہے پہلا نمبر زیر نظر ہے اور ہر لحاظ سے بچوں کے مذاق کے مطابق ہے مضامین کیا تصویر سب خوبی کی ہیں میرے خیال میں ہر ایک بچہ اس رسالہ کو ضرور جاری کرائے۔ تاکہ بچوں میں بھی ابھی سے بلند حوصلگی پیدا ہو اور آئندہ وہ اپنے کل واجب فرائض کو بخوبی انجام دے سکیں۔ ٹائٹیل سہ رنگا ہے۔ تصاویر بچوں کے مذاق کے مطابق رکھی ہیں۔ کاغذ بہترین لکھائی چھپائی روشن و منور ہے۔ سالانہ بنرہ تین روپے چار آنے۔ فی پرچہ چار آنے ملنے کا پتہ "منیجر ہونہار صدر بازار دہلی۔

مہاجر دیوبند یہ ماہوار رسالہ زیرادارت جناب فیاض حسین صاحب نسیم جامعی شائع ہو رہا ہے۔ جس کا دوسرا نمبر ہمارے سامنے ہے۔ اس وقت بچوں کے لئے اور بھی بہت سے اخبار و رسائل نکل رہے ہیں۔ لیکن پھر بھی کمی محسوس کی جا رہی تھی۔ ہمیں امید ہے کہ اگر ہونہار کا خاطر خواہ خیر مقدم کیا گیا تو وہ بہت جلد اس کی کمی کو پورا کر دیگا مغربی ممالک میں بچوں کی تربیت کا خاص خیال رکھا جاتا ہے۔ کیونکہ وہ لوگ سمجھتے ہیں کہ اگر بچوں کی ابتدائی تعلیم ضابطے کے ماتحت ہو تو وہ آئندہ اچھی ترقی کر سکتے ہیں۔ بخلاف مشرق کے کہ یہاں بچوں کی ابتدائی تعلیم و تربیت کی طرف بالکل کم توجہ کی جاتی ہے۔ ہونہار کے مضامین بچوں کے ذوق کے مطابق ہیں۔ رسالہ میں تصاویر کا بھی خاص طور پر اہتمام کیا گیا ہے۔ کتابت طباعت دیدہ زیب ہے۔ سالانہ قیمت سے رہے۔ ہمارے خیال میں ہر اس شخص کو جو اپنے بچوں کی تعلیم سے دلچسپی رکھتا ہے۔ اس رسالہ کو ضرور منگانا چاہئے۔ ترسیل زر کا پتہ۔ منیجر رسالہ ہونہار بارہ ٹوٹی صدر بازار دہلی

جامعہ دہلی "ہونہار" جامعہ ملیہ کے فارغ طلبہ نے پچھلے ۹ سال میں قوم کی اور کوئی خدمت کی ہو یا نہ کی ہو۔ اردو صحافت میں انہوں نے یقیناً قابل قدر حصہ لیا ہے آج کوئی آٹھ روزانہ اور ہفتہ وار اردو اخبار بالکل جامعہ کے سابق طالب علموں کے ہاتھ میں ہیں۔ لیکن یہ اخبارات عموماً سیاسی ہیں۔ جامعہ والے اپنے کام کو محض وقتی سیاست تک محدود نہیں رکھنا چاہتے بلکہ ان تعمیری کوششوں میں حصہ لینے کو اور بھی ضروری سمجھتے ہیں، جنکا اثر آج کل ہی نہیں بلکہ ایک عرصہ بعد ظاہر ہوتا ہے لیکن دیرپا بھی ہوتا ہے۔
ان تعمیری کوششوں میں بچوں کی تعلیم و تربیت سب سے اہم کام ہے۔ بچوں کی تعلیم کے لئے مدارس کے علاوہ بلکہ بعض حیثیت سے نئے مدرسے قائم کرنے سے زیادہ ضروری بچوں کے لئے مفید کتابوں اور رسالوں کا شائع کرنا ہے جس میں اب تک اردو زبان افسوس کہ کم مایہ ہے بڑی خوشی کی بات ہے کہ جامعہ کے سابق طالب علم فیاض حسین صاحب نسیم نے بچوں کے لئے ایک باتصویر ماہوار رسالہ ہونہار نامی نکالا ہے۔ اس کے ۳ نمبر ہمارے سامنے ہیں اور ان کو دیکھ کر کہا جا سکتا ہے کہ یہ رسالہ اپنے مقصد میں کامیاب ہوگا اور بچوں بچیوں کے لئے بہت مفید ثابت ہوگا۔ اس کے مضامین کی عبارت سہل اور سلیس ہوتی ہے اور بچے اسے اچھی طرح سمجھ سکتے ہیں۔ لکھائی چھپائی بھی دیدہ زیب ہے اور سرورق نہایت عمدہ خوشنما۔ تصویروں کا بھی انتظام ہے۔ اور آئندہ بہتر تصاویر کے طبع ہونیکی توقع ہے۔ جن لوگوں کے بچے اردو پڑھنا سیکھ چکے ہیں انھیں یہ پرچہ منگا کر بچوں کو دینا چاہئے سال بھر کے لئے ہے ملنے کا پتہ رسالہ ہونہار صدر بازار دہلی

(باقی آئندہ)

ملتان کا ایک خط

مکرمی ایڈیٹر صاحب زاد عنایتہٗ۔ السلام علیکم

آپ کا موقر جریدہ "ہونہار" ملا۔ شکریہ۔ میرے خیال میں "ہونہار" کا اولین دور ہی کافی شہادت ہے۔ کہ مستقبل قریب میں اس کے مقابلہ کا کوئی پرچہ اس موضوع کا نہ ہوگا۔ دہلی کی علمی فضا نے نہایت سرعت انگیز تیزی سے علم و ادب کی خدمت کی طرف قدم اٹھایا ہے آپ کی مبارک کوشش لائق صد ہزار تحسین و آفریں ہے اس کا ریویو اسی ماہ میں کر دیا گیا ہے۔ کل یہ رسالہ تبادلہ میں روانہ کر دوں گا۔ امید ہے کہ آپ بھی اس رسم کو جاری رکھیں گے۔ چھ سات احباب کو رسالہ دکھایا گیا انہوں نے بے حد تعریف کی۔ اور خاص طور پر ٹائٹل پیج کے جاذب نظر اور رنگین پھول کی۔ بچوں کے لئے اس سے بہتر رسالہ اب تک دیکھنے میں نہیں آیا۔ خدا کرے کہ "ہونہار" دن دونی رات چوگنی ترقی کرے۔ فقط

دعاگو۔ لعل دین عاصی نظامی ایڈیٹر رسالہ "دیہاتی" ملتان شہر۔ (پنجاب)

جلد ۱ | دہلی ۱۰ر اپریل سنہ ۱۹۳ء | نمبر ۴

فہرست مضامین

شذرات

آج رسالہ ہونہار کا چوتھا نمبر شائع کیا جا رہا ہے۔ اس قلیل عرصہ میں جتنی شہرت اور ترقی اس رسالہ نے حاصل کی ہے وہ نہایت ہی حیرت انگیز ہے۔ ہندوستان کے تمام مشہور اخبارات اور رسائل نے اس رسالہ کی بیحد تعریف کی ہے۔ اور اس کو بچوں کے لئے بہترین رسالہ تسلیم کیا ہے۔ اس مرتبہ اسمبلی کے چند اُن ممبروں کے ریویو بھی شائع کئے جا رہے جنھوں نے رسالہ کے مضامین اور خوبیاں دیکھ کر اس کو اپنے بچوں کے لئے خریدا ہے اور تعریف کی ہے۔

ہونہار بھائیوں کو یہ خبر سن کر خوشی ہوگی کہ ہندوستان کے کئی صوبوں میں رسالہ ہونہار کو سرکاری مدرسوں کے لئے منظور کئے جانے پر غور کیا جا رہا ہے اور عنقریب ہم آپ کو یہ خوش خبری بھی سنائیں گے کہ کتنے صوبوں میں یہ رسالہ منظور ہو گیا۔

یہ رسالہ ایک اچھے سرمایہ سے جاری کیا گیا ہے۔ اس لئے یہ خیال کبھی بھول کر بھی دل میں نہ لانا کہ یہ بند ہو جائے گا۔ بلکہ ہم تو یہ کوشش کر رہے ہیں کہ اسی قیمت میں ہم اس سے بھی بہتر رسالہ آپ کو دیں۔ اس لئے کہ روز بروز اس کی حالت بہتر ہوتی جا رہی ہے۔ رسالہ کے لئے اتنے مضامین موصول ہو رہے ہیں کہ مئی اور جون کے پرچے بھی تقریباً تیار ہیں اور مضمونوں کی کثرت کی وجہ سے میں اپنا مضمون قسمت کا پھیر اگلے پرچہ کے لئے ملتوی کر رہا ہوں

محمد سعید صاحب سابق متعلم جامعہ ملیہ برانچ اسکول صدر بازار دہلی جو ایک نہایت ہی نیک اور ہونہار طالب علم ہیں اور ہونہار کے خاص مددگاروں میں سے ہیں امسال حج کے لئے حجاز تشریف لے گئے ہیں انھوں نے ہم سے وعدہ کیا تھا کہ راستہ کے حالات اور حج کی تمام کیفیت رسالہ ہونہار کے لئے لکھ کر روانہ کریں گے۔ پہلے انھوں نے دہلی سے کراچی تک کے حالات لکھ کر بھیجے تھے پھر مکہ معظمہ پہونچکر کراچی سے مکہ معظمہ کے سفر کے حالات لکھ کر روانہ کئے جس کی ایک قسط اپریل کے رسالہ میں شائع کی جا رہی ہے۔ ۷ مارچ کو ان کا تیسرا خط موصول ہوا ہے جو مدینہ سے آیا ہے ان کے سفر کے نہایت دلچسپ حالات ہونہار بھائیوں کی معلومات کے لئے شائع کئے جائیں گے۔ خدا سے دعا ہے کہ محمد سعید صاحب حج سے فارغ ہو کر بخیر و عافیت ہم سے ملیں۔

بعض خریداروں کی طرف سے ہمیں یہ شکایت موصول ہوئی ہے کہ رسالہ ہونہار ان کے پاس نہیں پہونچا۔ ہم خریداروں کی فہرست سے دو دو تین تین مرتبہ مقابلہ کر کے اور پتے بالکل صحیح لکھ کر رسالہ بھیج دیتے ہیں۔ اگر آپ کو رسالہ نہ ملے تو اس کی ذمہ داری ڈاک خانہ والوں کے سر پر ہے۔ ڈاک خانہ کی بد انتظامی کے متعلق اور بھی شکایتیں ہیں جو ہم کسی اور پرچہ میں شائع کریں گے۔ اگر رسالہ آپ کو ۲۰ تاریخ تک نہ ملے تو پھر آپ خط بھیج کر دوبارہ منگوا لیجئے۔ اس کے بعد نہیں بھیجا جائے گا۔

(اڈیٹر)

اتفاق

سب قوتوں سے بڑھ کے ہی قوت میں اتفاق
حامد عجیب شے ہے حقیقت میں اتفاق

ہل سکتے ہیں جگہ سے پہاڑ اِتفاق سے
ہے اِک جہاں کو اس کی کرامت میں اتفاق

چمکیں نہ سب کے سب تو نہ رونق ہو چرخ کی
ہے جلوہ گر ستاروں کی صورت میں اتفاق

پہونچی وہ قوم خاک سے اوجِ کمال پر
ہے ابتدا سے جس کی طبیعت میں اتفاق

اے اہل ہند کر لو جو کرنا ہے آج ہی
پھر کیا کروگے جا کے قیامت میں اتفاق ؟

یہ کچھ ضرور ہے کہ دلوں میں بھی ہو نفاق
کیا ہے نہیں جو مذہب و ملت میں اتفاق

ہو ایک دوسرے کا ہر اک حال میں شریک
ہو اتحاد رنج میں راحت میں اتفاق

سنتے ہیں ہم نفاق نہ ہوگا بہشت میں
ہوگا وہاں ہر ایک کی عادت میں اتفاق

اس ملک کو بھی کہتے ہیں جنت نشاں ہے یہ
پھر کیوں نہیں ہے ہند کی جنت میں اتفاق

ظاہر کرے عمل سے نہیں اعتبارِ قول
ہے گر کسی کی سیرت و طینت میں اتفاق

(حامد حسن قادری)

رسالہ ہونہار
کے
معاونین خصوصی

مطالعہ

(۱) کسی چیز کے مطالعہ سے ہمارا کوئی خاص مقصد ہونا چاہیئے۔ جس قدر زیادہ ہم اس امر سے واقف ہوں گے کہ ہم کسی کتاب یا مضمون کو کیوں پڑھ رہے ہیں اسی قدر ہم زیادہ فائدہ اٹھائیں گے۔ یہ بہت اچھا قاعدہ ہے کہ ہم مطالعہ کے وقت اپنے سے یہ سوال کر لیا کریں کہ آخر ہم اس کتاب یا اخبار کو کیوں پڑھ رہے ہیں؟ ہم اسے بجائے دوسرے وقت کے اسی وقت کیوں پڑھ رہے ہیں؟ بہت ممکن ہے کہ فوراً ہی جواب ملے کہ اس میں آسانی ہے کیونکہ یہ کتاب پاس ہی موجود ہے اور یا یہ کہ وقت کاٹنے کا یہ اچھا اور آسان طریقہ ہے۔ یہ جواب درست تو ضرور ہیں لیکن ان سے ہمیشہ مطمئن نہ ہو جانا چاہیئے۔ بہرحال یہ سوال کرنے کی عادت ہمیں کسی کتاب کے مطالعہ کے مقصد سمجھنے میں مدد کرے گی۔

(۲) ایک کتاب کے مضمون کو کسی مقصد سے پڑھنا زیادہ دلچسپی کا باعث ہوتا ہے۔ وہ شخص جو کسی قصہ کو اپنے غیر حاضر دوست کو سنانے کے لئے پڑھتا ہے یا ایک مضمون کو کسی بحث کے لئے یا ایک غزل کو یاد کر کے کسی موقع پر دہرانے کے لئے پڑھتا ہے تو وہ اس بات سے خوب واقف ہوتا ہے کہ وہ کسی خاص مقصد کے لئے ایسا کر رہا ہے ورنہ اسے اپنے مقصد میں کامیابی نہ ہوتی۔ کوئی بھی جب تک اس میں یہ اسپرٹ نہ ہو پڑھنے کا اصل مفہوم نہیں سمجھ سکتا۔

(۳) ایسے لوگوں کی سوانحعمری اٹھا کر دیکھئے جنہوں نے بغیر استاد کے تعلیم حاصل کی تو صاف طور پر معلوم ہو جائیگا کہ انھیں صرف کتاب پڑھنے ہی کا شوق نہ تھا بلکہ وہ جو کتابیں پڑھتے تھے وہ منتخب ہوتی تھیں جو ان کی کسی خاص غرض یا مقصد کے متعلق ہوتی تھیں۔ سب سے بڑی وجہ کہ ایسے خود تعلیم حاصل کئے ہوئے لوگ دوسرے تعلیم یافتہ لوگوں سے کیوں زیادہ ہوشیار اور باہنر ہوتے تھے اس کے سوا کوئی نہیں کہ وہ کسی چیز کا مطالعہ کسی خاص

غرض سے کرتے تھے بے فائدہ نہیں۔

(۴) دوسرا طریقہ پڑھنے کا یہ ہے کہ ہر وقت ایک ہی کتاب کا مطالعہ نہ کیجئے۔ جو کتابیں زیادہ ضخیم (موٹی) ہوں اور یک وقت نہ پڑھی جاسکیں تو انھیں ساتھ رکھنا چاہیئے اور روزانہ تھوڑا تھوڑا کرکے دیکھنا چاہئے یہاں تک کہ وہ ختم ہو جائیں۔

(۵) اگر کئی مضمون ہیں برابر کے مفید معلوم ہوں تو ہمیں ایک ترتیب سے کام لینا چاہیئے جس وقت جس کتاب کو پڑھا جائے اس وقت اسی سے متعلق باتوں کا خیال کیا جائے۔ "ایک وقت میں ایک کام" بہت اچھا مقولہ ہے

(۶) کسی واقعہ کے پڑھنے سے پیشتر ہمیں یہ بھی دیکھ لینا چاہئے کہ اس میں ہم کتنا وقت صرف کرسکتے ہیں کیونکہ ایک واقعہ سے متعلق مختلف کتابیں لکھی گئی ہیں جن کا مطالعہ قریب قریب ناممکن ہے۔ غدر کے حالات جاننے کے لئے ایک شخص کو کئی کتابیں پڑھنے کی ضرورت ہوگی کیونکہ کسی ایک مضمون یا کتاب سے اس کے متعلق پوری واقفیت نہیں ہوسکتی۔ ایسی صورت میں غدر سے متعلق محض مفید اور پُراز معلومات کتب کا مطالعہ کرنا چاہئے۔ اس انتخاب میں کسی علمی آدمی سے صلاح بھی لیجاسکتی ہے۔

(محمد کامل جونپوری)

دھوکے بازی کا انجام

کسی جھیل کے کنارے ایک درخت تھا اس پر ایک بگلا رہتا تھا۔ ایک دن وہ اسی جھیل کے کنارے رنجیدہ صورت بنائے اور گردن جھکائے ہوئے کھڑا تھا۔ ایک کیکڑے نے اسے دیکھ کر کہا "چچا جان آپ مچھلیاں پکڑنے کی کوشش کیوں نہیں کرتے؟ کیا آج آپ ناشتہ نہیں کریں گے؟ کیا اب آپ کو مچھلیوں کی خواہش نہیں رہی؟ آپ اتنے اداس کیوں نظر آتے ہیں"؟ بگلے نے جواب دیا کہ "نہیں میرے دوست میری تو خواہش

ہی یہی ہے کہ میری رکابی مچھلیوں سے بھری رہے۔ لیکن میرا دل غم سے بھرا ہوا ہے کیونکہ میں نے آج کئی مچھیروں کو یہ مشورہ کرتے ہوئے سُنا ہے کہ وہ بہت جلد اِس جھیل میں رہنے والی تمام مچھلیوں کو پکڑ لیں گے۔ چونکہ میں نے اپنی زندگی انھیں مچھلیوں پر بسر کی ہے۔ اگر میں اِس سخت مصیبت میں ان کے کام نہ آؤں تو میرے لئے نہایت شرم اور ناشکر گذاری کی بات ہوگی۔ اب میں نے بھی یہ ارادہ کر لیا ہے کہ اسی پیاری جھیل کے کنارے جہاں کہ میں نے خوشی کے دن گذارے ہیں گھل گھل کر مر جاؤں"

کیکڑا اِس منحوس خبر کے سنتے ہی فوراً پانی کے اندر گیا اور مچھلیوں کو سارے حال سے آگاہ کیا۔ اِس خوفناک خبر کے سننے سے مچھلیوں میں کہرام مچ گیا۔ انھوں نے فوراً اس جھیل میں رہنے والی مچھلیوں کا ایک جلسہ کیا۔ لیکن جب اس آنے والے خطرہ سے بچنے کی کوئی بھی تدبیر ان کی سمجھ میں نہ آئی تو انھوں نے فیصلہ کیا کہ اِس معاملہ کے متعلق بگلہ سے مشورہ کیا جائے۔ چنانچہ تمام مچھلیاں اوپر کی سطح پر آئیں اور بگلے سے کہنے لگیں "چچا جان کیا آپ ہمارے بچانے کی کوئی تدبیر نکال سکتے ہیں" بگلے نے مکاری کے آنسو بہائے اور ان کو یقین دلاتے ہوئے الفاظ میں کہا "میرے بچو! تمہاری نجات کا ذریعہ صرف یہی ہو سکتا ہے کہ تمہیں فوراً کسی دوسری جھیل میں لیجا کر چھوڑ دیا جائے۔ اگر تم پسند کرو تو سمندر کے قریب ایک جھیل میں جہاں مچھلی مارنے کی سخت ممانعت ہے تم سب کو ایک ایک کر کے چھوڑ آؤں۔ مچھلیوں نے اِس مشورہ کو بہت پسند کیا اور ایک آواز ہو کر بولیں اے ہمارے خیر خواہ فوراً ایسا ہی کیجئے۔

تب تو بگلا مچھلیوں کو یکے بعد دیگرے اپنی پیٹھ پر لیجاتا اور ہر ایک مچھلی کو نیچے میدان میں اتر کر چٹ کر جاتا اور ہر مرتبہ آکر یہ خبر بیان کرتا کہ اس نے مچھلیوں کو سمندر کی جھیل میں بحفاظت داخل کر دیا ہے۔ اس طرح سے کچھ دنوں میں اس نے تمام مچھلیاں کھا ڈالیں۔ یہاں تک کہ صرف کیکڑا ہی اس جھیل میں باقی رہ گیا۔

چونکہ مچھلیوں کا گوشت کھاتے کھاتے بگلہ تھک گیا تھا اس لئے اس نے کیکڑے کو

گوشت کھانے کی خواہش کی اور اس کو بھی اپنی پشت پر بٹھا کے لے اڑا۔ یکایک وہ نیچے ایک میدان میں اترا۔ جب کیکڑے نے نیچے نگاہ کی تو بجائے پانی کے میدان میں مچھلیوں کی ہڈیوں کا بہت بڑا ڈھیر دیکھا۔ تب تو کیکڑے پر ساری حقیقت ظاہر ہو گئی اور اس نے فوراً اپنی تیز قینچی دار گرفت سے بگلے کی گردن کے صاف دو ٹکڑے کر ڈالے۔ (ترجمہ)

پیارے بچو! تم نے دیکھا؟ کہ جھوٹ اور دھوکے بازی سے بگلے کا کیا انجام ہوا؟ ممکن ہے کہ جھوٹا اور دغا باز آدمی اپنے مکر و فریب سے دو ایک دفعہ اپنا کام نکال لے لیکن آخر میں اس کا وہی انجام ہوتا ہے جو بگلے کا ہوا۔ لہذا کسی کو دھوکا مت دو۔ اس سے سوائے ذلت اور تباہی کے اور کچھ حاصل نہیں ہوتا۔

(سرفراز احمد خاں علیگ)

خوراک اور جسم

(۲)

زیادہ کھانا کھانے کے نتائج اگر کھانا زیادہ کھا لیا جائے تو اس کے یہ معنی ہیں کہ ہم اپنے پیٹ کو بہت زیادہ کام کرنے کے لئے دیتے ہیں تاکہ وہ ایک ہی وقت میں اس کو کردے اور ایسا کرنے کا یہ نتیجہ ہوتا ہے کہ وہ اس کو ہضم نہیں کر سکتا، وہ بدن میں استعمال تک نہیں ہوتا بلکہ بدن ہی میں پڑا سڑتا اور خراب ہوتا ہے۔ آخرکار یہ خراب کھانا ہمکو بیمار کر دیتا ہے۔ خون خراب ہو جاتا ہے چہرہ زرد اور بدصورت ہو جاتا ہے اور اس پر سرخی کا وجود تک نہیں ہوتا۔ منہ کا مزا خراب ہو جاتا ہے اور منہ سے جو ہوا نکلتی ہے بدبودار ہوتی ہے جس سے دوسروں میں بیماری پیدا ہونے کا اندیشہ رہتا ہے۔

ایک بہت بڑی غلطی یہ کیجاتی ہے کہ جب ہم بیمار ہوتے ہیں تو یہ خیال کرتے ہیں کہ ہمیں کھاتے رہنا چاہئے۔ حالانکہ پیٹ کو کھانے کی بالکل ضرورت نہیں ہوتی۔ غالباً انھیں یہ خیال ہوتا ہے کہ ایسا کرنے سے کھانا انھیں تندرست اور اچھا کردے گا۔ حالانکہ یہ صحیح نہیں ہے۔ کھانا انھیں تندرست نہیں کریگا بلکہ اور بیمار ڈالدیگا۔

اگر تمہیں کھانے کی خواہش نہ ہو تو خیال کر لو کہ تمہارے پیٹ کو کھانے کی بالکل ضرورت نہیں ہے اور جب تمہارے پیٹ کو کھانے کی ضرورت نہیں ہے تو وہ اس کھانے کو جو تم اسے دوگے ہرگز ہرگز ہضم کرنے کے قابل نہ ہوگا بلکہ اندر ہی اندر خراب ہوتا رہے گا جس سے تم اور زیادہ بیمار ہو جاؤ گے۔ لہذا یہ اصول بنا لو کہ کبھی نہ کھاؤ گے جب تک تم کو کھانے کی ضرورت نہ ہوگی۔ اس کا خوف نہ کرو کہ اگر کافی کھانا نہ کھاؤ گے تو کمزور ہو جاؤ گے۔ اکثر بیماریاں زیادہ کھانے سے پیدا ہوتی ہیں۔

نہ چنداں بخور کز دہانت بر آید
نہ چنداں کہ از ضعف جانت بر آید

یعنی نہ اتنا زیادہ کھاؤ کہ منہ سے نکل پڑے اور نہ اتنا کم کھاؤ کہ کمزوری سے جان چلی جائے۔

سادہ غذا اور اس کے فائدے

اگر خدا نخواستہ تم بیمار پڑجاؤ تو ایسی حالت میں تم کچھ نہ کھاؤ یا اگر کھاؤ تو سادہ کھانا کھاؤ۔ سادہ کھانا کھانے سے کبھی بیماری پیدا نہیں ہوتی۔ سادہ غذا اچھا اور صاف خون پیدا کرتی ہے سادہ غذا کھانے والے بہت مضبوط ہوتے ہیں۔ تمہاری بھی یہ خواہش ہوتی ہوگی کہ تم ایک مضبوط آدمی ہو لیکن مضبوط آدمی بننے کے لئے مرغن یعنی خوب گھی اور تیل والی غذا نہیں کھائی جاتی بلکہ سادہ غذا کافی ہوتی ہے۔ ایک مضبوط آدمی اس لئے نہیں کھاتا کہ اس کو کھانے کی ضرورت ہے یا اس کا دل چاہتا ہے بلکہ وہ اس لئے کھاتا ہے کہ اس کے پیٹ کو کھانے کی ضرورت ہے۔ وہ اس قدر کھاتا ہے جس قدر اس کے پیٹ کو کھانے کی ضرورت ہوتی ہے۔ کیونکہ وہ زندہ رہنے کے لئے کھاتا ہے لیکن بعض لوگ صرف کھانے کے لئے زندگی چاہتے ہیں۔ اس کا اندازہ یوں کرو کہ جیسے ہی وہ ایک کھانا کھاچکے ہوتے ہیں وہ دوسرے وقت کا انتظار کرنے لگتے ہیں جبکہ وہ پھر کھائیں گے وہ اپنی زندگی اچھے اچھے کھانوں کی امید میں گزارتے ہیں کہ ہر وقت عمدہ عمدہ کھانے ملا کریں۔ لیکن جب انھیں اچھا کھانا مل جاتا ہے تو اس سے ان کو کوئی خوشی حاصل نہیں ہوتی کیونکہ وہ کئی مرتبہ کھاتے ہیں اور پھر بہت زیادہ کھاجاتے ہیں جس سے وہ اکثر بیمار رہتے ہیں اور کبھی تندرستی محسوس نہیں کرتے۔

زندگی کھانے کے لئے نہیں ہے۔ زندگی کام کرنے اور کام سے تھک جانے کے بعد کھیلنے اور آرام کرنے کے لئے ہے۔ میری آرزو یہ ہے کہ لوگوں کی عمر بہت ہو اور ایک خوشی کی زندگی ہو لیکن یاد رہے کہ کبھی مضبوط اور خوش نہیں ہوگے اگر تم کھانے کے لئے زندہ رہنا چاہو گے۔

خوردان برائے زیستن و ذکر کردن است
تو معتقد کہ زیستن از بہر خوردن است

کھانا زندہ رہنے اور عبادت کرنے کے لئے ہے
لیکن تیرا خیال یہ ہے کہ زندگی صرف کھانے کے لئے ہے

(ترجمہ) (احمد علی صدر مدرس شاخ جامعہ ملیہ دہلی)

مکھیاں

الہی خیر! برسات دور ہے لیکن مکھیوں کی ابھی سے اتنی کثرت ہے کہ جس جگہ دیکھو ٹھٹھ کے ٹھٹھ نظر آتے ہیں۔ باورچیخانہ میں تو ایسا ڈیرہ جمایا ہے کہ بیان نہیں کیا جاتا۔ ابھی دیگچی کو ڈھانکا ہے تو ماما کے آٹے پر گھسی جاتی ہیں۔ چاول کی پلیٹ ابھی سامنے آئی ہے کہ مکھیوں کا تانتا بندھ گیا۔ ایک یہ ایک گری پڑتی ہے۔ پنکھا ہے کہ برابر گردش کر رہا ہے۔ جہاں ذرا "کا" بی مکھی موجود ہیں۔

کہا تو یہ جاتا ہے کہ خدا نے کوئی چیز بیکار نہیں بنائی۔ مگر یہ آجتک سمجھ میں نہیں آیا کہ یہ بی مکھی کونسی مہم سر کرنے کو تشریف لائی ہیں خیر ہم تو ہم رہے غضب تو یہ ہے کہ سارے وید حکیم اور ڈاکٹر اس کے مارے پریشان ہیں۔ جس سے پوچھو وہی اس کو برا بتلاتا ہے۔ یہ کمبخت گندی سے گندی چیز پر بیٹھتی ہے اور ذرا نہیں گھنیاتی۔ ڈھیٹ اس قدر کہ اس کو کتنا ہی مارو۔ اڑ کر پھر وہیں آ بیٹھتی ہے۔

اس کی بڑی بہن بی شہیدن (شہد کی مکھی) کو دیکھو کس قدر نفاست پسند ہے کہ جب جاتی ہے پاک جگہ پر اور جب بیٹھتی ہے سنہری چیز پر۔ گندی جگہ اور گندی چیز پر کبھی مٹھامت دیکھنا اور یہ بیچاری آدمیوں کو بھی تو فائدہ پہونچاتی مگر اس کی چھوٹی بہن تو ایسی ذلیل واقع ہوئی ہے کہ جس انسان کے بچے کھچے کھانے سے پرورش پائے اسی کو تاکے اور اسی کو مارے۔

اس کمبخت مکھی سے آدمی بہت سی بیماریوں میں پھنس جاتا ہے۔ دست، پیچش، ہیضہ وغیرہ امراض سب اسی کے کرتوت ہیں۔ جب یہ کسی کسی زہریلی اور گندی چیز پہ بیٹھتی ہے تو اس کا زہر (زہریلے جراثیم) اپنے چھوٹے چھوٹے ریشہ دار پاؤں میں لگا لاتی ہے اور اب جس چیز پر جاکر بیٹھتی ہے اس میں اس زہر کا اثر چھوڑ دیتی ہے۔ چنانچہ اسی طرح حلوائیوں کی مٹھائیاں، دودھ، دہی، گھر کے دال، چاول اور ترکاری وغیرہ اکثر زہریلے ہوکر وبائی امراض پیدا کر دیتے ہیں اور

جو آدمی بھی ان چیزوں کو کھاتا ہے زہریلے جراثیم
اس کے جسم میں پہونچکر زہر پھیلا دیتے ہیں
اور آدمی ہیضہ اور دیگر بیماریوں میں مبتلا ہوکر
ہلاک ہو جاتا ہے۔

پیارے بچو! اگر تم کو اپنی تندرستی
پیاری ہے تو اس کے ظلم سے بچنے کی کوشش
کرو۔ اس سے بچنا کچھ مشکل نہیں ہے صرف
تھوڑی سی احتیاط شرط ہے۔ یوں تو مکھی
عموماً ہر موسم میں بری ہے مگر گرمی اور خاصکر
برسات کے موسم میں تو یہ بہت زیادہ تکلیف
دیتی ہے۔ کیونکہ ان ایام میں کوڑا کرکٹ،
پھل پھلاری وغیرہ سڑتی اور گلتی ہیں اور ان
میں سمیت پیدا ہو جاتی ہے۔

مکھیوں کے اثر سے بچنے کیلئے چند نہایت
آسان اور نہایت ضروری امور ذیل میں
درج کئے جاتے ہیں۔

۱۔ اپنے دل کو قابو میں رکھو اور بازاری
مٹھائی، دودھ، دہی اور ربڑی وغیرہ پر
جی نہ للچاؤ۔ ہاں ایسی مٹھائیاں وغیرہ کھانے
میں کوئی حرج نہیں جو احتیاط سے جالیوں اور
شیشوں کی الماریوں میں بند رہتی ہوں اور جہاں
مکھی کا گذر نہ ہو اور دودھ اگر گرم ہو تو کچھ مضائقہ نہیں

۲۔ گھر پر جو کھانا کھاؤ وہ گرم کھاؤ اور کھانے کی
چیزوں کو ڈھکا ہوا رکھو۔

۳۔ کھانے کے وقت پنکھا وغیرہ ضرور جھلتے رہو
تاکہ مکھی کھانے پر نہ بیٹھے۔

۴۔ نان بائی کی دوکان پر کبھی نہ جھانکو کیونکہ
ان کی دوکانیں بہت غلیظ ہوتی ہیں وہاں تو
صرف مکھیوں کی دال خوب گلتی ہے۔

۵۔ موسم گرما اور خاصکر برسات میں گوشت کا
استعمال ترک کرو کیونکہ اس موسم میں مکھی کی
بدولت گوشت میں زہریلے جراثیم پیدا ہو جاتے ہیں

(۶) پیاز، سرکہ اور لیمو کھانے میں روزانہ استعمال کرو

(۷) پھل تازہ اور اچھا کھاؤ۔ اور ہرگز ایسا سڑا ہوا نہ کھاؤ

(۸) پانی پیو تو ابالا ہوا ٹھنڈا پانی پیو اور گھڑے
پر کپڑا باندھے رکھو یا پیتے وقت چھان کر پیو۔ یا
پرمینگنیٹ آف پوٹاس کا پڑا ہوا پانی پیو اور اسی
کو دوسرے کاموں میں استعمال کرو۔

یقین کرو کہ بہت سی بیماریوں سے بچ جاؤ گے

(اللہ بخش انصاری بیدل جلبسری)

اُستاد کا ادب

ایک بادشاہ کے دو شہزادے ایک ہی استاد کے پاس پڑھا کرتے تھے۔ ایک دن استاد نے شہزادوں کی طرف دیکھ کر کہا ذرا میرا جوتا تو اٹھا لاؤ۔ یہ سن کر دونوں شہزادے دوڑ پڑے اور اس بات پر لڑنے لگے کہ جوتے اٹھا کر کون لیجائے۔ بڑا شہزادہ کہتا تھا کہ میں تم سے بڑا ہوں جوتے میں لیجاؤں گا۔ دوسرا کہتا تھا نہیں استاد نے مجھے حکم دیا ہے میں لے جاؤں گا۔

آخر اس بات پر فیصلہ ہوا کہ دونوں ایک ایک جوتا لے جائیں۔ بادشاہ بھی کھڑکی میں بیٹھا یہ ماجرا دیکھ رہا تھا۔ اس نے استاد کو بلا کر پوچھا کہ آج دنیا میں سب سے زیادہ خوش قسمت کون ہے؟ استاد نے جواب دیا "حضور سے زیادہ خوش قسمت کون ہو سکتا ہے"

بادشاہ نے مسکرا کر کہا "نہیں بلکہ دنیا میں سب سے زیادہ خوش قسمت وہ ہے جس کا جوتا اٹھانے کے لئے دو شہزادے لڑیں"

ہونہار بچو! دیکھو اگلے زمانہ کے لڑکے استاد کا کتنا ادب کیا کرتے تھے۔ افسوس کہ آجکل کے لڑکے جوتا اٹھانا تو بڑی بات ہے بعضے نالائق تو استادوں کو گالیاں دیتے ہیں اور ان کی بالکل عزت نہیں کرتے۔ اسی کا نتیجہ ہے کہ جیسے بڑے بڑے عالم پہلے زمانہ میں ہوا کرتے تھے اب ویسے نہیں ہوتے۔

پس اگر علم سیکھنا چاہتے ہو تو استاد جس طرح کہے اسی طرح کرو۔ اس کی ہر ایک بات مانو اور اس کو اپنے باپ کی برابر سمجھو اور اس کی بڑی عزت کرو۔ پھر دیکھو تم بہت جلد بڑے آدمی بن جاؤ گے (شیخ محمد فاروق حسن پانی پتی)

سر سید احمد خاں

پچھلے نمبر میں ہمنے تبلایا تھا کہ سرسید احمد خاں ؒ بڑے مصنف اور مقرر بھی تھے۔ مگر

پیارے بچو! یہ سب باتیں سرسید نے بغیر محنت کا مقابلہ کئے ہوئے حاصل نہیں کیں بلکہ انکو لوگوں نے طرح طرح کے نام رکھے۔ کسی نے کافر کہا کسی نے بے دین مگر بہادر سرسید نے کبھی پرواہ نہ کی۔ وہ قوم سے گالیاں سنتے رہے مگر خود قوم کو شاباش اور مرحبا کہتے رہے نتیجہ وہی ہوا جو سب کو معلوم ہے یعنی سرسید کامیاب ہوئے اور ان کے دشمن ذلیل۔

بچو! کیا تم بتا سکتے ہو کہ سرسید کی کامیابی کا کیا راز تھا۔ اس کا سبب ان کے اعلیٰ اخلاق سچائی اور سخت محنت اور جانفشانی تھی۔ سرسید نے اپنے آپ کو ہمیشہ تعصب سے پاک رکھا۔ چنانچہ اکثر کہا کرتے تھے کہ میں ہندو اور مسلمانوں کو اپنی آنکھوں کی مثل جانتا ہوں۔ ان میں سے ایک کا بھی نقصان میرا نقصان ہے

حلیہ

سرسید کا حلیہ تھا:۔ رنگ سرخ و سفید۔ پیشانی بلند۔ بھویں جدا جدا آنکھیں درمیانی مگر خوب روشن۔ ناک چہرہ کے مطابق ذرا چھوٹی۔ کان لمبے۔ داڑھی لمبی اور گھنی۔ جسم فربہ مگر قد بھی خوب لمبا تھا بدن ٹھوس۔ وزن ساڑھے تین من۔ چہرہ خاموش مگر گفتگو کرتے وقت زندہ دلی ٹپکتی تھی۔ سرسید ولایت جانے سے پہلے ہندوستانی لباس پہنتے تھے مگر بعد میں ترکی لباس اختیار کر لیا تھا اور چاہتے تھے کہ تمام ہندوستان کے مسلمانوں کا یہی لباس ہوتا کہ لباس کی یکرنگی سے دلوں میں بھی یکرنگی پیدا ہو۔

خطابات

سرسید احمد خاں کو ۱۸۴۲ء میں دہلی کے بادشاہ بہادر شاہ کی طرف سے جواد الدولہ عارف جنگ کا خطاب عطا ہوا اور ۶ اگست ۱۸۶۹ء کو سرکار انگلشیہ کی طرف سے سی۔ ایس۔ آئی (ستارہ ہند کا خطاب اور تمغہ ملا

انتقال

۲۷ مارچ ۱۸۹۸ء کو سرسید نے اس دنیا سے کوچ کیا اور اپنے کالج کی بنوائی ہوئی مسجد کے احاطہ میں دفن ہوئے

پیارے بچو! اگرچہ وہ اب ہم میں نہیں رہے مگر ان کی تمام زندگی سبق آموز ہے ان کی راستی محنت اور جفاکشی اختیار کرو اور اپنے آپ کو ان کے قدم بقدم چلانے کی کوشش کرو خدا تمہارے ہر ارادہ میں تم کو کامیاب کرے گا (محمد فاروق حسن پانی پتی)

بچّوں کی باتیں

سعید تم سبق یاد نہیں کرتے ۔ اچھا ابا جان کو آنے دو کہوں گی بھائی جان دن بھر کھیلتے رہتے ہیں اور اب رات کو بھی آموختہ نہیں دیکھتے۔

سعید ۔ اچھا کہدینا کہوا دینا آدھی ناک کٹوادینا

لاڈلی ۔ (جو سعید کی بہن ہے) بھلا ٹھیرو میں بی شادی کو بلاتی ہوں وہ آکر کان کاٹ لیں گی۔

یہ سنتے ہی سعید سہم گیا ۔ اور ادھر اُدھر دیکھ کر لاڈلی کی گود میں آنکھیں بند کرکے بیٹھ گیا ۔

لاڈلی ۔ اچھا بی شادی تم جاؤ یہ دنگا نہیں کرینگے۔

سعید ۔ (آنکھیں بند کئے ہوئے) آپا بی شادی گئی۔

لاڈلی ۔ (ہاں گئی) اب آنکھیں کھولو اور سبق یاد کرو۔

سعید ۔ دیکھنا آپا جی کل جمعہ تھا ۔ ابا میاں وعظ میں ساتھ لے گئے تھے وہاں ایک مولوی صاحب کہہ رہے تھے کہ جہاں اللہ کا ذکر ہوتا ہے وہاں نیکی کے فرشتے آتے ہیں اور اماں جی کہتی ہیں فرشتے آسمان پر رہتے ہیں۔ تو وہ ہماری زمین پر کیسے آجاتے ہیں ۔

لاڈلی ۔ اللہ کے حکم سے آتے ہیں ۔

سعید ۔ (آسمان کی طرف دیکھکر) اتنے اونچے سے گرتے ہوں گے تو چوٹ نہ لگتی ہوگی ۔

لاڈلی ۔ اللہ میاں نے ان کے پر لگادئے ہیں اس لئے چوٹ نہیں لگتی ۔ دیکھو تمہاری چڑیا کے بھی تو پر ہیں جب ہی تو یہ چھجے سے نیچے اتر آتی ہے ۔ تو کیا اس کے چوٹ لگتی ہے ۔

سعید ۔ آپا جی یہ فرشتے کیا کھاتے ہیں ۔

لاڈلی ۔ ہر وقت خدا کا ذکر کرتے ہیں اسی سے ان کا پیٹ بھر جاتا ہے ۔

سعید ۔ ہمارے یہاں آئیں گے تو ہم انھیں روٹی ضرور کھلائیں گے ۔

لاڈلی ۔ (ہنسکر) تمہارے ہاں آنے ہی کیوں لگے

سعید ۔ واہ ۔ ابا میاں سے کہکر مولوی کا وعظ کراؤں گا ۔ تو یہ کیوں نہ آئیں گے ۔

لاڈلی ۔ خیر آئیں یا نہ آئیں تم اپنا سبق یاد کرو یہ کہہ کر لاڈلی کسی کام کو اٹھکر چلی گئی تھوڑی ہی دیر میں سعید کے ہم مکتب میاں امنو آگئے اور انھوں نے اٹکن بٹکن کھیلنا شروع کردیا ۔

سید مقرب حسین ۔ مقرب دہلوی

گدھا

دنیا کے ہر ایک حصہ میں پھرئے۔ شمال کی سیر کیجئے، جنوب میں جائیے۔ مشرق میں گھومئے مغرب کو دیکھئے آپ ایک چوپایہ جانور کو دیکھیں گے جسے عربی میں حمار، فارسی میں خر اور اردو میں گدھا کہتے ہیں۔ گدھا گھوڑے کی نسل میں ہے لیکن نہ تو اس میں وہ خوب صورتی اور شان و شوکت پائی جاتی ہے جو گھوڑے میں ہوتی ہے اور نہ یہ زیادہ پسند ہی کیا جاتا ہے۔ اس وجہ سے اسے گھوڑے کا ایک غریب سا رشتہ دار سمجھ لیجئے۔

اب ذرا اُن کی صورت ملاحظہ فرمائیے دبلا پتلا جسم، چہرہ سے غربت اور افلاس کا اظہار۔ لانبے لانبے کان اور ایک دم۔ آواز نہایت سخت اور کریہ۔

گدھے کی دم اور کانوں پر آپ ہنستے ہیں لیکن یہ اس کے لئے نہایت ہی کام کی چیزیں ہیں۔ وہ ان سے مکھیاں اور کیڑے مکوڑے اڑانے کا کام لیتا ہے۔ اگر یہ دو چیزیں نہ ہوتیں تو اس کی زندگی اجیرن ہو جاتی۔ جب ہوا میں اس کو بارش کی بو آتی ہے تو یہ رینکتا ہے اور بجائے ہمدردی کرنے کے آپ اس کا مذاق اڑاتے ہیں۔

شمالی مشرقی افریقہ اور ایران میں جنگلی گدھے بہت ہوتے ہیں اور ایران میں تو ان کا شکار کیا جاتا ہے۔ اس کی کھال بہت پسند کیجاتی ہے۔ اس کا دودھ گائے کے دودھ سے بھی میٹھا ہوتا ہے اور کمزوروں اور ضعیفوں کے لئے بڑے مزے کی چیز ہے۔

ہمارے ہندوستان کا گدھا دبلا پتلا اور کمزور ہوتا ہے۔ اس سے کام بہت لیا جاتا ہے اور کھانے کو کم دیا جاتا ہے۔ اس پر بوجھ بھی لادتے ہیں اور سواری بھی کرتے ہیں۔ یہاں یہ جانور بیحد مظلوم گنا جاتا ہے اور درحقیقت اس کی حالت قابل رحم ہوتی ہے۔ اول تو

اتنا بوجھ لادتے ہیں، اتنا بوجھ لادتے ہیں کہ بیچارہ سے مشکل سے چلا جاتا ہے اور اس پر ڈنڈوں کی بارش۔

عرب، مصر اور شام میں اس جانور کی بہت قدر ہوتی ہے۔ کہا جاتا ہے کہ تمام سواری کے جانوروں میں اچھی نسل کا گدھا بہترین ہوتا ہے۔ یہ طاقتور اور چالاک ہوتا ہے اور بیحد تیز دوڑتا ہے۔ اگرچہ گدھے کو گاڑی میں جوتا جا سکتا ہے لیکن مشرقی ملکوں میں اس کے دونوں طرف دو بوریاں لٹکا دیتے ہیں اور ان میں تمام چیزیں رکھدی جاتی ہیں

فرانس میں گدھے بہت استعمال ہوتے ہیں اور گاڑیوں میں جوتے جاتے ہیں۔ انگلستان کے گدھے بہت غریب ہوتے ہیں کیونکہ یہ سرد آب و ہوا کو پسند نہیں کرتے ہیں۔ انگلستان میں گدھے نہیں ہوتے بلکہ وہاں اسپین سے بھیجے جاتے ہیں۔ اسپین کے گدھے اپنی چالاکی کے لئے بہت مشہور ہیں۔ ایک انگریز جارج بارو ایکمرتبہ اسپین گدھا خریدنے گیا وہ اس کا دلچسپ واقعہ بیان کرتا ہے کہ:-

ایک خانہ بدوش عورت ایک گدھے پر سوار تھی اور اپنی سواری کے کرتب دکھلارہی تھی۔ گدھا بیحد تیز اور چالاک تھا۔ جارج نے اسے فوراً خرید لیا۔ لیکن جب وہ خود گدھے پر سوار ہوا تو اس نے چلنے سے انکار کر دیا اور اپنے سوار کو کیچڑ میں گرا دیا۔ جب جارج کپڑے صاف کرکے اٹھا تو اس نے دیکھا کہ گدھا اس کی طرف دیکھ رہا ہے اور بہت سی عورتیں ہنس رہی ہیں۔ اس نے ان سے پوچھا کہ وہ عورت کہاں ہے؟ سب نے لاعلمی کا اظہار کیا۔ جارج نے معمولی قیمت پر وہ گدھا ان عورتوں کے ہاتھ بیچ ڈالا۔ اصل میں یہ سب دھوکا تھا۔ بعد میں ان تمام عورتوں نے منافع کو آپس میں تقسیم کر لیا۔

فلسطین میں گدھا ہل چلانے کے کام آتا ہے جنوبی امریکہ میں بڑے بڑے پانی کے برتن کھیتوں کو پانی دینے کے لئے کھینچتا ہے۔ مشرقی ترکستان میں یہ بہت بڑے بڑے صندوق جس میں تربوز اور خربوزے ہوتے ہیں اٹھاتا ہے

انگلستان میں گدھے اب تک ملک کے دور دراز حصوں میں ڈاک لیجاتے ہیں۔
یہ معلوم نہیں ہو سکا کہ گدھے کو احمق اور بے وقوف کیوں کہا جاتا ہے۔ آج سے نہیں بلکہ کئی سو برس پہلے بھی یہ ایسا ہی مشہور تھا۔ شکسپیر جو ایک بہت بڑا ڈرامہ نویس تھا اس نے بھی اپنے ایک ڈرامہ میں گدھے کو احمق ہی کہا ہے (سید نصیر احمد جامعی)

بھول بھلیاں

احسان کانشیر لکھا
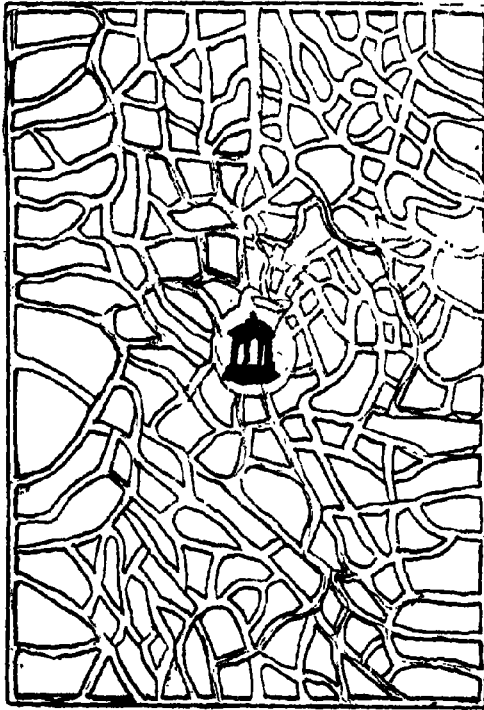
اندر کے مکان میں جانے کا راستہ معلوم کرو لیکن ایسے راستہ سے جاؤ کہ درمیان میں کوئی لکیر کاٹنی نہ پڑے۔

میرا جہاز کا سفر

۸ فروری ۱۹۳۰ء کو ہم کراچی سے ایک اسٹیمر میں جس کا نام عربستان تھا سوار ہوکر حجاز کی طرف روانہ ہوئے۔ یہ ایک بہت بڑا جہاز تھا جس میں تقریباً ۸۰۰ مسافر تھے۔ اس کی رفتار بہت تیز اور خاموش تھی۔ میں نے اس سے پہلے کبھی جہاز کا سفر نہیں کیا تھا سفر کرتے ہوئے ایک دن اور رات گذر گئی لیکن مجھے کسی قسم کی تکلیف نہیں ہوئی۔ پانی بھی نہایت خاموشی کے ساتھ بہ رہا تھا اور اس میں کسی قسم کا تلاطم وغیرہ نہیں تھا جس سے چکروں کا خطرہ رہتا۔ جہاں تک میری نظر کام کرتی تھی پانی ہی پانی نظر آتا تھا۔ میں آرام سے جہاز کی چھتری پر بیٹھ گیا اور خدا کی قدرت کا نظارہ دیکھنے لگا کہ اتنے میں مغرب کی طرف سے کچھ بادل اُٹھے اور پانچ ہی منٹ میں بارش شروع ہوگئی۔ یہ بارش ہمارے لئے قیامت سے کم نہ تھی کیونکہ بارش ہوتے ہی پانی میں جوش پیدا ہوگیا اور تمام جہاز چکروں میں مبتلا ہوگیا۔ میں بھی چکروں کے مارے بیہوش ہوگیا۔ خدا خدا کرکے تلاطم کم ہوا اور جہاز والوں کے ہوش و حواس ٹھکانے ہوئے۔ دوسرے دن میری طبیعت بالکل ٹھیک ہوگئی اور میں اتنا خوش تھا جتنا کہ پہلے تھا۔ اب میں یہ معلوم کرنے کی کوشش کرنے لگا کہ سمندر میں بارش ہونے پر تلاطم کیوں ہونے لگتا ہے۔ آخرکار ایک تجربہ کار مسافر سے جو کچھ مجھے معلوم ہوا وہ اپنے ہونہار بھائیوں کو بتلاتا ہوں۔

جب بارش ہوتی ہے تو بڑی بڑی مچھلیاں جو سمندر میں بارش کے پانی کی پیاسی ہوتی ہیں پانی پینے کے لئے اوپر آکر تیرتی ہیں۔ سمندر میں کڑوڑوں مچھلیاں ہوتی ہیں۔ جس وقت وہ اوپر نیچے آتی جاتی ہیں تو پانی میں حرکت پیدا ہوتی ہے اور اسی کی وجہ سے پانی میں تلاطم پیدا ہوجاتا ہے۔

خیر۔ اب میں اچھی طرح جہاز کی چھتری

پر بیٹھا ہوا سمندر کی سیر کر رہا تھا کہ سامنے سے
ایک جہاز آتا ہوا نظر پڑا۔ یہ کیا ہی عمدہ منظر تھا
ابھی میں اس نظارے سے سیر بھی نہیں ہوا

تھا کہ قریب ہی ایک قسم کی چھوٹی سی مچھلی
مجھے نظر آئی جو بالکل گلاب کے پھول کے مانند
تھی نہ اس کا منہ تھا نہ آنکھ۔ اس کی شکل یہ تھی

(باقی آئندہ)

(محمد سعید از مکہ معظمہ)

اڑتا ہوا پھول

اڑتا ہوا پھول دوپہر کو | پھولوں پہ نثار ہو رہا تھا
یک لحظہ نہ تھا قرار اس کو | بجلی تھا چمک تھا یا ہوا تھا
نیچے تھا کبھی کبھی تھا اوپر | بیٹھا تو کبھی ہوا ہوا تھا
کچھ بچے بھی پھر رہے وہاں تھے | اور پیچھے ہر ایک دوڑتا تھا
میں چھوڑ کے کھیلنا انھیں واں | اک سمت نکل گیا ٹہلتا
قدرت پہ میں کر رہا تھا عش عش | ایک ان میں سے میرے پاس آیا
کہنے لگا دیکھیے یہ کیا ہے؟ | میں باغ سے ہوں پکڑ کے لایا

دیکھا تو وہ تتلی تھی نہ تھا گل
ظاہر میں اگرچہ اڑتا تھا گل

(مسلم کاکوروی)

بری صحبت کا اثر

ایک دفعہ ایک دولتمند آدمی نے ایک مصور سے کہا " دیکھو ایک ایسے آدمی کی تصویر بناؤ جو نہایت خوبصورت اور پاکیزہ شکل ہو۔ اور جسے دیکھ کر انسان کے دل میں نیکی کے خیالات پیدا ہوں" مصور کئی دن تک گلیوں اور بازاروں میں پھرتا رہا۔ چاروں طرف آدمی ہی آدمی تھے۔ وہ ان میں سے ایک ایک کے چہرے کو دیکھتا اور پھر مایوسی سے سر ہلا کر کہتا یہ چہرہ بھی بے داغ نہیں ہے" اسی طرح کئی مہینے گذر گئے مگر مصور کو کوئی آدمی ایسا نہ ملا جیسا وہ چاہتا تھا۔ آخر وہ مایوس ہو کر واپس ہوا اور اپنے دل میں کہنے لگا۔ افسوس کہ محنت رائگاں گئی۔ میں نے سمجھا تھا کہ ایسا آدمی بڑی آسانی سے مل جائیگا مگر آج معلوم ہوا کہ میں غلطی پر ہوں۔ یکایک اس کی نظر ایک بارہ سال کے لڑکے پر پڑی اور وہ خوشی کے مارے اچھل پڑا۔ یہ لڑکا خوبصورت تھا بھولا بھالا تھا اور اس کی آنکھوں میں معصومیت کی چمک تھی۔ مصور نے اسے سامنے بٹھا کر اس کی تصویر اتار لی اور دولتمند کے سامنے پیش کی۔ اس نے تصویر کو نہایت پسند کیا اور مصور کو کئی سو روپیہ دے کر تصویر خرید لی۔ اس نے تصویر کے نیچے قلم سے لفظ "فرشتہ" لکھا اور اس کو اپنے کمرہ میں لٹکا دیا۔ تصویر اتنی خوبصورت اور اتنی معصوم تھی کہ اُسے جو دیکھتا اس کے دل میں شرافت اور نیکی کے خیالات پیدا ہوتے۔

کئی سال کے بعد اس نے اس مصور کو پھر بلایا۔ اور کہا " اب تم میرے لئے کسی ایسے آدمی کی تصویر بناؤ جو نہایت خوفناک اور گناہ مجسم ہو۔ اور جسے دیکھ کر آدمی کے بدن کے رونگٹے کھڑے ہو جائیں"۔ مصور نے سوچ سوچ کر یہ فیصلہ کیا کہ اُسے جیل خانہ چلنا چاہئیے۔ ایسا آدمی وہاں آسانی سے مل جائیگا۔

بس وہ جیلخانہ میں گیا اور مہتمم جیلخانہ سے اجازت لیکر اندر گیا اور سارے دن قیدیوں کو دیکھتا رہا۔ آخر شام کے وقت ایک ایسا آدمی ملا جو نہایت بدصورت تھا اور اس کی آنکھیں دیکھکر ڈر معلوم ہوتا تھا۔ اس کی کمر جھک گئی تھی اور چہرے پر سیاہ داغ تھے وغیرہ ایک آنکھ سے ہر وقت پانی بہتا رہتا تھا۔ اس شخص نے اپنے باپ کو قتل کر دیا تھا اور اس جرم میں اسے پھانسی کا حکم ہو چکا تھا۔ مصور نے سوچا کہ اس سے زیادہ خوفناک شخص مجھے اور کہیں نہیں مل سکتا۔ یہ بدصورت اتنا ہے کہ دیکھ کر ڈر لگتا ہے اور گنہگار اتنا ہے کہ اس نے اپنے باپ کو قتل کر دیا ہے۔ بس اس نے اس کی تصویر اتار لی اور امیر آدمی کے سامنے پیش کی۔ یہ تصویر بالکل اسی قسم کی تھی جیسی کہ دولتمند آدمی چاہتا تھا۔ اس نے خوش ہو کر مصور کو بہت سا انعام دیا اور تصویر لیکر اس کے نیچے موٹے حرفوں میں "شیطان" لکھدیا۔ دیکھنے والے حیران تھے کہ کسی کاریگر نے کیسی خوبی سے نیکی اور بدی کو دو آدمیوں کی شکل میں ظاہر کر دیا ہے۔ (باقی پھر)

(حافظ محمد تقی دہلی)

کاغذ کے کھلونے

ضروری اشیاء

(۱) اسکیل (لکیریں کھینچنے کے واسطے)

(۲) کاغذ۔ کیونکہ کاغذ موڑا جائے گا لہذا یہ زیادہ دبیز ہونا چاہیئے۔ پارسل بنانے کا کاغذ نہایت موزوں گا۔

(۳) چاقو۔ تیز ہونا چاہیئے تاکہ کاغذ آسانی سے کٹ سکے

(۴) گوند۔ یہ اتنا گاڑھا ہونا چاہیئے کہ کاغذ اچھی طرح چپاں ہو سکے۔

ہدایتیں

ان کاغذ کے کھلونے میں دو قسم کی لکیریں ہوں گی۔ ایک پوری کھنچی ہوئی۔ دوسری نقطہ دار لکیروں پر کاغذ موڑا جائے گا۔ پوری کھنچی ہوئی لکیروں پر کاغذ کو کاٹا جاوے گا۔ فی الحال یہ نقشہ بکس بنانے کا دیا جاتا ہے۔

کاغذ کا بکس

ایک مربع کاغذ لو اس کو ۱۶ خانوں میں موڑو۔ پھر ا[illegible]

خانوں میں ۱۶ نمبر ڈالو جس طرح نقشہ نمبر ۱ میں
پڑے ہوئے ہیں۔ نمبر ۱ و نمبر ۵ کے درمیان
نمبر ۹ اور نمبر ۱۳۔ نمبر ۴ اور نمبر ۸۔ نمبر ۱۲ اور
نمبر ۱۶ کے درمیان پوری لکیریں کھینچو اور ان
کو نقطہ دار لکیروں تک کاٹو۔ کاٹنے کے بعد
اس طریقہ سے چپاں کرو کہ نمبر ۱ نمبر ۵ میں
نمبر ۱۳ نمبر ۹ میں۔ نمبر ۴ نمبر ۸ میں اور نمبر ۱۶
نمبر ۱۲ میں اندر کی طرف چپاں ہو جائیں۔ بکس
تیار ہو گیا۔ ڈھکنا بنانے کے واسطے بکس
کے کاغذ سے کچھ بڑا (یعنی ½ انچ بڑا) کاغذ لو
اور اس کو بھی ۱۶ خانوں میں تقسیم کر کے اسی
طرح خانوں کو چپاں کرو جس طرح بکس
کے خانوں کو چپاں کیا تھا۔ یہ تو پورا ڈھکنا
ہوا۔ آدھا ڈھکنا بنانے کے واسطے باہر کی
دیواروں کے عکس کو کاٹ ڈالو جیسا کہ نقشہ نمبر ۲
میں دکھایا گیا ہے۔

"ایزی" لکھنؤ

نقشہ نمبر ۱

۱۳	۹	۵	۱
۱۴	۱۰	۶	۲
۱۵	۱۱	۷	۳
۱۶	۱۲	۸	۴

نقشہ نمبر ۲

۱۳	۹	۵	۱
۱۴	۱۰	۶	۲
۱۵	۱۱	۷	۳
۱۶	۱۲	۸	۴

بکس نمبر ۱

بکس نمبر ۲
ضروری اطلاع
خط و کتابت کرتے وقت اپنا پتہ صاف اور خوشخط لکھنا چاہیئے
اور خریدار صاحبان کو اپنا نمبر خریداری ضرور لکھنا چاہیئے۔ "منیجر"

لونگ کا ایک درخت

لونگیں دھوپ میں سوکھ رہی ہیں

زنجبار کی نئی بندرگاہ جہاں سے لد کر لونگیں

لونگوں کا ایک خوشہ

زنجبار کے لوگ ڈنٹھلوں سے لونگ علیحدہ کر رہے ہیں

ات کے وقت کی

لونگ کا ایک خوشہ

لونگ کا ایک درخت

زنجبار کے لوگ ڈنٹھلوں سے لونگ علاحدہ کر رہے ہیں

لونگ دھوپ میں سوکھ رہی ہیں

ات ے وقت بجلی کی

منظر کی تصویر
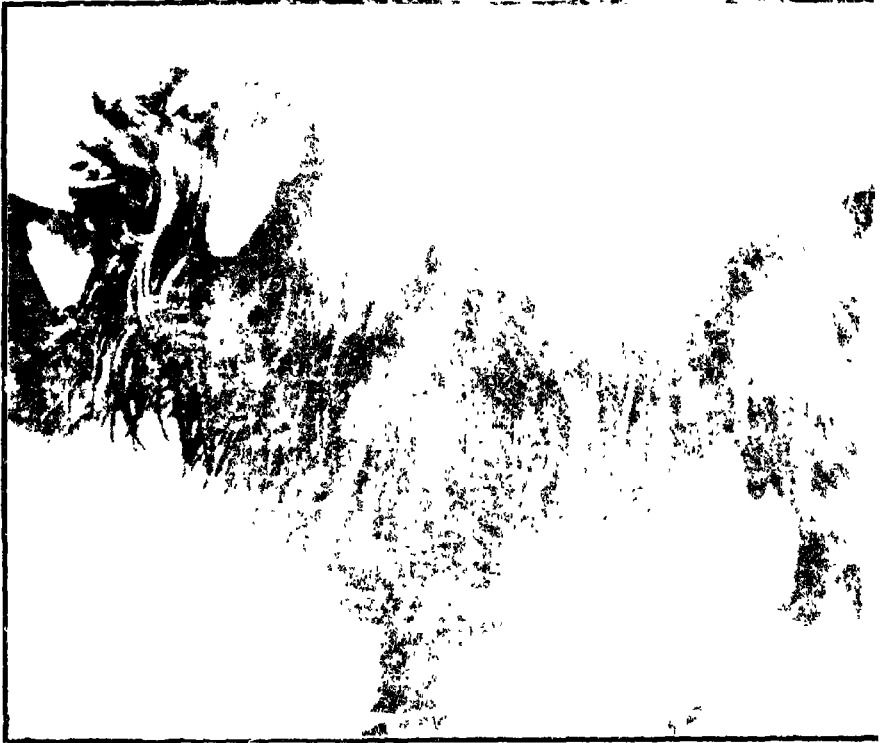
طلبہ کے مضامین

دودھ اور مکھن دینے والے درخت

ایک دن اکبر اور اصغر دونوں بھائی اپنے باپ کے ساتھ جنگل میں سیر کرنے کے لئے گئے۔ اکبر نے مدار کے درخت کو آم کا درخت سمجھ کر اس کی ایک شاخ توڑلی اسکی ڈنڈی میں سے دودھ نکلنے لگا۔ پھر اصغر نے اس کا ایک پتہ توڑا اس میں سے بھی دودھ نکلا۔ دونوں نے حیران ہوکر اپنے باپ سے کہا۔ اباجان یہ درخت تو بہت اچھا ہے اسکے پھلوں میں سے بھی دودھ نکلتا ہے اور پتوں میں سے بھی۔ ہم اس دودھ کو چکھ کر دیکھیں کہ مزے میں کیسا ہے؟

باپ۔ نہیں نہیں اس دودھ کو نہ چکھنا یہ کھانے پینے کے کام کا نہیں ہے۔ اگر منہ میں تھوڑی دیر بھی رہجائے تو تمام دانت گر پڑیں گے۔ بڑ پیپل اور گولر کے درختوں سے بھی دودھ نکلتا ہے لیکن ہمارے ملک کے درختوں کا دودھ کھانے پینے کے کام کا نہیں ہوتا۔ ہاں اور ملکوں کے درختوں کا دودھ بھی پیتے ہیں اور بعض درختوں میں سے مکھن اور چربی کو نکال کر کھاتے ہیں۔

دونوں بھائیوں نے دریافت کیا اباجان وہ درخت کہاں ہوتے ہیں اور ان میں سے یہ چیزیں کیونکر نکلتی ہیں؟

اختر۔ دودھ کا درخت جنوبی امریکہ کی پتھریلی زمین میں ہوتا ہے۔ دودھ نکلنے کے سبب اسے گئودرخت کہتے ہیں۔ وہاں بارش کم ہوتی ہے پتے خشک دکھائی دیتے ہیں۔ مگر جب شاخوں میں چھید کرتے ہیں تو ان میں سے خوب میٹھا اور عمدہ دودھ بہنے لگتا ہے۔ لوگ برتن لے لے کر دوڑتے ہیں اور اسے جاکر بازاروں میں فروخت کرتے ہیں۔ وہ خود پیتے ہیں اور اپنے بچوں کو پلاتے ہیں۔ اسی طرح سے مکھن کا درخت افریقہ میں ہوتا ہے اور چربی کا درخت چین میں ہوتا ہے۔ اسکے پھولوں میں سے چربی جیسی ایک چیز نکلتی ہے اس کو اسی طرح استعمال کرتے ہیں جس طرح چربی استعمال کی جاتی ہے یہ درخت اپنے ملک ہندوستان میں بھی لایا گیا تھا مگر آب و ہوا موافق نہ آئی اسلئے پھولا پھلا نہیں۔

لڑکے یہ حال سنکر حیران ہوگئے۔ اکبر نے کہا اباجان

کاش کہ یہ درخت ہمارے ملک میں ہوتے اور ہم مفت کا دودھ پیتے اور مکھن کھایا کرتے۔
اختر۔ ہمیں خدا نے بہت سے دودھ والے جانور گائیں بھینسیں۔ بھیڑیں۔ بکریاں اور اونٹنیاں دی ہیں اور ہمیں ان درختوں کی ضرورت نہیں ہم کو چاہیے کہ خدا کا شکر کریں کہ اس نے ہماری ضرورتوں کو دوسرے ملکوں کا محتاج نہیں کیا۔ ہمارا فرض ہے کہ ان جا[نوروں] کی پرورش کا خیال رکھیں
میرے پیارے ہونہار بھائیو تم کو چاہیے کہ ہر حا[ل] میں خدا کا شکر ادا کرو کہ اس نے تمہارے لیے ہر ایک [چیز] مہیا کی ہے اور تمہیں کسی کا محتاج نہیں رکھا۔
(یوسف علی۔ متعلم گورنمنٹ ہائی اسکول گوڑگا[نواں])

چالاک نوکر

ایک شخص کا نوکر بڑا چالاک اور ہوشیار تھا جب کبھی بازار سے سودا سلف خریدنے جاتا اپنے لیے کچھ نہ کچھ ضرور اڑا لیتا۔ آقا کو معلوم تھا کہ نوکر ہر وقت فائدہ میں رہا کرتا ہے۔ لیکن علاج کوئی نہ سوجھتا تھا کیونکہ یہ نوکر جتنا چور تھا۔ اتنا ہی سمجھدار بھی تھا۔
آخر ایک روز آقا نے اسکی چالاکی کا امتحان کرنے کا ارادہ کیا اور ایک انگوٹھی دیکر کہا کہ اس پر میرا نام کھدوا لاؤ۔ اس شہر میں فقط ایک ہی نام کھودنے والا تھا۔ جو فی حرف ۸ر کے حساب سے اجرت لیا کرتا تھا۔ آقا کا نام حسن تھا۔ چنانچہ اس نے اپنے نام کے تین حرف کھودنے کی مزدوری ڈیڑھ روپیہ نوکر کو دیا اور نوکر باز[ار] چل دیا۔ آقا کا خیال تھا کہ اب کی مرتبہ نوکر میاں خا[لی] [ہاتھ رہیں گے] لیکن نوکر بغیر نفع کے کوئی کام کرنا نہ جانتا تھا۔ ا[س] نے نام کھودنے والے سے کہا کہ اس انگوٹھی پر "ح[سن]" بنا دو۔ اور اسکی اجرت کا ایک روپیہ بھی آگے دھر [دیا]۔ کھودنے والے نے لفظ "حس" بنا لیا اور نقطے [لگانے] لگا تو نوکر نے کہا کہ میاں میں تم کو چھ نقطے لگا[نے کی] تکلیف سے بچا لیتا ہوں۔ فقط ایک نقطہ بنا[نے کو] کہوں لگا دو چنانچہ لفظ "حس" میں "س" [کے] کے اندر ایک نقطہ لگوا کر اپنے آقا کا پورا نام ح[سن] اور اپنا نفع بھی پیدا کر لیا

عبدالواحد ول[د]

دلچسپ دھوکہ

ایک ڈاکٹر صاحب اپنے مکان ہی پر مطب کیا کرتے تھے۔ سردی کا موسم تھا۔ اور رات کا وقت تھا۔ بارش خوب زور سے ہو رہی تھی کہ نوکر دروازہ کھول کر بے تابانہ اندر آیا اور کہنے لگا۔

حضور ایک شخص آیا ہے۔ اور کہتا ہے کہ ہمارے گاؤں میں ایک لکھ پتی شخص کو اچانک ہیضہ ہو گیا ہے۔ آپ چل کر ذرا ملاحظہ فرمائیں۔ ڈاکٹر صاحب بھلا ایسے موقعہ کو کب ہاتھ سے جانے دیتے تھے۔ فرمانے لگے۔ ویل۔ اس سے بولو کہ چونکہ اب رات کا وقت ہے۔ اور سخت بارش ہو رہی ہے۔ اس لئے صاحب لوگ چوگنی فیس مانگتا ہے۔ (اچھا۔ اس سے کہو کہ چونکہ اب رات کا وقت ہے اور سخت بارش ہو رہی ہے اس لئے ہم چوگنی فیس لیں گے)

ملازم۔ باہر گیا۔ اور تھوڑی دیر میں واپس آ کر کہنے لگا۔ حضور۔ وہ راضی ہے۔

ڈاکٹر صاحب نے جلدی سوٹ زیب تن کیا اور اپنی گاڑی کو تیار کرایا۔ اس قاصد کو گاڑی میں بٹھا کر روانہ ہوئے۔ گاؤں میں پہنچ کر وہ شخص گاڑی سے اترا اور جلد جلد قدم اٹھاتا ہوا ایک گلی میں گھس گیا۔ ڈاکٹر صاحب نے خیال کیا کہ شاید ہمارے استقبال کے لئے کسی معزز شخص کو لینے گیا ہے مگر ان کے رنج کی کوئی انتہا نہ تھی جب تقریباً نصف گھنٹہ انتظار کر کے۔ انہیں کوچوان کو واپسی کا حکم دینا پڑا۔

اگلے روز دوپہر کو ڈاک سے انہیں ایک لفافہ ملا کھول کر دیکھا تو لکھا تھا۔

معزز ڈاکٹر صاحب۔

تسلیم۔ معاف فرمائیے گا۔ آپ کو تکلیف تو ضرور ہوئی ہوگی۔ مگر آپ خود خیال کر سکتے ہیں کہ سردی کا موسم رات کا وقت ایک نہ دو پورے چار کوس کا فاصلہ ادھر پاؤں میں درد اور اس پر طرہ یہ کہ جیب میں ایک پائی نہیں۔ میں اس ترکیب کے سوا گھر کس طرح پہنچ سکتا تھا۔

سید سعادت حسین
متعلم انگلو عربک ہائی سکول۔ دہلی

بی نیند اور میں

ایک مرتبہ میں کرسی پر بیٹھا ہوا تھا۔ رات کا وقت تھا کہ اتنے میں مجھے ایسا معلوم ہوا جیسے کسی نے آنکھیں بند کر لیں۔ "تم کون ہو؟ تم مجھکو ستا کر کیا فائدہ حاصل کروگے"۔ مجھکو نیند کہتے ہیں میں تم کو ستانے نہیں آئی ہوں بلکہ آرام دینے کو آئی ہوں۔ میں چاہتی ہوں کہ تم کو تمہارے بستر پر لے جاؤں۔ تاکہ تمہاری تھکن رفع ہو"

میں۔ اب عنایت کیجئے اور تشریف لے جایئے آپ کی ہمدردی مجھے نقصان پہنچائے گی۔

نیند۔ یہ کیونکر۔

میں۔ مجھے اسکول کا بہت کام کرنا ہے۔ اگر اس وقت سو گیا تو کل ماسٹر صاحب کو کیا جواب دونگا۔

نیند۔ اف اس وقت بارہ بجے ہیں۔ تم نے کوئی کام نہیں کیا۔ آخر آدھی رات تک کیا کرتے رہے؟۔

میں۔ مختلف کتابیں دیکھ رہا تھا اور ابھی اور دیکھوں گا

نیند اب میں کوئی کتاب نہیں دیکھنے دونگی خواہ اسکول میں سزا بھگتو یا بچ جاؤ۔

میں (غصہ ہوکر) اچھا میں دیکھتا ہوں کہ تم کیونکر میرے پڑھنے میں مخل ہوگی۔

یہ کہکر میں اٹھا اور منہ دھوکر پھر پڑھنے لگا۔ بی نیند اُس وقت تو تشریف لے گئیں لیکن آدھ گھنٹے کے بعد ہی بڑے شدومد کے ساتھ نازل ہوئیں۔ دفعتاً چاروں ہاتھ پاؤں پھیلاکر میں چارپائی پر دراز ہوگیا۔ پھر جو آنکھ کھلی تو گھڑی میں ٹن ٹن آٹھ بج رہے تھے۔ (مبشر علی ارشد بدایونی)

ایک احمق نے اپنے بیٹے سے پوچھا کہ جمعہ کی نماز کس دن پڑھی تھی؟ بیٹا بولا میں بھول گیا لیکن میں یہ خیال کرتا ہوں کہ شاید سوموار کا دن تھا۔ باپ نے کہا کہ تو نے سچ کہا۔ سوموار کے دن ہی جمعہ پڑھا تھا۔ (ملک غلام حیدر)

لیمپ جلاتے وقت ہر روز ایک چھوٹا سا نمک کا تیل میں ڈالدینے سے تیل بھی کم جلتا ہے اور روشنی بھی سفید ہوتی ہے۔

(مرسلہ ملک غلام حیدر از ...)

اندھیر نگری چوپٹ راجہ

پرانے زمانے کا ذکر ہے کہ دو دوست سفر کو نکلے ایک کا نام احمد تھا دوسرے کا منیر۔ چلتے چلتے ایک شہر میں پہنچے۔ دیکھا کہ چیزوں کا نرخ بہت سستا ہے۔ دال۔ گھی سب ایک ہی بھاؤ۔ منیر تو خوش ہوئے کہ خوب کھا پی کر موٹے ہونگے۔ لیکن احمد نے کہا کہ بھائی یہاں ٹھیرنا ٹھیک نہیں کیونکہ یہاں بے انصافی بہت ہوتی ہے۔ مگر منیر نہ مانا۔ آخر کار ایک مکان کرایہ پر لے کر رہنے لگے۔ ایک دن احمد اور منیر دونوں شہر کو دیکھنے نکلے۔ یکایک شاہی دربار کے پاس آ پہنچے۔ دیکھتے کیا ہیں کہ ایک مقدمہ عدالت میں پیش ہے۔ مقدمہ یہ ہے کہ ایک سوداگر کے مکان میں ایک چور نے نقب لگایا۔ دیوار چونکہ نئی بنی ہوئی تھی اسلئے فوراً گر پڑی اور چور کا کام تمام ہو گیا۔

صبح کو اوسکے بھائی نے دیکھا فوراً عدالت میں مقدمہ دائر کر دیا۔ اس وقت یہ مقدمہ فیصل ہو رہا تھا۔ بادشاہ سلامت نے سوداگر کو بلایا اور کہا "کیونکہ تمہارے مکان کی دیوار کے گرنے سے اس شخص کے بھائی کی موت ہوئی۔ لہذا تم کو سولی دیجائے گی"

سوداگر نے جواب دیا "حضور یہ میری خطا نہیں بلکہ مزدوروں کی ہے جنھوں نے یہ دیوار بنائی تھی۔ مزدوروں کو طلب کیا گیا اور حکم ہوا کہ تم نے دیوار بنائی ہے اور اسکے گرنے سے ایک شخص کی موت واقع ہوئی ہے۔ لہذا تم سزائے موت قبول کرو۔

مزدوروں نے جواب دیا کہ نہیں صاحب ہمارا کچھ قصور نہیں ہے۔ سقے نے پانی زیادہ ڈال دیا تھا اس وجہ سے گارا پتلا ہو گیا جسکی کمزوری سے دیوار گر پڑی۔ بادشاہ کا نادر شاہی حکم ہوا کہ سقے کو بلایا جائے۔ سقا حاضر کیا گیا۔ اس بیچارے کو کچھ جواب نہ بن پڑا۔ اسلئے حکم ہوا کہ اس کو سولی دیدی جائے۔ لیکن بدقسمتی سے سولی کا پھندا بہت بڑا تھا اور سقے کی گردن چھوٹی تھی۔ بادشاہ نے چاروں طرف نگاہ دوڑائی کہ کوئی موٹی گردن کا آدمی تو نہیں کھڑا ہے۔ اتفاق سے منیر پاس ہی کھڑا تھا اور اُسکی گردن بھی موٹی تھی فوراً اُس کو سولی چڑھانے

کا حکم دیا۔ اب احمد نے ترکیب چلی اُس نے بادشاہ سے کہا۔ "مجھے ابھی بشارت ہوئی ہے کہ جو شخص اس وقت سولی چڑھایا جائے گا سیدھا جنت میں جائے گا اسلئے بہتر ہے مجھکو چڑھادیا جائے۔"
بادشاہ نے ٹھنڈی سانس لی اور کہا نہیں میں سولی پر چڑھوں گا اور سیدھا جنت میں جاؤں گا میرے لئے اس سے بہتر موقعہ کوئی اور نہیں ہوسکتا یہ کہتے ہی بادشاہ خود سولی چڑھ گیا اور اس طرح منیر کی جان بچی۔

(مبشر علی ارشد بدایونی)

لطیفہ کا جواب

جو ماہ مارچ کے رسالہ ہونہار میں صفحہ ۴۳ پر شایع ہوا تھا۔

یہ قصہ حضرت علی رضؓ سے منسوب کیا جاتا ہے۔
کہتے ہیں کہ دونوں شخص جب لڑتے جھگڑتے آپ کی خدمت میں تصفیہ کے لئے گئے تو آپ نے تین روٹیوں والے سے کہا کہ بھئی ناحق کیوں جھگڑتے ہو۔ تمہارے حصہ میں صرف ایک درہم آئے گا۔
حریص یہ سنکر بہت سٹ پٹایا اور کہا کہ حضور فرمائیے وہ کس طرح؟ آپ نے فرمایا کہ دیکھو! روٹیاں تو تھیں آٹھ انہیں تینوں نے ملکر کھایا۔ یہ نہیں معلوم کہ کس نے کتنی کتنی کھائیں۔ اس لئے فرض کرلو کہ ایک ایک روٹی کے تین تین ٹکڑے کئے جائیں تو آٹھ روٹیوں کے کل ۲۴ ٹکڑے ہوتے ہیں۔ چونکہ ہر ایک نے برابر برابر کھایا ہے۔ اس لئے یہ صاف ظاہر ہے کہ ہر شخص نے آٹھ ٹکڑے کھائے ہونگے اب تم یہ بتاؤ تمہاری روٹیوں کے کتنے ٹکڑے ہوئے؟
حریص - نو (۹)
حضرت علی رضؓ۔ تم نے کتنے کھائے ہونگے ؟
حریص - آٹھ (۸)
حضرت علی رضؓ۔ نو ٹکڑوں میں سے آٹھ تو تم نے کھائے اور ایک تیسرے کو دیا۔ اس طرح تمہارے ساتھی کی پانچ روٹیاں تھیں۔ اسکے کل ٹکڑے پندرہ ہوئے ان میں سے اس نے خود آٹھ کھائے۔ اور باقی سات تیسرے کو دئے۔

اس حساب سے تمہیں صرف ایک ہی درہم ملنا چاہیے۔ اور تمہارا ساتھی سات درہم کا حق دار ہوتا ہے۔

اس عاقلانہ فیصلے کو سنکر حریص اپنا سا منہ لے کر چلتا بنا۔

کسی نے کیا خوب کہا ہے۔

آدھی چھوڑ ساری کو دھاوے
آدھی ملے نہ ساری پاوے

(محمد موسیٰ)
سنٹرل اردو سکول رتنا گری

دلچسپ غلطی

فریڈرک اعظم جو اٹھارویں صدی میں جرمنی کا بہت مشہور بادشاہ گذرا ہے۔ اسکا یہ قاعدہ تھا کہ جب وہ فوج کا معاینہ کرنے جاتا تو ہر سپاہی سے جرمن زبان میں تین سوال کیا کرتا تھا۔ (۱) تمہاری عمر کیا ہے؟ (۲) تم یہاں کتنے سال سے ملازم ہو؟ (۳) کیا تم کو میرا انتظام اور اپنی تنخواہ دونوں پسند ہیں؟

اتفاق سے ایک دفعہ ایک فرانسیسی جو جرمن زبان بالکل نہ جانتا تھا۔ فوج میں بھرتی ہوا جب بادشاہ معاینہ کے لئے گیا تو اس سے بھی وہی سوالات کئے لیکن بجائے پہلے سوال کے اول دوسرا سوال کیا کہ "تم یہاں کتنے سال سے ملازم ہو؟" سپاہی جو اسے پہلا سوال سمجھ رہا تھا۔ اُس نے جواب دیا "۲۱ سال"۔ بادشاہ کو بہت تعجب ہوا۔

پھر بادشاہ نے سوال کیا کہ "تمہاری عمر کیا ہے؟" سپاہی نے جو اسے دوسرا سوال سمجھا۔ جواب دیا "ایک سال" یہ سنکر بادشاہ نے کہا کہ "تم دونوں میں سے ایک ضرور پاگل ہے"۔ سپاہی جس نے اسے تیسرا سوال سمجھا جواب دیا کہ "دونوں"۔ بادشاہ کو بہت غصہ آیا اور فرانسیسی زبان میں پوچھا "کیا تم یہاں ۲۱ سال سے ملازم ہو؟ کیا تمہاری عمر صرف ایک سال ہے؟ اور کیا تم مجھے بھی اپنی طرح پاگل سمجھتے ہو؟" تب سپاہی نے ہاتھ جوڑکر عرض کیا کہ "میں جرمن زبان نہیں جانتا"۔ اور بادشاہ نے اُسے معاف کردیا۔ (محمد احسن فاروقی از آگرہ)

آپ نے دیکھا؟

کہ رسالہ ہونہار کی تصاویر لکھائی چھپائی اور اس کے مضامین کتنے اچھے ہوتے ہیں۔ جو بچہ اسے دیکھتا ہے پھر اس کا دل رسالہ چھوڑنے کو نہیں چاہتا اور والدین سے کہکر اسے ضرور منگواتا ہے۔ یہی ایک رسالہ ہے جس کو ہندوستان کے ہر طبقے اور ہر فرقے نے پسند کیا ہے۔ چنانچہ ہندو۔ مسلم۔ سکھ عیسائی سب بچے اس کے خریدار بن رہے ہیں۔

لہذا

آپ بھی اپنے بچوں کے لئے اس کو ضرور منگوا دیجئے۔

کیونکہ یہ رسالہ آپ کے بچوں کے لئے ایک اتالیق کا کام دے گا۔ اس کے مطالعہ سے آپ کے بچوں میں ایک بیداری پیدا ہو جائے گی۔ اس کے مضمون نگار ملک کے وہ مشہور لوگ ہیں جنہیں تعلیمی معاملات میں بہت زیادہ تجربہ ہے۔ بچوں کا کوئی کتبخانہ اور کوئی تعلیمیافتہ گھر اور خاندان رسالہ ہونہار سے خالی نہیں رہنا چاہئے کیونکہ اسی ایک رسالہ سے آپ کے گھر کے تمام لوگ فائدہ اٹھا سکتے ہیں۔

سالانہ چندہ تین روپے چار آنے بذریعہ وی پی تین روپے چھ آنے

پتہ

نیجر رسالہ ہونہار صدر بازار دہلی

مُلّا رموزی صاحب کا خط

رسالہ "ہونہار دہلی" کے تیسرے نمبر والے
منیجر صاحب کو معلوم ہو کہ رسالہ "ہونہار" کا پہلا نمبر
تو اس طرح ملا تھا کہ اوس کے ساتھ کوئی خط نہیں تھا
دوسرا نمبر بجائے ہم مُلّا رموزی صاحب کے کسی اور
مُلّا رموزی صاحب کو بھیجدیا ہوگا۔ اِس لئے نہیں ملا۔
اب تیسرے نمبر کے ساتھ آپ کا خط مورخہ "ندارد"
موصولہ ۱۲ مارچ ۱۹۳۰ء ملا تب جا کر ہمارے دل
کو سرور اور آنکھوں کو نور حاصل ہوا"۔
دیگر احوال یہ ہے کہ
رسالہ "ہونہار" کو دیکھا "کیا ہی عجیب رسالہ ہے"
کہ اس کے دیکھتے ہی دل کو سرور اور آنکھوں کو نور
حاصل ہوا، بیشک دہلی سے ایک ایسے ہی "پھول
پھول" کے رسالے کی ضرورت اس لئے تھی کہ
دہلی میں لاکھوں لڑکے اور لڑکیاں رہتے ہیں اور
رہتی ہیں۔ وہ دیکھتے نہیں ہیں آپ کہ جامع مسجد
دہلی کے سامنے والے میدان میں سیکڑوں لڑکے
شام سے پہلے ہاکی، کرکٹ، فٹ، وغیرہ کھیلا کرتے
ہیں اور چاہیے ان کے اسکولوں کا ناغہ ہو جائے
مگر کھیل کا ناغہ نہیں ہوتا اور اسی لئے تو ایسے
کھلنڈرے لڑکے دنیا میں عمر بھر ذلیل خوار پریشان
اور بھوکے پیاسے مارے پھرتے ہیں جو تعلیم سے زیادہ
کھیل پر مرتے ہیں مگر امید ہے کہ آپ کا رسالہ "ہونہار"
جو لڑکا پڑھے گا یا پڑھے گی پہلے تعلیم میں
مصروف رہے گا اور پھر کھیلے گا اور کھیلے گی اور صاحب
آپ نے اس رسالہ کا کاغذ اس کی لکھائی چھپائی
اس میں تصویریں اور مضامین تو ایسے عمدہ بہم پہونچائے
ہیں کہ بس دیکھتے ہی دل کو سرور اور آنکھوں کو نور
حاصل ہو جاتا ہے آپ نے بچوں کو ہنسانے اور خوش
کرنے کے لئے بھی اس میں جو کارٹون اور لطیفے چھاپنا
شروع کئے ہیں اونھیں دیکھ کر مارے ہنسی کے "بل
میں پیٹ پڑ جاتا ہے" سبحان اللہ یہی چاہیئے۔
پھر آپ نے اس میں مضامین اتنے زیادہ اور عمدہ
چھاپے ہیں کہ اون کے پڑھنے سے پڑھنے والیکو
عجیب عجیب قسم کی باتیں معلوم ہوتی ہیں جو بغیر اِس

رسالے کے شاید ہی کسی کو معلوم ہوں مثلاً آپ نے "عبدالقادر جزائری" والا مضمون تو اتنا عمدہ چھا پا ہے کہ اس کے پڑھنے سے لڑکوں میں "محنت" "جفاکشی" "اولوالعزمی" "ہمت" "حوصلہ" اور "بہادری" پیدا ہوگی اور ضرورت بھی اسی کی ہے کیونکہ آج کل کے لڑکے تعلیم اور ہنر کے حاصل کرنے میں بے حد کاہل بدشوق اور سینما دیکھنے کے عاشق ہوتے ہیں اسی لئے تو نوجوان ہوکر ادنیٰ کوئی بڑا عہدہ اور بڑی نوکری نہیں ملتی اور مارے پھرتے ہیں تھیٹر اور سینما والوں کے ساتھ' یا پھر پیسہ نہ ملنے کی وجہ سے چوری کرتے ہیں اور کوتوالی میں عمر بھر بند رہتے ہیں خدا ہمیں اور آپ کو کوتوالی سے بچائے اسی طرح آپ نے لکھا ہے کہ "شیر بنو لومڑی مت بنو" یہ بھی بڑا ہی عمدہ مضمون ہے۔ "زمانہ قدیم کا پہلوان" "سرسید احمد خاں" بے حد اور "بہت ہی بے حد" عمدہ مضامین ہیں اور خدا جانے صاحب کہ لکھنے والوں نے انھیں کس طرح لکھ لیا ہماری تو سمجھ میں نہیں آتا "نبی زادوں کی عید" والا مضمون اور "ایک بچہ کی دعا" تو ایسے مضامین ہیں کہ انھیں آنکھوں سے لگا لیا جائے تو کیوں صاحب یہ کسی بڑے ہی قابل آدمی صاحب" نے لکھا ہوگا اور اس کا آپ نے معاوضہ بھی بہت زیادہ دیا ہوگا تو گویا یہ تمام خرچہ" آپ کے سر جو پڑتا ہے تو بس اسی لئے ناکہ اپنی قوم کے لڑکوں اور لڑکیوں میں تعلیم پانے کا شوق پیدا ہو' ان کی تندرستی اچھی رہے اور ان کے اندر ہمت پیدا ہو کیونکہ جس لڑکے میں یہ تینوں باتیں پیدا ہو جائیں گی وہ ہندوستان میں کلکٹر' کوتوال' تحصیلدار' اور لاٹ صاحب بھی بن سکتا ہے اور بن سکتی ہے' وہ دیکھئے ناکہ ہندو بھائیوں کے چھوٹے چھوٹے لڑکے اور لڑکیاں کتنا زیادہ علم حاصل کرتے ہیں اور کرتی ہیں اور اسی لئے وہ بڑے ہوکر اتنے موٹے ہو جاتے ہیں اور ہو جاتی ہیں کہ ان سے آسانی سے چلتے پھرتے بھی نہیں بنتا اور آپ نے تو ایسے موٹے موٹے مہاجنوں کو دہلی میں دیکھا ہی ہوگا تو یہ سب کچھ اعلیٰ درجہ کی تعلیم حاصل کرنے سے ہوتا ہے اور ہوتی ہے مگر آپ نے دیکھا ہوگا کہ مسلمانوں کے لڑکے اور لڑکیاں بجائے تعلیم

حاصل کرنے کے یا تو جامع مسجد کے سامنے بھیک مانگتے
پھرتے ہیں یا پھرتی ہیں یا پھر مسلمانوں کے جو لڑکے اسکولوں
میں پڑھتے وہ فیشن کے لباس میں ڈوبے رہتے
ہیں۔ اور یہ اسی نفیس لباس کے شوق سے تو یہ
لڑکے سات آٹھ درجوں تک تعلیم پاکر بھاگ جاتے ہیں
کسی تھیٹر یا سینما کے ساتھ اور شہر شہر میں ذلیل اور
بدمعاش مشہور ہوتے ہیں وہ الگ
بگر احوال یہ ہے کہ آپ نے یہ رسالہ "ہونہار"
خوب جاری کیا اس کو جو لڑکا پڑھیگا وہ بے شک
دنیا میں بڑی عزت کا لڑکا نکلیگا اور نکلے گی مگر یہ
تو جب ہوگا کہ لڑکوں کے ماں باپ آپ کے
اس نہایت ہی خوبصورت تصویر دار اور اعلیٰ
درجے کے کاغذ والے رسالے کو خریدیں اور اپنے
بچوں کو بجائے انگریزی کھلونوں کے اِس
اس رسالے کو دیں، کیوں کہ آپ تو صرف
تین روپیہ میں اسے سال بھر تک دیئے چلے
جاتے ہیں، بس تو صاحب خدا کرے کہ یہ
رسالہ بہت زیادہ فروخت ہو تب ہم جانیں
کہ ہندوستان میں پڑھے لکھے لڑکے اور
لڑکیاں بھی رہتے ہیں اور رہتی ہیں اور ہاں

بھی خوب یاد آئی کہ وہ جو ایک عدد ہمارے ننھے
میاں ہیں ان کے لئے اس رسالے کو ضرور بھیجتے
رہئیگا اور جب تک کہ اس رسالہ کو ہمارے ننھے میاں
کے پاس نہ بھیج دیا کریں ہرگز اور ادھر اُدھر نہ جایا
کریں باقی سب خیریت ہے بڑوں کو سلام چھوٹوں
کو دعا اور منجھلوں کو درجہ بدرجہ پیار۔

ہنسی کی باتیں

شاہ ایڈورڈ ہفتم کا قصہ ہے۔ کہ ولی عہدی کے زمانے
میں انہوں نے ایک مرتبہ اپنی والدہ ملکہ وکٹوریہ
کو خط لکھا۔ اور پانچ پونڈ طلب کئے۔ ملکہ نے روپیہ
کی بجائے لمبا چوڑا خط لکھ بھیجا۔ اور کفایت شعاری
کی خوبیاں بتائیں۔ ایک ہفتہ بعد ولی عہد نے والدہ
کو شکریہ کا خط لکھا جس میں درج تھا۔ آپ کا خط
موصول ہوا۔ اب مجھے پانچ کی ضرورت نہیں
اس لئے کہ میں نے آپ کا خط میں پونڈ میں
فروخت کر ڈالا۔

گارڈ۔ جناب ہماری کمپنی نہایت ترقی یافتہ

ہے۔ بائیس سال کا عرصہ ہوا جب ہم نے پہلی مرتبہ اپنی نہ رکنے والی" ریل گاڑی جاری کی تھی۔ مسافر۔ معلوم نہیں کہ اب وہ کہاں تک پہونچ گئی ہوگی۔

کمسن حامد جب پڑوسن کے یہاں سے اپنے گھر آیا تو مٹھائی کھا رہا تھا۔ حامد کی ماں نے جب اُسے مٹھائی کھاتے دیکھا تو بہت خفا ہوئی اور کہا کہ میں نے تجھ سے کتنی ہی مرتبہ کہا ہے کہ تو پڑوسن سے کوئی چیز نہ مانگا کر۔

حامد نے جواب دیا۔ امی جان آپ تو ناحق خفا ہوتی ہیں۔ میں پڑوسن سے مٹھائی مانگ کر آپ کی نافرمانی کیوں کرتا۔ میں نے تو وہ جگہ دیکھ لی ہے جہاں بی پڑوسن مٹھائی رکھا کرتی ہیں۔

دوست کیا آپ مہربانی فرما کر مجھے ایک روپیہ قرض دینگے

دوسرا۔ میرے پاس اس وقت ساڑھے پندرہ آنے ہیں

پہلا۔ اچھا تو وہی دیدو باقی کا تم پر مجھے اعتبار ہے

ڈاکٹر صاحب بیمار مینڈک کا علاج کرنے کے لئے اُس کی زبان دیکھ رہے ہیں اور کمپونڈر صاحب پیچھے کھڑے ہیں

دو قیمتی گھڑیاں انعام میں حاصل کیجئے

فروری کے مہینہ میں یہ معمے شائع کئے گئے تھے لیکن کاتب کی غفلت سے غلط شائع ہو گئے۔ پھر یہ معمے مارچ میں شائع کئے گئے اب پھر اپریل میں شائع کئے جا رہے ہیں۔ جو حضرات کہ معمے حل کر کے بھیج چکے ہیں وہ اب دوبارہ نہ بھیجیں۔ معمہ کے جواب آنے کی آخری تاریخ ۳۰ اپریل ہے۔ اس کے بعد کوئی معمہ نہیں لیا جائیگا۔ اور مئی کے پرچہ میں انعام کا اعلان کیا جائیگا۔

معمہ نمبر ۱ - پھول چنو۔ ہر جملہ سے ایک نیا پھول پیدا ہوتا ہے۔

۱۔ اگلا بیل خوبصورت ہے۔ (۲) کالا المار شریف آدمی ہے۔ (۳) وارنٹ یا سمن مت کھو دینا۔ (۴) گورنر گستاخ کلرک کو نکال دیگا۔ (۵) مثل مشہور ہے سونار کی ایک لوہار کی۔ (۶) چھچھ بیلی رام کو دیدو (۷) ریشم کے تکیہ کا غلاف دھوبی کو دیدو۔ (۸) اشرف یہاں آرہا ہے (۹) چاند نیم کے پتوں میں چھپا ہے۔

معمہ نمبر ۲ - مندرجہ ذیل بے ترتیب حروف کو ترتیب سے رکھنے پر بامعنی الفاظ پیدا ہوتے ہیں۔

ا ا ر ر ہ ہ ہ ل ن و س	بچوں کا سب سے اچھا باتصویر ماہوار رسالہ
م م م ح ل ن ا ا د و ی ع	مسلمانوں کا ایک مشہور لیڈر
م م م ہ ل ن ن ا و و و ی	ہندوؤں کا ایک مشہور لیڈر
ڈ و ن ل ا ا ر ر	ہندوستان کا ایک مشہور حکمراں

داخلے کے شرائط

۱۔ صرف رسالہ ہونہار کے خریدار ہی اس میں حصہ لے سکتے ہیں۔
۲۔ جو صاحب انعام حاصل کرنا چاہیں رسالہ ہونہار کے خریدار بنکر معمہ حل کر کے بھیج سکتے ہیں۔
۳۔ جن حضرات کے دونوں معموں کے جواب صحیح ہوں گے انھیں کو مقابلہ میں داخل کیا جائے گا۔
۴۔ ایک سے زیادہ صحیح جواب آنے کی صورت میں فیصلہ بذریعہ قرعہ اندازی کیا جائے گا۔
۵۔ جن صاحب کا پہلے نام نکلیگا ان کو ایک نہایت ہی عمدہ نئی رسٹ واچ (ہاتھ کی گھڑی) انعام میں دیجائیگی۔ اور جن صاحب کا نام دوسرے نمبر پر نکلیگا ان کو ایک عمدہ الارم ٹائم پیس انعام میں دیجائیگی۔
۶۔ حل کے ہمراہ ایک آنہ کا ٹکٹ آنا چاہیئے۔ (کوشش کیجئے شاید آپ ہی کے نام یہ انعام نکل آئے۔) **منیجر**

دلچسپ معلومات

بندروں کا بادشاہ

نیپال سے تبت کو جو راستہ جاتا ہے۔ اس میں ایک پہاڑ کی چوٹی پر جو کھنڈ سے تقریباً ۲۰ میل کے فاصلہ پر واقع ہے ایک سادھو دھونی رمائے بیٹھا ہے۔ سادھو کا بیان ہے۔ کہ میں راجہ پرتھی راج کی جنگ میں بھاگ کر اس علاقے میں آیا اور اس وقت تک یہیں بیٹھا ہوں۔ جو لوگ اس سادھو کے درشن کے لئے جاتے ہیں۔ وہ بھنے ہوے چنے اور گڑ ساتھ لیجاتے ہیں۔ اگر چنے من ڈیڑھ من ہوں تو سادھو ایک جھنڈے کو جو اسی غرض کے لئے رکھا گیا ہے ہوا میں گھماتا ہے آواز کو سنتے ہی ایک بندر حاضر ہوتا ہے۔ اور چنوں کو دیکھکر اور اشارہ پاکر جھنڈا اٹھا لیتا ہے۔ اور جنگل کو بھاگ جاتا ہے۔ بندر بھی جھنڈے کو اٹھا کر سادھو کی طرح گھماتا جاتا ہے گھنٹہ پون گھنٹہ میں سیکڑوں بندر چھوٹے چھوٹے لکڑی ڈنڈے لئے ہوئے جمع ہو جاتے ہیں۔ پہلے فوجی سپاہیوں کی طرح پریڈ کرتے اور ڈنڈوں کے کرتب دکھاتے ہیں اور پھر سادھو کا حکم پاتے ہی چنوں پر جو میدان میں ڈال دئے جاتے ہیں ٹوٹ پڑتے ہیں۔ اور فارغ ہو کر سادھو کو سلام کر کے رخصت ہو جاتے ہیں۔

بلی اور چوہے کی دوستی

ماہرین سائنس یہ خیال ظاہر کر چکے ہیں کہ بے زبان جانور دن بدن مہذب ہوتے جاتے ہیں۔ سائنس والوں کے اس ہیں کی ذیل کے قصہ سے تصدیق ہوتی ہے۔

مانچسٹر کی ایک بلی نے ایک چوہے کو پکڑ لیا اور بجائے اس کے کہ وہ اس کو لقمہ بناتی اس نے اسے اپنا ایک رفیق بنا لیا ہے۔ اب یہ دونوں ایک ہی جگہ رہتے۔ ایک ہی جگہ سوتے اور کھاتے پیتے ہیں۔ بلی اس کے ساتھ کھیلتی بھی ہے۔ کبھی کبھی آپس میں جدائی بھی ہو جاتی ہے۔ لیکن جب یہ دونوں پھر ملتے ہیں تو پیار و محبت سے ملتے ہیں

خودبخود ۳۶ ریکارڈ بجانیوالا گراموفون

لندن میں گراموفون کی جو نمائش حال ہی میں ہوئی اس میں ایک ایسا گراموفون دکھایا گیا ہے جو بغیر کسی انسانی مدد کے یکے بعد دیگرے ۳۶ ریکارڈ بجا سکتا ہے۔ جو ریکارڈ بجانے کے لئے منتخب کئے جاتے ہیں اُنہیں یہ باجہ پہلے ایک طرف سے اور پھر دوسری سمت سے بجاتا ہے خود ہی سوئی تبدیل کرتا ہے۔ ہر ایک ریکارڈ کو برش کرتا ہے۔ اور پھر اسے اصلی جگہ پر رکھ دیتا ہے۔

دنیا کا سب سے بڑا فونوگراف

کیمڈن کی کمپنی نے ایک نیا فونوگراف تیار کیا ہے۔ اس کی بلندی ساڑھے اکتیس فٹ چوڑائی بیس فٹ اور گہرائی سوا فٹ ہے۔ اس پر معمولی ریکارڈ بجائے جاتے ہیں۔ لیکن ایک مضبوط نالی کے باعث آواز اتنی بلند ہو جاتی ہے۔ کہ میلوں سنائی دیتی ہے۔

انعامی معمہ

ایک نام پندرہ حروف سے مل کر بنتا ہے جس کے مختلف حروف ملانے سے ذیل کے نتائج پیدا ہوتے ہیں وہ نام بتاؤ

۱ = ۶+۹+۷+۵+۳	ایک مشہور بادشاہ
۲ = ۶+۱۵+۸+۷+۱۴	ہندوستان کا شہر
۳ = ۹+۷+۱۵	ایک صحرائی جانور
۴ = ۱۱+۱۴+۱۰+۱۳+۸	مردوں کو زندہ کرنیوالا
۵ = ۵+۲+۱۱+۷	ایک رنگ
۶ = ۸+۶+۷	زمینداروں کو خوش کرنیوالی چیز
۷ = ۷+۵+۱	ہندوں کے ایک اوتار
۸ = ۱۱+۱۳+۱+۴	مسلمانوں کے ایک پیغمبر
۹ = ۴+۱۰+۵+۷	وطن کے معنی
۱۰ = ۱۲+۹+۷	ڈاک خانے کی ایک چیز
۱۱ = ۱۳+۱۱+۴	خدا کی تعریف
۱۲ = ۷+۸+۱+۵+۱۰+۱۵	ایک مشہور کتاب

مندرجہ بالا معمہ کا صحیح حل کا اول انعام ایک اعلیٰ بی نام پین ہوگا اور دوئم انعام ایک عمدہ قلمدان معہ دوات ہوگا۔ جو ذیل کی شرائط پر حاصل ہو سکتا ہے۔

۱۔ حل صحیح اور خوشخط ہو۔ ۲۔ حل کے ہمراہ ایک آنہ کا ٹکٹ برائے اطلاع انعام بھیجا جائے۔ ۳۔ زیادہ صحیح حل وصول ہونے پر فیصلہ بذریعہ قرعہ اندازی کیا جائے گا جو اصحاب ایک سے زیادہ ٹکٹ ارسال کریں گے ان کا نام قرعہ اندازی کے وقت اُتنی ہی دفعہ درج کیا جائے گا۔ ۴۔ حوالہ رسالہ ضرور۔ ۵۔ حل ۲۰ مئی سنہ ۳۲ء تک پہنچ جائیں جو اس تاریخ کے بعد وصول ہوں گے وہ درج نہ کئے جائیں گے۔ حل بھیجنے کا پتہ

مختار احمد "ویران مسکن" جالندھر شہر

عالیجناب حکیم واحد علی صاحب جلیسری کی بنائی ہوئی مشہور اور مجرب دوائیں

ذیل میں حکیم واحد علی صاحب جلیسری کی ۲۰ سال کی آزمودہ چند دوائیں پیش کرتے ہیں جن کے استعمال سے اب تک ہزارہا مریض شفایاب ہو چکے ہیں۔

شربت مقوی دماغ یہ شربت علاوہ تقویت دماغ ذہن اور حافظہ کو بھی قوی کرتا ہے۔ بھوک بڑھاتا ہے۔ تازہ خون پیدا کرتا ہے اور اعضائے رئیسہ کو بھی تقویت دیتا ہے۔ دماغی کام کرنیوالے حضرات کے لئے عجیب چیز ہے۔ قیمت فی بوتل للعہ روپے۔ نصف بوتل ۱۲؍ علاوہ محصول ڈاک

سفوف نزلہ یہ سفوف نزلہ اور زکام کو بیحد مفید ہے۔ زکام نہایت خطرناک بیماری ہے۔ اس سے بچنے کے لئے یہ دوا اکسیر ثابت ہوئی ہے۔ رات کو سوتے وقت استعمال کیا جاتا ہے۔ قیمت فی خوراک ۲؍ ایک ہفتہ کیلئے ۱۲؍

حب سرفہ (کھانسی کی گولیاں) یہ گولیاں کھانسی کے لئے بہت مفید ہیں۔ رات کو ایک گولی سوتے وقت منہ میں دبا کر سو رہو۔ صبح بلغم نکلے گا اور کھانسی کو آرام ہو جائیگا۔ قیمت ۴؍ درجن

سفوف مقوی معدہ یہ سفوف معدہ کی اصلاح کرتا ہے۔ بھوک بڑھاتا ہے اور کھانے کو ہضم کرتا ہے۔ آج اپنا وزن کر کے اس سفوف کا استعمال شروع کر دو۔ تھوڑے ہی دنوں میں وزن بڑھ جائیگا۔

حب اصفر (پیلی گولی) یہ خاندانی نسخہ ہے جس کے فوائد عجیب و غریب ہیں۔ آنکھوں کے تمام امراض مثلاً آنکھ کا جالا پروال۔ ڈھلکا۔ جھائیں کو دور کر کے آنکھوں کی روشنی کو بڑھاتی ہیں پیٹ کی تمام بیماریاں مثلاً نفخ قے۔ بدہضمی وغیرہ کو دور کرتی ہیں۔ پرچہ ترکیب ہمراہ ہوگا۔ قیمت ۱۲؍ درجن

تریاق واحدی یہ چیچک اور موتی جھلے کے لئے اکسیر ہے۔ وبائی بخار کے لئے نہایت مفید ہے۔ ورم کو گھٹاتا ہے۔ طاعون اور ہیضہ سے محفوظ رکھتا ہے۔ نمونیا۔ بلغمی کھانسی اور بلغمی امراض کے لئے نہایت مفید ہے۔ اگر روزانہ استعمال کیا جائے تو جسم تندرست رہتا ہے۔ گرم مزاج والوں کیلئے مفید نہیں قیمت ۱؍ روپیہ تولہ

ان دواؤں کا آپ کے گھر میں رہنا ضروری ہے۔ ایک روپے سے کم کی دوائیں روانہ نہ ہوں گی۔ محصول ڈاک بذمہ خریدار ہوگا۔

منیجر دواخانہ واحدی۔ بازار نیا گنج۔ ہاتھرس ضلع علیگڑھ

دہلی کے کھنڈروں سے ایک صدا

شاہجہاں آباد اجڑ چکا مگر اس کے کھنڈر اب تک مٹنے والوں کے کارنامے سنا رہے ہیں اور شہر کے در و دیوار اس وقت بھی اپنے مہمانوں کا مرثیہ پڑھ رہے ہیں۔ آج سے ستر سال پہلے دلی کیا تھی۔ بادشاہ کا جلوس۔ قلعہ معلی کی بہاریں۔ شاہی جھمکڑے۔ میلے تماشوں کے رنگ۔ دربار کی کیفیت۔ قطب صاحب کے مقبرے۔ پیر غیب شاہ برجے اور کوٹلے تین شہر کی آبادی کی چہل پہل۔ ہندو مسلمانوں کی معاشرت رمضان۔ عید۔ سلونو۔ سالگرہ کے تزک احتشام۔ شادی بیاہ کی رسوم غرض دو تہذیبوں کی اگر بہار دیکھنی ہو تو مصور غم حضرت علامہ راشد الخیری مدظلہ العالی کی معرکتہ الآرا تازہ تصنیف

نوبت پنج روزہ

یعنی وداع ظفر ملاحظہ فرمائیے۔ اس میں آخری تاجدار مغلیہ کی پانچ نوبتیں اس قدر درد انگیز پیرایہ میں لکھی گئی ہیں کہ خون کے آنسو رلوادیں گی۔ بادشاہ کی تصویر اور تین نادر عکسی تحریریں بھی دی گئی ہیں۔ نوبت پنج روزہ دور حاضرہ کے مایۂ ناز اردو مصنف کی بہترین تصنیف ہے اور دھڑا دھڑ نکل رہی ہے۔ اگر آپ نے منگانے میں جلدی نہ کی تو یقیناً دوسرے ایڈیشن کا انتظار کرنا پڑیگا۔ کاغذ لکھائی چھپائی ہر چیز نفیس قیمت صرف عہ

حساب خانہ داری

روزمرہ ہر وقت کام میں آنیوالی نہایت کار آمد معلومات کا مجموعہ مثلاً قواعد ریل۔ قواعد ڈاکخانہ۔ جملہ ہندوستانی و انگریزی اوزان اور پیمانوں کے نقشے۔ ہندوستان اور ممالک غیر کے سکوں کا تبادلہ۔ جنتری سود بشرح سالانہ و ماہانہ۔ جنتری بر آورد تنخواہ۔ کرایہ مکان۔ مزدوری یومیہ و ماہانہ روزمرہ گھر میں کام آنے والی معلومات کے مجموعے کے علاوہ گھر کا باقاعدہ حساب تاریخ وار ماہانہ ایکسال کا یکجا رکھنے کے لئے ہر ایک ضروری مد مثلاً نقشہ تنخواہ ملازمین۔ نقشہ حساب دھوبی۔ نقشہ جنس اہواری۔ نقشہ حساب روزمرہ کے لئے۔ تاریخ وار ہر ماہ کے لئے ایکسال کیلئے شامل ہیں۔ نقشہ میں ضروری اشیاء کے نام چھپے ہوئے ہیں۔ چھوٹی بچی یا بچہ جو صرف اشیاء کے نام پڑھ سکے اور ہندسہ لکھ سکے خانہ پری کر کے آپ کے گھر کا حساب باقاعدہ رکھ سکتا ہے۔ ہر گھر میں اس کی ضرورت ہے۔ واپسی کی شرط پر آج ہی منگائیں۔ لکھائی چھپائی اعلیٰ۔ کاغذ سفید۔ سائز ۲۲×۱۸/۱۶ حجم ۲۲۰ صفحات۔ قیمت صرف دو روپے علاوہ محصول ڈاک

اولاد کے کان میں کہنے کی باتیں

حضرت خواجہ حسن نظامی نے اپنے بچوں کی تربیت کے لئے یہ کتاب لکھی تھی مگر پیرایہ ایسا ہے کہ سب ماں باپ اپنی اولاد کی تربیت کے لئے اس کتاب سے فائدہ اٹھا سکتے ہیں۔ قیمت ۸/

اردو سکھانے کے مضامین

حضرت خواجہ صاحب کے ایسے مضامین کا مجموعہ جن کے مطالعہ سے بچوں کو بہت جلد اردو لکھنی آجاتی ہے۔ قیمت ایک روپیہ

اولاد کی تربیت

بچوں کے اخلاق و عادات درست کرنے اور ان کو بری باتوں سے بچانے کے لئے یہ ایک بہترین کتاب ہے جو نئے دریافت شدہ اصول کے مطابق لکھی گئی ہے۔ قیمت ایک روپیہ

بچوں کی بیس کتابیں

مفتی شوکت علی صاحب فہمی ایڈیٹر رسالہ دین و دنیا نے بچوں کی تعلیم کے لئے بیس کتابوں کا یہ سٹ تیار کیا ہے جو آجکل بہت مقبول ہو رہا ہے (۱) قرآن کے سبق (۲) قرآن کی کہانیاں (۳) بچوں کی حدیثیں (۴) بچوں کی گلستاں (۵) بچوں کی بوستاں (۶) پیغمبروں کی کہانیاں۔ (۷) اولیاء اللہ کی کہانیاں (۸) بچوں کی تعلیم و تربیت (۹) بچوں کے اخلاقی سبق (۱۰) بچوں کا مکتب (۱۱) بچوں کی معلومات (۱۲) بچوں کی خطوط نویسی (۱۳) بچوں کی تندرستی (۱۴) بچوں کے تاریخی قصے (۱۵) بچوں کی اخلاقی کہانیاں (۱۶) بچوں کی نئی نئی کہانیاں (۱۷) بچوں کی علمی کہانیاں (۱۸) بچوں کی دلچسپ کہانیاں (۱۹) بچوں کی اصلاحی نظمیں (۲۰) پریوں کی کہانیاں۔ ہر ایک کتاب کی قیمت ۴/ ہے۔

آداب مجلس

یہ علم مجلسی کی تعلیم دینے کی بہترین کتاب ہے جس کے مطالعہ سے حاضر جوابی۔ بذلہ سنجی اور شائستہ گفتگو کی طاقت پیدا ہوجاتی ہے اور ہر ایک موقعہ پر ہر ایک ضرورت کے لحاظ سے مناسب گفتگو کرنے کے طریقے معلوم ہوجاتے ہیں۔ قیمت ایک روپیہ

تہجد کی مناجات

جناب ابوالاثر حفیظ جالندھری کی لکھی ہوئی ایک دردناک مناجات۔ قیمت ۲/

ملنے کا پتہ

نونہال بکڈپو بارہ ٹوٹی دھلی

مسلمان بچوں کیلئے کتابیں

ہمارے نبی

خدا کے پیارے ہمارے نبی محمد مصطفےٰ کی پاک زندگی کی کہانیاں نہایت آسان زبان میں۔ اس کتاب میں آپ کے بچپن سے آخر تک کے تمام حالات درج ہیں۔ سب بچے مزے لیکر پڑھتے ہیں۔ چھوٹی سی خوبصورت کتاب ہے۔ اس کے لکھنے والے ہندوستان کے مشہور پروفیسر سید نواب علی صاحب ایم اے ہیں۔ صرف چند کتابیں رہ گئی ہیں۔ فوراً منگا لیجئے ورنہ دوسری بار چھپنے کا انتظار کرنا پڑیگا۔ قیمت صرف چار آنے

ہمارے رسول

خواجہ عبد الحیٔ صاحب فاروقی جو جامعہ ملیہ اسلامیہ دہلی میں تفسیر کے پروفیسر ہیں قرآن شریف کی تفسیر لکھ رہے ہیں۔ یہ تفسیریں بڑے عمر کے لوگوں کے لئے ہیں۔ خواجہ صاحب نے یہ کتاب چھوٹے چھوٹے بچوں کے لئے لکھی ہے جس میں رسول اللہ صلعم کے حالات زندگی ہیں۔ زبان اتنی سہل اور طرز بیان ایسا موثر ہے کہ بچوں کے دل میں اچھے کام کرنے اور رسول خدا کا حکم ماننے کا خودبخود شوق پیدا ہو جاتا ہے قیمت

سرکار کا دربار

(از الیاس احمد صاحب مجیبی) رسول مقبول صلعم کی سیرۃ پر بچوں کے لئے آسان اور سہل انداز بیان میں پیدائش سے وفات تک کے مفصل حالات اس طرح لکھے گئے ہیں کہ تمام واقعات بھی آجائیں اور بچوں کے دماغ پر کچھ بار بھی نہ پڑے۔ خانہ کعبہ، مسجد نبوی اور بیت المقدس کی عکسی تصویریں سرورق نہایت دلکش اور خوبصورت ہیں پر روضۂ پاک نبی کریم کے فوٹو نے چار چاند لگا دئے ہیں۔ کتابت و طباعت نہایت پاکیزہ۔ حجم تقریباً ۲۰۰ صفحات قیمت ایک روپیہ

چار یار

حضرات خلفائے راشدین کے پاکیزہ و سبق آموز حالات میں بڑی پیاری کتاب ہے جسے بڑے بڑے علما نے پسند کیا ہے اور ماہرین تعلیم نے اسے نصاب کیلئے منتخب کیا ہے۔ مولانا عبد الماجد دریابادی مدظلہ فرماتے ہیں "ایسی سلیس و شگفتہ عبارت بچوں کے لئے میں بھی نہ لکھ سکا۔ مجھے آپ کی اس توفیق پر رشک آتا ہے" حجم ۱۹۲ صفحے۔ ۸ صفحے کے برابر اسلامی دنیا کا نقشہ۔ قیمت صرف ۱۲؍

آسان قاعدہ

یہ بالتصویر خوبصورت قاعدہ اردو عبارت اور قرآن کی عربی عبارت سکھانے کی کنجی ہے بچے خوشی خوشی پڑھتے ہیں اور یہ قاعدہ پڑھتے ہی ہر بچہ کو قرآن شریف اور عربی عبارت پڑھنی آجاتی ہے۔ قیمت ۶؍

تعلیم القرآن

اس میں تمام قرآن شریف کے ضروری مضامین کا خلاصہ ہے۔ نماز روزہ حج زکوٰۃ اور ہر قسم کے ضروری احکام اسلام کی آیات باب قائم کرکے ایک جگہ جمع کر دی گئی ہیں اور ان کا اردو مطلب بھی لکھا گیا ہے جن کو یاد کرنے کے بعد بچے قرآن مجید کے تمام ضروری مضامین کے حافظ ہو جاتے ہیں اور کمال یہ ہے کہ یہ سارا رسالہ صرف دو مہینے میں یاد کیا جا سکتا ہے۔ بڑی عمر والے بھی اس کو یاد کرتے ہیں جنکو وعظ و لیکچر میں قرآنی آیات پڑھنے کی ضرورت ہوتی ہے۔ قیمت صرف آٹھ آنے۔

یہ دونوں کتابیں مملکت آصفیہ کے سرکاری مدارس کے نصاب میں داخل ہیں

مسلمان بچوں کے دس سبق

ضخامت ۱۱ صفحے لکھائی چھپائی اعلیٰ درجے کی

حضرت خواجہ حسن نظامی صاحب نے مسلمان بچوں کے لئے حسب ذیل دس سبق لکھے ہیں۔ اللہ ایک ہے۔ اسلام اور ایمان۔ یتیم۔ حور کی گڑیا بن ماں باپ کا غریب بچہ۔ نیم کے پھول۔ سگرٹ پان کی پیک۔ بہن بن طوطا۔ تاریخ کا کیڑا۔ ان مضامین کو پڑھکر بچوں کے دل میں خود بخود اسلامی تاثرات پیدا ہوتے ہیں اور اردو زبان کی مشق بھی بڑھتی ہے قیمت ۱؍

بچوں کی کہانیاں بالتصویر

ضخامت مع تصاویر ۹۲ صفحے یعنی ۴۴ صفحے تصویروں کے ہیں۔ کاغذ لکھائی چھپائی نہایت اعلیٰ درجہ کی۔ تصویریں مہاراجہ سرکشن پرشاد کی بنائی ہوئی نہایت عمدہ اور بچوں کے لئے پسندیدہ یہ کتاب بیگم خواجہ بانو صاحبہ اہلیہ حضرت خواجہ حسن نظامی کی لکھی ہوئی ہے۔ اس میں وہ دلچسپ کہانیاں ہیں جو دہلی کے شریف گھرانوں میں بچوں کے لئے کہی جاتی ہیں۔ لڑکے اور لڑکیاں ان کو شوق سے پڑھتے ہیں۔ قیمت ۱۰ آنے

ملنے کا پتہ

نونہال بک ڈپو بارہ ٹوٹی دہلی

نونہال کا کتب خانہ

آٹھ سال سے کم عمر بچوں کے لئے (پانچ باتصویر کتابیں)

ننھی کتاب ۱۰ر — منی کتاب ۱۰ر
پیاری کتاب ۱۰ر — دلاری کتاب ۱۰ر — ہماری کتاب ۱۰ر

آٹھ سال سے گیارہ سال تک کے بچوں کے لئے

۲۸ باتصویر کتابیں قیمت فی کتاب ۳ر

بچوں کا انصاف	خزانہ کا مالک	سچا وعدہ
دو بہنیں	اسیر اور بانس والا	عقلمند لکڑہارا
روس کا شہنشاہ	سفید کبوتر	لال بی بی
بہن کی محبت	گل بانو	ذلیل شہزادہ
عجیب ہنس	احسان کا بدلہ	عجیب شہزادی
کبڑا بونا	فیاض بیگم	بدمزاج شہزادی
پتھر کا شیر	مغرور شہزادی	نیکی کا پھل
بدلے کا بدلہ	بلوری جوتا	نقلی شہزادہ
	ابراہیم نائی	

گیارہ سال سے چودہ سال تک کے بچوں کیلئے

پچیس باتصویر کتابیں قیمت مجموعی صہ تفصیل حسب ذیل ہے
ستارہ کی گڑیا ۱ر — شہزادہ عزیز ۵ر — پہاڑی ماں کی کہانی ۳ر
دکھ کے بعد سکھ ۳ر — تقدیر اور تدبیر ۳ر — پادری کا قصہ ۳ر
چالاک چور ۳ر — سنہری پری ۳ر — چالاک بلی ۳ر
صابر شہزادی ۳ر — شہزادہ و جادوگرنیں ۳ر — سست لڑکا ۵ر
قدیم کی کہانی ۳ر — چور دل راجہ ۳ر — لوہے کا اوبا ۳ر
بابا جی فقیر ۳ر — چالاک بھانجہ ۳ر — سعد و سعید ۳ر
دو بھائی ۶ر — شہزادہ جمشید ۳ر — جادو کا برج ۳ر
جھوٹ موٹ کا بھوت ۳ر — عجیب عینک ۳ر — ہوا اور ماں ۶ر
پھول پہیلیاں ۵ر

اتالیق خطوط نویسی — بچوں کو خط لکھنے کی تعلیم دینے کے لئے نہایت عمدہ کتاب ہے قیمت عمر

بچوں کی بیس کتابیں

بیس کتابوں کا یہ سٹ بچوں کی اخلاقی اور دینی تعلیم کے لئے مفتی شوکت علی فہمی نے تیار کیا ہے اور بہت مقبول ہو رہا ہے

قرآن کے سبق ۶ر — قرآن کی کہانیاں ۶ر — بچوں کی حدیثیں ۶ر
بچوں کی گلستان ۶ر — بچوں کی بوستاں ۶ر — پیغمبروں کی کہانیاں ۶ر
اولیاء اللہ کی کہانیاں ۶ر — بچوں کی تعلیم و تربیت ۶ر — بچوں کے اخلاقی سبق ۶ر
بچوں کا مکتب ۶ر — بچوں کی معلومات ۶ر — بچوں کی خطوط نویسی ۶ر
بچوں کے تاریخی قصے ۶ر — بچوں کی اخلاقی کہانیاں ۶ر
بچوں کی نئی نئی کہانیاں ۶ر — بچوں کی علمی کہانیاں ۶ر
بچوں کی دلچسپ کہانیاں ۶ر — بچوں کی اصلاحی نظمیں ۶ر
پریوں کی کہانیاں ۶ر — بچوں کی تندرستی ۶ر

مزیدار اور دلچسپ کتابیں

نواب شیر خاں اور ان کی بلی ۳ر — چن چن ۳ر
احمد نجومی ۳ر — شہزادہ گوریا ۶ر — جنگلی شہزادی ۶ر
میاں کوشش ۵ر — غٹر غوں ۵ر — ٹیڈا ماموں ۱۰ر
ککڑوں کوں ۸ر — ہائے یہ ہی ناک ۶ر — میاؤں میاؤں ۸ر

بچوں کے لئے تفریحی مطالعہ کی کتابیں

کن کٹا قاضی ۸ر	کھیل بتیسی ۶ر
پھول مالا ۱۲ر	گڑیا کا گھر حصہ اول ۱۲ر
گڑیا کا گھر حصہ دوم ۱۲ر	یار غار ۹ر
بحر تنوبلی کا سفر ۸ر	جادوگر ۸ر
بیگن سندری ۹ر	اندھا اور بہرہ ۷ر
سندباد جہازی ۱۰ر	عمر عیار حصہ اول عمہ
عمر عیار حصہ دوم عمہ	نٹ کھٹ پانڈے عمہ

محصول ڈاک ذمہ خریدار ہوگا۔ ہمارے یہاں تقریباً تمام مشہور مصنفین کی کتابیں مل سکتی ہیں۔ کسی کتاب کے منگانے سے پیشتر ہم سے دریافت کر لیجئے۔ کتابیں ملنے کا پتہ۔

نونہال بک ڈپو بارہ ٹوٹی دہلی

باہتمام فیاض حسین نسیم پرنٹر و پبلشر جید برقی پریس دہلی میں طبع ہو کر دفتر رسالہ ہونہار صدر بازار سے شائع ہوا

May 1930

قواعد وضوابط

(۱) رسالہ ہونہار ہر انگریزی مہینے کی دس تاریخ کو شائع ہوتا ہے۔
(۲) اگر کبھی اتفاقاً رسالہ پہونچنے میں دیر ہوجائے تو ۲۰ تاریخ تک ہم کو اطلاع دیجئے۔ اس کے بعد طلب کرنے والوں کو قیمتاً بھیجا جائے گا۔
(۳) رسالہ ہونہار کا سالانہ چندہ مع محصول ڈاک تین روپے چار آنہ اور ششماہی دو روپے ہے۔
(۴) خط وکتابت کے وقت اپنا پورا پتہ مع نمبر خریداری خوشخط لکھا ہوا آنا چاہئے۔
(۵) مضامین پندرہ تاریخ تک آجانے چاہئیں ورنہ آئندہ ماہ میں چھپ سکیں گے
(۶) مضمون نگار بہنوں اور بھائیوں کی خدمت میں رسالہ مفت بھیجا جائے گا۔
(۷) نمونہ کا پرچہ حتی الامکان مفت بھیجا جائیگا۔
(۸) ترسیل زر بنام ایڈیٹر اور دیگر خط وکتابت بنام منیجر رسالہ ہونہار ہونی چاہئے۔

انعامات

۱۔ جو طالب علم رسالہ ہونہار کے لئے سب سے زیادہ مضامین لکھے گا سال کے آخر میں اس کو ایک نقرئی تمغہ انعام میں دیا جائیگا اور اس کا فوٹو بھی رسالہ میں شائع کیا جائے گا۔ مضامین رسالہ ہونہار کے معیار کے مطابق اکثر قصوں میں لکھے جائیں اور آسان سے آسان زبان استعمال کیجائے۔
۲۔ سال کے خاتمہ پر دسمبر کے مہینہ میں مختلف اسکولوں کے طلبہ کے ان مضامین کا مقابلہ ہوگا جو رسالہ ہونہار میں چھپ چکے ہوں گے۔ سب سے اچھے مضمون پر انعام دیا جائیگا جو مجلس ہونہار مقرر کرے گی
۳۔ رسالہ ہونہار کے لئے اچھے مضامین لکھنے والی لڑکیوں کو بھی انعامات دئے جائیں گے
۴۔ جو طلبہ غریب ہوں اگر وہ کوشش کر کے ۵ خریدار ہم پہونچائیں تو ان کے نام ہم سال بھر کے لئے رسالہ مفت جاری کردیں گے۔

منیجر

رسالہ ہونہار کے متعلق ہندوستان کے مشہور اخبارات اور رسائل کی رائیں

(۳)

نیرنگ خیال لاہور

"رسالہ ہونہار" دہلی سے بچوں کے لئے ایک نہایت اچھا شائع ہو رہا ہے۔ اس کا تیسرا نمبر ہمارے سامنے ہے۔ ولایتی چکنے کاغذ پر سہ رنگ چھپا ہے۔ مضامین کے پچاس صفحات ہیں۔ سائز کلاں ۲۰×۳۰ ہے۔ لکھائی چھپائی کاغذ عمدہ ہے۔ آرٹ پیپر پر پانچ تصاویر بھی چھپی ہیں۔ جو بچوں کے مذاق کی ہیں۔ ایک بچے کی دعا یا یاد نہیں۔ قسمت کا پھیر۔ بندروں کے غدود کا کرشمہ۔ عبدالقادر جیلانی۔ پرندے اور جانور کیسے سوتے ہیں۔ خوراک اور جسم۔ بی زاہدوں کی عید۔ سر سید احمد خاں۔ بہت اچھے اور مفید مضامین ہیں۔ اس کے بعد بچوں کے مضامین، پہیلیاں اور دیگر رسائل کا انتخاب ہے۔ ہمارے خیال میں یو۔ پی۔ میں اس سے بہتر رسالہ آج تک شائع نہیں ہوا۔ رسالہ کے ایڈیٹر جناب فیاض حسین صاحب نسیم ہیں۔ جو کچھ عرصہ ہمارے یہاں ایڈیٹوریل اسٹاف میں کام کر چکے ہیں۔ گو رسالہ دہلی سے شائع ہوتا ہے لیکن رسالہ کی سرپرستی کی ذمہ داری علما کے سرچیاں لگی گئی ہے۔ اور ہر پرچہ پر "بہ سرپرستی حکیم محمد یوسف حسن ایڈیٹر نیرنگ خیال" لکھا ہوتا ہے۔ اب اگر ہم اس رسالہ کی زیادہ تعریف لکھیں تو شاید ناظرین یہ سمجھیں کہ اپنے نام کی لاج منظور ہے۔ اس لئے قلم رکتا ہے۔ لیکن ناظرین کو حقیقت سے آگاہ کرنا بھی فرض ہی ہے۔ اس لئے ملک کے ممتاز جرائد کی آرا کا خلاصہ درج کرتا ہوں۔ تاکہ آپ اندازہ لگا سکیں کہ ہونہار واقعی بچوں کے لئے کتنا مفید اور دلچسپ ہے۔

"اس وقت اردو میں بچوں کے لئے اور پرچے بھی نظر آ رہے ہیں۔ ہونہار ان میں بیش بہا اضافہ ہے بلکہ اس کا معیار قدرے بلند کرنے نے اسے ہائی اسکولوں کے طلبہ کے لئے بھی مفید بنا دیا ہے۔" (روزنامہ انجل)

"مضامین قابل قدر۔ اسم بامسمیٰ۔ ملک کی طرف سے ایڈیٹر فیاض حسین نسیم کی حوصلہ افزائی ہونی چاہیئے۔" (روزنامہ تیج)

"ہونہار بچوں کا ایک نہایت دلچسپ ماہوار رسالہ ہے۔ رسالہ میں صوری محاسن کے علاوہ معنوی خوبیاں بھی موجود ہیں"۔ (الجمعیۃ)

"یہ رسالہ بچوں اور بچیوں کے لئے نہایت کارآمد ثابت ہوگا۔ اس کے مضامین قریب قریب نصیحت آمیز اور پر از معلومات ہیں" (روزنامہ خلافت)

"یوپی میں بچوں کے اخبارات بہت کم شائع ہوتے ہیں۔ اس لئے امید ہے کہ ہر بال بچوں والا گھر اس رسالہ کو اپنے بچوں کی ضرورت سمجھ کر اس کی سرپرستی اختیار کریگا"۔ (تازیانہ)

"نہایت ہی شاندار ماہوار رسالہ ہے۔ جو لڑکوں میں صحیح قومی اور اخلاقی تعلیم کی اشاعت کرتا ہے۔ اور ہندو مسلمان بچوں میں پریم اور محبت بڑھاتا ہے۔ (گور وگلستاں)

"دانشمند والدین کا فرض ہے کہ وہ رسالہ ہونہار اپنے بچوں کو ضرور منگوائیں"۔ (خاور)

"ہم قارئین کرام سے سفارش کرتے ہیں کہ وہ اپنے بچوں کے لئے اسے ضرور منگوائیں"۔ (شہاب)

"ہونہار کی لکھائی چھپائی دیدہ زیب ہوتی ہے۔ اور تصویروں کا انتخاب بھی مہذب ہے۔ مضامین سلیس اور

پند و نصائح سے مملو ہوتے ہیں" (آفتاب)

"ہونہار کی زبان سادہ عام فہم اور اس درجہ دلچسپ ہے کہ بچے ایک ہی بار کے مطالعہ سے اس کے گرویدہ ہو جائیں گے" (ترجمان)

"ہونہار بچوں کے لئے جنوری سے جاری ہوا ہے۔ اس میں بچوں کے لئے مزیدار مضمون اور تصویریں ہوتی ہیں" (عورتوں کا اخبار)

"ہونہار واقعی ہونہار ہے۔ اور کچھ نہیں۔ بلکہ بہت کچھ ہو کر رہے گا۔ ہر صاحب اولاد سے سفارش ہے کہ وہ اپنے بچوں کے ہاتھوں تک اسے ضرور پہنچائے" (کامیابی)

"شروع سے لیکر آخر تک تمام مضامین، حکایت، اور افسانوں کی شکل میں تحریر کئے گئے ہیں۔ ان سے بچوں کو اخلاقی سبق سکھانے کی کوشش کی گئی ہے۔ زبان آسان ہے" (زمیندار)

"ہونہار کے دو نمبر نکل چکے ہیں۔ ان کے دیکھنے سے معلوم ہوتا ہے کہ ہونہار اس کمی کو پورا کرے گا جو بچوں کے مذاق کے مطابق اچھے رسالوں کے لئے محسوس کی جا رہی ہے۔ اس میں ایسے مضمون نگاروں کے مضامین شائع ہوتے ہیں جو بچوں کی ذہنیت سے اچھی طرح واقف ہیں" (ملت)

"مضامین نہایت دلچسپ، مفید اور نتیجہ خیز ہیں۔ بچوں کے لئے اس سے بہتر یو۔ پی میں کوئی رسالہ ہماری نظر سے آج تک نہیں گذرا" (تاج)

مضامین بہت اچھے۔ بچوں کے لئے اس کا مطالعہ بہت ضروری ہے" (پیشوا)

"اگر والدین چاہتے ہیں کہ ان کے بچوں کا وقت کسی ایسے شغل میں بسر ہو جو عام معلومات بڑھانے کے علاوہ ان کی اخلاقی و دماغی تربیت بھی کرے تو وہ رسالہ ہونہار ضرور منگوائیں" (ارمغان)

"ہونہار کا پہلا نمبر اور دوسرا نمبر ہمارے پیش نظر ہے۔ کتابت طباعت اتنی عمدہ ہے کہ بچے آسانی سے پڑھ سکتے ہیں۔ بہرحال بچوں والے گھر میں یہ رسالہ ضرور ہونا چاہئے" (ادیب)

اب آپ کی خدمت میں

ضرورت ہے کہ آپ جب اپنے مطالعہ کے اوقات کے لئے نیرنگ خیال اور دیگر رسائل و کتب و اخبارات خریدتے ہیں۔ تو اپنے بچوں اور بچیوں کے لئے بھی ایک رسالہ ضرور خریدیئے۔ یہ رسالہ مستقل سرمایہ سے جاری کیا گیا ہے۔ پابند اوقات ہے۔ چندہ اس کا صرف تین روپیہ چار آنہ سالانہ ہے۔ مشہور جرائد کی آرا کا آپ نے مطالعہ فرما لیا۔ اس لئے اب ہم اپنے تمام خریداروں کی خدمت میں ہونہار خریدنے پر زور سفارش کرتے ہیں۔

مکتبہ حیدرآباد دکن

"ہونہار" مدیر جناب فیاض حسین صاحب تسنیم ضخامت ۴۸ صفحات عام رسائل تقطیع سالانہ چندہ (عہ) ہے۔ جیسا کہ اس کے نام سے ظاہر ہے کمسن لڑکوں اور لڑکیوں کے فائدے کے لئے جاری کیا گیا ہے۔ چھوٹے چھوٹے قصے، دلچسپ لطیفے، نصیحت آمیز مضامین جن میں اکثر کمسن مضمون نگاروں کے ہیں۔ اس رسالے میں درج ہوتے ہیں۔ ننھے قارئین کے لحاظ سے خط بھی کھلا اور صاف رکھا گیا ہے۔ تصویریں بھی دلچسپ مگر عام ہیں۔ رسالے کے شروع میں معاونین خصوصی کی لمبی چوڑی فہرست دی ہے جس میں ہندوستان کے تمام مشاہیر ادیب اور انشاء پرداز کے نام گنا دئے گئے ہیں۔ اگر یہ سب سال میں دو دو مضمون بھی رسالے کے لئے لکھ دیں تو یہ رسالہ ہندوستان میں ایک ہی ہوگا۔ اس کے ساتھ ہی اس کی کم توقع ہے کہ یہ سب حضرات بچوں کے کام کے مضمون لکھ سکتے ہیں۔ بہرحال ہونہار جس کے اس وقت دو نمبر ہمارے پیش نظر ہیں۔ تیسری چوتھی جماعت کے طلباء کے لئے قابل مطالعہ رسالہ ہے۔

حیدرآباد ٹیچر

"ہونہار" یہ نیا ماہوار رسالہ دہلی سے نونہالان وطن کی خدمت گذاری کے لئے بڑی آب و تاب کیساتھ نکلنا شروع ہوا ہے۔ اس رسالے سے طبقہ تحتانیہ سے لیکر طبقہ فوقانیہ کے طلبہ بھی استفادہ کرسکتے ہیں۔ سب سے بڑی خوبی یہ ہے کہ اس میں ادب طفولیت کے

معیار اور اصول نفسیات کو پیش نظر رکھکر دلچسپ مضامین کیساتھ دستی اور فوٹو بلاک کی تصویریں بھی دی جاتی ہیں اس کا ٹائیٹل بھی کچھ کم شاندار نہیں۔
اس رسالہ کے مدیر جامعہ ملیہ دہلی کے نوجوان تعلیم یافتہ فیاض حسین صاحب نسیم ہیں جو سابق میں تازیانہ لاہور کے اشاعت میں بحیثیت مدیر کام کر چکے ہیں۔
رسالہ کی طباعت و کتابت بھی خاصی ہے جس سے لائق مدیر کی نفاست طبع اور خوش اسلوبی کا پتہ چلتا ہے۔
باوجود ان ظاہری و معنوی خوبیوں کے اس کا سالانہ چندہ صرف تین روپیہ چار آنہ ہے جس کو کم استطاعت طلبہ بھی خرید کر پڑھ سکتے ہیں۔ یہ ماہوار رسالہ منیجر ہونہار صدر بازار دہلی کے پتہ سے مل سکتا ہے۔

رسالہ ہونہار کے متعلق سیکڑوں خطوط میں سے چند خطوط کی نقل

ہائیڈلبرگ (جرمنی) ۱۶۔ اپریل ۱۹۳۰ء

بھائی فیاض خوش رہو

ایک عرصہ کے بعد تمہارا خط ملا۔ جس قدر خوشی ہوئی وہ میں لکھنا نہیں چاہتا اور تم اس کا اندازہ نہیں کر سکتے۔

اگر میں یہ لکھوں کہ تمہارا پرچہ بہت خوب ہے تو تم یہ نہ سمجھنا کہ میں رسمی تعریف کر رہا ہوں یا تمہاری خاطر منظور ہے۔

خدا نے توفیق دی تو "ہونہار" کے لئے کچھ نہ کچھ ضرور بھیجتا رہوں گا۔ تصویروں کے متعلق جو تم نے لکھا ہے تو مجھے معلوم نہیں کہ تمہیں فلم یا پلیٹوں کی ضرورت ہوگی یا محض فوٹو سے کام چل جائیگا۔ اگر دوسری صورت ہو تب تو میرے لئے بہت سہل ہے کہ جو تصویر مجھے پسند آئے اور جسے میں سمجھوں کہ وہ بچوں کے لئے دلچسپی کا سبب بن سکیگی وہ خرید کر بھیجدوں......... ......

محمود

ازعلیگڑھ۔ جناب نسیم صاحب!

ہونہار آیا۔ میں نے اسے اول سے آخر تک دیکھا۔ مضامین بچوں کیلئے مفید اور دلچسپ ہیں۔ بحیثیت مجموعی رسالہ بہت خوب ہے۔ میں اسکی کامیابی پر آپ کو مبارکباد دیتا ہوں اور خدا سے دعا کرتا ہوں کہ آپ ہر حیثیت سے اس رسالے کی اشاعت کے سلسلے میں کامیاب ہوں۔ (ساغر نظامی مدیر پیشوا)

از علیگڑھ ۱۰ مئی ۱۹۳۰ء

مکرمی جناب ایڈیٹر صاحب السلام علیکم

آپکا رسالہ ہونہار میرے پیش نظر ہے جس کو شروع سے آخر تک بغور پڑھ چکا ہوں۔ واقعی قابل قدر رسالہ ہے اور بچوں کا صحیح معنوں میں رہنما ہے کیونکہ اس کا ہر مضمون ان کو عمدہ سبق دینے والا' معلومات میں اضافہ کرنے والا اور علمی قابلیت اور استعداد کو بڑھانیوالا ہے۔ تصاویر کا شائع کرنا بھی کچھ کم قابل تحسین نہیں ہے جو نہ صرف بچوں کی دلچسپی کا سامان ہی ہیں بلکہ ایک حد تک مفید اور کار آمد بھی ہیں۔ بہ اعتبار لکھائی اور چھپائی بھی لوگوں کی قدردانی کا مستحق ہے۔ رسالہ ہونہار نے جو ترقی کی ہے وہ اس کے بہترین اور مفید ہونے کا بین ثبوت ہے آپ کی محنت اور ہمت کی داد نہ دینا احسان کشی ہوگی۔ حقیقت یہ ہے آپ جو خدمت انجام دے رہے ہیں وہ محتاج بیان نہیں۔ میں سچے دل سے دعا گو ہوں کہ خداوند تعالیٰ اسے طویل زندگی عطا کرے اور "ہونہار" ہونہار ثابت ہو۔

"اختر رضوی"

از آرہ۔ ۳۱ مئی ۱۹۳۰ء

جناب منیجر صاحب رسالہ ہونہار تسلیم

رسالہ ہونہار کے ذریعے لوگوں کو الجھن ہو رہی ہے۔ بچے جوان بوڑھے سب اس کو پسند کرتے ہیں۔ دس کا پیالی جلد بھیجئے

جنید حسین۔ ایجنٹ اخبارات

دہلی میں پریس ایکٹ کے نفاذ کی وجہ سے دقتیں

ہم ناظرین رسالہ ہونہار کی خدمت میں بذریعہ مطبوعہ خط مورخہ ۱۲ مئی سنہ ۱۹۴۰ء اطلاع دے چکے ہیں کہ پریس ایکٹ کے نفاذ کی وجہ سے دہلی کے تقریباً تمام اخبارات اور مطابع سے ضمانتیں طلب کی گئی ہیں اور بہت سے اخبارات اور پریس ضمانتیں داخل نہ کرنے کی وجہ سے بند ہو گئے ہیں۔

ہمارا رسالہ ہونہار جید برقی پریس میں چھپتا تھا۔ وہ پریس بھی بند ہو گیا تھا اس لئے ڈسٹرکٹ مجسٹریٹ کی اجازت کے بغیر کسی دوسرے پریس میں نہیں چھپوا سکتے تھے۔ خوشی کی بات ہے کہ اب جید برقی پریس کی ضمانت منسوخ ہو گئی ہے اور ہم مئی اور جون کا اکٹھا پرچہ اسی مطبع میں چھپوا کر بھیج رہے ہیں۔ امید ہے کہ ناظرین ہماری اس مجبوری کو معاف فرمائیں گے۔

اس نمبر میں فوٹو بلاک کی تصویریں شائع نہیں ہو سکیں

ہمارے رسالہ کے بلاک ریاست پریس میں تیار ہوتے تھے اور وہیں چھپتے تھے لیکن پریس ایکٹ کی وجہ سے وہ اخبار بھی بند ہے۔ اتنی جلدی دوسرے پریسوں سے بلاکوں کا انتظام نہیں ہو سکتا تھا۔ لہذا مجبوراً اس نمبر میں فوٹو بلاکس کی تصویریں شائع نہیں ہو سکیں۔ انشاء اللہ اگلے پرچہ میں تصاویر ضرور شائع کی جائیں گی۔

ہونہار میونسپل کمیٹی دہلی کے مڈل اسکولوں کیلئے منظور ہو گیا

ناظرین کو یہ خبر پڑھ کر خوشی ہو گی کہ میونسپل کمیٹی دہلی نے رسالہ ہونہار کو طلبہ کے لئے مفید سمجھ کر اپنے ماتحت مڈل اسکولوں کے لئے منظور فرمایا ہے اور خریدا ہے۔ ہم میونسپل کمیٹی دہلی کے ان تمام ممبروں کا شکریہ ادا کرتے ہیں جنہوں نے ہمارے رسالہ کو اسکولوں کیلئے منظور فرما کر ہماری ہمت افزائی کی۔

ایڈیٹر

لڑکوں اور لڑکیوں کا باتصویر ماہوار رسالہ
ہونہار
بابت ماہ مئی و
جون سنہ ۱۹۳
نمبر ۵ و ۶
جلد ۱
ایڈیٹر
فیاض حسین نسیم
جامعی
پتہ - دفتر رسالہ ہونہار صدر بازار دھلی
Ishaq

فہرست مضامین

شفق

ہوگئی شام اور سورج ڈوبا　پچھم میں ہے آگ کا گولہ
رنگ شفق سے ایسا برسا　سرخ ہوئے سب جنگل دریا

رنگترا ہے شام کا دامن
پھول بنا ہے شام کا دامن

واہ شفق کیا رنگ بھری ہے　سرخ پری ہے سرخ پری ہے
شام کی گودی میں بیٹھی ہے　لال چندریا اوڑھ رہی ہے

اس کو اپنے پاس بلا لوں
اپنی سہیلی اس کو بنا لوں

آ میری رنگین شفق آ　آجا میری گود میں آ جا
رنگ ترا ہے کتنا پیارا　جیسے ہو اماں کا دوپٹا

اے ملکہ اے شام کی بیٹی
رنگوں کی تو ہے شہزادی

ٹب میں پانی خوب بھرا ہے　ابا نے یہ بھروایا ہے
اس میں تیرا رتھ اترا ہے　چاند ترا رتھ کھینچ رہا ہے

روک لے رتھ کو اور اتر آ
آج سہیلی میری بن جا

(ساغر نظامی)

رسالہ ہونہار
کے
معاونین خصوصی
پنڈت رام سروپ
ظفر قریشی دہلوی
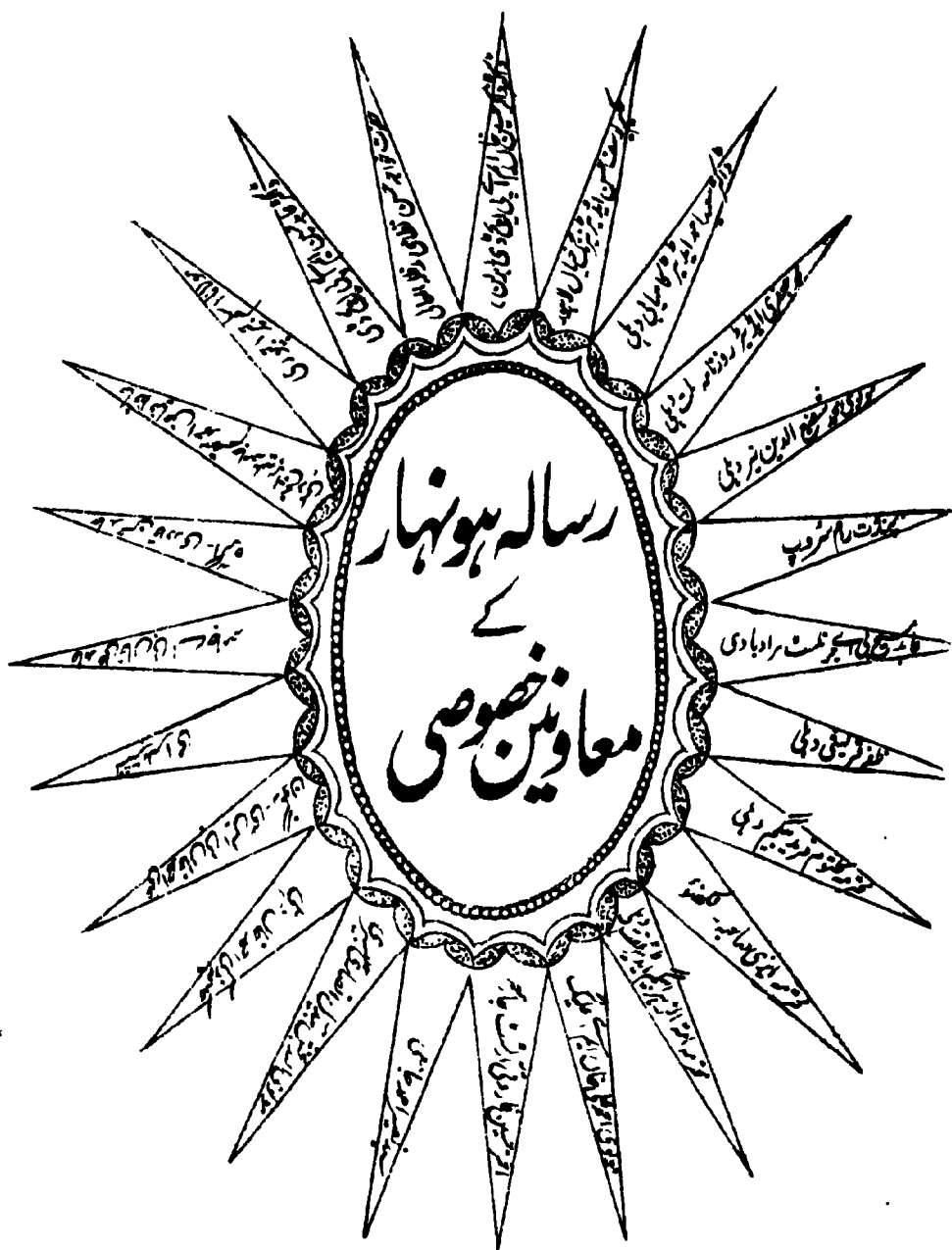
قسمت کا پھیر

(۲)

ڈپٹی صاحب کی باتیں سنکر شوکت مرزا کا سر ندامت و شرم سے نیچا ہو گیا۔ اب اس کی آنکھوں کے سامنے سے تمام پچھلے واقعات پھر گئے۔ اُسے بہت رنج ہوا۔ وہ خیال کر رہا تھا۔ کہ کاش کہ میں پیدا نہ ہوا ہوتا۔ یا مر گیا ہوتا کہ آج اپنے ملازم کے سامنے اس حیثیت سے نہ آتا۔ ڈپٹی صاحب نے کہا شوکت مرزا جو کچھ ہونا تھا ہو چکا اب بھی تمہارے لئے وقت ہے کہ تم اپنی حالت کو سدھار لو۔ اچھا تم میرے مکان پر آؤ۔ مجھے تم سے کچھ ضروری گفتگو کرنی ہے۔

شوکت مرزا اپنے گھر پہونچے لیکن اب انکی زندگی دلچسپ نہیں رہی تھی انھیں اپنا ہر دوست دشمن نظر آتا تھا اور چاہتے تھے کہ کسی طرح اپنی گئی ہوئی عزت اور دولت پھر حاصل کریں۔ وہ حسب وعدہ ڈپٹی صاحب کے یہاں بھی نہیں گئے۔ لیکن شام کو ان کا آدمی آیا اور ان کو ڈپٹی صاحب کے یہاں لے گیا۔ ڈپٹی صاحب نے کہا۔ شوکت مرزا۔ تمہاری موجودہ حالت دیکھ کر مجھے بیحد رنج ہے۔ خدا کے فضل و کرم سے میری حالت اس وقت اچھی ہے۔ میرے پاس کچھ روپیہ بھی جمع ہے۔ میں اپنے روپئے میں سے پانچ ہزار روپئے تمہیں دینا چاہتا ہوں۔ اس سے تم کوئی کار و بار کرو۔ شوکت مرزا نے کہا جناب میں اس قابل نہیں کہ کوئی بھی میری مدد کرے۔ میں نے جو قصور کئے ہیں اور مجھسے جو خطائیں سرزد ہوئی ہیں اس کے بدلے میں خدا کی طرف سے مجھ پر یہ عذاب نازل ہوا ہے۔ لہذا مجھے اپنے کئے کی سزا بھگتنے دیجئے۔

ڈپٹی صاحب۔ شوکت مرزا گذرے زمانے کو یاد کر کے تم دل کو رنج اور تکلیف مت دو جو کچھ ہونا تھا ہو چکا۔ لیکن صبح کا بھولا شام کو آجاوے تو کوئی ہرج نہیں۔ تم تو نہایت سمجھ دار آدمی ہو۔

پچھلی باتوں کو بھول جاؤ اور سمجھ لو کہ میری زندگی اب
شروع ہو رہی ہے۔

شوکت مرزا۔ ہاں یہی سمجھ رہا ہوں۔

ڈپٹی صاحب۔ اچھا تو یہ لو پانچ ہزار روپیہ کے
نوٹ۔ ان سے کوئی اچھا کاروبار کرو۔ اگر میری مدد
کی اور ضرورت ہوئی تو میں ہر وقت حاضر ہوں

شوکت مرزا۔ مجھے افسوس ہے کہ میں یہ رقم آپ
سے نہیں لے سکتا۔

میری حالت بہت خراب ہو رہی ہے اس
لئے گھر جانا چاہتا ہوں۔

ڈپٹی صاحب۔ کیوں تم یہ روپیہ کیوں نہیں لیتے
اپنے ساتھ اسے لیتے جاؤ۔

شوکت مرزا۔ یہ میں نہیں لوں گا۔ یہ روپیہ میری
زندگی نہیں سدھار سکتا۔

ڈپٹی صاحب۔ میں نے تمہارے لئے ایک
نہایت اچھی کتاب تلاش کر کے رکھی ہے۔ وہ
تو لیتے جاؤ۔

شوکت مرزا۔ ہاں کتاب دے دیجئے۔ شاید
اس سے مجھے کچھ فائدہ پہونچ سکے اور مجھے مدد ملے۔

شوکت مرزا کتاب کو لئے ہوئے گھر پہونچے۔ لیکن
انھیں یہ دیکھ کر حیرت ہوئی کہ کتاب کے اندر پانچ
ہزار کے نوٹ رکھے ہوئے تھے۔

دوسرے دن چپراسی نے ڈپٹی صاحب کو
ایک لفافہ لا کر دیا۔ ڈپٹی صاحب نے کھولا تو اس
میں لکھا تھا۔

میری مصیبت میں کام آنے والے دوست
آپ نے میری تکلیف اور غریبی کا خیال کر کے
پانچ ہزار روپیئے کے نوٹ دے ہی دئے لیکن
افسوس کہ میں انھیں قبول کرنے کے لئے تیار نہیں
ہوں۔ اس وقت آپ اتنے بڑے عہدے پر
ہیں لیکن میں یہ کبھی فراموش نہیں کر سکتا کہ آپ
اور آپ کے والد میرے یہاں ملازم تھے۔ اور
میری شرافت اور غیرت یہ تقاضا نہیں کرتی کہ میں
آپ سے روپیہ لیکر اپنا کام چلاؤں امید ہے
کہ آپ مجھے معاف فرمائیں گے اب آپ مجھے
پہلا سا شوکت نہیں دیکھیں گے۔ کیونکہ زمانہ نے
میری آنکھیں کھول دی ہیں۔

بہر حال میں آپ کی محبت اور امداد کا شکریہ
ادا کرتا ہوں۔ اور پانچ ہزار کے نوٹ اس لفافہ میں
واپس کر رہا ہوں۔ (راقم آپ کا بدنصیب شوکت)

ڈپٹی صاحب نے خط پڑھا تو رونے لگے
اور شوکت کی حالت پر بہت افسوس کیا

ہفتوں سے مہینے اور مہینوں سے برسیں
گذر گئیں۔ ڈپٹی صاحب کو معلوم نہ تھا کہ شوکت مرزا
کہاں ہے۔

ایک دن ان کو بمبئی سے یہ تار ملا

"میری حالت آج کل بہت خراب ہے
اگر ممکن ہو سکے تو میرے پاس فوراً تشریف
لائیے"

آپ کا خادم شوکت
رائل ہوٹل بمبئی

ڈپٹی صاحب شوکت کے حالات سے
واقف ہونا چاہتے تھے۔ ان کو شوکت کے تار
سے حالات معلوم ہوئے۔ انھوں نے فوراً جواب دیا

"میں آرہا ہوں۔ سوموار کے دن
بمبئی پہونچ جاؤنگا۔ کوئی فکر
مت کرنا"

موہن لال
از آگرہ

غرضکہ سوموار کے دن ڈپٹی صاحب رائل ہوٹل
پہونچ گئے یہ نہایت شاندار ہوٹل تھا جس میں سیکڑوں
آدمی کام کر رہے تھے۔ اور مسافروں کے لئے ہر قسم
کی آرائش اور آسائش کا سامان مہیا تھا۔ اور بمبئی کا
ایک مشہور ہوٹل تھا۔ ڈپٹی صاحب شوکت کا پتہ
دریافت کرتے ہوئے ایک کمرہ میں پہونچے۔
مرزا شوکت کو دیکھا۔ نہایت شکستہ حال۔ کپڑے
پھٹے ہوئے تھے۔ ایسا معلوم ہوتا تھا کہ مہینوں سے
غسل کرنے کا اتفاق نہیں ہوا۔ ڈپٹی صاحب نے
جب شوکت کی یہ حالت دیکھی تو ان کو نہایت
رنج ہوا۔ اور کہا شوکت تم تو کہتے تھے کہ میری حالت
انشاء اللہ بہت اچھی ہو جائے گی۔ لیکن میں دیکھتا
ہوں کہ تمہاری حالت تو بہت ہی خراب ہے
تم نے اپنی زندگی یوں ہی برباد کی۔ کیا اب بھی
تمہیں میری مدد کی ضرورت نہیں ہے۔
شوکت نے کہا میں اپنی حالت کیا بتاؤں آپ اس ہوٹل
کے مالک سے گفتگو کریئے۔ وہ میرے متعلق آپ
کو بہت سی باتیں بتائیں گے۔ میں نے ان سے
آپ کے متعلق کہہ دیا تھا وہ قریب کے کمرے
میں آپ کا انتظار کر رہے ہیں۔ میں آپ سے
پھر مفصل گفتگو کروں گا۔
ڈپٹی صاحب نے کہا تو اچھا پہلے میں

شوکت نے ایک ملازم کے ہمراہ ڈپٹی صاحب کو بھیجدیا۔

ملازم نے ڈپٹی صاحب سے کہا کہ جناب کچھ توقف کیجئے۔ وہ غسل کر رہے ہیں ابھی آپ سے ملاقات ہو جائے گی۔

تھوڑی ہی دیر بعد ڈپٹی صاحب اندر پہونچے تو انھیں شاہانہ شان نظر آئی۔ ایک خوبصورت اور شاندار کمرہ جو لاکھوں روپئے کے سامان سے آراستہ تھا۔ اور بجائے ہوٹل کے مالک کے مرزا شوکت زرق برق اور مرصع لباس پہنے ہوئے ایک سنہری کرسی پر جلوہ افروز تھے۔ ڈپٹی صاحب کی زبان سے نکلا۔ ایں شوکت تمھیں اس ہوٹل کے مالک ہو۔

شوکت مرزا ڈپٹی صاحب کی تعظیم کے لئے اٹھا اور ان کو تعظیم اور عزت کے ساتھ لاکر بٹھلایا اور کہا

ڈپٹی صاحب میں ہی اس ہوٹل کا مالک ہوں اب تو آپ نہیں کہیں گے کہ میں نے اپنی زندگی برباد کی۔ اس وقت میرے پاس لاکھوں روپئے اور نوکر چاکر اور سامان موجود ہے۔ خدا کے فضل سے نہایت اچھی زندگی بسر کر رہا ہوں

ڈپٹی صاحب۔ شوکت! مجھے تمہاری حال
دیکھ کر نہایت خوشی ہے۔ تم نے ماشاالله خوب تر
کی ہے۔ میں چاہتا ہوں کہ تم مجھ سے اپنے حالات بیان کر
بتاؤ کہ تم نے کس طرح یہ ترقی حاصل کی۔

شوکت مرزا۔ آپ کی عدالت سے بری ہو کر
بمبئی آیا اور تقریباً دو ماہ تک اِدھر اُدھر مارا مارا
لیکن کوئی نوکری نہ ملی۔ آخر ایک ہوٹل میں برتن
کرنے پر ملازم ہو گیا۔ میرے لئے یہ ایک نہایت
نوکری تھی لیکن میں نے نہایت محنت سے کا
منیجر نے خوش ہو کر کھانا کھلانے والوں میں مج
رکھ لیا۔ میں پڑھا لکھا تھا اس لئے منیجر صا
اپنے رجسٹر بھی مجھ سے لکھانے لگے۔ مالک بھی مے
سے بہت خوش ہوا۔ اسی اثنا میں منیجر ا
ملازمت سے استعفیٰ دیکر چلا گیا اور مجھے اس ہ
کا منیجر بنا دیا گیا۔ ہوٹل کے مالک کے کوئی ا
نہ تھی اس لئے مجھے اپنا متبنیٰ بنا لیا۔ مجھے نہ
رنج ہے کہ حال ہی میں میرے مالک کا انتقال ہ
اس کی وصیت کے مطابق میں اس ہوٹل کا مالک

خیالات کا اثر زندگی پر

زندگی کے لئے جہاں اور بہت سی باتیں
ضر ثابت ہوئی ہیں وہاں اس بات کا بھی
تجربہ کیا گیا ہے کہ ہمارے خیالات کا زندگی پر
یک خاص اثر پڑتا ہے، قاعدہ کی بات ہے
کہ جس چیز کو ہم ہر وقت اپنے دماغ میں رکھیں
گے۔ اور ہر لحظہ اسی کا خیال کریں گے تو ہوتے
ہوتے وہ ہماری زندگی کا ایک جزو بن جائے
گی۔ اور پھر ہم اس سے کتنا ہی دور کیوں نہ رہنے
کی کوشش کریں وہ ہمیشہ ہم سے ملی جلی رہے گی۔

۲۔ اچھے یا بُرے خیالات اسی طرح اگر انھیں
برابر دماغ میں رکھا جائے تو زندگی پر بڑا اثر
ڈالتے ہیں ہر وقت جو شخص جس چیز کا خیال کرتا
ہے عموماً وہ ویسا ہی ہو جاتا ہے۔ مثلاً اگر کوئی
شخص دن رات خدا کی محبت کا خیال کرتا ہے
اس سے متعلق باتیں سنتا ہے اور کتابوں میں
پڑھتا ہے۔ تو وہ شخص ہمیشہ "صراط مستقیم" پر چلنے
کی کوشش کرتا ہے۔ کیونکہ وہ جانتا ہے کہ بغیر اس کے
اللہ تعالیٰ اس سے خوش نہ ہوگا، اور آخر کار اس شخص
کو ہم لوگ ولی کہنے لگتے ہیں۔

۳۔ اسی طرح جو شخص تمام دن بری باتیں سنتا
ہے، خراب سوسائٹی میں اٹھتا بیٹھتا ہے تو اس
کے دماغ میں برے خیالات بس جاتے ہیں جو
بعد میں جا کر اس کی زندگی تباہ کر دیتے ہیں اور
وہ شخص ہمیشہ کے لئے دنیا اور دین دونوں میں بیکار
ہو جاتا ہے۔ کیونکہ اسے بُرے حرکات اور بُرے
افعال کے سوا اور کسی بات کا خیال ہی نہیں ہوتا۔

۴۔ بچپن ہی سے اگر اس بات کا خیال رکھا جائے
کہ بچوں میں عمدہ عمدہ باتیں پیدا ہوں تو آئندہ
ان کے خراب ہونیکا اندیشہ نہیں رہتا اس کے لئے
ضروری ہے کہ انھیں اخلاقی اور مذہبی کتابیں پڑھائی
جائیں، ہر مذہب و ملت کے پیشواؤں کے حالات
زندگی سنائے جائیں، قومی اور ملکی ہیرو نہایت بہادروں
کے قصے بتائے جائیں اور گندی اور اخلاق
خراب کرنے والی کتابوں سے انھیں حتی الامکان

پرور رکھا جائے۔

۵۔ لغت میں بھی اگر ہم دیکھیں تو ایک لفظ توہم پرستی ہے۔ جس کے معنی خیالات کی پرورش کرنا ہے۔ خیالات بھی کیسے کہ برے، توہم پرستی مادہ پرستی کی طرح ایک گناہ ہے۔ اور اگر ہم غور کریں تو ایک توہم پرست کی زندگی ہمیشہ مشکلات میں گھری پائیں گے لیکن اس کا ذمہ دار اس شخص کے علاوہ اور کوئی نہیں۔ اس نے خود نیچر کی خلاف ورزی کی اور اپنے کو مصیبتوں میں ڈال دیا، بہرحال ایسے شخص کو ہمیشہ پریشان حال دیکھو گے۔

۶۔ کچھ لوگ ایسے بھی ہوں گے جنھیں برے خیالات ہر وقت ستاتے ہوں گے، انھیں بالکل مایوس نہونا چاہیئے، عادت مشکل سے چھوٹتی ہے لیکن یہ نہیں کہ نہ چھوٹے ایسے لوگوں کے لئے یہ ضروری ہے کہ برے خیالات سے بچیں اور اولیاء اللہ اور دیگر بزرگان دین کے سوانح پڑھیں اچھے لوگوں کے پاس آیا جایا کریں کچھ نہ ہو تو سوتے وقت روزموت کا خیال کریں، کچھ مدت میں انھیں خاطر خواہ کامیابی ہوجائے گی۔

(محمد کامل شوخ جونپوری)

سب کچھ اور کچھ بھی نہیں

دنیا میں۔ کچھ نہ کچھ کام کرنے والے ہر انسان کی طرح۔ طالب علموں کو بھی۔ اوّل اول۔ اپنے تعلیمی راستوں میں۔ قدم قدم پر۔ کانٹے بچھے اور۔ سامنے مشکلوں کے پہاڑ ہی پہاڑ دکھائی دیتے ہیں۔ انھیں "کورس" ایک بے تھاہ سمندر۔ اور سطریں ہلاک کرنے والی۔ بے پناہ موجیں "معلوم ہوتی ہیں۔ یعنی طلبا، سمجھتے ہیں "کتابیں" چھوتے ہی تباہ ہو جائیں گے۔ یہ کہ زہریلی "یا۔ جادو" کی ایسی چیزیں ہیں جنھیں لگاتے ہی زندہ نہ بچیں گے"۔ مگر نہیں۔ یہ لڑکپن ان کی بھول ہے۔ اگر۔ ہمت کے پھاوڑوں پکے ارادوں کی کشتیوں "کو ساتھ لے کر ذرا بھی

یں گے تو۔ دیکھیں گے۔ کہ یہی دونوں۔ ان
لے لئے۔ پانی اور خاک ہیں۔
مراد یہ ہے کہ اگر محنت اور استقلال سے کام
یں گے۔ تو۔ اُن کی تعلیم۔ اور پڑھائی کی جس
م۔ کی جس قدر بھی دشواریاں یا تکلیفیں ہیں۔
مان سے آسان اور انہیں لڑکوں کا کھیل
کر رہ جائیں۔ گی۔ اس لئے کہ اگر کوئی۔ اپنی
ت ہمتی۔ سستی۔ اور بدشوقی سے معمولی کام کو بھی
بھ لے تو وہی۔ اس کو ناکامیاب بنانے اور
قصد و خواہش سے محروم رکھنے کے لیے۔
سب کچھ ہے اور جو کہیں جوش و محنت سے کام
لے تو ان کے واسطے۔ ہمالیہ پہاڑ بھی (کچھ بھی
ہیں) ہے۔ یہ سچ ہے کہ پڑھنے والوں کو۔
ھ تو اپنی کاہلی اور شوق نہ ہونے کے باعث جی
رانے سے اور کبھی حقیقتاً محض۔ کتابوں یا کورس
کے مشکل ہونے کی وجہ سے تھوڑی بہت۔ دقتیں
ور دشواریاں ضرور پیش آجاتی ہیں۔ لیکن ایسی
مورت میں جو قدرتی طور پر۔ فوراً ایک پریشانی
ی پیدا ہو جاتی ہے۔ جس سے محض چھوٹے دل
الوں کی۔ ہمتیں ٹوٹنے لگتی ہیں۔ تو۔ اے

پیارے بچو۔ اس سے تمہیں گھبرانا یا ناکامیابی
سے ناامید ہونا۔ بڑی ہی ناسمجھی کی بات ہے سمجھنا
چاہئے اور دن رات کا تجربہ (آزمائی) بات ہے
کہ ثابت قدمی کے آگے۔ پتھر بھی پانی ہے
یعنی اگر برابر لگے اور جمے رہو گے تو ایک دن تمہارے
مشکل سے مشکل کام ضرور سہل ہو جائیں گے۔ اور
پھر تمہیں ان کے انجام دینے میں کوئی دقت
ہی نہ معلوم ہوگی مصیبت ہی کے بعد راحت اور ذلت
ہی کے پیچھے عزت ملتی ہے۔
دیکھو رات کا اندھیرا کافور ہونے پر صبح کی
پیاری روشنی دنیا کو جگمگاتی ہر طرف چہل پہل پیدا
کرتی نیند کے متوالوں کو جگاتی ہے۔ اور خزاں
(پت جھاڑ) کی مصیبت دور ہونے پر تو دنیا جہاں
کے ننگے درخت اور تباہ حال پودے خوشبوں
کے جوڑے بدلتے یعنی ان میں نازک
لال لال اور ہری ہری پتیاں نکلیں۔ رنگ رنگ
کے پھول کھلتے اور ہر صبح و شام ہواؤں اور دماغوں
کو خوشبوؤں سے بساتے رہتے ہیں۔ مصرع
جب لے خاک میں دانا تو شگوفہ نکلے[۱]

[۱] ۔ مراد اُگنا۔ نکلنا۔

شعر۔

گلستان جہاں میں پھول بھی ہیں اور کانٹے بھی
مگر جو گل کے جویا[1] ہیں انھیں کیا خار[2] کا کھٹکا[3]

اکثر امتحانات میں جو فیل ہو جایا کرتے ہیں تو اس سے ہمت ہارنا اور تمھیں اپنے دل چھوٹے نہ کر لینے چاہئیں۔ بلکہ بار بار کوشش کرو اس سے وہ کمزوری جس سے تم ناکامیاب ہوتے رہے ہو یقیناً دور ہو کر تم میں وہ عقل کی چستی اور دماغ و ذہن کی تیزی پیدا ہو کر رہے گی جو تمھیں سرخ رو بنا کر چھوڑے گی۔ دیکھو تم نے دیکھا ہو گا کہ شیر خوار (دودھ پیتے) بچے جب ذرا کچھ ہاتھ پاؤں مارنے لگتے اور طاقت پاتے ہیں تو پھر بعض چیزوں کے سہارے کھڑے ہونے کی کوشش کرتے ہیں۔ مگر گر جاتے ہیں۔ پھر اٹھتے۔ پھر گرتے پھر اٹھتے پھر گرتے۔ آخر ایسا ہی کرتے کرتے ایک روز دوڑنے اور بہت ہی تیز چلتے ہیں ہوا سے باتیں کرنے لگتے ہیں۔ یا خود تمھیں ہو۔ اگر بائیسکل سیکھنا چاہتے ہو گے۔ تو کئی بار گر کر چوٹیں کھانے کے بعد ہی تو کہیں جا کر ایک وہ وقت آتا ہے کہ تم سائیکل ریسوں میں اول آتے اور تمغے اور انعامات پاتے ہو۔ نتیجہ یہ نکلا کہ پہلے ہی مرتبہ یا فوراً ہی کسی کو بھی کوئی بڑا کمال حاصل نہیں ہوتا۔ یا کوئی چھوٹا بڑا کام انجام نہیں پاتا۔ بلکہ دھیرے دھیرے۔ ہوتے ہوتے۔

پڑھائی اور اس کی ابتدائی مشکلوں کا بھی بالکل یہی حال ہے کہ پڑھنے والوں کو بے شک شروع شروع میں کچھ نہ کچھ زحمتیں اٹھانا پڑتی ہیں مگر ان کے برداشت کر لینے کے بعد علم حاصل کرنا ایک کھیل ہو جاتا اور تماشا معلوم ہونے لگتا ہے اور پھر وہی طالب علم دنیا کا مشہور انسان۔ قوم کا سردار اور عزت و کمال کے آسمان کا ایک روشن آفتاب بن جاتا ہے۔ اگر ابھی سے تم کچھ تھوڑی بہت تکلیفیں جھیلنے کے عادی نہ ہو گے اور ایسی ہی ذرا ذرا سی باتوں میں مایوسی یا کم ہمتی دکھاؤ گے تو پھر آگے چل کر اور بڑے بڑے کام کس طرح انجام دو گے۔ جن کے لئے تم بنائے گئے اور تمھیں ضرور ہی کرنے ہیں۔

اچھا آؤ میں تمھیں ایک ایسے شخص کا مختصر مگر پر لطف حال سناؤں جس سے معلوم کرو گے۔

---
[1] خواہشمند۔ [2] کانٹا۔ [3] ڈر۔ خوف۔

کہ پہلے اس کی حالت کیا تھی مگر ایسی لگاتار اور بار بار کی کوشش اور محنت سے پھر دہی کیا ہو گیا سنو اور غور سے سن کر اگر دنیا میں آرام کی زندگی بسر کرنا اور اپنے نام چمکانے چاہتے ہو تو اسی کے قدم بقدم چلو۔

اخفش۔ نامی عرب کا ایک آدمی تھا جو غبی[1] ہونے سے سالہا سال تک کی محنت پر بھی پڑھ لکھ نہ سکا۔ اسی فکر و رنج میں دیوانوں کی مارا مارا پھرتا ہوا ایک کنوئیں پر جا پہنچا وہاں پتھر پر کچھ گہرے نشانات دیکھ کر لوگوں سے اصلیت پوچھی۔ جواب دیا گیا کہ "مدتوں تک پانی بھرنے کے سبب۔ رسیوں کی رگڑ سے یہ لکیریں پیدا ہو گئی ہیں" اسے سنتے ہی وہ چونک پڑا۔ اور دل میں سوچا کہ اللہ اللہ" جب پتھر ایسی سخت چیز پر۔ رسی جیسی نرم چیز کے بار بار استعمال کئے جانے کا یہ اثر ہو تو۔ کیا وجہ ہے کہ انسان کی محنتیں اور ہر وقت کی کوششیں۔ اس کے دل و دماغ میں بھی اسی طرح۔ علموں کی جگہیں اور گھر۔ نہ بنالیں" چنانچہ اس خیال کے آتے ہی اس نے اپنے شکستہ دل کی طرح ٹوٹی ہوئی ہمت بھی جوڑی۔ اور کمر باندھ کر۔ پھر پڑھائی میں سخت سے سخت اور لگاتار محنت کرنے لگا۔

کہتے ہیں کہ اس کے ایک بکری تھی اب اسے پڑھنے کی دھن ایسی بندھی کہ سبق یاد کر کے اسی کو سناتا۔ اس وقت (جیسا کہ بکریوں کا اکثر معمولاً۔ عام قاعدہ ہے) اگر اس نے اتفاقاً اپنا سر اور کان ہلا دئے تو کہتا کہ "ابھی کچا ہے" اس لئے پھر رٹنا شروع کر دیتا تھوڑی دیر بعد پھر ایسا ہی کرتا۔ کہیں اتفاق سے اس وقت وہ خاموش رہی۔ (کان یا سر کچھ بھی نہ ہلایا) تو کہتا "اب جا کر تو سبق خوب یاد ہوا ہے۔ یہی سبب ہے کہ اسے بز اخفش کہنے لگے۔ کیوں کہ پھر تو اس نے جسے ایک حرف بھی نہ آتا تھا ایسا کمال حاصل کیا اور اتنا بڑا عالم ہوا کہ آج تک وہ دنیا میں گرامر (قواعد) اور لغت۔ (الفاظ۔ یا ڈکشنری) کے علم میں ماہر سے ماہر اور استاد سے استاد مانا جاتا ہے۔ دیکھو سب جانتے کہ جانور کو کیا عقل اور سمجھ کہ پڑھائی۔ لکھائی کیا بلا

[1] کند ذہن۔

ہے ۔مگر نہیں وہ شخص اپنے کام اور شوق میں ایسا
تو الا۔ اور بے خبر ہو رہا تھا۔ کہ حیوان کو بھی انسان
سمجھنے لگا۔ تب کہیں جا کر شہرت اور یہ رتبہ حاصل
ہوا کہ آج اس کا مثل نظر نہیں آتا۔

اگر یوں ہی تم بھی پڑھنے میں غرق ۔ اور
صنتوں میں لگ جاؤ تو کیا ممکن ہے کہ پھر کبھی
متحانوں میں ناکامیاب رہ کر یا کلاسوں میں سبق
یاد نہ رہنے کی وجہ سے لوگوں میں ذلیل ہوتے
سزائیں پاتے اور جرمانے دیتے رہو ۔ اور کیا ہو سکتا
ہے کہ علم کی محفل کے ایک روشن چراغ نہ
بن جاؤ ۔ اور پھر تمہاری اس علمی روشنی میں دوسرے
بھی جہالت کے گڑھے میں گرنے سے نہ بچ سکیں
نہیں ضرور تم ان ذکر کی ہوئی تمام ذلتوں ۔
مصیبتوں سے بچو گے اور اوروں کو بھی اپنے ہی
جیسا بہتر اور کارآمد انسان بناؤ گے اگر محنت و کوشش سے
دوسرے اخفش بن جاؤ گے ۔

اس آدمی کا آقا گم ہو گیا ہے تلاش کرو

خبر بہوردی

یہ شخص اپنے طوطے کو تلاش کر رہا ہے۔ بتاؤ طوطا کہاں ہے

کان کا الٹ پھیر

(دو حرفی الفاظ)

ان ۔ نن ۔ اک ۔ کن ۔ کا ۔ نا ۔ گک

(سہ حرفی الفاظ)

ناک ۔ کان ۔ اکا ۔ انّا ۔ ننّا ۔ نان ۔ نکا ۔

(چو حرفی الفاظ)

ناکا ۔ کانا ۔ نانا ۔ ان کا ۔ کاکا ۔ نانک

نانا کا اکا ۔ نانک کا کاکا ۔ نان کا نکا ۔ ننا کا نانا ۔ ان کا آنا

انا کا ننا ۔ نانا کا کان ۔ کانا کاکا ۔ نانا نانک نے ننّا آنا

نوٹ ۔ صرف تین حرفوں سے اتنے لفظ بنا بنا کر ہر طالب علم ہمارے پاس روانہ کر دے جس کے جملے اور الفاظ سب سے عمدہ ہوں گے اُس بچہ کو ایک سال کے لئے رسالہ ہونہار انعام میں مفت دیا جائے گا ۔

محمد صالح الدین خاں نشتر بلگرامی ۔ معرفت اخبار ...
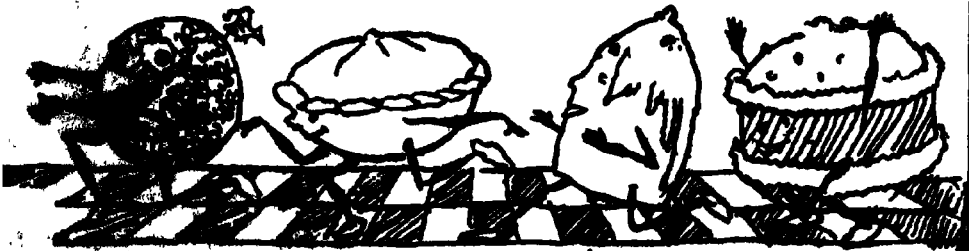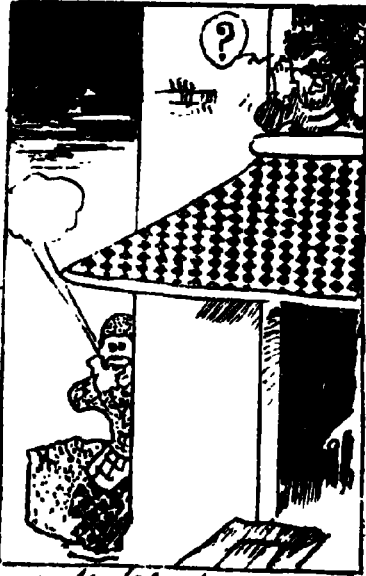
دلچسپ دوڑ

ت کے ۹ بجے مالک مکان اپنے دوست کے گھر سے آ رہا تھا اس نے دیکھا
ایک چور اس کے گھر کا دروازہ توڑ رہا ہے۔ وہ اکیلا تھا اس نے اپنی جیب
ے لوہے کا ایک بڑا ہک نکال کر چور کے کوٹ میں چپکے اٹکا دیا۔

چور گھر میں داخل ہوا صندوق توڑ کر روپے جمع کر لئے۔ کہ اتنے میں اس نے
سیٹی کی آواز سنی۔ اس کے سنتے ہی اس نے نیچے اترنے کا ارادہ کیا

اس نے سوچا کہ جب پولیس پکڑنے آئے گی تو وہ دروازے کے راستے
داخل ہوگی۔ چنانچہ اس نے چھجے کے راستے سے اترنا شروع کیا۔

اتنے عرصہ میں مالک مکان مع ایک کانسٹیبل کے پہونچ گیا۔ چور نے
چھجے پر سے کودنا چاہا لیکن ہک چھجے میں اٹک گیا۔ وہ لٹک گیا اور پکڑا گیا۔

عادِ اعظم

جو لڑکے علم ریاضی سے دلچسپی نہیں رکھتے ان کو یہ سرخی دیکھ کر گھبرانا نہیں چاہئے۔ اس مضمون میں عادِ اعظم پر لیکچر نہیں دیا جائیگا۔ اس کو شروع سے آخر تک پڑھئے۔ اگر ہنسی کا موقع آئے تو ضرور ہنسئے کیونکہ ہنسنے سے آدمی تندرست رہتا ہے۔

ایک مولوی صاحب تھے جنہوں نے خوش قسمتی سے منشی فاضل کا امتحان بھی پاس کر لیا تھا وہ ابھی ملازمت تلاش کر ہی رہے تھے کہ انھیں ایک شریف آدمی کے لڑکے کا ٹیوشن مل گیا۔ شرط یہ ہوئی کہ مولوی صاحب کو حساب بھی پڑھانا پڑے گا کہنے کو تو مولانا کہہ آئے لیکن سوچنے لگے کہ میں نے تو صرف تیسرے درجہ تک حساب پڑھا تھا۔ نہ معلوم یہ کمبخت لڑکا کیا پوچھ بیٹھے؟ خیر دیکھا جائیگا۔ حساب میں جمع تفریق۔ ضرب تقسیم کا زیادہ استعمال ہوتا ہے وہ میں خوب جانتا ہوں اور جانتا کیا ہوں میں نے لڑکوں کو جمع تفریق کے سوالات بھی لکھوائے ہیں۔

مولوی صاحب دوسرے دن لڑکے کے گھر پہونچے گرمیوں کا زمانہ تھا۔ لُو چل رہی تھی۔ مولوی صاحب کے ہوش و حواس بہت دیر میں درست ہوئے انہوں نے کچھ دیر خاموشی کے بعد فرمایا۔

مولانا۔ ہاں بھئی نور الدین۔ اپنا بستہ کھولو آج تم نے مدرسہ میں کیا پڑھا؟ اور پہلے یہ تو بتاؤ کہ کون سی جماعت میں پڑھتے ہو؟

نور الدین۔ مولوی صاحب میں تیسری جماعت میں پڑھتا ہوں اور آج مدرسہ میں میں نے اردو حساب اور جغرافیہ پڑھا۔

مولانا۔ حساب میں کیا پڑھا؟

نور الدین۔ حساب میں! میں تو نام ہی بھولا جاتا ہوں۔ بھلا سا نام ہے ---- ہاں ہاں یاد آگیا۔ "عادِ اعظم" لیکن مولانا صاحب یہ تو بتائیے کہ اس سے فائدہ کیا ہے؟

مولانا (دل میں) یہ عادِ اعظم کیا بلا ہے میں محلہ والی مسجد میں چار سال تک پڑھتا رہا لیکن میں نے

اس کا نام بھی نہیں سُنا۔ ارے بھئی برسے بھئے۔ ۔ ہاں ہاں یاد آگیا۔ ہمارے مولوی صاحب نے ایک دن مقسوم علیہ اعظم اور ذو اضعاف اقل کے قاعدے بتائے تو تھے۔

اب مولوی صاحب کو وہ مسجد کا مدرسہ جہاں تعلیم پائی تھی۔ حوض جس سے وضو کیا کرتے تھے مسجد کا لوٹا توڑنے پر مولوی صاحب کی مار سب کچھ یاد آگیا۔ وہ وقت بھی یاد آگیا جب کہ وہ پڑھنے سے بھاگ گئے تھے اور لڑکے انھیں پکڑ کر کشاں کشاں لے آئے تھے۔

"بھئی مدرسے کی زندگی بھی کیا زندگی ہوتی ہے" مولانا کے منہ سے نکل گیا۔

نورالدین۔ مولوی صاحب آپ نے یہ کیا کہا؟

مولانا۔ (چونک کر) ہیں کیا کہا..... کچھ نہیں کچھ نہیں۔ لاحول ولا قوۃ۔ کچھ سوچ رہا تھا

نورالدین۔ ہاں مولوی صاحب بتائیے کہ عاد اعظم کس کام آتا ہے؟

مولانا کس کام آتا ہے؟ تم اتنے بڑے مدرسہ میں پڑھ رہے ہو اور سیکڑوں روپے خرچ کر چکے ہو۔ یہ بھی نہیں جانتے کہ اس سے کیا فائدہ ہوتا ہے؟

نورالدین۔ اگر مجھے معلوم ہوتا تو آپ سے پوچھتا ہی کیوں؟

مولانا۔ اچھا اگر تم پوچھنا ہی چاہتے ہو تو میں بتاتا ہوں کہ عاد اعظم ...... اچھا تو کیا تمہارے استاد نے تمھیں نہیں بتایا کہ عادِ اعظم سے کیا فائدہ ہوتا ہے؟

نورالدین۔ نہیں تو

مولانا۔ اچھا تو میں بتائے دیتا ہوں۔

مولوی صاحب دل میں خیال کر رہے تھے کہ منشی فاضل کا امتحان پاس کرنے اور دو ایک کتابوں کا مصنف بننے اور ایک دو بچوں کا باپ کہلانے کے باوجود میں یہ بھی نہیں جانتا کہ عادِ اعظم کیا چیز ہوتی ہے مقسوم علیہ اعظم پڑھا تھا وہ بھی بھول گیا۔ لیکن یہ عادِ اعظم کیا بلا ہوتی ہے۔ مولوی صاحب نے عقل پر زور دے کر فرمایا۔

مولانا۔ عاد اعظم سے دلچسپی حاصل ہوتی ہے اور دماغ مضبوط ہو جاتا ہے۔ اصل میں یہ بتانا ذرا مشکل ہے کہ اس سے کیا فائدہ ہوتا ہے۔ آگے چل کر تم کو اس سے بہت مدد ملے گی۔

نورالدین۔ مولوی صاحب کیا آپ کو بھی کبھی اس سے مدد ملی ہے؟

اب مولوی صاحب خاموش تھے کیا جواب دیتے۔ سوچنے لگے۔ "یہ تو برا ہوا میں نے کیا بات کہدی۔ میں روزانہ کرایہ انکم ٹیکس۔ بیوی کے حسابات۔ خانہ داری کے دیگر اخراجات۔ ان تمام چیزوں کا حساب کرتا ہوں۔ ان میں زیادہ تر جمع تفریق۔ ضرب تقسیم کا استعمال ہوتا ہے۔ مجھے خوب یاد پڑتا ہے کہ میں نے عاد اعظم کا استعمال اپنی تمام عمر میں کبھی نہیں کیا۔

مولانا۔ اچھا میاں صاحبزادے پہلے اپنے ماسٹر سے دریافت کرنا کہ عاد اعظم کس کام آتا ہے؟ پھر میں بتاؤں گا۔

نورالدین۔ بہت اچھا جناب۔ لیکن یہ تو سمجھا دیجیے کہ عاد اعظم نکلتا کس طرح ہے؟

مولانا۔ پہلے تم تو بتاؤ کہ تمہیں کس طرح نکلوایا گیا تھا۔

نورالدین۔ قاعدہ تو مجھے یاد نہیں لیکن اتنا یاد ہے کہ ۳ و ۶ و ۹ کا عاد اعظم ۳ ہے اور ذو اضعاف اقل ۱۸

مولوی صاحب کو قاعدہ معلوم نہیں تھا۔ بہت پٹائے کہ اب کیسے بتایا جائے۔ کہنے لگے

مولانا۔ ۳۔ ۶۔ ۹ صاف ظاہر ہے کہ ان کا عاد اعظم ۳ ہی ہوسکتا ہے۔ لیکن بیٹا جاؤ ذرا میرے لئے ذرا حقہ تو بھر لاؤ۔

نورالدین تو حقہ بھرنے چلا گیا اور مولوی صاحب نے سوچنا شروع کیا

۳ × ۶ = ۱۸   ۱۸ ÷ ۹ = ۲

تو ان کا عاد اعظم ۲ ہوا لیکن ایک کم رہ گیا...... ایں یہ غلطی کیسے رہ گئی...... واہ وا۔ اب سمجھ گیا۔ چھوٹے عدد سے سب سے بڑے عدد میں تقسیم دینا ہیں یعنی ۹ ÷ ۳ = ۳ بس یہی جواب ہے۔

اچھا اگر ہمیں ۱۷ و ۴۵ و ۳۸۲ کا عاد اعظم نکالنا ہو تو ۳۸۲ ÷ ۱۷ = ۲۲ ۸/۱۷ یعنی تقریباً ۲۳ ہوا لیکن اگر ۴۵ میں ۲۲ ۸/۱۷ کا تقسیم دیں تو دو مرتبہ پورا ہو جاتا ہے اور صرف ۱/۱۷ کی کسر رہتی ہے یعنی ۲۲ ۸/۱۷ کا دوگنا ۴۴ ۱۶/۱۷ ہوا صرف ۱/۱۷ کی کسر رہ گئی۔

اوہ ۱/۱۷ کا فرق کوئی فرق نہیں۔

اچھا اب ذو اضعاف اقل نکالا جائے

۶ ÷ ۳ = ۲   ۹ × ۲ = ۱۸

واہ وا یہ تو بہت جلد نکل آیا۔ اچھا اب یہی قاعدے سے ۱۷، ۴۵، ۳۸۲ کا ذو اضعاف نکالیں۔ ۴۵ ÷ ۱۷ = ۴۵/۱۷

اور ۳۸۲ × ۴۵/۱۷ = ۱۷۱۹۰/۱۷ یعنی ۱۰۱۱

تقریباً ۱۰۱۱ ہوا۔

نورالدین۔ مولوی صاحب بجھئے حقہ بجھئے۔

مولوی صاحب منہ سے دھواں اڑا رہے ہیں اور سوچ رہے ہیں کہ یاالٰہی یہ کس مصیبت میں پھنس گیا۔

مولانا۔ دیکھو بھئی عادِ اعظم کے نکالنے کا طریقہ یہ ہے کہ تمہیں کتنے ہی عددوں کا عادِ اعظم نکالنا پڑے سب سے چھوٹے عدد کا سب سے بڑے عدد میں تقسیم دیدو پھر اس جواب کا تقسیم ہر ایک عدد میں دے کر دیکھ لو۔

مثال کے طور پر ۱۷ و ۴۵ و ۳۸۲ کا عادِ اعظم نکالنا ہے تو ۳۸۲ ÷ ۱۷ = ۲۲ $\frac{۸}{۱۷}$ یعنی تقریباً ۲۲

۴۵ ÷ ۲۲ $\frac{۸}{۱۷}$ = ۲ اور $\frac{۱}{۱۷}$ باقی بچے بس ۲۳ جواب ہے۔ دیکھو کبھی تھوڑا سا فرق بھی پڑ جاتا ہے مگر اس کا خیال بھی نہیں کرنا چاہئے۔ ۳ و ۶ و ۹ کا عادِ اعظم اس طرح نکلے گا کہ ۹ ÷ ۳ = ۳۔ بس یہی جواب ہے۔

اگر ہمیں ۱۷ و ۴۵ و ۳۸۲ کا ذواضعاف اقل نکالنا ہے تو ۴۵ ÷ ۱۷ = $\frac{۴۵}{۱۷}$

۳۸۲ × $\frac{۴۵}{۱۷}$ = $\frac{۱۷۱۹۰}{۱۷}$ = ۱۰۱۱ $\frac{۳}{۱۷}$ یعنی تقریباً ۱۰۱۱

نورالدین۔ لیکن مولانا صاحب عادِ اعظم یا ذواضعاف اقل میں کسر تو آتی نہیں۔

مولانا۔ جس زمانہ میں ہم پڑھتے تھے اس وقت تو آتی تھی ممکن ہے کہ اب کوئی نیا طریقہ ایجاد ہو گیا ہو۔ وہ بھی میرا خیال ہے کہ یہی بتائیں گے۔

مولوی صاحب پڑھا کر اپنے گھر چلے انہیں عادِ اعظم اور ذواضعاف اقل ایجاد کرنے والے پر اتنا غصہ تھا کہ اگر اُس وقت مل جاتا تو غالباً گولی مار دیتے۔

(نوقان دہلوی)

بچہ اور تارے

ننھے ننھے پیارے تارے — روشن روشن سارے تارے
پاس ہیں دن رات ہمارے — اماں جان ہمارے تارے
یا ہم ان تاروں کی دنیا میں — اِن نظاروں کی دنیا میں
چھوٹا سا گھر ایک بنالیں — ان سے کھیلیں جی بہلالیں
ننھے ننھے پیارے تارے — سمجھو کیا کرتے ہیں اشارے
اک جگنو کی ہے ان شادی — اور سب جگنو آئے براتی
ہے یہ فلک اک نیلی چادر — ٹکے ہوئے ہیں تار جس پر
یا اک نیلا ہے یہ سمندر — بلبلے ابھرے ہوئے ہیں جس پر
یا سورج کی انگیٹھی سے — کچھ چنگارے سے ہیں بکھرے
جو بھی ہیں، ہیں پیارے تارے — ننھے ننھے سارے تارے

خالد افسری

بچوں کا کھیل
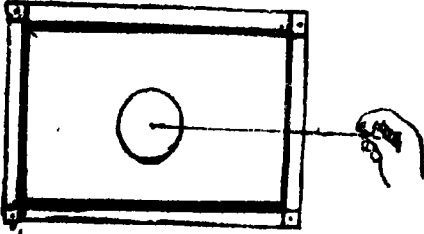
(نعیم اور سلیم آج ایک نیا کھیل بنا رہے ہیں:)

نعیم۔ بھائی سلیم ایک چمڑے کا ٹکڑا تلاش کرو۔

سلیم۔ کیوں کیا کروگے؟

نعیم۔ ایک نیا تماشہ تم کو دکھلاؤں گا۔ دیکھو! یہ سوا، ڈورا اور سلیٹ اسی لئے لایا ہوں۔

سلیم اور نعیم دونوں مکان کے آس پاس ڈھونڈھنے لگے۔ ایک جگہ پرانے چمڑے کا ٹکڑا مل گیا جو غالباً کسی پرانے جوتہ کا تلا تھا۔

نعیم۔ دیکھو سلیم اب میں جو کچھ کروں دیکھتے رہنا

نعیم نے چمڑے کا گول ٹکڑا کاٹا۔ بیچوں بیچ باریک سوراخ کیا۔ سوراخ میں ایک ڈورا مضبوط بٹ کر پرو دیا۔ اور ڈورے کے ایک سرے پر ایک گول گانٹھ اس طرح لگا دی کہ دوسرا سرا پکڑ کر کھینچنے سے گانٹھ سوراخ سے نہ نکلے۔ بلکہ گانٹھ سوراخ میں اس طرح پھنس جائے کہ گانٹھ کا ابھار چمڑے کی سطح سے باہر نکلا ہوا معلوم نہیں ہوتا۔ جیسا کہ تصویر سے ظاہر ہے۔

سلیم۔ بھائی میاں تم چمڑہ کیوں سیتے ہو؟ میں نے تو موچی کو دیکھا ہے کہ وہ چمڑا اسی کر جوتہ گانٹھا کرتا ہے۔ کیا آپ بھی جوتا گانٹھنا سیکھیں گے؟

نعیم۔ میں نے تم سے کہا تھا نا کہ چپ چاپ بیٹھے ہوئے غور سے دیکھتے رہو؟ آج میں تم کو ایک نیا تماشہ دکھاؤں گا کہ تم تعجب کروگے۔

سلیم غور سے دیکھنے لگا۔ اب نعیم نے چمڑے کو پانی سے ترکر کے ملائم کیا اور پانی جھاڑ کر فوراً سلیٹ پر اس طرح رکھ کر دبایا کہ گانٹھ کی طرف کا حصہ سلیٹ کی سطح سے چمٹ جائے اور ان کے درمیان کسی جگہ ہوا باقی نہ رہے۔

نعیم۔ سلیم اب ڈورے کو پکڑ کر کھینچو۔

سلیم ڈورا کھینچتا ہے اور خوب زور سے کھینچتا ہے مگر چمڑا سلیٹ سے جدا نہیں ہوتا۔ نعیم

ابھی تک سلیٹ پکڑے ہوئے تھا سلیٹ کو
موڑ کر کہتا ہے کہ سلیم ڈورے کو زور سے پکڑ کر
سلیٹ کو ڈورے کے سہارے گھماؤ۔ سلیم ڈورے
اشارہ دے کر سلیٹ کو گھماتا ہے۔ سلیٹ خوب
گھوم رہی ہے مگر کیا مجال کہ چمڑے سے جدا ہو۔
سلیم۔ بھائی میاں کیا بات ہے کہ چمڑا سلیٹ سے
بغیر گوند یا لئی لگائے ایسا سخت چمٹ گیا ہے؟
نعیم۔ دیکھو نعیم! اس کی وجہ ہوا کا دباؤ ہے۔
ہوا ہر چیز کو ہر طرف سے گھیرے رہتی ہے۔ تمہارے
دائیں بائیں۔ آگے پیچھے ہر طرف ہوا ہے۔ جو
چیزیں پانی سے نرم و ملائم ہو جاتی ہیں وہ اسی
طرح جو رس چیزوں سے چمٹ جاتی ہیں کیونکہ
ملائیت کی وجہ سے ان کے درمیان کی ہوا
نکل جاتی ہے۔ صرف ہوا کا باہری دباؤ
رہ جاتا ہے جو ہر طرف سے پڑتا ہے۔ اس وجہ سے
میں نے شروع میں چمڑے کو سلیٹ پر دبایا تھا
تاکہ چمڑے اور سلیٹ کے درمیان کی ہوا نکل
جائے۔ اب صرف ہوا کا باہری دباؤ باقی تھا
جو چمڑے کو سلیٹ کی طرف اور سلیٹ کو چمڑے
کی طرف دبا رہا تھا۔ اسی وجہ سے چمڑا سلیٹ سے
چمٹا ہوا ہے۔ سلیم تم نے دیکھا ہوگا کہ کبھی
کبھی تختی پر ملتانی مٹی گھستے گھستے ایسی چمٹ جاتی
ہے کہ چھڑانے سے نہیں چھوٹتی۔ اس کی وجہ بھی
یہی ہے کہ جب گھستے گھستے ملتانی مٹی کی سطح تختی کی چوبیں
سطح سے بالکل چمٹ جاتی ہے اور ان کے درمیان
ہوا نہیں رہتی تو ملتانی مٹی تختی سے بالکل وصل
ہو جاتی ہے اور چھڑانے سے نہیں چھوٹتی۔ پھر آخر
اسے تختی سے کھسکاتے ہیں اور جب مٹی تختی
کی اونچی نیچی سطح پر پہونچتی ہے تو ان کے درمیان
ہوا پہونچ جاتی ہے اس لئے ملتانی مٹی تختی سے
چھوٹ جاتی ہے۔

پیارے بچو! تم اس کھیل سے کیا سبق حاصل
کروگے؟ یاد رکھو کہ ہوا ہر چیز کو ہر طرف سے دباتی ہے۔

(الٰہ بخش بیدل جلیسری)

ماہ جولائی کا رسالہ

بلحاظ مضامین و تصاویر نہایت عمدہ ہوگا
اس نمبر میں مضمون شائع ہونے کیلئے
۲۰ جون تک آجانے چاہئیں

خشکی اور تری کا جھگڑا

تری سے ایک دن خشکی یہ بولی | زباں تعریف میں یوں اپنی کھولی
میں انساں اور حیواں کی مکاں ہوں | جو سچ پوچھو تو اک باغِ جناں ہوں
چرندے جمیعہ ہیں مجھ پر پرندے | مرے جنگل میں بستے ہیں درندے
پہاڑوں اور بیابانوں کے منظر | کوئی دیکھے تو ہیں بہتر سے بہتر
کہیں ہوتے ہیں پیدا مجھ پہ غلّے | کہیں ہیں بکریوں بھیڑوں کے گلّے
کہیں جَو جوار، چاول اور چنے ہیں | کہیں گیہوں کہیں گنّے کھڑے ہیں
کہیں امرود انار اور سیب شہتوت | کہیں نیلم زمرد لعل و یاقوت
کہیں لوہا کہیں تانبا ہے ملتا | کہیں چاندی کہیں سونا نکلتا
کہیں ہیں اونٹ ہاتھی اور گھوڑے | کہیں ہیں شیر اور چیتوں کے جوڑے
کہیں ہیں چیل کوّے اور تیتر | کہیں بلبل، بئے، قمری، کبوتر
کہیں بیلا، چنبیلی یاسمن ہے | کہیں گیندا، گلاب اور نسترن ہے
غرض تجھ سے مرا رتبہ بڑا ہے | مرے آگے حقیقت تیری کیا ہے

تری کا جواب

تری کو طیش آیا سُن کے یہ بات | کہا خشکی سے او منہ زور بدذات
ارے فتنی نہ یوں بڑھ کر بنا بات | سنا ہے تو نے؟ چھوٹا منہ بڑی بات
تری وسعت فراخی ہے بھلا کیا؟ | ہے پدّی کیا اور اس کا شوربہ کیا!

تو انصاف اپنے دل میں آپ کر دیکھ — میں تجھ سے سہ گنی ہوں ناپ کر دیکھ
بہت غرّہ ہے انسانوں پہ تجھ کو — مگر جانے یہ تب، تجھ میں سمجھ ہو
روایت اب یہ ثابت ہو گئی ہے — کہ ان کی ابتدا مجھ سے ہوئی ہے[1]
جو تجھ پر ہیں چرندے اور پرندے — تو مجھ میں بھی ہیں دریائی درندے
مگرمچھ، ویل مچھلی اور گھڑیال — کہ دم بھر میں کریں انساں کو پامال
مری تہ میں پڑے اسفنج بھی ہیں — مجھی میں موتیوں کے گنج بھی ہیں
یہ اپنے گُن جو تو یوں گا رہی ہے — اور اپنی شان پر اترا رہی ہے
یہ میرے ہی سبب سے ہے اکڑنا — تری قسمت میں تھا ورنہ اُجڑنا
مرے بچے ہیں بادل بن کے آتے — تری حالت پہ ہیں وہ رحم کھاتے
پہاڑوں میں بہاتے ہیں وہ چشمے — اُگاتے ہیں وہی میدان میں پودے
انھیں سے لہلہاتی کھیتیاں ہیں — انھیں سے ندیاں نہریں رواں ہیں
جہاں ان میرے بچوں کی کمی ہے — وہ صحرا ہیں وہاں خاک اڑ رہی ہے

تری نے جب کھری باتیں سنائیں — تو بی خشکی بھی پھر تو سٹ پٹائیں
مگر وہ اس طرح بولی سنبھل کر — کہ اس حالت میں بھی ہوں تجھ سے بڑھ کر
ہے پانی بھی وہیں خشکی جہاں ہو — نہ ہوں میں، تو بھلا پھر تو کہاں ہو؟

سُنی یہ بات تیر نے تو جانا
نہیں اپنی جگہ کوئی بھی چھوٹا

(مولوی محمد شفیع الدین نیرؔ)

[1] اس شعر میں نظریہ ارتقا کی طرف اشارہ ہے۔ یعنی جاندار زندگی کی بالکل ابتدائی صورت پانی کی کائی کی طرح کوئی شے تھی۔ اس کائی سے ایک خاص قسم کی مچھلی (Jelly - fish) پیدا ہوئی۔ رفتہ رفتہ ترقی کرکے بعد وہ زمین پر آئی اور پھر مختلف صورتیں اختیار کرکے اور ترقی کی مختلف منزلیں طے کرتے کرتے موجودہ ہر قسم کی حیوانی زندگی کا سبب بنی۔

ہم کس طرح دولتمند ہو سکتے ہیں

مجھے یاد نہیں اس بات کو کتنے دن ہوئے لیکن میرا خیال ہے کہ دس برس پہلے میں نے کسی بزرگ سے یہ بات سنی تھی کہ "کفایت شعاری سے انسان دولتمند بن سکتا ہے"۔ یہ ایک عجیب بات تھی۔ میری سمجھ میں یہ نہیں آتا تھا کہ آخر کفایت شعاری سے دولت کس طرح مل سکتی ہے۔ چونکہ بچپن کا زمانہ تھا اور میرا خیال تھا کہ کفایت شعاری ایک قسم کی کنجوسی ہے۔ جس سے آدمی خواہ مخواہ اپنے دوستوں میں ذلیل اور خوار ہوتا ہے۔ مگر مجھے کیا معلوم تھا کہ چند برس کے بعد مجھے خود یہ ماننا پڑے گا کہ واقعی میں غلطی پر تھا ابھی تھوڑے دنوں کا ذکر ہے کہ میں اپنے ایک دوست سے ملنے گیا تھا اور اس کو پہلے سے زیادہ خوش حال دیکھ کر جب میں نے اس سے اس کی خوش حالی کا سبب دریافت کیا تو وہ میرے خیال کو سن کر ہنسنے لگے

اور کہنے لگے بھائی یہ قصہ بڑا دلچسپ ہے گو میری دلی خواہش ہے کہ میں تمہیں اول سے لیکر آخر تک سناؤں۔ مگر نہ معلوم تم اپنا قیمتی وقت صرف کرکے اسے سننے کے لئے تیار ہو یا نہیں؟ میں نے کہا اگرچہ گاڑی کا ٹائم ہو چکا ہے۔ مگر یہ عجیب قصہ بھی سننا ہی ہے۔ اس لئے بہتر ہے کہ تم اسے ذرا اختصار سے بیان ہی کر دو۔ اب اس نے اپنی سرگزشت اس طرح بیان کرنا شروع کی۔

"کوئی تین برس ہوئے کہ میرے والد کا انتقال ہو گیا۔ انہوں نے اپنے انتقال کے بعد کوئی مال و دولت نہیں چھوڑا تھا اس لئے ہماری حالت بہت بری تھی اور بڑی مشکل گذر ہوتی تھی۔

ایک دفعہ میری والدہ نے رو کر مجھ سے کہا "بیٹا تمہارے باپ نے تو کچھ نہیں چھوڑا، نہ معلوم میں بھی کتنے دن زندہ رہوں

بہتر یہ ہے کہ اپنی ہمشیرہ کا کہیں عقد کرالو تاکہ یہ
فرض بھی ادا ہو جائے اس کے بعد بھی جو کچھ
ہمارے نصیب میں ہوگا وہ ملتا رہے گا اور
خدا نے چاہا تو ہم زندگی کے بھلے، برے دن
گذار ہی لیں گے۔
میں نے کہا درست ہے لیکن ہمشیرہ کی شادی
کے لئے بھی تو کچھ روپیہ چاہیئے۔ اور یہاں
ہم تو خالی ہاتھ بیٹھے ہوئے ہیں۔ اس پر والدہ
نے کہا دیکھو فلاں گاؤں میں ایک رئیس
آدمی رہتا ہے۔ سنا ہے وہ غریبوں پر ہمیشہ
رحم کرتا ہے۔ ضرورت مندوں کی مدد کرتا
ہے۔ ان کے ہاں جاؤ ممکن ہے وہ ہم سے
بھی کچھ اچھا سلوک کرے۔ اپنی ماں سے یہ
سنکر میں نے دوسرے روز جانے کا قطعی ارادہ
کیا اور چند گھنٹے کے بعد میں ان کی خدمت میں
حاضر ہو گیا۔ انہوں نے اچھی طرح میرا خیر مقدم
کیا۔ اور میری درخواست کا جواب بھی انہوں
نے نہایت مناسب الفاظ میں مجھ سے یہ
کہا کہ "اچھا رات تو یہاں بسر کرو کل جو تمہاری
قسمت میں ہوگا وہ ضرور تمہیں مل جائے گا

لیکن اس کی پوشاک اور اس کے گھر کی زندگی
کو دیکھ کر مجھے سخت حیرت ہوئی۔ ابھی میں
اطمینان سے بیٹھا ہی تھا کہ اس کے ہاں ایک
بنیا حساب صاف کرنے کے لئے آیا بنئے کا کل
پیسہ جو اس کے ذمہ ہوتا تھا وہ پانچ روپیہ پونے
سولہ آنہ (ـ۵/۱۵) تھے اور اس نے بنئے کو چھ روپیہ
روپیہ نکال کر دئے۔ بنئے نے ایک پیسہ دینے
میں کچھ پس و پیش کیا مگر اس نے نہایت
سختی سے اس پیسہ کا مطالبہ کیا اور اس سے
لیکر ہی چھوڑا۔ کچھ دیر بعد اس کا ایک ملازم
کھانے کی کوئی چیز لے آیا جو ذرا زیادہ تھی
اس پر بھی اس نے سختی سے باز پرس کی اور
اس پر بڑے خفا ہوا۔ شب کو جس مکان میں
میں نے قیام کیا اس میں اتفاق سے ملازم
نے دو شمعدان روشن کر دئے تھے اس پر بھی
وہ صاحب ملازم پر بہت بگڑے اور کہنے لگے
تم تو عجیب احمق ہو نہ معلوم اس قسم کی فضول
خرچی سے تمہیں کیا لطف آتا ہے ان کی یہ
حالت دیکھ کر مجھے بھی ایک حد تک یقین ہو گیا
کہ جو شخص خود اپنے لئے اس قدر کنجوس ہے

وہ میری مدد کیا کرے گا۔ خیر رات تو گذر ہی گئی جب میں صبح ان سے رخصت ہوا تو انھوں نے مجھے ایک سو روپے اور کچھ کپڑے دئے اور کہا "مجھے معاف کرنا۔ اس وقت میں تمہاری صرف یہی مدد کر سکتا ہوں"۔

ان کا عطیہ تو میں نے لے لیا لیکن حیرت زدہ ہو کر اُن کے چہرے کو بار بار دیکھنے لگا۔ اس پر انہوں نے کہا "کیوں بھائی کیا دیکھ رہے ہو کیا میری معذرت نا قابل قبول ہے"۔

نہیں صاحب مجھے صرف یہ تعجب ہو رہا ہے کہ آپ اپنے اخراجات میں بیحد سختی کرنے کے باوجود ضرورت مندوں کی دل کھول کر کیسے مدد کرتے ہیں"

"میرے غریب دوست تمہیں بتاؤ اگر میں اپنے اخراجات میں کفایت شعاری سے کام نہ لوں تو ضرورت کے وقت غریبوں کی کیسے مدد کر سکوں؟ کیا تم نے نہیں سنا کہ کفایت شعاری سے انسان دولتمند بن سکتا ہے"۔ آخر کار میں اس سے رخصت ہو کر گھر آیا اپنی ہمشیرہ کا نکاح کرایا اس کے بعد ایک مختصر دکان کھول کر کاروبار شروع کیا لیکن کفایت شعاری کے اصول کو ہمیشہ مدنظر رکھا یہ اسی کا نتیجہ ہے کہ آج تم مجھے پہلے سے کہیں زیادہ خوش حال دیکھ رہے ہو اس نے یہ قصہ پورا ہی کیا تھا کہ میری گاڑی اسٹیشن پر آ گئی اور گاڑی میں سوار ہو کر مکان پہنچا راستہ میں مجھے یقین ہو گیا کہ واقعی چند برس پہلے میں غلطی پر تھا۔ بالکل صحیح ہے کہ "کفایت شعاری سے انسان دولتمند بن سکتا ہے"

(محمد قاسم سندھی)

مولانا حالیؒ

ہونہار بچو! سرسید کی زندگی کے حالات تو تم سن چکے آج ہم ان کے ایک بہت گہرے دوست کی زندگی کے حالات سناتے ہیں غور سے سنو اور ان جیسا بننے کی کوشش کرو۔

پیارے بچو! دہلی سے شمال کی طرف ۵۰ میل پرے ایک شہر پانی پت ہے مولانا خواجہ الطاف حسین صاحب حالی وہاں کے ایک محلہ انصار میں ایک معزز گھرانے میں ۱۸۳۷ء میں پیدا ہوئے آپ کے والد کا نام خواجہ ایزد بخش تھا ابھی آپ ۹ ہی برس کے تھے کہ آپ کے والد کا انتقال ہوگیا۔ اور آپ کو آپ کے بڑے بھائی خواجہ امداد حسین صاحب نے پالنا شروع کیا۔

جب آپ کی عمر پڑھنے کے لائق ہوئی تو سب سے پہلے آپ نے قرآن مجید حفظ کیا اس کے بعد آپ نے ایک بزرگ سید جعفر علی سے فارسی پڑھی پھر مولوی ابراہیم حسین انصاری سے کچھ عربی پڑھی ابھی پڑھ ہی رہے تھے کہ بھائی بہن نے مجبور کرکے آپ کی شادی کردی اس وقت آپ کی عمر ۱۷ سال کی تھی شادی ہونے کے بعد آپ کی تعلیم بالکل رک گئی مگر آپ کو تعلیم کا اس قدر شوق تھا کہ آپ گھر والوں سے چھپ کر دہلی چلے گئے اور وہاں حسین خاں کے مدرسے میں مولوی نوازش علی سے عربی پڑھنی شروع کی اُدھر گھر والوں کو بھی پتہ لگ گیا کہ آپ دہلی میں ہیں اور اس بات کا نتیجہ یہ ہوا کہ تعلیم کو ادھورا چھوڑ کر مجبوراً آپ کو واپس پانی پت آنا پڑا۔ آپ ۱۸۵۲ء میں دلی گئے تھے اور ۱۸۵۵ء میں واپس ہوئے۔

اس کے بعد آپ ملازمت کی تلاش میں پھر گھر سے نکلے اور حصار میں ڈپٹی کمشنر کے دفتر میں ملازم ہوگئے مگر ایک سال بعد ہی ۱۸۵۷ء میں غدر ہوگیا اور مولانا گھر چلے آئے یہاں آکر آپ نے پھر اپنی تعلیم کو جاری کیا۔

غرض پانچ سال اسی طرح گذرے کہ پھر تلاش معاش نے گھر سے نکلنے پر مجبور کیا۔ اور اب آپ جہانگیر آباد کے نواب مصطفٰے خان شیفتہ کے مصاحب ہوگئے ۱۸۶۹ء میں جب نواب صاحب کا انتقال ہوگیا تو آپ وہاں سے چلے آئے۔

اس کے بعد آپ پنجاب گورنمنٹ بکڈپو لاہور میں نائب مترجمی کا عہدہ مل گیا۔ چار سال تک آپ اس عہدہ پر رہے اس کے بعد جون

۱۸۷۵ء میں آپ وہاں سے عربک سکول دہلی میں اول مدرس عربی کے عہدہ پر تبدیل ہوئے۔ یہی وہ سال تھا جس کی جنوری میں علی گڑھ کالج کی بنیاد پڑی۔

مولانا حالیؒ سرسیدؒ کے اوّل درجہ کے دوستوں اور مددگاروں سے تھے آخر سرسیدؒ کی فرمائش پر آپ نے وہ عدیم النظیر اور بے مثل مسدس لکھی جس کا ہر شعر قومی درد میں ڈوبا ہوا ہے۔ جس کے سیکڑوں ایڈیشن شائع ہو چکے ہیں اور جس کا ایک ایک لفظ لوگوں کے دلوں میں اثر پیدا کرتا ہے اس کا سب سے پہلا ایڈیشن ۱۸۷۹ء میں شائع ہوا تھا۔

۱۸۸۷ء میں نواب سر آسمان جاہ بہادر جب علی گڑھ آئے تو سرسیدؒ نے مولانا کی بھی نواب صاحب سے ملاقات کرائی نواب صاحب نے حیدرآباد سے آپ کے لئے ۷۵ روپیہ ماہوار کا وظیفہ مقرر کرا دیا وظیفہ ہونے کے چار سال بعد ۱۸۹۱ء میں آپ ایک وفد میں شامل ہو کر جو سرسیدؒ کے ہمراہ فراہمی چندہ کے لئے حیدرآباد گیا تھا حیدرآباد تشریف لے گئے اس وقت وظیفہ کی تعداد میں ترقی ہو کر سو روپیہ ماہوار مقرر ہو گیا۔

حیدرآباد سے واپسی کے بعد آپ نے عربک سکول کی مدرسی سے استعفا دے دیا۔ اور پانی پت چلے آئے۔

۳۰ دسمبر ۱۸۹۲ء کو آپ تمام ٹرسٹیوں کی متفقہ رائے سے مدرسۃ العلوم کے ٹرسٹی مقرر ہوئے۔

جون ۱۹۰۴ء میں آپ کو گورنمنٹ کی طرف سے شمس العلما کا خطاب ملا۔

۱۹۰۵ء میں آپ نے اہل شہر کے لئے ایک نہایت مفید کام کیا اور وہ "وکٹوریہ میموریل لائبریری" پانی پت کا قیام ہے۔ ملکہ معظمہ وکٹوریہ کے انتقال پر دو ہزار روپیہ ان کی یادگار قائم کرنے کے لئے شہر میں سے چندہ ہوا تھا۔ تجویز تھی کہ اس روپیہ سے شہر کے مڈل سکول کو ہائی کر دیا جائے۔ مگر جب اس کے لئے روپیہ کافی نہ ہوا تو آپ نے لائبریری کے لئے تحریک کی آخر وہ ۱۹۰۵ء میں قائم ہو گئی اور آپ یہی اس کے سیکرٹری بنائے گئے۔

آخر عمر کے تمام عرصہ میں آپ قریباً پانی پت ہی میں رہے مگر آنکھوں کے خراب ہو جانے کی وجہ سے (آخر عمر میں آپ کی آنکھوں میں پانی اتر آیا تھا آپ نے دو مرتبہ اپریشن بھی کرایا! مگر بینائی میں کچھ ترقی نہ ہوئی) مجبوراً مطالعہ ترک کرنا پڑا۔

آپ نے بہت سی مفید کتابیں لکھیں مشہور مشہور کتابوں کے نام یہ ہیں۔

مسدس حالی۔ حیات سعدی۔ یادگار غالب حیات جاوید۔ مقدمہ شعر و شاعری۔ دیوان حالی شکوہ ہند۔

آپ نے مختصر علالت کے بعد ۳۱ر دسمبر ۱۹۱۴ء کو رات کے ۱۲ بجے وفات پائی اور قومی و نیچرل شاعری کا آفتاب بوعلی شاہ قلندر کے احاطہ میں ہمیشہ کے لئے دفن کر دیا گیا۔

انا للہ وانا علیہ راجعون۔

شہر کے مسلمانوں نے آپ کی یادگار میں ایک نہایت اعلیٰ درجہ کا ہائی سکول قائم کیا ہے جو نہایت کامیابی کے ساتھ چل رہا ہے اور جس کے آنریری سکرٹری آپ کے ہی صاحبزادے خاں صاحب خواجہ سجاد حسین صاحب۔ بی۔ اے۔ ہیں۔

یہ ہیں اس شاعر اعظم اس سعدی ہند اس ہمدرد قوم اس اخلاق مجسم کی زندگی کے مختصر حالات باقی آپ کے اخلاق و عادات اگر موقع ملا تو کسی دوسرے وقت لکھے جائیں گے۔

(شیخ محمد فاروق حسن پانی پتی)

ایک بھولی عورت

ایک دن ایک کسان نے کمرہ کے کونے سے ایک بڑی سی چھڑی اٹھائی اور اور اپنی بیوی سے کہا "میں دوسرے گاؤں جارہا ہوں۔ تین دن تک واپس نہ آؤں گا۔ اگر کوئی بکریاں خریدنے والا آئے تو بیچ دینا۔ لیکن کسی حالت میں بھی پچاس روپیہ سے کم نہ لینا"

"تم خاطر جمع رکھو۔ میں ایسا ہی کروں گی۔ اس

...ا بیوی نے جواب دیا۔

"میرے سامنے تو تم ایسا ہی کہتی ہو۔ لیکن جب تمہاری عمر تین ہی برس کی تھی تو کسی نے تم کو گرا دیا تھا اور ابھی تک تمہارے ماتھے پر اس کے نشانات باقی ہیں۔ میں صاف صاف کہے دیتا ہوں کسان نے کہا اگر تم نے پچاس روپیے کم میں سودا کیا تو اس چھڑی سے تمہاری ایسی خبر لوں گا کہ سال بھر تک یاد رکھو گی۔

دوسرے دن بکریاں خریدنے والا بھی آگیا۔ اور بغیر لڑائی جھگڑے کے معاملہ طے ہوگیا۔ جب کسان کی بیوی نے روپیوں کا مطالبہ کیا تو بکریوں کے خریدار نے کہا" میں اپنا بٹوہ گھر بھول آیا ہوں۔ لیکن تم میرا اعتبار کرو۔ میں ایک بکری یہیں چھوڑے جاتا ہوں۔ کل روپیہ لے کر آؤں گا اور لے جاؤں گا۔

کسان کی بیوی فوراً مان گئی۔ اور وہ بکریاں لے کر چلتا بنا۔

تیسرے دن کسان بھی واپس آگیا اور آتے ہی پوچھا بکریوں کا کیا ہوا۔

اس کی بیوی نے خوش ہو کر جواب دیا "میں نے بکریاں بیچ ڈالیں ہیں اور پورے پچاس روپیہ میں"۔

کسان نے کہا" اچھا روپیے کہاں ہیں۔ لاؤ"۔

"روپیہ تو اس وقت نہیں ہیں اس کی بیوی نے جواب دیا۔ اس کے پاس روپیہ نہیں تھے گھر پر بھول آیا تھا۔ لیکن وہ ایک بکری یہاں چھوڑ گیا ہے۔ جب روپیہ لے کر آئے گا۔ تو بکری بھی لے جائیگا

کسان کو سخت غصہ آیا اور چھڑی اٹھا کر اسے مارنے کو ہی تھا کہ کچھ سوچ کر رک گیا اور کہا۔ اس تمام دنیا میں تم سی بے وقوف عورت نہیں ہوگی۔ لیکن میں تم پر رحم کرتا ہوں۔ میں ابھی گاؤں سے باہر بڑی سڑک پر بیٹھتا ہوں اور اگر تم سے بھی بڑا بے وقوف ملا تو تمہیں معاف کروں گا۔

کسان بڑی سڑک کے کنارے ایک پتھر پر بیٹھ گیا۔ تھوڑی دیر میں اس نے دیکھا کہ سڑک پر ایک بیل گاڑی آرہی ہے اور ایک عورت کھڑی ہو کر بیلوں کو ہانک رہی۔ جب گاڑی

قریب پہنچی تو وہ پاگلوں کی طرح گاڑی کے
سامنے کھڑا ہو گیا۔
"تم کیا چاہتے ہو۔ تم کون ہو۔ تم کہاں سے
آئے۔ میں تمہیں نہیں جانتی"
میں آسمان سے گرا ہوں۔ کسان نے جواب
دیا۔ اب میں واپس نہیں جا سکتا۔ کیا تم مجھے گاڑی
پر بٹھا کر لے جاؤ گی۔
"نہیں میں راستہ نہیں جانتی۔ لیکن اگر تم
آسمان سے آئے ہو تو میرے شوہر سے واقف
ہو گے۔ وہ تین سال سے وہاں ہے۔ تم تو
اس سے ملے ہو گے"۔
"ہاں میری تو اس سے کئی بار ملاقات ہوئی ہے"
کسان نے کہا۔ "لیکن بیچارہ سخت تکلیف میں ہے۔ وہ
وہاں بکریوں کی رکھوالی کرتا ہے۔ بکریاں اسے
تکلیف دیتی ہیں۔ اس کے کپڑے بھی پھٹ گئے ہیں"
عورت غمگین ہو کر بولی۔ "اچھا یہ بات ہے میں
تمہیں چند جوڑے دئے دیتی ہوں۔ اسے دے دینا۔"
"لیکن کپڑے میں کیسے لے جا سکتا ہوں۔" کسان
نے کہا۔ "آسمان کا جو داروغہ ہے وہ تمام کپڑے دروازہ
پر رکھوا لے گا۔"

اچھا تو پھر میرا ایک کام کرو۔ میں تمہارا بہت
شکریہ ادا کروں گی اور ہمیشہ تمہیں دعائیں دوں گ
میں نے تین سال کے عرصہ میں چار سو روپیہ جمع
ہیں۔ تم ان کو اپنی جیب میں ڈال لینا۔ داروغہ
کیا معلوم ہو گا کہ تمہاری جیب میں کیا ہے۔ میرے
شوہر کو یہ دے دینا اور کہنا کہ بہت سے پیسے
کے لئے کپڑے بنا لے اور بکریوں کی رکھوا
کرنے کے لئے ایک گھوڑا بھی خرید لے۔
لیکن تم ذرا دیر ٹھیر جاؤ۔ میں ابھی روپئے
لے کر واپس آتی ہوں۔
تھوڑی دیر کے بعد عورت روپیہ لے کر واپس آگئی
اور روپیہ اس کی جیب میں ڈال کر کہا "میں تمہارا بہ
ہی شکریہ ادا کروں گی۔
"نہیں اس میں شکریہ کی کون سی بات ہے۔ ہمیں دو
کا کام کرنا چاہئے۔ کسان نے جواب دیا۔
جب عورت گاڑی لے کر آگے چلی گئی تو کسان گھر وا
آیا اور اپنی بیوی سے کہا "دنیا میں تم سے بھی زیادہ بے وقو
موجود ہیں۔ تمہیں اس عورت کا شکریہ ادا کرنا چاہئے نہیں
وہ مرمت ہوتی کہ عمر بھر یاد رکھتیں۔ دو بکریوں کے بدلے میں پانچ
سو روپیہ برا نہیں۔"

(سید نصیر احمد جامی)

طلبہ کے مضامین

تین احمق

ایک دفعہ کا ذکر ہے کہ تین بے وقوف
…راستہ سے گذر رہے تھے۔ ایک بوڑھی
…رت بھی اسی راستے سے آرہی تھی جب
…ان کے پاس سے گذری تو اس کے
…تھے پر خارش ہوئی اور اس نے اپنا ہاتھ
…اکر اپنے ماتھے کو کھجایا، وہ تینوں بے وقوف
…میں جھگڑنے لگے ہر ایک یہی کہتا تھا کہ
…رت نے مجھ کو سلام کیا ہے، وہ بہت دیر
…جھگڑتے رہے، وہ عورت ان کی باتیں
…سن کر کچھ دور پر ایک درخت کے نیچے بیٹھ
… اور ان کی لڑائی دیکھ کر ہنسنے لگی۔
…ں نے کہا کہ وہ عورت بیٹھی ہوئی ہے۔
…سے چل کر پوچھنا چاہیئے کہ اس نے
…کو سلام کیا ہے وہ اس کے پاس گئے
اور اس سے پوچھنے لگے کہ تو نے کس
کو سلام کیا ہے ؟ عورت نے کہا کہ میں نے
اس کو سلام کیا ہے جو تم میں سب سے زیادہ
بے وقوف ہے۔ تب ایک نے کہا کہ میں سب
سے زیادہ بے وقوف ہوں دوسرے نے
کہا کہ میں اور تیسرے نے کہا کہ میں زیادہ
بے وقوف ہوں۔ عورت نے کہا کہ اچھا اپنی
اپنی بے وقوفی کی کہانی سناؤ

ایک بولا اپنی شادی کے کچھ دن بعد
میں اپنی بیوی کو لینے گیا لیکن مجھکو پگڑی باندھنا
نہیں آتی تھی میں نے اپنے ایک دوست
سے کہا کہ مجھکو پگڑی باندھ دو تاکہ میں گاؤں
جاکر اپنی بیوی کو بلالاؤں اس نے پگڑی باندھ
دی اور کہا کہ اس کو اتارنا مت اگر خراب ہوگئی

تو تم باندھ نہ سکو گے۔ میں سر پر پگڑی رکھ کر بیوی کو لینے گیا۔ جب میں چار ہاتھ تو رستے میں مجھکو درختوں کا سایہ اچھا معلوم ہوا اور میں نے وہاں سونے کا ارادہ کیا لیکن پھر خیال آیا کہ یہاں سویا تو پگڑی خراب ہو جائے گی آخر میں نے ایک کنواں دیکھا اور اپنا سر اس کنوئیں میں لٹکا کر سو رہا جب میں سو کر اٹھا تو جلدی سے گاؤں کی طرف چل دیا۔ جب میں گاؤں کے نزدیک پہنچا تو گاؤں کے ایک آدمی نے مجھکو دیکھا اور اس نے گھر جاکر میری ساس سے کہا کہ تمہارا داماد ننگے سر آرہا ہے شائد اس کا کوئی مرگیا ہے یہ سنتے ہی وہ رونے پیٹنے لگے جب میں گھر آیا اور ان کو روتے دیکھا تو میں بھی رونے لگا۔ جب سب چپ ہوئے تو مجھ سے پوچھنے لگے کہ تمہارا کون مرگیا ہے ؟ میں نے کہا کہ میرا تو کوئی نہیں مرا تمہارا کون مرگیا ہے ؟ انہوں نے کہا کہ تم ننگے سر کیوں آئے ؟ اس سے ہم رونے لگے۔ جب میں نے اپنے سر پر ہاتھ پھیرا تو پگڑی نہ تھی میں نے کہا کہ میں

راستہ میں کوئیں پر سویا تھا وہیں گر گئی ہے آخر میں شرمندہ اپنے گھر کو لوٹا۔ مائی تم نے دیکھا میں اتنا بے وقوف ہوں کہ اپنے سر پر پگڑی کو بھی ہاتھ پھیر کر نہ دیکھا جبکہ وہ کوئیں میں گر گئی مائی نے کہا کہ اچھا تم بیٹھ جاؤ۔

دوسرا آدمی کھڑا ہو کر اپنی بے وقوفی کی کہانی سنانے لگا۔ وہ بولا کہ میں بھی اپنی بیوی کو پہلی دفعہ لینے کے لئے چلا۔ میرے دوستوں نے کہا کہ دیکھنا جب تم وہاں جاؤ تو کھانا تھوڑا کھانا۔ جب میں وہاں پہونچا تو میری ساس کھانا لائی اور میں نے تھوڑا کھانا کھایا۔ جب میں رات کو سو رہا تھا تو مجھکو بھوک لگی۔ میں نے ادھر اُدھر دیکھا کہ سب سو رہے ہیں۔ میں روٹی دیکھنے کے لئے باورچی خانہ میں گیا۔ وہاں کوئی روٹی نہ تھی۔ آخر میں نے دیکھا کہ ایک برتن میں کچھ انڈے رکھے ہیں۔ میں نے ایک انڈا اٹھایا تو برتن کھڑکھڑایا۔ میری بیوی جاگ گئی اس نے سمجھا کہ کوئی بلی آگئی ہے۔ وہ (شی شی) کرنے لگی میں جلدی سے انڈا منہ میں رکھ کر اپنی چارپائی پر جا لیٹا۔ آخر میری بیوی میرے

س آئی اور مجھکو جگانے لگی۔ لیکن میں نہ اٹھا
سس نے مجھ سے بات کی لیکن میں نے جواب
دیا اور جواب دیتا بھی تو کیسے منہ میں تو انڈا تھا
رض کہ میں نے دل میں کہا کہ اگر یہ چلی جائے
انڈا کھا کر اس کا جواب دوں۔ آخر اس نے میرا
نہ سوجا سا دیکھا وہ دوڑی ہوئی گئی اور جا کر اپنی
ں کو جگا دیا اور کہا کہ خبر نہیں میرے خاوند کے
ہ میں کیا ہو گیا ہے کہ اس کا منہ سوجا ہوا ہے
سن کر اس کی ماں دوڑی ہوئی آئی اور کہا کہ
سئے میں کیا کروں اس کا تو منہ سوجا ہوا ہے
سن کر تمام گھر کے آدمی جاگ گئے اور جا کر ڈاکٹر
د بلا لائے۔ جب ڈاکٹر نے دیکھا تو کہا کہ اس کے منہ
یں کوئی پھوڑا ہے۔ ڈاکٹر نے جلدی سے نشتر
سے گال کو چیر ڈالا اور ساتھ ہی انڈا بھی چیرا گیا
ڈ اس کی سفیدی اور زردی نکلی ڈاکٹر نے کہا
(پھوڑا چیرنے سے کتنا مواد اس کے منہ سے
نکلا ہے۔ میں نے کہا (اوں ہوں) سب کہنے
لگے کہ دیکھا اب بولا گیا ہے۔ لیکن میں نے
دل میں افسوس کیا کہ گال بھی چر گیا اور انڈا بھی
کھانے کو نہ ملا۔ ڈاکٹر اچھی طرح پٹی باندھ کر گھر
سے چلا گیا۔ میں جلدی سے اٹھا اور بیوی کو بھی
ساتھ نہ لیا اور اپنے گاؤں کو واپس آگیا۔ اے
مائی تو نے سن لیا کہ میں کتنا بے وقوف ہوں
عورت نے کہا اچھا تم بیٹھ جاؤ اب تیسرا آدمی اٹھ کر اپنی
کہانی سنانے لگا۔

اس نے کہا "میں بھی پہلی ہی دفعہ اپنی بیوی کو
لینے گیا تھا۔ میں اپنے ساتھ ایک مراثی کو لے
گیا جب ہم گاؤں کے نزدیک پہنچے تو راستے میں
شام ہو گئی۔ اب ہم سوچنے لگے کہ گاؤں میں کس
طرح پہونچیں کیونکہ رات میں گاؤں کا پتہ لگنا مشکل
تھا۔ آخر کار اسی گاؤں کی ایک بھینس چرتی ہوئی
ادھر آنکلی۔ مراثی نے کہا آؤ اس بھینس کی دم
پکڑ لیں جس گھر میں یہ جائے گی اسی گھر میں ہم بھی
چلے جائیں گے اور وہاں کوئی اور تجویز سوچی جائیگی
ہم نے اس کی دم پکڑ لی اور چل دئے گاؤں
کے نزدیک ایک بڑا گڑھا تھا اس میں پانی بھی تھا
بھینس روزانہ اسی گڑھے میں ہو کر جاتی تھی بھینس
کے ساتھ ہم بھی گڑھے میں گھس گئے اور ہمارے
کپڑے خراب ہو گئے۔ بھینس کے ساتھ ساتھ ہم بھی
پار نکل گئے۔ گاؤں والوں نے پوچھا کہ تم اس

گڑھے میں کس لئے داخل ہوئے۔ مراثی نے جواب دیا کہ ہماری ایک شرط تھی۔ یہ کہتا تھا کہ پانی کمر تک ہے اور میں کہتا تھا کہ نہیں گھٹنوں تک ہے۔ آخر جس کی بھینس تھی اسی کے گھر چلی گئی۔ ہم بھی اسی کے ساتھ ساتھ چلے گئے۔ گھر والوں نے پوچھا کہ تم یہاں کیوں آئے ہو؟ مراثی نے کہا کہ ہم تمہارے گھر اسلئے چلے آئے ہیں کہ یہ بھینس بہت اچھی ہے۔ ہم نے آپس میں ایک شرط بدی تھی۔ یہ کہتا تھا کہ بھینس ان کی (گھر کی) ہے اور میں کہتا تھا کہ نہیں انھوں نے مول لی ہے۔ بھینس والا بولا کہ نہیں یہ ہمارا گھر کا بچہ ہے۔ پھر ہم نے اس سے اپنی سسرال کا پتہ دریافت کیا۔ وہ ہم کو ہماری سسرال لے گیا۔ گھر والے ہمارے آجانے سے بہت خوش ہوئے۔ میری ساس نے ہمارے لئے چارپائی بچھا دی اور ہم اس پر بیٹھ گئے۔ میری ساس نے سیویاں پکا کر ہمارے آگے رکھ دیں۔ جس چارپائی پر ہم بیٹھے ہوئے تھے اس کے ساتھ ہی ایک بچھڑا بندھا ہوا تھا۔ اس نے منہ بڑھا کر تمام سیویاں کھالیں۔ میری ساس آئی اس نے دیکھا کہ سیویاں ختم ہو گئی ہیں وہ اور لے آئی۔ جب وہ پیچھے سے ڈالنے لگی تو مجھے غصہ آیا کیونکہ میں نے سمجھا کہ اب بھی بچھڑا ہی کھا رہا ہے۔ میں نے زور سے مکا مارا اور وہ ساس کے منہ پر لگا اور اس کے منہ سے چیخ نکل گئی اور میں بہت شرمندہ ہوا۔

جب ہم کھانا کھا کر سو رہے تو رات کو مجھے پیشاب لگا۔ میں نے مراثی سے پوچھا کہ ایسی اندھیری رات میں اب میں کیا کروں۔ اس نے کہا کہ میری پگڑی کا ایک کنارہ تم پکڑ لو اور ایک میں پکڑے لیتا ہوں۔ چارپائیوں کو ٹٹولتے ہوئے باہر چلے جاؤ اور اسی پگڑی کے سہارے سہارے واپس چلے آنا۔ دروازہ کے قریب میری ساس سو رہی تھی۔ جب میں جا رہا تھا تو چارپائی سے ٹھوکر کھا کر گر پڑا۔ میری ساس جاگ گئی اور اس نے پکار کر کہا تو کون ہے؟ مراثی بولا یہ تمہارا داماد ہے۔ اب یہ تم سے معافی مانگنے کے لئے آیا ہے کیونکہ رات کو کھانا کھاتے وقت اس نے آپ کو مکا مارا تھا۔ ساس بولی جیتے رہو خدا تمہاری عمر دراز کرے۔ میں تم سے ناخوش نہیں ہوں" مراثی نے کہا کہ اگر تمہیں پیشاب کرنا ہی

ؤ۔ ساس سنے دروازہ کھول دیا اور میں
گیا۔ بیٹا سب سے فارغ ہوکر میں اپنی چارپائی
سورہا۔ جب صبح ہوئی تو میں اٹھ کھڑا ہوا
ں بیوی کو ساتھ لئے بغیر پیسے گاؤں کو چلا آیا

مائی! مجھ سے زیادہ کون بیوقوف ہوسکتا ہے۔ اب ناظرین
ہی بتائیں کہ ان میں سب سے زیادہ بیوقوف کون ہے

ملک غلام حیدر۔ از سیالکوٹ

سگریٹ میں کیا برائی ہے؟

آؤ ہم دار التجربہ میں جاکر دیکھیں کہ سگریٹ
لت میں تمباکو کا استعمال جسم کے لئے کیوں
نقصان دہ ہوتا ہے۔ اس بحث کو ایمان
سے پورا کرنے کے لئے ہم یہ کہنا چاہتے
تمباکو کھانے والا شخص اور نسوار لینے
عورت کا تعلق صرف اسی زہر سے ہے
لوکہ نکوٹین کہتے ہیں تمباکو کو اس طریقہ سے
ں کرنے سے اس نکوٹین کے علاوہ اور
مرکب پیدا نہیں ہوتا برعکس اس کے تمباکو
والے شخص پر ان تمام زہریلے۔ مرکبات
ہوتا ہے۔ جو کہ تمباکو کے جلنے سے پیدا
تے ہیں۔ سگریٹ کے دھوئیں میں نکوٹین
ت ہی تھوڑی مقدار میں ہوتی ہے۔ لیکن

پایپ کے اندر اور جلتے ہوئے سگریٹ میں تھوڑی
نکوٹین پیدا ہو جاتی ہے اور سائنس جاننے والے
لوگ بتاتے ہیں کہ نکوٹین ایک زہریلی چیز ہے
جس کے اثرات انسان کے جسم کے لئے
نقصان دہ ہوتے ہیں۔

پایپ یا سگار میں نکوٹین زیادہ تر دو
عناصر کولیڈین (Collidine) اور
پریڈین (Pyridine) میں تبدیل ہوجاتی
ہے۔ لیکن سگریٹ میں اس کا بیشتر حصہ
فرفیورل اور اکرولین
(Acrolein) اور کاربن مان
آکسائیڈ میں تبدیل ہوتا ہے
سگریٹ پینے والے کے لئے سگریٹ

ہوتی ہے اور عام طور پر وہ اپنے آپ
سے کہتا ہے کہ بھئی! سگریٹ میں کون سی
بری چیز ہے۔ میں وہ سگریٹ خریدتا ہوں
جن میں سب سے اچھا تمباکو بھرا ہوا ہوتا
ہے۔ اور وہ تمباکو نہایت ہی خالص اور
سفید کاغذ میں لپٹا ہوا ہوتا ہے۔ آخر
سگریٹ میں کہاں سے برائی آگئی سگریٹ
پینے والے کے انہی سوالات کا جواب ہم یوں
دینا چاہتے ہیں۔ بھائی صاحب آپ کا تمباکو
بے شک نہایت عمدہ ہے اور جس کاغذ میں
وہ لپٹا ہوا ہے وہ بھی نہایت صاف ستھرا
ہے۔ لیکن جب تمباکو اسی صاف ستھرے
کاغذ کے ساتھ جلتا ہے تو نکوٹین تین مختلف
کیمیاوی مرکبوں میں تبدیل ہو جاتی ہے یعنی
فرفیورل۔ اکرولین اور کاربن مان آکسائیڈ
اور یہ مرکبات ان مرکبات سے بالکل جدا
ہوتے ہیں جو کہ پائپ یا سگار میں تمباکو کے
جلنے سے پیدا ہوتے ہیں۔

اب آپ یہ سوال کریں گے کہ یہ اختلاف
کیوں واقع ہوتا ہے آئیے اس کی وجہ بھی ہم آ
کو بتلاویں سگریٹ میں جو کاغذ استعمال ہو
ہے وہ دھان کے بھوسے کا بنا ہوا ہوتا۔
اور اس کو بناتے وقت اس میں ایک چمک
سی پیدا کرنے کے لئے تھوڑا سا سنکھیا بھی استع
کیا جاتا ہے۔ غالباً سگریٹ کے کاغذ میں انہ
دو نو چیزوں کی موجودگی نکوٹین کو مندرجہ بالا
مرکبات میں تبدیل کرتی ہے۔

اس فرق کو معلوم کرنے کے بعد آئیے ا
ذرا ہم ان تینوں مرکبات کا حال بتائیں۔

(۱) فرفیورل ایک قسم کی الکوہل ہے۔ یہ عا
طور پر تازہ بنی ہوئی وہسکی شراب میں پائی
جاتی ہے۔ تجربہ کرنے والے لوگ کہتے ہیں
کہ یہ وہسکی سے پچاس گنی زیادہ زہریلی ہوتی
ہے۔ ہر سگریٹ پینے والا شخص یا لڑکا سگریٹ
پیتے وقت ایک ایسے جز کو اپنے جسم میں داخل
کر رہا ہے جو کہ وہسکی شراب میں موجود ہوتا ہے
اور سگریٹ پینے میں بھی پیدا ہوتا ہے۔ دونوں
ایک ہی سے ہیں۔ وہسکی شراب پینے کے
بعد زبردست نشہ ہوتا ہے جس سے کچھ عرصے

...ے بعد رہائی ملتی ہے سگریٹ پینے والے
...بھی فرفیورل یہی اثر کرتی ہے۔
...) اکرولین نسوں پر اثر کرتے ہوئے جوش
...ں لاتی ہے اور اس کا اثر دور ہو جانے کے
...د جسم کی نسوں پر سستی اور مردنی ظاہر ہوتی
ہے۔

اکرولین کے لفظی معنی "تیز تیل" کے ہیں یہی
...جہ ہے کہ یہ ناک کی جھلی پر نہایت تیز اثر
...کرتی ہے۔ اگر سگریٹ جلتے وقت یہ چیز پیدا
...نہ ہوتی تو سگریٹ پینے والے پر فرفیورل وہی
اثر کرتی جو کہ وہسکی شراب کے پینے والے پر
کرتی ہے۔ مختصر یہ کہ اگر ایکرولین موجود نہ ہوتی
تو سگریٹ پینے والے کی حالت وہسکی شراب
پینے والے کی مانند ہوتی۔

ذرا غور کیجئے کہ جب وہسکی شراب سے
پچاس گنا زیادہ زہریلا مرکب جسم کے ایسے
حصے میں داخل کیا جاتا ہے۔ جہاں کہ صاف
خون بہ رہا ہو تو اس سے آپ اندازہ لگا سکتے
ہیں کہ دماغ کے نازک جھلیوں پر کیا اثر ہوتا
ہوگا۔ سائنس کے ماہرین کا یہ قول ہیں مان
لینا چاہئے کہ سگریٹ پینے والے شخص کا دماغ
دن بدن اس زہر سے متاثر ہوتا رہتا ہے۔
اور فرفیورل چھوٹی عمر والوں پر جن کا جسم نشوونما
پا رہا ہو بہت برا اثر کرتی ہے۔

(۳) کاربن مانو اوکسائڈ کے متعلق غالباً بہت
سے لوگ جانتے ہیں کہ یہ زہر ہے۔ ہر سگریٹ
پینے والے کے پھیپھڑوں اور دل کی حرکت پر
بھی یہی زہر اثر کرتا ہے۔

سگریٹ پینے کی عادت کے متعلق افسوس
ناک بات یہ ہے کہ بہت سے پینے والے اس
کے نقصانات کو نہ دیکھتے ہیں اور نہ دیکھ سکتے
ہیں۔ جو کہ سگریٹ ان پر کرتا ہے۔ اور اس معاملہ
میں وہ اپنے کسی ہمدرد یا عزیز کے مشورہ پر بھی
کان دھرنے کے لئے تیار نہیں ہوتے۔ جون
۱۹۱۹ء کے فزیکل کلچر کے رسالے میں سگریٹ
نوشی کے متعلق ایک مضمون شائع ہوا تھا جس
میں ذیل کی عبارت بھی موجود تھی۔

"سگریٹ نوشی نقصان دہ اثرات کے لحاظ
سے شراب نوشی سے کہیں زیادہ نقصان دہ
ہے۔ اس لئے کہ لڑکوں کی شراب نوشی کی

عادت لڑکوں سے آسانی سے چھڑائی جا سکتی ہے۔ لیکن سگریٹ نوشی کی عادت ترک کرانے میں عام طور پر کم کامیابی ہوتی ہے۔

(آئیل میدھا متعلم اسلامیہ نیشنل ہائی اسکول رنگون)

ایک مغرور لڑکا

ہمارے ہندوستان سے بہت دور ایک شہر ہے جس کا نام مصر ہے۔ ایک زمانہ میں ایک لڑکا مصر میں رہتا تھا۔ لڑکے نے ارادہ کیا کہ دریائے نیل کو پار کرے وہ گھر سے چلا اور دریا کے کنارے پر پہونچا ملاح سے کہا کہ تم کشتی تیار کرو میں اس دریا کے پار جاؤں گا ملاح نے کہا اچھا اور کشتی تیار کرکے اس لڑکے کو بٹھا کر کشتی چلانے لگا۔ جب ملاح دریا کے بیچ میں پہنچا تو لڑکے نے اس سے یہ پوچھا۔

لڑکا۔ اے بھائی تم کچھ لکھنا پڑھنا بھی جانتے ہو

ملاح۔ اے میاں لڑکے میں نے تو اسکول کا راستہ بھی نہیں دیکھا۔

لڑکا۔ اچھا کچھ انگریزی بھی جانتے ہو۔

ملاح۔ نہیں۔

لڑکا۔ اچھا کچھ جغرافیہ بھی پڑھا ہے۔

ملاح۔ اے میاں میں نے تو کچھ بھی نہیں پڑھا سوائے تیرنے کے جس سے اپنی روٹی کما لیتا ہوں

لڑکا۔ واہ بھائی تو تم نے اپنی تمام زندگی بیکار کردی

ملاح یہ سن کر خاموش ہو گیا کہ اتنے میں دریا کے اندر ایک بہت بڑا طوفان آیا جس سے کشتی ایک طرف کو جھک گئی اور یہ دونوں گر گئے۔ لڑکا ڈوبنے لگا تو ملاح نے لڑکے سے یہ پوچھا۔

ملاح۔ اے میاں کچھ تیرنا بھی جانتے ہو۔

لڑکا۔ نہیں۔

ملاح۔ تو تم نے اپنی زندگی بیکار کردی۔

لڑکا چلایا کہ مجھے بچاؤ مجھے نکالو اور یہی کہتا ہوا ڈوب گیا۔ ملاح تیرنے لگا اور تیر کر باہر نکل آیا

میرے ہونہار بھائیو تم خود اس سے سمجھ سکتے ہو کہ غرور کا کیا نتیجہ ہوا۔ تم کو اگر کوئی چیز آتی ہے تو اس پر غرور نہ کرو

(سرتاج ولی خاں متعلم جامعہ ملیہ اسلامیہ دہلی)

سچی جواں مردی

ایک بڈھے کے تین جوان لڑکے تھے ایک دن بڈھے باپ نے اپنے بیٹوں کو بلایا اور کہا۔ کہ جو تم میں سے سب سے بہادر نکلے گا اسے ہزار روپیہ کی تھیلی دوں گا۔ سب سے بڑے لڑکے نے کہا کہ۔ ابّا ایک دفعہ میں سفر پر جا رہا تھا کہ ایک شیر سے میرا سامنا ہو گیا میں نے اس سے ذرا خوف نہ کھایا بلکہ اُس کے ایسی تلوار ماری کہ اس کے دو ٹکڑے ہو گئے۔ باپ نے کہا۔ شاباش! تم نے بڑی بہادری کا کام کیا۔

اب دوسرے لڑکے کی باری تھی اس نے کہا میں ایک دفعہ بہت سے سوداگروں کے ساتھ سفر کرنے جا رہا تھا کہ اچانک پانچ ڈاکو ہمارے سامنے آ گئے اور کہنے لگے کہ جو کچھ تمہارے پاس ہے سب یہیں رکھ دو ورنہ ہم سب کو قتل کریں گے۔ یہ سن کر مجھ سے نہ رہا گیا اور چلا کر بولا پہلے تم سب مجھ سے لڑو۔ پھر قافلے والوں سے کچھ کہنا یہ سن کر ڈاکو جوش میں آ گئے اور مجھ کو بھی غصّہ آ گیا۔ میں ان سب سے سڑک پر ڈٹ کر ایسا لڑا کہ تھا کہ تین کو تو وہیں کاٹ کر ڈال دیا اور دو میری بہادری دیکھ کر بھاگ گئے ابھی وہ چاہتا تھا کہ کچھ اور بیان کرے کہ باپ نے کہا خوب تم بھی بڑے بہادر اور دلیر ہو۔

اب سب سے چھوٹے کی باری تھی اس نے یہ قصّہ سنایا۔ ایک دفعہ میں پہاڑ پر جا رہا تھا میرے کان میں آواز آئی ایسا معلوم ہوتا تھا کہ کوئی آدمی پڑا کراہ رہا ہے۔ جا کر دریافت کیا۔ تو معلوم ہوا۔ کہ ڈاکو اس کا سب مال چھین کر بھاگ گئے ہیں۔ اور اس کو مار مار کر ادھ مرا کر گئے ہیں۔ اتنے میں بجلی جو چمکی تو۔ میں نے دیکھا کہ وہ شخص میرا جانی دشمن تھا۔ اور کئی دفعہ مجھے جان سے مارنے کا ارادہ کر چکا تھا۔ اور اگر اس وقت میں بدلہ لینا چاہتا تو ایک اشارے میں پہاڑ سے نیچے

گرا دیتا مگر میرے دل نے گوارا نہ کیا۔ بلکہ میں نے اس کو کندھے پر اٹھا لیا۔ اور گھر لے جا کر اس کا علاج کیا۔ اور روپئے پیسے سے بھی اس کی مدد کی بڈھا باپ اس قصے کو سن کر خوشی کے مارے اچھل پڑا۔ اور اسے ہزار روپیہ کی تھیلی انعام دے دی۔ اور کہا کہ سچا بہادر اور جواں مرد وہی ہے جو اپنے دشمن سے قابو پا کر بدلہ نہ لے بلکہ نیکی ہی کرے۔

ہونہار بھائیو! سچا بہادر وہی ہے جو دشمن پر قابو پا کر بھی اس سے بدلہ نہ لے بلکہ اس کے ساتھ نیکی کرے۔

حافظ محمد یوسف متعلم مسلم کمرشل کرسپونڈنس اسکول صدر بازار دہلی

وقت

ہم دیکھتے ہیں کہ دنیا کی ہر چیز کسی نہ کسی صورت میں لوٹ کر آجاتی ہے۔ ہر کھوئی ہوئی چیز مل سکتی ہے۔ یا کم سے کم حاصل ہو جاتی ہے۔ ایک جاتا ہے تو دوسرا آتا ہے۔ ایک مرتا ہے تو دوسرا پیدا ہوتا ہے۔ ایک حکومت مٹ جاتی ہے تو اس کی جگہ پر دوسری مضبوط بادشاہت قائم ہو جاتی ہے۔

کل تک جو بات دشوار و ناممکن تھی۔ آج اس کو سائنس نے آسان و ممکن بنا دیا ہے۔ بوڑھاپے کو جوانی سے بدل دینا خواب و خیال تھا۔ مگر آج ہم اخباروں میں پڑھتے ہیں۔ کہ ہزاروں بوڑھے جوان ہو گئے۔

ایک چیز ایسی ہے جس کا لوٹ کر آنا بالکل ناممکن ہے۔ وہ کیا ہے؟ وقت! گیا وقت پھر ہاتھ آتا نہیں اس کی قدر و قیمت کا اندازہ کرنا دشوار ہے۔ یہ ایسی انمول چیز ہے کہ دنیا کا کوئی شاہی خزانہ اس کی قیمت ادا نہیں کر سکتا۔ بھلا اُس کی قیمت کون لگائے جو ساری دولت کی جڑ ہو۔ سمندر کو پانی کون دے۔ جبکہ وہ خود ہی تمام دنیا میں پانی تقسیم کرتا ہے۔

جتنے بزرگ اور بڑے آدمی ہوتے ہیں۔ اُنھوں نے وقت کو کبھی ضائع نہیں کیا جو وقت کا اچھا استعمال کرتا ہے۔ وہ یقینی دنیا میں بہت کچھ کر سکتا ہے۔ اگر ہم اپنا سبق روز یاد کریں تو امتحان کا ذرا بھی ڈر نہیں رہے گا۔ اور انشاءاللہ اچھے نمبر سے پاس ہوں گے

اگر ہم ایک منٹ روزانہ بچالیں تو سال میں ۳۶۵ منٹ یعنی چھ گھنٹہ پانچ منٹ بچالیں گے۔ کسی مرنے والے سے یہ کہا جاوے کہ اگر تمھاری عمر چھ گھنٹہ پانچ منٹ اور بڑھ جائے تو اس کے صلہ میں تم کیا دوگے۔ ہونہار بھائیو! یقین جانو کہ وہ اپنا سب کچھ قربان و نثار کرنے کے لئے تیار ہو جاے گا۔ یہ مختصر سا وقت اس کی زندگی کے تمام دنوں سے زیادہ قیمتی معلوم ہوگا۔ اور جو کام باقی رہ گیا ہوگا۔ وہ جلد ہی جلد ہی کرلینا چاہے گا۔ چونکہ وہ جانتا ہے کہ صرف چھ گھنٹہ کی مہلت ہے۔ اس کے بعد موت کا قبضہ ہوگا۔ مگر افسوس۔ ایسا ہو نہیں سکتا۔ وقت گذر گیا۔ جو کرنا تھا سو کر چکے۔ جو ہونا تھا وہ ہو چکا اب حسرت افسوس کے سوا کچھ نہیں رہا۔ اگر آج ہم وقت ضائع کریں گے۔ تو کل افسوس کرنا ہوگا۔

یہاں ایک بات اور بتا دینی ضروری ہے کہ ہم رات دن پڑھتے ہی رہیں؛ کھیلیں نہیں؛ سوئیں نہیں؛ ہاں ہم کو کھیلنا بھی چاہئے سونا بھی چاہئے۔ اور پڑھنا بھی چاہئے۔ کھیلنے کے وقت کھیلنا۔ اور سونے کے وقت سونا ٹھیک کام ہے۔ اس کے خلاف کرنا وقت ضائع کرنا ہے۔ رات سونے کے لئے ہے۔ دن کام کرنے کے لئے ہے۔

(ابوالحامد عبدالحفیظ صدیقی از کلکتہ)

جاپان کا ایک چور

کئی سال کی بات ہے۔ کہ جاپان میں ایک چور کسی امیر کے گھر رات کو چوری کرنے

گیا۔ وہ شام سے دروازے میں چھپ رہا اور
جب گھر کے سب آدمی سو گئے تو دبے پاؤں
اس کمرہ میں پہنچا۔ جہاں مال و اسباب کے صندوق
رکھے ہوئے تھے اس نے ایک صندوق کا تالا
کھول کر اس میں سے کچھ اشرفیاں اور نوٹ نکالے
اور رومال میں باندھ کر باہر نکلنے کا ارادہ کیا۔

رستے میں ایک لمبا چوڑا کمرہ تھا۔ اس میں
ایک طرف ایک چھوٹا سا بچہ مزے سے ہاتھ پاؤں
پھیلائے سو رہا تھا۔ چور نے جب اسے دیکھا۔ تو بچے
کی بھولی بھالی صورت اسے بہت پیاری
معلوم ہوئی۔ اس نے بے دھڑک آگے بڑھ
کر بچے کو اپنی گود میں اٹھا لیا۔ بچہ بھی جاگ اٹھا
مگر وہ چور سے ڈرا یا گھبرایا نہیں بلکہ اپنی ٹوٹی
پھوٹی زبان میں اس سے باتیں کرتا رہا۔ چور
اس بچے کی محبت میں ایسا مشغول ہو گیا۔ کہ
اسے اس بات کا بھی خیال نہ رہا۔ کہ میں پرائے
گھر میں ہوں۔ چور بن کر آیا ہوں۔ اور چوری
کا مال بھی میرے پاس ہے۔ چور اس بچے
کو بہت دیر تک گود میں لئے رہا۔ یہاں تک
کہ صبح ہو گئی۔ اور بچے کے ماں باپ اور
گھر کے سب آدمی جاگ اٹھے وہ بچے کے کمرے
میں آئے تو انہوں نے دیکھا کہ ایک غیر آدمی بچے
کو گود میں لئے کھلا رہا ہے۔ چور نے ان سے کہا
مجھے تعجب کی نظر سے کیوں دیکھتے ہو؟ میں تمہارے
گھر میں چوری کرنے آیا تھا۔ اور یہ دیکھو چرایا ہوا مال
بھی میرے پاس موجود ہے۔ تمہارا بچہ اچھا معلوم
ہوا۔ میں اسے اٹھا کر پیار کرنے لگا۔ اور اس کی
محبت میں ایسا محو ہوا کہ صبح ہو گئی اور تم سب لوگ
اٹھے اب میرے ساتھ جو سلوک کرنا چاہتے
ہو کرو۔

چور کے ساتھ جو کچھ بھی سلوک ہوا ہو۔ مگر دیکھنے
کی بات تو یہ ہے کہ جاپان کے چور بھی اپنے نیک
دل اور محبت والے ہوتے ہیں کہ چھوٹے بچوں
کی بھولی بھالی صورت دیکھ کر چوری کرنا بھول
جاتے ہیں پھر وہ ملک کیوں نہ ترقی کرے۔ جہاں
کے چور بھی ایسا محبت بھرا دل رکھتے ہیں۔ ایک
ہمارا ملک ہے کہ ماں باپ اپنے بچوں کے
لئے رسالہ ہونہار بھی لیتے گھبراتے ہیں۔

(مالکہ بائی)

(دانگو دھرا)

میرا جہاز کا سفر

(۲)

دو چار روز گذرنے کے بعد جہاز کامران پہونچا جہاز چونکہ رات کے وقت پہونچا تھا اس لئے رات بھر پانی میں کھڑا رہا صبح ڈاکٹر آیا اس نے جہاز کا معائنہ کیا اس کے بعد اس نے اجازت دی کہ اب تمام مسافر اتر سکتے ہیں۔ کچھ دیر بعد دو کشتیاں اور ایک چھوٹا سا جہاز جو کہ ان کو کھینچ کر لا رہا تھا قریب آیا۔ مسافر جہاز سے اترنے لگے مگر پانی میں کیونکہ جوش تھا اس لئے اترنے میں دقت ہوئی۔ ہم بھی اترے اور کامران پہونچے وہاں ہم کو اور ہمارے کپڑوں کو بھپارا دیا اور ایک روز رہنے کا حکم ملا۔ دوسرے روز ہم پھر روانہ ہو گئے ایک دن چلنے کے بعد جہاز نے زور سے سیٹی دی جس سے معلوم ہوا کہ یلملم کا پہاڑ آگیا ہے۔ ہم نے جلدی سے احرام باندھا اور تیار ہو گئے۔ دو روز بعد معلوم ہوا کہ جدہ آگیا۔ قریب بارہ بجے جہاز رک گیا اور تمام مسافر کشتیوں میں سوار ہو کر کنارے پر جانے لگے۔ شام تک جہاز خالی ہو گیا۔ اور ہم ایک مکان میں گئے اور رات وہاں گزاری دوسرے روز شام کو لاری میں مکہ معظمہ کی طرف روانہ ہو گئے۔ راستہ میں چاروں طرف پہاڑ اور ریگستان کے سوا کچھ نظر نہ آتا تھا۔ غرضکہ رات کو آٹھ بجے مکہ معظمہ پہونچے۔ مکہ میں معلم کے گھر جا کر قیام کیا اور فوراً حرم شریف میں آئے جس وقت خانہ کعبہ کو دیکھا تو اس کی شان دیکھ کر بے اختیار منہ سے سبحان اللہ نکلا۔ اس کے بعد ہم نے اس کا طواف کیا اور صفا مروہ کے درمیان دوڑ کر احرام کھولا اور رات کو سو گئے جس روز ہم مکہ معظمہ پہونچے اس روز شب قدر تھی دو روز کے بعد ہم کو ایک مکان باب ابراہیم کے قریب مل گیا۔ باب ابراہیم حرم کے ایک دروازہ کا نام ہے۔ جمعہ کی نماز میں ہزاروں آدمی تھے۔

یہاں اور ہندوستان میں چھ گھنٹے کا فرق ہے۔ یہاں بارہ بجے سورج نکلتا ہے اور غروب ہوتا ہے۔ وہاں چھ بجے نکلتا ہے۔ یہاں صبح

کی نماز بارہ بجے اور ظہر کی ساڑھے چھ بجے اور عصر کی دس بجے اور مغرب کی بارہ بجے اور عشاء کی دو بجے ہوتی ہے۔ غرض تمام وقت پلٹے ہوئے ہیں۔ یہاں دکانیں رات کو کھلتی ہیں۔ دن کو بند رہتی ہیں۔ جمعۃ الوداع کے دن تمام حرم شریف بھرا ہوا تھا۔ اور عید کے روز باہر سڑک پر بھی نماز پڑھی جا رہی تھی۔ میں بھی خانہ کعبہ کے پاس بیٹھا ہوا تھا کہ اتنے میں ایک شخص خانہ کعبہ کے دروازے پر چڑھا اور دروازہ کا پردہ چھوڑا۔ اس کے چھوڑتے ہی آب زم زم کے کنوئیں سے ایک آواز عید کی تکبیر کی اٹھی۔ پہلے مکبر نے تکبیر پڑھی پھر تمام مقتدیوں نے ہر شخص کی نظر خانہ کعبہ پر تھی اور خانہ کعبہ کا پردہ جو کہ سلمہ ستاروں سے ٹکا ہوا تھا۔ اپنا اثر ہر شخص پر ڈال رہا تھا۔ نماز عید بہت شان کے ساتھ ہوئی۔ اور ختم ہونے کے بعد سب لوگ چلے گئے۔

یہاں طواف دن رات ہوتا ہے۔ آخری شب قدر کو چور داخلی ہوئی یعنی خانہ کعبہ کے اندر داخل ہوئے۔

عام داخلی محرم کے مہینہ میں ہوتی ہے۔ لیکن کچھ روپیہ وغیرہ دے کر جب کوئی شخص داخل ہونا چاہتا ہے تو اسے چور داخلی کہتے ہیں۔ غرض میں بھی بہت مشکل سے لوگوں کے ہجوم کو چیرتا پھاڑتا سیڑھی پر چڑھا اور داخل ہو گیا۔

مجھ سے تین روپیہ لئے گئے۔ اندر جا کر میں نے خوب دعا کی اندر کی دیواریں سنگ مرمر اور سنگ سیاہ کی تھیں۔ قرآن شریف کی آئتیں ابھری ہوئی لکھی تھیں۔

چونکہ خانہ کعبہ کی چھت کو دیکھنا گناہ ہے اس لئے میں نے بھی نہیں دیکھی۔ اور کوئی ڈیڑھ یا دو گھنٹے بعد میں باہر آیا۔

عید کی ۷ تاریخ کو رات کے وقت جب کہ میں اور میرے والد طواف کے بعد شافعیؒ کے مصلے پر بیٹھے ہوئے معلم کے ساتھ باتیں کر رہے تھے کہ ایک شخص نے آکر خبر دی کہ حجر اسود (ایک سیاہ پتھر جس کو چومتے ہیں) کے پاس ایک جاوہ کے رہنے والے آدمی نے ایک دوسرے شخص کی استرے سے جیب کاٹ لی اور وہ مع استرے کے پکڑ لیا گیا۔ سپاہی آگئے اور اسے حمیدہ (کوتوالی) لے گئے۔

یہاں کا قاعدہ یہ ہے کہ چور کا ہاتھ کاٹ کر تمام بازاروں میں پھرایا جاتا ہے اور اس کے ہاتھ سے خون ٹپکتا رہتا ہے۔ کوئی کہتا ہے کہ اس چور کا بھی ہاتھ کاٹا جائے گا۔ کوئی کہتا ہے کہ اس کو اس کے ملک میں بھیجدیا جائے گا اور اس ملک کی حکومت اُسے سزا دے گی۔ ابھی تک کوئی پکی خبر معلوم نہیں ہوئی۔

مکہ سے مدینہ کو

دوسرے روز صبح کو ہم بذریعہ موٹر لاری مدینہ کو روانہ ہوگئے۔ صبح ۹ بجے روانہ ہوئے اور ظہر کے وقت جدہ پہونچ گئے۔ یہاں ہم چار پانچ گھنٹے ٹھہرے اور پھر مدینہ کی طرف روانہ ہوگئے۔ چونکہ ایک کمیٹی کی سات آٹھ موٹریں ایک ساتھ روانہ ہوتی ہیں تاکہ راستہ میں اگر کسی موٹر میں خرابی پیدا ہو تو ایک دوسرے کی مدد کرسکے۔ اس لئے ہم کو بھی ۲ گھنٹے کے قریب جدہ شہر کے دروازہ پر دوسری گاڑیوں کا انتظار کرنا پڑا۔ جب تمام گاڑیاں جمع ہوگئیں تب ہمارا موٹروں کا قافلہ روانہ ہوا۔ ۱۲ بجے رات کے ہم ایک منزل پر پہونچے اور رات کو وہاں قیام کیا۔ مکان بہت سادہ تھے جن کی چھتیں کھجوروں کے پتوں کی تھیں۔

صبح سات بجے ہم وہاں سے بھی روانہ ہوگئے۔ تمام راستہ پہاڑی تھا۔ موٹر میں ہچکولے آرہے تھے جس سے ہمیں سخت تکلیف ہوئی۔ یہانتک کہ ہمارے موٹر کے اگلے پہئے میں پنکچر بھی ہوگیا۔ چونکہ ڈرائیور ہوشیار اور ہندوستانی تھا۔ اس لئے ہم کو زیادہ تکلیف نہیں ہوئی۔ ۱۲ بجے کے قریب ہم ایک اور منزل پر پہونچے جس کا نام رابغ تھا۔ یہ جگہ سمندر کے کنارے پر واقع ہے اور یہاں کی آب ہوا بہت اچھی ہے یہاں ہم نے کھانا پکایا اور تھوڑی دیر آرام کے بعد ۲ بجے پھر روانہ ہوگئے۔ دوسرے دن شام کو بعد عصر مدینہ پہونچ گئے۔ اُس وقت ہم موٹر کی سواری کی وجہ سے بہت تھکے ہوئے اس لئے رات کو غسل بھی نہ کرسکے اور صبح کو نہا دھو کر حرم شریف گئے۔ نماز پڑھی۔ یہاں بہت رونق ہے یہاں کی عمارتیں بہت خوبصورت ہیں۔ ان کی چھتیں اور دیواریں رنگین ٹائل کی بنی ہوئی ہیں شہر جنت کا نمونہ ہے انتظام بہت اچھا ہے اور راستے بے خوف ہیں

(باقی آئندہ) (محمد سعید دہلوی از مدینہ)

بچوں کا گیت

اچھے کاموں سے جی نہ چرایا کرو

صبح کو اُٹھنا سویرے سیر کو جانا ضرور　　نور کے تڑکے میں تم تازہ ہوا کھانا ضرور
نوری صبح کا لطف اٹھایا کرو

سب ضروری حاجتوں سے ہو کے فارغ ذرا　　ہاتھ منہ دھو کے نہا کے کچھ کرو ذکرِ خدا
اپنے خالق کو بھی نہ بھلایا کرو

خوش رہے گا جو صفائی کو رکھے اپنا اصول　　ہو بدن میلا کچیلا تو ہے دل رہتا ملول
بچو روز سویرے نہایا کرو

آج کا جو کام ہے اس کو نہ کل پر چھوڑنا　　کام کرنا کام سے ہرگز نہ تم منہ موڑنا
دیکھو کام سے جی نہ چرایا کرو

جو نہیں آتا سمجھ لو جو نہ آئے پوچھ لو　　وقت ہے یہ وقت یوں ضائع نہ جائے پوچھ لو
لیکن نقل کبھی نہ اڑایا کرو

دیکھو تمبا کو بری شئے ہے نہ پینا بھول کر　　اور جو نشے کی چیزیں ہیں کرو ان سے حذر
ایسی چیزوں کو منہ نہ لگایا کرو

عہد کر لو جھوٹ بولیں گے نہ ہم جو ہو سو ہو　　سو برائی سے اگر بچنا ہے تم کو سچ کہو
سچی بات کو تم نہ چھپایا کرو

گر کوئی محتاج ہو تم اُس سے ہمدردی کرو　　جس قدر بھی ہو سکے دوڑو جوانمردی کرو
یوں ہی باتیں نہ خالی بنایا کرو

چاہئے تم کو اٹھانا فائدہ اس گیت سے　　پیارے بچو نظم اصغر نے لکھی پیت سے
ایسے گیت کو پیت سے گایا کرو

(پھول)

دلچسپ مشغلے

دھبوں کے نشان

اگر تم کچھ عرصہ تک اس شکل کو دیکھتے رہو تو تمہیں ایسی چیزیں نظر آنے لگیں گی جنہیں تم نے پہلے نظر میں نہیں دیکھا ہوگا

سفید خطوں کے ملنے کی جگہ تم کو چھوٹے چھوٹے سیاہ دھبے نظر آنے لگیں گے۔ یہ دھبے وہاں بنائے نہیں گئے بلکہ دیکھنے سے ایسا معلوم ہونے لگتا ہے

حرکت کرنے والا بکس

پہلی نظر میں یہ بکس تم کو داہنی طرف جھکا ہوا معلوم ہوگا۔ لیکن اگر تم چند منٹ تک غور سے دیکھتے رہو تو یہی بکس تم کو آگے کی طرف جھکا ہوا معلوم ہوگا۔ چند منٹ اور دیکھنے کے بعد تمہارے لئے یہ فیصلہ کرنا مشکل ہوگا کہ یہ بکس کس طرف کو جھکا ہوا ہے۔ یہ تم کو تبدیل ہی ہوتا نظر آئے گا۔
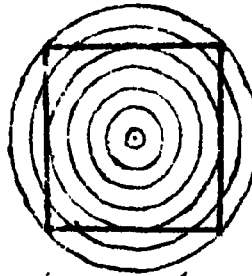
مربع

مربع کی شکل کو غور سے دیکھو۔ مربع کے خطوط ٹیڑھے معلوم ہوں گے لیکن اگر تم ایک چپٹے رول کے ذریعے سے ناپ کر دیکھو تو یہ تم کو بالکل سیدھے نظر آئیں گے۔ دائروں کی وجہ سے ایسا فرق معلوم ہوتا ہے

تینوں میں کون؟

اگر تم سے کوئی دریافت کرے کہ ان تینوں میں ایسا کون سی لائن سب سے چھوٹی ہے تو تم فوراً بول اٹھو گے کہ بیچ کی۔ لیکن اگر تم ناپ کر دیکھو تو تینوں برابر معلوم ہونگی۔

انعامی معمہ کا انعام کس کو ملا

رسالہ ہونہار کے پچھلے پرچوں میں جو معمہ "دو قیمتی گھڑیاں انعام میں حاصل کیجئے" کے عنوان سے شائع ہوا تھا ان کے صحیح جواب یہ ہیں۔

معمہ نمبر ۱

(۱) گلاب (۲) لالہ (۳) یاسمن (۴) نرگس (۵) سوسن

(۶) چنبیلی (۷) کیتکی (۸) اشرفی (۹) چاندنی

معمہ نمبر ۲۔ (۱) رسالہ ہونہار (۲) مولانا محمد علی

(۳) مدن موہن مالوی (۴) لارڈ ارون

مندرجہ خریدار صاحبان کے جوابات صحیح موصول ہوئے۔

(۱) حمید اللہ خان قائم گنج (۲) مولانا اللہ بخش بیدل جلیسری

(۳) ایم رحیم بخش خلف بلادردین۔ کلکتہ۔ (۴) محمد عبد الحق حقی دریا گنج دہلی

(۵) تاج محمد۔ بڑا بازار کلکتہ (۶) نواب زادہ اختر علی خاں باغپت۔

(۷) عبد الجلیل کانپور (۸) محمد مظہر الحق خیری آئی پی اسکول دہلی

(۹) محمد ایوب۔ صدیقیہ اسکول دہلی (۱۰) حکیم سید ننھے نواب

(۱۱) "ایزی" لکھنؤ (۱۲) عاتکہ بائی۔ بوہرہ مسجد گودھرا

(۱۳) منعم الحقانی از دیوبند (۱۴) محمد مشتاق احمد متعلم مسلم کمرشل کریسپونڈنیس اسکول دہلی

بذریعہ قرعہ اندازی اول انعام محمد ایوب متعلم صدیقیہ اسکول دہلی

اور دوسرا انعام عاتکہ بائی بوہرہ مسجد گودھرا کے نام نکلا جو

ان کے نام بھیجدیا جائیگا۔

منیجر

ماں۔ کیوں مُنّی جب تمہیں تمہاری نانی امّاں نارنگیاں دیا کرتی ہیں تو تم اُن سے کیا کہا کرتی ہو؟

چھوٹی لڑکی۔ میں ان سے کہتی ہوں کہ انھیں چھیل دو

ماں۔ ننھے جب تمہارے ابا کچھ چیز دیتے ہیں تو تم مجھے بالکل بھول جاتے ہو۔

چھوٹا بچہ۔ آپ مجھے چیز دیجئے میں ابّا کو بھول جاؤں گا۔

خریدار (غصے سے) یہ تم نے کیسا گھوڑا دیا کہ میرے مکان پر پہونچتے ہی مر گیا۔

سوداگر۔ معاف کیجئے۔ میں اسے یقین نہیں کر سکتا۔ میرے یہاں تو اس نے کبھی ایسی حرکت نہیں کی۔

بیوی۔ لو اب ذرا اٹھو اور اس قالین کو جھاڑو دن بھر تم نے سوائے کرسی پر پڑے رہنے کے اور کچھ کیا ہی نہیں۔

شوہر۔ ٹھیک ہے۔ لیکن میں برابر یہ خواب دیکھتا رہا ہوں کہ میں کوئلے ڈھو رہا ہوں۔

مجسٹریٹ۔ تم نے محلہ میں اس شخص پر حملہ کیا تھا کیا تم اس سے انکار کر سکتے ہو؟

ملزم۔ انکار تو بیشک کر سکتا ہوں بشرطیکہ آپ بھی اسے تسلیم کریں۔

ایک ڈاکٹر کو ایک نئی شادی شدہ جوڑے کے مکان سے اطلاع ملی کہ وہ فوراً مکان پر پہونچے ڈاکٹر اپنا ہینڈ بیگ لیکر ان کے مکان پر پہونچا۔ وہاں جاکر دیکھا کہ ایک شخص ہاتھ میں گھڑی لئے ہوئے سیڑھیوں پر کھڑا ہے۔ ڈاکٹر نے دریافت کیا بتاؤ کون بیمار ہے؟

اس شخص نے مسکراتے ہوئے جواب دیا کہ کچھ نہیں میری بیوی یہ دیکھنا چاہتی تھی کہ اگر وہ بیمار ہوجائے تو ڈاکٹر کتنی جلدی آسکتا ہے؟

مصر کا ایک گنوار طبیب کے پاس آیا اور اپنی بیماری کا علاج چاہا۔ طبیب نے ایک دوائی دی اور ایک چمچہ دکھا کر کہا کہ ایسے تین چمچے دن میں تین مرتبہ لے لینا اور کل مجھے پھر اطلاع دینا۔

دوسرے دن بیمار پھر آیا۔ طبیب نے پوچھا کہ کیا حال ہے؟ کچھ فائدہ ہوا؟

بیمار نہیں جناب۔ **طبیب** ۔ کیوں؟

بیمار ۔ اس لئے کہ میں نے اس چمچے کے نگلنے کی بہت کوشش کی مگر نگل نہ سکا۔ مہربانی کرکے اس سے چھوٹا چمچہ تجویز کریں۔

ایک شریر لڑکے نے ٹیلیفون کے ذریعہ سے ماسٹر کو اطلاع دی کہ آج ایک ضروری کام کی وجہ سے ارشد میرا لڑکا مدرسہ نہیں آئے گا۔ ماسٹر نے آواز پہچان کر کہا۔ اچھا یہ فون پر کون بول رہا ہے؟

لڑکا (گھبرا کر) جناب میرے باپ بول رہے ہیں۔

مضمون نگار ۔ میرے مضمون نے اخبار کو کیسا وزن دار بنادیا۔

ایڈیٹر ۔ بیشک ۵۰۰ پرچے بکنے سے رہ گئے۔

جغرافیہ کا ماسٹر ۔ لڑکو بتاؤ۔ کیا چیز گھٹتی اور کیا چیز بڑھتی ہے؟

لڑکے ۔ آپ گھٹتے اور ہم بڑھتے ہیں۔

خریدار ۔ کیا تمہیں یقین ہے کہ یہ پودا دس سال بعد ضرور پھل لائیگا۔

دکان دار ۔ یقینی طور پر۔ اور بالفرض اگر ایسا نہ ہو تو تم واپس کرجانا۔ میں قیمت لوٹا دونگا۔

دلچسپ معلومات

کہتے ہیں کہ برطانیہ میں جس قدر انسان ہیں اسی قدر چوہے بھی آباد ہیں اور ہر ایک چوہا ایک ہفتہ میں ایک شلنگ یعنی قریباً ۱۲ ر قیمت کی چیزیں کھا لیتا ہے۔ اگر یہ صحیح ہے تو سمجھ لینا چاہیئے کہ ہر سال چوہوں پر برطانیہ کا دس کروڑ پونڈ سے لیکر پندرہ کروڑ پونڈ تک خرچ ہو جاتا ہے

---

۳۰ اپریل ۱۹۳۰ء کو لندن اور آسٹریلیا کے درمیان ٹیلیفون جاری ہوگیا۔ وزیر اعظم برطانیہ نے وزیر اعظم آسٹریلیا سے خوب گفتگو کی حالانکہ اِن دونوں ممالک میں ۱۲ ہزار میل کا فاصلہ ہے۔ مگر گفتگو بالکل صاف ہوتی رہی۔

لندن میں ہر سال ایک کروڑ ستر لاکھ پونڈ کے انڈے دوسرں ملکوں سے آتے ہیں

دنیا میں سب سے پہلے جو لغت لکھی گئی وہ چینی زبان میں تھی۔

سانپ اور مینڈک بہرے ہوتے ہیں لیکن چھپکلیوں کے کان بہت تیز ہوتے ہیں اور کچھوے تو پانی کے نیچے بھی ہوں تو آواز کو سُن سکتے ہیں۔

امریکہ میں اب عورتیں مردوں کی برابر محنت کرکے خوب روپیہ کماتی ہیں۔ ایسی عورتوں کی تعداد میں دس سال کے عرصہ میں ۱۴ لاکھ ۳۷ ہزار سات اُنتالیس کی زیادتی ہوگئی ہے۔ اب معقول اور عمدہ اجرت کمانیوالی عورتوں کی کل تعداد امریکہ میں ۸۰ لاکھ ۴۹ ہزار ۵ سو گیارہ تک پہنچ گئی ہے

ایک جہاز کروڑ ہا روپے میں تیار ہوتا ہے، دو ہزار مزدور دو سال تک اندرونی کام کرتے ہیں۔ اور بارہ ہزار مزدور ایک سال میں بیرونی کام انجام دیتے ہیں۔ تب کہیں جہاز سمندر پر جانے کے قابل ہوتا ہے۔

ایک اشرفی انعام

جو شخص خواہ وہ رسالہ ہونہار کا خریدار ہو یا نہ ہو ہونہار کے نصف صفحہ کی کہانی مفرد حروف کے الفاظ میں لکھکر بھیجے گا اُسے مدرسہ شبینہ جامعہ کی طرف سے ایک اشرفی انعام میں دیجائیگی مفردات کی مثال یہ ہے۔ ے رب رزق دے ۔ یعنی کوئی لفظ ایسے حرفوں کا استعمال نہ لیا جائے جو ملاکر لکھے جاتے ہیں۔ ہر لفظ کے حروف بالکل علیحدہ رہیں۔

تمام جوابات ایڈیٹر صاحب رسالہ ہونہار کے پاس ۱۵ جولائی تک آجانے چاہئیں

خاکسار۔ فیاض پانی پتی۔ مہتمم مدارس شبینہ جامعہ ملیہ دہلی

معمہ ۱ (مرسلہ شان الحق از پشاور)

میں ایک چھ حروف کا لفظ ہوں۔ میرا ہر شخص خواہاں ہے

میرا پہلا حرف نیزے کے مشابہ ہے۔

میرا دوسرا حرف پریوں کا مسکن ہے۔

میرا تیسرا حرف تربوز میں تلاش کریں۔

میرا چوتھا حرف غریبوں کی غذا ہے۔

میرا پانچواں حرف عربی زبان کی ایک تعداد ہے

میرا چھٹا حرف ایک زبان میں شعاع کے معنی دیتا ہے

میں ایک نام کا ایک جزو بھی ہوں۔

بتایئے میں کون ہوں؟۔

معمہ ۲ (مرسلہ شان الحق از پشاور)

میں ایک تیرہ حرفی اسم ہوں

میرا پہلا حرف مشک میں ہے

(۲) دوسرا حرف حمد میں ہے

میرا تیسرا حرف مکر میں ہے

" چوتھا حرف دلیہ میں ہے

" پانچواں حرف شیر میں ہے۔ چھٹا حرف رات میں ہے

" ساتواں حرف ایک میں ہے۔ آٹھواں حرف فالسہ میں ہے،

" نواں حرف سراب میں ہے۔ دسواں حرف لونگ میں ہے

" گیارہواں " حقہ میں ہے۔ بارہواں حرف سردی میں ہے

" تیرہواں حرف نکاح میں ہے۔ بتایئے میں کون ہوں۔

(۱) تمام جوابات ۲۵ جولائی تک آجانے چاہئیں

(۲) جواب کے ہمراہ ارکا ٹکٹ آنا ضروری ہے۔

(۳) صرف رسالہ ہونہار کے خریدار ہی اس میں حصہ لے سکتے ہیں۔

(۴) زیادہ جوابات صحیح آنیکی صورت میں فیصلہ بذریعہ قرعہ اندازی ہوگا

(۲) انعام اوّل ایک خادنیمین بین۔ انعام دوم ایک روپیہ کی کتابیں

پتہ۔ منیجر رسالہ ہونہار صدر بازار دہلی

تنقید

مندرجہ ذیل رسالے تنقید و تبصرے کے لئے موصول ہوئے ہیں -

(۱) عزیز گورکھپور - (۲) عزیز بمبئی
(۳) شاعر آگرہ (۴) کوثر دہلی

ان پر اگلے پرچہ میں ریویو کیا جائیگا -

باہتمام فیاض حسین نسیم پرنٹر و پبلشر جید برقی پریس دہلی میں طبع ہوکر دفتر رسالہ ہونہار صدر بازار سے شائع ہوا

اغراض و مقاصد

۱۔ ہندوستان کے مختلف فرقوں کے بچوں میں اتحاد پیدا کرنا۔

۲۔ لڑکوں اور لڑکیوں کے لئے ایسے مضامین شائع کرنا جن کے مطالعہ سے انھیں تعلیم سے دلچسپی ہو۔ اُن کی قابلیت بڑھے۔ اُن کی معلومات میں اضافہ ہو۔ اُن میں ترقی کرنے کا جذبہ پیدا ہو اور اُن کے اخلاق سُدھر جائیں۔

قواعد و ضوابط

۱۔ رسالہ ہونہار ہر ماہ کے وسط میں شائع ہوتا ہے۔

۲۔ اگر کبھی اتفاقاً رسالہ نہ ملے یا رسالہ پہونچنے میں دیر ہو جائے تو مہینہ کے آخر تک رسالے کے وصول نہ ہونے کی اطلاع دے دینی چاہئے۔ اس کے بعد طلب کرنے والوں کو قیمتاً بھیجا جائے گا۔

۳۔ رسالہ ہونہار کا سالانہ چندہ ہے بذریعہ وی پی ہے ششماہی عام ہے۔

۴۔ غریب طالب علموں سے بشرط تصدیق ہیڈ ماسٹر صرف عہ چندہ لیا جائے گا۔

۵۔ خط و کتابت کرتے وقت اپنا خریداری نمبر ضرور تحریر فرمائیے۔ جوابی امور کے لئے جوابی کارڈ یا ایک آنے کا ٹکٹ بھیجئے۔ بیرنگ خطوط وصول نہیں کئے جائیں گے۔

۶۔ تمام خط و کتابت و ترسیل زر بنام مینجر صاحب رسالہ ہونہار دہلی ہونی چاہئے۔

۷۔ مضامین و دیگر شکایات کے متعلق تمام خطوط ایڈیٹر صاحب رسالہ ہونہار کے نام آنا چاہئیں۔

۸۔ مضامین مختصر اور عام فہم ہونے چاہئیں جن کو بچے نہایت آسانی کے ساتھ سمجھ سکیں اور جو بچوں کے اخلاق سدھارنے اور اُن میں ترقی کا جذبہ پیدا کرنے میں معاون ہوں۔ "مینجر"

رسالہ ہونہار دہلی کے سرکاری مدرسوں کیلئے

منظور ہوگیا

پچھلے مہینے کے رسالہ میں ہم اطلاع دے چکے ہیں کہ میونسپل کمیٹی دہلی نے رسالہ ہونہار اپنے ماتحت تمام مڈل اسکولوں کے لئے منظور کر لیا ہے۔ حال ہی میں ہم کو ڈسٹرکٹ انسپکٹر آف اسکولز دہلی کے ایک مراسلہ سے معلوم ہوا ہے کہ یہ رسالہ ڈسٹرکٹ بورڈ دہلی کے ماتحت انگریزی و اردو مڈل اسکولوں اور لوئر مڈل اسکولوں کے لئے بھی منظور ہوگیا ہے جس کے لئے ہم ڈسٹرکٹ انسپکٹر آف اسکولز دہلی کا شکریہ ادا کرتے ہیں کہ انھوں نے ہماری افزائی فرمائی

اسی طرح یہ رسالہ ہندوستان کے اکثر اضلاع میں سرکاری مدارس کے لئے منظور کر لیا گیا ہے۔ جس کی اطلاع ہم اگلے پرچے میں شائع کریں گے۔

رسالہ کو جاری ہوئے ابھی صرف ، ماہ ہوئے ہیں لیکن اس قلیل عرصہ میں جو اس نے ترقی کی ہے وہ ہماری زبان سے نہیں بلکہ دوسروں سے سنئے۔ اگر آپ کو اپنے بچوں کے پڑھنے کے لئے کسی اچھے رسالہ کی ضرورت ہے تو فوراً رسالہ ہونہار منگوا لیجئے۔ ہندوستان کے مشہور اخبارات اور رسائل نے اس کو طلبہ کے لئے بہترین رسالہ تسلیم کیا ہے۔ یہ ایسا رسالہ ہے جس کو تمام لڑکے اور لڑکیاں بہت شوق سے پڑھتے ہیں اور ہندو مسلمان سکھ، عیسائی وغیرہ تمام لوگ اسے پسند کرتے ہیں۔

ایڈیٹر

رسالہ ہونہار
کے
معاونین خصوصی

دہلی - ماہ جولائی سنہ ۱۹۳۰ء

فہرست مضامین

پتہ - دفتر رسالہ ہونہار صدر بازار دہلی

کچھ اپنی بابت

رسالہ ہونہار کی کامیابی اور ترقی ہمیں نہایت خوشی ہے کہ آج ہم اس رسالہ کی دوسری جلد کا پہلا نمبر شائع کر رہے ہیں۔ ہمیں شیخی سے نفرت ہے لیکن یہ بات کہے بغیر نہیں رہ سکتے کہ رسالہ ہونہار ملک کے تعلیم یافتہ اور سنجیدہ طبقوں میں نہایت عزت کے ساتھ دیکھا جاتا ہے اور بچوں کا ایک ممتاز پرچہ شمار کیا جاتا ہے۔ اس زمانہ میں جبکہ دوسرے رسالوں کی اشاعت گھٹ رہی ہے ہمارے رسالہ کی اشاعت روزانہ بڑھ رہی ہے کیونکہ لوگوں کو یقین ہے کہ یہ رسالہ بند نہیں ہو سکتا۔ اس رسالے کو تمام ہندو مسلمان بچے پسند کرتے ہیں۔ اور اکثر جگہ یہ سرکاری اسکولوں کے طلبہ کے لئے منظور ہو گیا ہے۔ اس کے مضامین اتنے مفید اور دلچسپ ہوتے ہیں کہ دوسرے اخبارات اور رسائل ان کی نقل کرتے ہیں۔

ہونہار کے نام کا ایک نیا پرچہ رسالہ ہونہار کی کامیابی اور ترقی کو دیکھ کر ممکن ہے اسی سے ایک پرچہ اسی نام کا بچوں کے لئے لاہور سے جاری ہوا ہے۔ ہمیں اس وقت اس کی اچھائی، برائی یا مضامین سے بحث نہیں ہے۔ ملک میں جتنے پرچے نکلیں اچھی بات ہے لیکن اگر لاہور کے "ہونہار کے کارکن" ہونہار کے بجائے اگر کوئی دوسرا نام رکھ دیتے تو اس میں ان کا کوئی حرج نہ تھا۔ "ہونہار" نام رکھ دینے سے ان کو کوئی فائدہ نہیں پہونچ سکتا۔ اگر ہم اپنے کسی رسالے یا اخبار کا نام پریم، پھول، نونہال، غنچہ یا عزیز رکھدیں تو اس میں کچھ شک نہیں کہ قانونی گرفتوں سے بچ کر ہم اس کو چلا تو سکتے ہیں اور ہمیں ان ناموں کی وجہ سے فائدہ بھی ہو سکتا ہے لیکن ہماری یہ بات اخباری دنیا میں اچھی

نہیں سمجھی جائے گی اور نہ ہمارا پرچہ قدر و منزلت کی نگاہوں سے دیکھا جائیگا۔ بلکہ ایک قسم کی نقل سمجھی جائے گی۔ کیا "ہونہار لاہور" کے کارکن اس پر غور فرمائیں گے؟

رسالہ ہونہار کے مصوّر

جو طلبہ کہ رسالہ ہونہار پڑھتے ہیں وہ محمد اسحاق صاحب کے نام سے ضرور واقف ہوں گے کیونکہ رسالہ کی تمام دستی تصاویر اور بلیں آپ ہی تیار کرتے ہیں۔ آپ نے رسالہ ہونہار کی سب سے زیادہ اور سب سے پہلے مدد کی ہے۔ آپ نے جامعہ ملیہ دہلی میں تعلیم پائی ہے۔ آپ دہلی کے سوداگروں کے ایک معزز خاندان سے تعلق رکھتے ہیں۔ آپ نے رسالہ ہونہار کے لئے "تجارت" کے عنوان سے کئی مضامین لکھے ہیں جو آئندہ پرچوں میں شائع کئے جائیں گے اور جس کی پہلی قسط اگست کے رسالہ میں شائع ہوگی۔ ہمیں امید ہے کہ جو طلبہ تجارت سے دلچسپی رکھتے ہیں وہ آپ کے مضامین سے ضرور فائدہ اٹھائیں گے۔

رسالہ ہونہار کو ۱۰۰ روپے کی امداد

جناب محمد عمر صاحب مالک نیشنل واٹنگ کمپنی صدر بازار دہلی رسالہ ہونہار کے خاص معاونین میں سے ہیں اور تعلیمی کاموں سے بہت زیادہ دلچسپی رکھتے ہیں۔ ہمارے دفتر میں اکثر ایسے غریب طلبہ کی درخواستیں موصول ہوئی ہیں جو رسالہ کے چندہ میں کچھ رعائت چاہتے ہیں۔ چنانچہ اُن درخواستوں سے متاثر ہوکر محمد عمر صاحب نے رسالہ ہونہار کے لئے مبلغ ۱۰۰ روپے مرحمت فرمائے ہیں تاکہ ۱۰۰ غریب طلبہ سے ایک روپیہ کم چندہ وصول کیا جائے یعنی بجائے ۲ کے ۱ عائد کیا جائیگا جن غریب طلبہ کی درخواستیں پہلے آجائیں گی وہی اس رعائت سے مستفید ہوسکیں گے درخواست پر اپنے اسکول کے ہیڈ ماسٹر یا کسی معزز شخص کی تصدیق ضروری ہے۔

ایڈیٹر

سرکس

عزیز بچو! کیا تم جانتے ہو کہ سرکس کسے کہتے ہیں؟ تم نے بائیسکوپ اور تھیئٹر کا نام تو ضرور سنا ہوگا۔ جس طرح سے تفریحِ طبع کے لئے بنائے گئے ہیں اسی طرح سرکس بھی ایک قسم کے کھیل کا نام ہے۔ یہ دو طرح کے ہوتے ہیں ایک میں تو صرف انسان ہی طرح طرح کے کھیل، تماشے، کرتب اور طاقت کے کام کرکے دکھلاتے ہیں اور دوسری قسم میں علاوہ انسان کے جانور اور پرندے بھی حصہ لیتے ہیں۔ خونخوار درندے مثلاً شیر، ریچھ، چیتے، ہاتھی۔ عام جانور مثلاً کتے، بلی، بندر وغیرہ اور پرندے جیسے طوطا، مینا اور چڑیاں وغیرہ کو سدھایا جاتا ہے۔ یہ ایسے ایسے کام کرتے ہیں کہ انسان کی عقل دنگ رہ جاتی ہے۔

بہت سے لوگ بائیسکوپ، تھیئٹر اور اسی قسم کے دوسرے تماشے دیکھنے کے شائق ہوتے ہیں لیکن ان سے صحت اور اخلاق پر بہت برا اثر پڑتا ہے۔

بچو! اگر تم کھیل دیکھنا پسند کرتے ہو تو سرکس دیکھا کرو۔ اس کے دیکھنے سے نہ صرف فائدہ ہی ہوتا ہے بلکہ لطف بھی بہت آتا ہے بہت سی سبق آموز اور نتیجہ خیز باتیں حاصل ہوتی ہیں۔

تم نے سنا ہوگا اور پڑھا بھی ہوگا کہ صحت انسان کے لئے کیسی ضروری چیز ہے۔ صحت نہیں تو کچھ بھی نہیں۔ دولت اور عزت صحت کے مقابلہ میں سب ہیچ ہیں۔ سرکس میں وہی کام کام کرسکتا ہے جس کی صحت بہت اچھی ہو۔ سرکس میں کام کرنے والے ورزش باقاعدہ کرتے ہیں۔ برے کاموں اور بری باتوں سے قطعی پرہیز کرتے ہیں۔ سگرٹ کو چھوتے تک نہیں تمباکو نوشی کے نقصانات تم اپنی کتابوں میں پڑھ چکے ہو۔ اس کا سب سے بڑا نقصان

طلبہ کے لئے یہ ہے کہ ان کا خط عموماً اچھا نہیں ہوتا ۔ تمباکو نوشی سے دل کی دھڑکن تیز ہو جاتی ہے ۔ ہاتھوں میں ایک قسم کا رعشہ سا پیدا ہو جاتا ہے جس کی وجہ سے لکھنے میں صفائی اور خوبصورتی نہیں آسکتی۔

اگر تم چاہتے ہو کہ تمہارے جسم سرکس والوں کی طرح سڈول، خوبصورت اور مضبوط ہوں تو خوب ورزش کرو اور بری باتوں سے بچو۔

سرکس دیکھنے سے ہم میں نہ صرف ورزش کا شوق پیدا ہوتا ہے بلکہ اس بات کا بھی زبردست ثبوت ملتا ہے کہ انسان خدا کی پیدا کی ہوئی تمام مخلوقات سے بہتر اور عقلمند ہے وہ کیسے کیسے بڑے اور خونخوار جانوروں کو سدھا کر ان سے کتنے بڑے بڑے کام لیتا ہے ۔

ایک بہت بڑے پنجرے میں صرف ایک انسان کئی کئی شیروں کو نچاتا ہے۔ آگ کے حلقوں میں سے گذارتا ہے۔ شیر اور بکری کو ایک گھاٹ پانی پلاتا ہے ۔ شیر پر بکرے کی سواری کرتا ہے۔ انسان کے ادنیٰ اشارے پر ہاتھی اور گھوڑے کھڑے ہو جاتے ہیں۔ سلام کرتے ہیں۔ ناچتے ہیں۔ میز کرسی پر بیٹھ کر کھانا کھاتے ہیں اور طرح طرح کے کھیل کود دکھلاتے ہیں۔

بہت سے بچے پڑھنے سے گھبراتے ہیں کتابوں کو "ہوا" سمجھتے ہیں۔ لیکن بچو! تمہیں یہ معلوم نہیں کہ استقلال، محنت اور متواتر دل لگا کر کام کرتے رہنے سے انسان کیسا ہی کڑے سے کڑا کام کیوں نہ ہو کر سکتا ہے میں نے دہلی ہی میں ایک سرکس کے اندر دیکھا کہ بہت بلندی پر ایک تار پر جو دور تک دو کھمبوں کے درمیان بندھا ہوا تھا ایک لڑکی بہت دیر تک چلی اور اس پر ناچ دکھایا کتنی ہمت کا کام ہے ۔ یہ سب استقلال اور محنت کا نتیجہ ہے ۔ کسی کام کو ابتدا میں مشکل دیکھ کر گھبرانا نہیں چاہیئے ۔

بچو! فرماں برداری بھی ایک عجیب چیز ہے ۔ تم کو تو خدا نے عقل بھی دی ہے جانوروں کو دیکھو! اسکو ماننے سے کیسے فا

اور فرماں بردار ہوتے ہیں۔

میں نے ایک اور سرکس میں دیکھا کہ ایک اٹلی کے باشندے کے پاس ایک کتا تھا جو عجیب و غریب کھیل دکھا کر لوگوں کو خوش کیا کرتا تھا۔ اُس روز جب میں سرکس دیکھنے گیا اُس کتے نے یہ دکھایا کہ وہ اپنے وقت کو کس طرح صرف کرتا ہے۔ سرکس کے تماشہ کرنے کی جگہ پر تمام ضروری اشیاء موجود تھیں کتا اپنے آقا کے ساتھ چپ چاپ اُس جگہ آیا۔ پہلے اس نے یہ بتایا گویا وہ صبح سویرے سو کر اُٹھا ہے۔ پلنگ سے اٹھتے ہی وہ جائے ضرورت میں پہونچا اور بعد فراغت ٹب کے اندر گھس گیا گویا نہا رہا ہے۔ نہانے کے بعد ایک چھوٹے سے تخت پر اکڑوں بیٹھ گیا اور دونوں ہاتھ اٹھا کر دعا مانگی۔ گویا خدا کے حضور میں نماز ادا کر رہا ہے۔ اس کے بعد کرسی پر بیٹھ کر ناشتہ کیا۔ پھر آقا کو سلام کیا۔ دن بھر آقا کے مختلف کام کرتا رہا اور پھر شام کو سونے سے پہلے اس نے پہلے کی طرح نماز ادا کی۔

پس بچو! ہمیں کھیل تماشوں کو ہنسی میں ہی نہیں ٹال دینا چاہئے بلکہ اُن سے اچھے اچھے سبق حاصل کر کے اپنے معیارِ زندگی کو اعلیٰ پیمانہ پر پہونچانا چاہئے۔

(محمد یٰسین بی اے بی ٹی)

"تعلیم پانے کے بعد میں کیا کروں گا"

تمام طلبہ سے خواہ وہ مڈل کلاس میں پڑھتے ہوں یا انٹرنس میں درخواست کیجاتی ہے کہ وہ مندرجہ بالا موضوع پر ایک ایک مضمون لکھیں۔ اُس مضمون میں وہ اپنے صحیح خیالات تحریر فرمائیں جس میں کوئی بناوٹ نہو۔ مضمون زیادہ طویل نہو۔ زیادہ سے زیادہ اتنا ہو کہ اس رسالہ کے دو صفحوں میں آجائے زبان بہت آسان ہونی چاہئے۔ تمام مضامین رسالہ ہونہار میں شائع کئے جائیں گے اور جو مضمون سب سے اچھا ہوگا اس پر چاندی کا ایک تمغہ انعام میں دیا جائیگا۔ منیجر رسالہ ہونہار دہلی
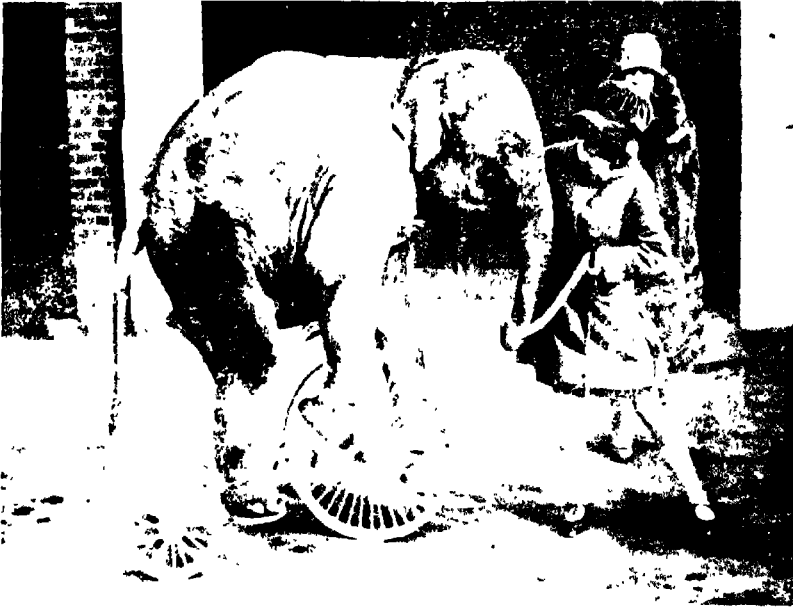
ایک ہندوستانی بچہ جس کی عمر ۵ سال ہے، دو لونڈوں کی موٹی
داستانوں کو تمام کو زبانی سناتا ہے۔

ایک بہت سار دست بیا کر ہدا ہے۔

عابد کا خواب

عابد نہایت نیک اور عبادت گذار
آدمی تھا۔ ایک رات جب کہ وہ میٹھی میٹھی نیند
کے مزے لے رہا تھا خواب میں کیا دیکھتا ہے
کہ ایک بوڑھا شخص سفید کپڑے پہنے اور سبز
عمامہ باندھے ابلق گھوڑے پر سوار ہے اور
اس سے کہہ رہا ہے کہ اے عابد خدائے تعالیٰ
تجھے حکم دیتا ہے کہ کل علی الصباح تو ایسے جنگل
کا سفر کر جہاں انسان کا بہت کم گذر ہوتا ہو۔
مگر پانچ باتوں کا خیال رکھنا۔

(۱)، سب سے پہلے جس چیز پر نظر پڑے اٹھا کر کھا لینا
(۲)، دوبارہ جو چیز دیکھنا چھپا دینے کی کوشش کرنا۔
(۳)، تیسری دفعہ جو چیز دیکھو اس سے گریز کرنا
(۴)، چوتھی کو ناامید نہ کرنا۔
(۵)، پانچویں سے گریز کرنا۔

صبح کو عابد اٹھا اور نماز سے فارغ ہوکر
ایک جنگل کی طرف چل دیا۔ ابھی تھوڑی ہی
دور گیا تھا کہ اس کی نظر ایک پہاڑ پر پڑی
وہ بڑا حیران ہوا کہ خدا کا حکم تو یہ ہے کہ
جو چیز پہلے دیکھنا کھا لینا۔ یہ سوچتے سوچتے
وہ آگے بڑھا تو دیکھا کہ پہاڑ کی جگہ ایک چھوٹا
سا ٹیلہ ہے۔ اب اس نے خیال کیا کہ ضرور
اس میں کچھ بھید ہے۔ جب وہ اس کے قریب
پہونچا تو یہ دیکھ کر وہ بہت خوش ہوا کہ وہاں
نہ پہاڑ ہے نہ ٹیلا بلکہ تھوڑا سا حلوہ رکھا ہوا ہے،
عابد نے خدا کا شکر ادا کیا اور اس کو اٹھا کر کھا لیا

اب وہ آگے بڑھا تو اس نے جواہرات
سے بھرا ہوا ایک طشت دیکھا چنانچہ خدا کے
حکم کے بموجب اس نے اس کو زمین میں دفن
کر دیا اور آگے بڑھا مگر مڑ کر جو دیکھا تو طشت
زمین پر رکھا ہوا تھا۔ وہ واپس آیا اور اس
کو پھر زمین میں دبا دیا۔ تیسری دفعہ پھر یہی واقعہ
پیش آیا۔ اب اس نے اس کو ایک کنوئیں
میں ڈال کر کنواں مٹی سے بھر دیا۔ مگر چوتھی
مرتبہ جو دیکھا تو طشت پھر بھی زمین پر موجود تھا

اب عابد نے خیال کیا کہ مجھ کو تو کوشش کرنے کا حکم تھا سو میں کوشش کر چکا۔ یہ خیال کر کے وہ آگے بڑھا۔ اب ایک پرندہ اڑتا ہوا اس کے پاس آیا اور کہا اے عابد مجھے امان دے کیونکہ ایک باز مجھکو ستا رہا ہے اور مجھے کھا جانے کی فکر میں ہے۔ عابد نے اُسے اپنی کوٹ کی جیب میں چھپا لیا۔ اتنے میں اس نے دیکھا کہ باز اُڑتا ہوا آیا اور اکڑ بولا کہ عابد میرا شکار تیرے پاس ہے خدا کے واسطے اُسے چھوڑ دے۔ میں تین دن سے بھوکا ہوں۔ اب تو عابد بڑا پریشان ہوا کہ کیا کرے کیا نہ کرے۔ اگر پرندے کو چھوڑتا ہے تو خدا کے حکم کے خلاف ہے۔ نہیں چھوڑتا تب بھی خدا کے حکم کی مخالفت ہوتی ہے کیونکہ اس کا حکم ہے کہ تیسرے کو بچانا اور چوتھے کو ناامید نہ کرنا۔

آخر عابد نے اپنی ران کا ایک ٹکڑا کاٹکر باز کو دے دیا۔ باز گوشت لے کر اُڑ گیا۔ اب عابد نے پرندے کو بھی چھوڑ دیا اور آگے چلا۔ چلتے چلتے اسے بدبو معلوم ہوئی۔ اِدھر اُدھر دیکھا۔ کچھ دکھائی نہ دیا۔ تھوڑی دور آگے چلا تھا کہ اس نے دیکھا کہ ایک مردار پڑا ہے اور اس میں سے سخت بدبو آرہی ہے۔ یہ دیکھ کر وہ بھاگا

جب پانچوں باتیں پوری ہوگئیں تو عابد گھر کو واپس آیا۔ گھر آکر اُس نے اپنی ران کو دیکھا جہاں سے گوشت کاٹ کر باز کو دیا تھا۔ وہاں زخم کا نشان تک نہ تھا۔

اب وہ سوچنے لگا کہ یا الٰہی ان پانچوں باتوں میں کیا بھید تھا؟ یکایک اُسے نیند آگئی اور اس نے خواب میں پھر اسی شخص کو دیکھا۔ بوڑھے آدمی نے کہا کہ اے عابد! ان پانچوں باتوں کا میں تجھکو بھید بتاتا ہوں جو تو نے آج دیکھی ہیں۔ سُن

(۱) جب انسان کو غصہ آتا ہے تو ایک پہاڑ کی مانند ہوتا ہے مگر انسان جب اس کو ضبط کر لیتا ہے تو وہ حلوے کی مانند ہو جاتا ہے۔ پہلی بات میں یہ بھید تھا۔

(۲) تو نے جو جواہرات سے بھرا ہوا طشت دیکھا وہ نیکی تھی۔ کوئی شخص نیکی کو لاکھ پوشیدہ کرنا چاہے

وہ چھپ نہیں سکتی۔

(۳) جو کوئی شخص تجھ سے مدد مانگے اس کو مدد دے کہ تیرا اس پر احسان رہے گا۔

(۴) چوتھی بات یہ ہے کہ کوئی شخص تیرے پاس امانت رکھے اس میں خیانت نہ کر۔

(۵) پانچویں بات جو تو نے جنگل میں دیکھی وہ مردار تھا جس کی بدبو سے تمام جنگل سڑ رہا تھا وہ جھوٹ تھا۔ لہذا ہمیشہ جھوٹ بولنے سے بچ۔

(محمد فاروق حسن پانی پتی)

ہندوستان کی تجارت

ہندوستان میں ممالک غیر سے کس قیمت کا سامان سالانہ آتا ہے

سامان	قیمت
فولادی سامان	۲۱ کروڑ ۲۵ لاکھ روپے
دیگر دھات کا سامان	۵ کروڑ ۵۰ لاکھ "
کوئلہ	۳ " ۲۵ " "
مشین اور بجلی کا سامان	۲۴ " ۵۰ " "
ریلوے کا سامان	۱۹ " — "
چاقو چھریاں اور برتن وغیرہ	۷½ " — "
روئی کا کپڑا	۷۱ " "
ریشم کا کپڑا	۳ " ۵۰ لاکھ "
کھانڈ	۲۷ " — "
دوائیں اور رنگ وغیرہ	۶ " ۲۵ " "
تیل و عطر	۹½ " - "
صابن	ایک کروڑ ۲۵ لاکھ "
تمباکو اور سگریٹ	۲ کروڑ ۲۵ لاکھ روپے
دیا سلائی	۲ " "
شراب	۲ " ۵۰ " "

نشہ کی چیزوں کی تجارت ۱۹۲۲ء سے حکومت کے ہاتھ میں ہے اور اسے ہر سال شراب سے ۱۴ کروڑ ۵۰ لاکھ روپے چرس بھنگ تمباکو سے ۴¾ کروڑ اور افیون سے ۳½ کروڑ سالانہ کی آمدنی ہوتی ہے۔

ہندوستان سے باہر جانے والا سامان

سامان	قیمت	سامان	قیمت
روئی	۱۷ کروڑ	سن	۴۷ کروڑ
اون	۴½ "	اناج	۵½ "
تیل	۴½ "	چمڑا اور کھالیں	۱۱ "
ابرک	ایک "	تیلوں کے بیج	۲۴½ "

ہندوستان میں ہر سال تقریباً ۸ کروڑ من چاول اور ۱۹۰ کروڑ من گیہوں پیدا ہوتے ہیں۔

پن چکّی والا

انوپ شہر سے اچھے خاصے فاصلہ پر ایک گاؤں ہے بیکھنا۔ گاؤں سے کچھ دور نہر کے کنارے ایک پن چکّی تھی اس میں بیکھنا کے سب کسان شادی بیاہ کے لئے جب اناج پسوانا ہوتا تھا تو گیہوں جو وغیرہ پسواتے تھے اور روز کے خرچ کے لئے بھی بہت سے لوگ یہاں سے آٹا خرید لیا کرتے تھے اس پنچکّی کا مالک بہت ہی کنجوس آدمی تھا۔ اس کا نام ہمیں معلوم ہے مگر تمہیں اس لئے نہیں بتاتے کہ سُنا ہے ایسے کنجوس آدمی کا نام صبح صبح لے لو تو روٹی نہیں ملتی۔ کہیں ایسا نہ ہو کہ تم صبح صبح اس قصہ کو پڑھو اور دن بھر بھوکا رہنا پڑے۔

یہ کنجوس پن چکّی والا آٹا ہی نہیں بیچتا تھا بلکہ کسانوں کو سود پر قرض بھی دیتا تھا۔ بونے کی فصل میں بیج بھی قرض دیا کرتا تھا اور فصل کٹنے پر دوگنا چوگنا اناج وصول کرتا تھا۔ جس نے اس سے ایک دفعہ ادھار لے لیا بس ایسا پھنسا کہ کبھی اس کے قابو سے نکلنا نصیب نہ ہوا۔ بہت سے کسانوں کے کھیت اس نے سود بڑھا بڑھا کر خرید لئے اور ان بیچاروں کو بس مزدور بنا کر اسی زمین پر کام لیتا تھا۔ اور ہر وقت اس فکر میں رہتا تھا کہ اسے پھانسوں اُسے پھانسوں۔ گاؤں والے سب اس سے جلتے تھے جی میں برا جانتے تھے مگر کیا کریں ضرورت بری بلا ہے پھر وقت پڑے اسی کے پاس جاتے تھے۔

ایک روز کا قصہ ہے کہ دن مندے ایک بوڑھا اس کے دروازہ پر آیا۔ اس کی ڈاڑھی بہت لمبی تھی اور سفید جیسے براق۔ اس نے دروازہ پر آکر آواز دی " بابا اللہ بھلا کرے۔ اللہ کے نام پر مانگتا ہوں۔ بھوک بری چیز ہے۔ اللہ نے تجھے بہت دیا ہے۔ غریبوں کو بھی کچھ دے۔ اللہ تجھے دونا دیگا " پن چکّی والے نے جواب دیا " ٹھیک ہی میاں۔ بھوک جتنی تیز ہوتی ہے آٹا اتنا ہی مہنگا ہوتا ہے۔ میرے پاس آٹا بیچنے کو ہے بانٹنے کو نہیں۔ میں غریبوں کو دوں اس سے پہلے تو یہ نہر کا پانی ہی سوکھ جائیگا۔" "اچھا بابا" بوڑھا بولا

"اچھا تو یہ بھی ہو جائے گا" یہ کہکر بڈھا تو اندھیرے میں جنگل کی طرف چل دیا اور غائب ہوگیا۔ پن چکی والا بکتا جھکتا اٹھا۔ دروازہ بند کیا اور یوں ہی بڑبڑاتا ہوا جا اپنی کھٹیا پر لیٹ گیا۔ آدھی رات گئے ایک شور ہوا اور ہر طرف سے سائیں سائیں زائیں زائیں کی ایسی آوازیں آنا شروع ہوئیں کہ پن چکی والا بڑبڑا کر اٹھ بیٹھا۔ آندھی کا یہ حال کہ سارا گھر ہل رہا تھا۔ اور معلوم ہوتا تھا کہ چھت بس اب اڑی۔ اور ادھر چکی بند ہوگئی تھی۔ نہر کا پانی پن چکی سے کچھ ہی فاصلہ پر زمین کے اندر غائب ہو گیا تھا۔

پن چکی والے پر یہ اللہ کا عذاب آیا تھا۔ کوئی اور ہوتا تو اسے سمجھتا اور توبہ کرتا مگر اس نے تو آسمان کی طرف دیکھا اور کہا "اچھا اچھا میرے پاس ابھی آٹا ہے۔ چکی بند ہوگئی تو کیا۔ اپنا پانی چھین لیا تو کیا میرا آٹا بھی چھین لے گا" یہ کہہ ہی رہا تھا کہ کھڑکی کے پاس وہی بوڑھا پھر دکھائی دیا اسے دیکھ کر چکی والا اور بھی جھلایا اور بہت ڈانٹ کر پوچھا کہ "اب پھر کا ہکو آیا ہے۔ اب کیا مانگتا مانگتا ہے"۔ بوڑھا بولا "توبہ کر توبہ کئے پر پوچھا تو نے اللہ سے گستاخی کی اور اس کے بندوں کو ستایا۔ بھوکوں کو آٹا دے اللہ معاف کریگا۔ نہیں تو جس نے تیری چکی بند کردی وہ تیرا آٹا بھی چھین سکتا ہے" پن چکی والے کو یہ باتیں بہت ہی بری لگیں اور بڑے غصہ میں آکر اس نے کہا "اچھا چپ بس بہت بکواس مت کر، اچھا وہ میرا آٹا بھی لیلے مجھے بھی لے لے۔ دیکھوں میں بھی تو اسے دیکھوں" بوڑھا یہ باتیں سن کر چلا گیا' بہت دن نہ گذرے تھے کہ ایک روز رات کو بڑا سخت طوفان آیا۔ ایسا اندھیرا ہوگیا کہ ہاتھ کو ہاتھ نہیں ملتا تھا اور وہ شور کہ خدا کی پناہ۔ بادل ایسے گرج رہے تھے کہ کانوں میں انگلیاں رکھو تب بھی دل ہل جائے۔ بجلی ایسی چمک رہی تھی کہ آنکھیں چندھیا جاتی تھیں اور کڑک کے مارے زمین ہل رہی تھی۔ ایک دفعہ اس زور کی بجلی چمکی کہ بس دن سا ہوگیا اور ایسی کڑکی کہ الاماں کڑک کر بجلی پن چکی پر گری اور ساری چکی اور مکان اس طرح جلنے لگا جیسے کسی نے بھس میں آگ لگا دی ہو۔ آگ کی لپٹ سے ادہر ادہر کے پیڑ سب جل گئے اور پانی کا نام نہ تھا کہ کوئی بجھاتا اور پانی ہوتا بھی تو کوئی اس آگ کا کیا کر لیتا۔ پن چکی والا سارے گھر میں دیوانوں کی طرح بھاگا بھاگا پھرتا تھا کہ لوگو

دوڑو۔ دوڑو۔ مدد۔ مدد

یہ اِسی طرح بوکھلایا ہوا دوڑ ہی رہا تھا کہ وہی بوڑھا سامنے آیا اور بڑی نرمی سے بولا "بھائی میاں۔ اب میں آخری مرتبہ تمہارے سامنے آیا ہوں اس لئے کہ تم مدد مانگ رہے ہو اور میرا کام ہے مدد دینا۔ اب بھی کچھ نہیں بگڑا۔ اپنے غرور چھوڑ توبہ کر اور اللہ کے بندوں کو مت ستا" چکی والا یہ باتیں سن کر آگ بگولہ ہی ہوگیا اور چلا کر بولا "بس بس تیری مدد، تیری توبہ بھاڑ میں جائے بے ایمان سامنے سے ہٹ جا۔ میری چکی لی میرا آٹا جلایا۔ اب میری مدد کرنے آیا ہے۔ سامنے سے دور ہو" بوڑھے نے پھر نرمی سے سمجھایا مگر چکی والے نے بہت زور سے چلا کر کہا "بس چل ملا ہو۔ سامنے سے ہٹ۔ میری زندگی میری ہے اور اس میں کسی کو کچھ دخل نہیں۔ میں جو ہوں سو ہوں۔ وہی رہوں گا وہی سیکھنا چکی والا" بڈھا غائب

صبح سیکھنا کے لکڑہارے اور گڈریے جب جنگل کو گئے تو دیکھا کہ چکی والا ایک پیڑ کی شاخ سے مرا ہوا لٹکا ہے۔ اس نے خود اپنا گلا گھونٹ کر جان دی تھی۔ گاؤں والوں نے یہیں جنگل میں اُسے گاڑ دیا۔ مگر سُنا ہے کہ چاندنی راتوں میں لوگوں نے اُسے اِدھر اُدھر گھومتے ہوئے دیکھا ہے۔ وہی آٹے سے بھرا ہوا کرتہ اور میلی ٹوپی پہنے گھومتا ہے اور لوگ اُس سے ڈرتے ہیں۔ (پیام تعلیم)

(رقیہ ریحانہ دہلی)

عزت

اگر تم چاہتے ہو کہ لوگ تمہاری عزت کریں تو تم لوگوں کی عزت کرو۔ اپنے والدین اور استاد سے ادب کے ساتھ گفتگو کرو۔ اپنے ساتھ والوں سے مہربانی اور محبت کے ساتھ پیش آؤ۔ کسی کو برا بھلا مت کہو اگر تم سے کوئی قصور ہو جائے یا تمہاری غلطی ہو تو تم ندامت کرو بلکہ معافی مانگ لو اور آئندہ احتیاط سے رہنے کا وعدہ کرو۔ اگر کسی کو تمہاری مدد کی ضرورت ہو تو فوراً اس کا کام کردو۔ پھر دیکھو! لوگ تمہاری کتنی عزت کرتے ہیں۔ یہ ہمیشہ یاد رکھو کہ اپنی عزت اپنے ہاتھ ہے۔

محمد اسحاق

صدر بازار دہلی

شیخی کا نتیجہ

ایک لڑکی اور اُس کے ساتھی تین نادان لڑکے ریت کے ایک ٹیلے پر کھیل رہے تھے کہ اتنے میں ان کے رفیق چند پالتو جانور بھی اُدھر آ نکلے اور اور بچوں سے درخواست کی کہ ہمیں بھی کھیل میں شریک کر لو۔" جاؤ اپنا راستہ لو۔ ہمیں دق نہ کرو۔ جاؤ الگ کھیلو۔ تمہارا ہمارا کیا ساتھ" بچوں نے کہا۔

جانوروں نے کہا "بہت اچھا۔ ہم الگ ہی کھیلیں گے اور تمہیں ایک نہایت اچھا کھیل دکھائیں گے۔" وہ ایک رسی لائے اور اس کو ٹیلے کے گرد بچھا دیا اور دونوں طرف رسی کے سرے پکڑ کر زور لگانا شروع کیا۔ اور کہا " واہ ! ہمارا کھیل بھی کتنا اچھا ہے

لڑکے بولے اوہ! ہم اس محل کے بادشاہ ہیں۔ لڑکی بولی "اور میں اس کی شہزادی ہوں" لیکن ادھر جانور برابر زور لگا رہے اور ٹیلے کو مٹھی میں لے لیا تھا۔ آخر کار ریت کا ٹیلا ڈگمگا کر الٹ پلٹ ہونے لگا۔ اور وہ بچے ٹیلے پر سے گرنے لگے۔
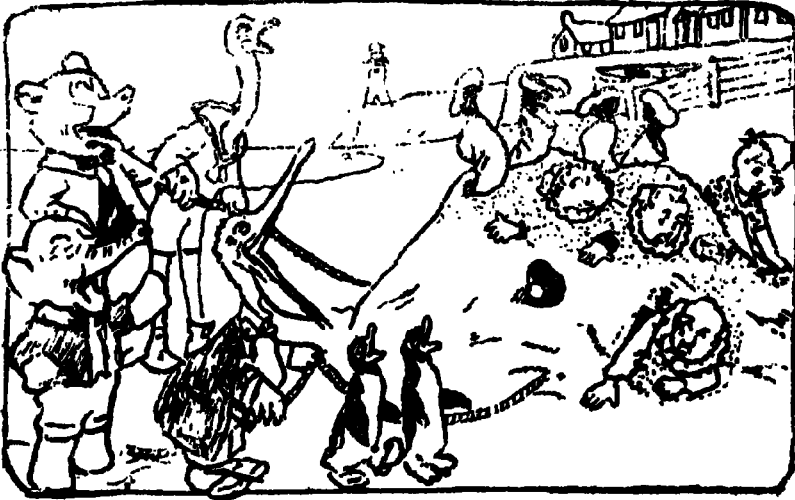
لیکن ان کے ساتھی برابر زور لگاتے رہے اور رسی سے ریت کے ٹیلے کو کھینچتے رہے۔ آخرکار تمام ٹیلہ الٹ پلٹ ہو گیا اور تینوں لڑکے اور لڑکی ریت میں دب گئے۔ اب ان کے ساتھیوں نے ان پر ہنسنا شروع کیا۔ اور کہا "شیخی کا نتیجہ دیکھا۔ انسان کو بڑا بول نہیں بولنا چاہیئے اور اپنے ساتھیوں سے شیخی کی بات نہیں کہنی چاہیئے"۔

بچوں کا ترانہ

۱؎ تو ہی سنے گا بات ہماری
بگڑی سب کی تو نے سنواری
راجہ پرجا تیرے پجاری
ساری دنیا تیری بھکاری
دیتا ہے تو باری باری
کیوں کہ داتا ہے تو سب کا

۲؎ رام خدا اور ایشور داتا
اللہ رازق گاڈ اور مولا
مالک تیرے نام ہیں صدہا
ہم کو بھی دیدار دکھا جا
صورت تیری ہو گی پیاری
کیوں کہ تیری شکل ہے یکتا

۳؎ شاہ وزیر و جن و انساں
پیر پیمبر حور و غلماں
سکھ عیسائی ہندو مسلماں
چھوٹے بڑے داناؤ ناداں
رعب ہے تیرا سب پر طاری
کیوں کہ تو ہے سب کا آقا

۴؎ کر دے پوری دل کی دعائیں
علم کی دولت خوب کمائیں
راجہ رعیت باپ اور مائیں
ملک میں اپنے غم نہ اٹھائیں
سن لے یا رب بات ہماری
کیوں کہ رب ہے تو ہی سب کا

۵؎ خلق و مروت ہم کو عطا ہو
اُستادوں کا خوب بھلا ہو
ملک میں اپنے اب ایکا ہو
دنیا دیکھے پھر ہاں کیا ہو
ایک ایک ہووے لاکھ پہ بھاری
کیوں کہ تو ہوگا سر پہ مولا

ایسا نہ ہو ہم گھبرا جائیں
کام سے اپنے جی نہ چرائیں
کچھ دنیا کو کر کے دکھائیں
وقت پڑے تو سر پہ اٹھائیں
بوجھ ہو اختر چاہے بھاری
کیوں کہ ہے تیرا کافی سہارا

اختر بلرامی

سوئٹزرلینڈ کے بچے

"ہونہار" بچو! براعظم یورپ میں ایک چھوٹا سا ملک سوئٹزرلینڈ ہے جو گویا ہندوستان کا کشمیر ہے۔ اس کی خوب صورت وادیاں سرسبز و شاداب درخت اور سبزپانی کی مصفّا جھیلیں بہت ہی دلفریب ہیں۔ یہاں کے نظاروں سے لطف اُٹھانے اور صحت بخش ہوا کی خاطر سے اکثر ممالک کے لوگ آ کر سیر و تفریح کرتے ہیں۔

آج ہم وہاں کے بچوں کے کچھ حالات تمہیں بتانا چاہتے ہیں۔ سوئٹزرلینڈ اگرچہ ایک بہت مختصر ملک ہے مگر پہاڑوں کی وجہ سے چھوٹے چھوٹے حصوں میں منقسم ہے اور تعجب کا مقام ہے کہ اتنے سے مختصر ملک میں تین مختلف زبانیں بولی جاتی ہیں۔ فرانسیسی۔ جرمنی اور اطالوی لوگوں میں مختلف زبانوں کے سیکھنے کا بہت شوق ہے۔ وہ اُن مقامی بولیوں کو خوب سمجھتے ہیں اور کوشش کرتے ہیں کہ زبان کا اختلاف دور ہو جائے۔ اس کا ابتدائی طریقہ یہ ہوتا ہے کہ ایک جگہ کے بچے دوسرے حصے میں تبدیل ہو کر چلے جاتے ہیں اور وہاں کی زبانیں سیکھ کر اُن دشواریوں کو دور کر دیتے ہیں جن خاندانوں میں جرمنی زبان بولی جاتی ہے اُن کے بچے اُن خاندانوں میں بھیجدئے جاتے ہیں جہاں اطالوی یا فرانسیسی بولی جاتی ہے اور اطالوی بولنے والے بچے جرمنی بولنے والے خاندانوں میں آ کر رہتے ہیں۔ یہ بچے اِن نئے گھروں میں کم از کم آٹھ نو مہینوں تک رہتے ہیں اور تینوں زبانوں کو بولنے کے قابل ہو جاتے ہیں۔ پھر انگریزی وغیرہ بھی پڑھنی شروع کر دیتے ہیں گرمیوں میں سوئٹزرلینڈ کے بچوں کو بہت سی چھٹیاں ملتی ہیں اور وہ پہاڑوں پر بہت لطف سے سیر و تفریح کرنے میں مشغول ہو جاتے ہیں

جاڑوں میں بچے زیادہ تر اسکولوں میں رہتے ہیں۔ سوئٹ زر لینڈ کے جاڑے بھی کچھ کم دلکش نہیں ہوتے۔ بچے اِس زمانہ میں بھی طرح طرح کے کھیل کھیلتے ہیں۔ وادی میں بچے ایک چھوٹی سی گاڑی میں ڈور باندھ کر دوڑتے ہیں۔ کئی کئی لڑکے مِل کر مقابلہ کرتے ہیں۔ جیتنے والی گاڑیوں کو پھولوں سے سجایا جاتا ہے۔ چونکہ جگہ کہیں سے اونچی اور کہیں سے نیچی ہوتی ہے اور اس پر گاڑی کو کھینچنا اور گھسیٹنا پڑتا ہے اس وجہ سے بچوں کے بازو اور جسم بہت مضبوط اور طاقتور ہو جاتے ہیں۔ بچے چیخ چیخ کر گانے کے بہت شوقین ہوتے ہیں۔ وہ ٹولیاں بنا بنا کر با آوازِ بلند گیت گاتے ہیں اور اس قدر چیختے ہیں کہ پہاڑی کے دوسری طرف کے بچوں کی بھی آواز ان کو سنائی دیتی ہے۔

جو بچے ذرا بڑے ہوتے ہیں وہ جنگل میں جاتے ہیں اور اپنے بزرگوں کا لکڑی کاٹنے میں ہاتھ بٹاتے ہیں۔ درخت خزاں کے موسم میں کاٹ کر چھوڑ دئے جاتے ہیں حتیٰ کہ برف پڑنا شروع ہو جاتا ہے اور ان پر اس طرح جم جاتی ہے جیسے چاندی کے پترے۔

جاڑوں کے بعد یہ لکڑی کے کندے لڑکے لڑھکا کر منڈی میں لے آتے ہیں اور فروخت کر دیتے ہیں یا اپنے اپنے گھروں میں جلانے کے لئے لیجاتے ہیں۔

گرمیوں کے شروع میں جب برف پگھل چکی ہوتی ہے۔ پہاڑوں پر عجیب بہار ہوتی ہے عمدہ لمبی گھاس ہر طرف اُگی ہوتی ہے۔ ان پر مویشیوں کو چرانے کے لئے لڑکے اپنے اپنے گلے ہنکا کر لیجاتے ہیں۔ جب تک روشنی رہتی ہے لڑکے مویشیوں کو لئے لئے پھرتے ہیں۔ شام کے وقت گھر واپس لوٹتے ہیں۔ یہ بچے اپنے ماں باپ کے فرماں بردار اور از حد محنتی ہوتے ہیں۔ ہمیشہ اپنا وقت پڑھنے، کھیلنے اور گانے میں صرف کرتے ہیں۔ کبھی رنجیدہ نہیں رہتے بلکہ خوب مزے سے خوش وخرم وقت گذارتے ہیں

گرمیوں کے آخری زمانہ میں بچے

جنگل میں رس بھری جمع کرنے کے لئے چلے جاتے ہیں۔ یہ رس بھریاں بہت ہی خوش ذائقہ اور نفیس ہوتی ہیں اور دور دور بکنے کے لئے جاتی ہیں۔ لڑکے بیر اور انناس بھی توڑتے ہیں۔ ایک بچی کو "رس بھریوں" کی ملکہ بناتے ہیں اور اسے عمدہ عمدہ خوش ذائقہ رس بھریوں کے ہاروں سے ڈھانپ دیتے ہیں اور سر پر رس بھریوں کا تاج پہناتے ہیں۔ یہاں کی خوشی میں اور زرد آلو کی تعریف میں سُریلے گیت گاتے ہیں اور دن رات ہنسی کی باتیں کرتے رہتے ہیں۔ حتیٰ کہ چھٹیاں ختم ہوجاتی ہیں اور بچے اپنے دیہاتی مدرسوں کے تحت میں چلے جاتے ہیں اور باقی ماندہ وقت لکھنے پڑھنے میں صرف کرتے ہیں۔

لڑکیاں بھی لڑکوں کے ساتھ ہر کھیل میں برابر کی شریک رہتی ہیں۔ مویشیوں کو چرانے کے لئے لڑکیاں بھی کوہ آلپس پر جاتی ہیں اور اکثر گھروں پر ہی رہتی ہیں۔ دودھ دوہتی ہیں اور مکھن نکالتی ہیں۔ جب اور کاموں سے فارغ ہوجاتی ہیں تو کپڑے سیتی ہیں یا اپنے گھر کی چھوٹی چھوٹی کیاریوں میں بیج ڈالتی ہیں۔

چھوٹی چھوٹی لڑکیاں فیتے اور ٹائیاں بُننے لگتی ہیں۔ آج کل بازاروں میں سوئٹزرلینڈ کی ساختہ "بیلیں اور فیتے" دنیا میں بِک رہے ہیں مگر بہت کم جانتے ہیں کہ ان میں سے بہت سے فیتے اور بیلیں ننھی ننھی لڑکیوں کی سلائیوں کی بنی ہوئی ہیں۔

جاڑوں بھر یہ لڑکیاں فیتے اور موباف بنتی رہتی ہیں۔ آخر کار گرمیاں آجاتی ہیں اور ان کے بھائی اسکولوں سے واپس آجاتے ہیں اور سب مل کر کھیل کھیلنے لگتے ہیں۔

اسی عرصہ میں لڑکے بھی لکڑی کھودنے اور ان میں طرح طرح کے بیل بوٹے بنانے کا کام سیکھ لیتے ہیں۔ یہ بچے بڑھئی کا کام اس قدر عمدہ کرنا سیکھ لیتے ہیں کہ جب وہ بڑے ہوتے ہیں تو اپنا پیٹ پال سکنے کے قابل ہوتے ہیں۔ وہ محض کتابیں نہیں پڑھتے

بلکہ عملی زندگی کی تربیت بھی حاصل کرتے ہیں جو زیادہ تر ان کے ماں باپ دیتے ہیں۔ سوئی کے کام، مکھن کے بسکٹ بنانے لکڑی کھودنے اور صابن بنانے کے کام میں یہ لڑکے اور لڑکیاں بچپن ہی میں مہارت حاصل کرلیتی ہیں اور جب یہ بچے بڑے ہوتے ہیں تو اپنے ملک کے شریف باشندے ہوتے ہیں اور محنت سے اپنی روزی کماتے ہیں۔

(ظفر قریشی دہلوی)

مُلّا اور ایک عیّار

دیر کا واقعہ ہے کہ کسی گاؤں میں وہاب نام ایک شخص رہتا تھا۔ وہاب بڑا عیار اور چالاک آدمی تھا اور تمام گاؤں میں اٹھائی گیرا مشہور تھا۔ محنت مزدوری کرنے سے اسے بہت عار تھی۔ ہر وقت تاک میں لگا رہتا۔ جب موقع پاتا کسی کی گری پڑی چیز اٹھا کر لیجاتا۔ گاؤں کے لوگ اس کے ہاتھوں سے بہت نالاں تھے

ایک روز وہاب نے گاؤں میں سے کسی کی ایک بکری اٹھالی اور کھیت میں جاکر اسے ذبح کر ڈالا اور گوشت چھپا کر گھر لے آیا اور مزے سے بھون بھون کر کھانے لگا۔

کچھ روز کے بعد گاؤں کے مُلّاجی کو بھی خبر ہوگئی کہ وہاب نے بکری چرائی ہے۔ یہ بکری ایک غریب بڑھیا کی تھی۔ مُلّاجی وہاب کو نصیحت کرنے کے لئے سیدھے اس کے گھر پہونچے۔ وہ مُلّاجی سے بڑی اچھی طرح پیش آیا۔ کھاٹ پر اُجلا کپڑا ڈال کر انھیں بٹھایا اور آپ ادب سے زمین پر بیٹھ گیا۔ اب لگے مُلّاجی اُسے نصیحت کرنے اور عذابِ آخرت سے ڈرانے۔

مُلّاجی۔ او وہاب! تو خدا کے عذاب سے ڈر خدا کی مار بہت سخت ہوتی ہے۔

وہاب۔ تو کیا آپ نے بھی کبھی کھائی ہے؟

مُلّا۔ ہنسی مذاق مت کرو۔ تم لوگوں کا مال چرانا چھوڑ دو اور محنت مزدوری کیا کرو

وہاب۔ محنت مزدوری تو کمینے لوگ کیا کرتے ہیں؟

مُلّا۔ بے وقوف! محنت مزدوری سے وہ لوگ اپنے بال بچوں کا پیٹ پالتے ہیں جن کے دل میں غیرت اور حمیت ہوتی ہے وہ کبھی کسی کے سامنے ہاتھ نہیں پھیلاتے اور اپنے دست بازو کی کمائی پر گذران کرتے ہیں۔

وہاب۔ کیا آپ نے مجھے بھی کبھی کسی کے سامنے ہاتھ پھیلاتے دیکھا ہے؟ بولئے نا!

مُلّا۔ ہاتھ پھیلاتے تو نہیں دیکھا۔ لیکن تمنے جو پیشہ اختیار کر رکھا ہے یہ بہت برا اور بالکل غیر شریفانہ ہے اور خدا کو ہرگز پسند نہیں۔

وہاب۔ اجی چھوڑئے صاحب! خدا کو تو بہت سی باتیں ناپسند ہیں۔ اب انسان کیا کیا چھوڑے۔

مُلّا۔ اور اگر چھوڑ دگے نہیں تو جانتے بھی ہو اس کی سزا کیا ہے..... دوزخ۔ وہاب! سنتے بھی ہو۔ دوزخ کی آگ ایک نہایت خوفناک چیز ہے۔ دوزخیوں کو سخت عذاب دیا جاتا ہے اور ہر وقت شعلے مارتی ہوئی آگ میں جلتے رہتے ہیں۔

وہاب۔ ملاجی معاف فرمائیے۔ آپ کی باتوں سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ بھی کچھ عرصہ دوزخ میں ضرور کاٹ آئے ہیں۔ بھلا یہ تو کہئے کہ دوزخ کی شکل و صورت کیسی ہے؟

مُلّا۔ چپ رہ! دوزخ کو کسی نے دیکھا تھوڑا ہی ہے۔ کتابوں میں پڑھا ہے اور بزرگوں سے سُنا ہے۔

وہاب۔ تو بس رہنے دیجئے۔ ہم سُنی سُنائی بات پر اعتبار نہیں کرتے۔

مُلّا۔ معلوم اس وقت ہوگا جب بکری کا مالک خدا کے حضور میں حاضر ہو کر دعویدار بنے گا۔

وہاب۔ دعوے سے کیا ہوگا؟۔ کیا میں جرم کا اقرار کرلوں گا؟ شہادت کون دیگا؟

مُلّا۔ کہیں اس بھلاوے میں مت رہنا! بکری خود تمہارے خلاف شہادت دیگی۔

وہاب۔ لیکن بکری اب کہاں! وہ تو ہضم بھی ہو چکی۔

ملّا: لیکن آخرت کے دن وہ دوبارہ زندہ کی جائے گی اور اس کی شہادت تمہارے جرم کو ثابت کرنے کے لئے کافی ہوگی۔"
وہاب: "تو ملّا جی پھر جھگڑا کیسا۔ اگر بکری زندہ ہوکر میرے سامنے آئے گی تو میں اس کے کان پکڑ کر اس کے مالک کے حوالہ کردوں گا کہ لو اپنی بکری لیجاؤ۔" چلو جھگڑا ختم

(ایم اسلم لاہور)

حرص کا نتیجہ

حجامت بناتا تھا اک روز نائی
دیا اس جگہ ایک بندر دکھائی

بہت غور سے دیکھتا تھا وہ حرکت
کہ کس کس طرح کام کرتا ہے نائی

بڑا خوش تھا بندر کہ آج اس طرح سے
حجامت بنائیں گے خود اپنی بھائی

قضارا کہیں نائی اٹھ کر گیا جب
وہیں کود کر اس نے کسبت اٹھائی

رکھا آئینہ سامنے شکل دیکھی
نئی سر پہ آفت یہ پھر اپنے ڈھائی

نکال استرا ایک پھیرا جو منہ پر
تو خود ناک کی اپنی کر لی صفائی

کٹی ناک ساری بہت خون نکلا
بہت چیخ چھتوں پہ اس نے مچائی

ہزاروں اکٹھے ہوئے آکے بندر
اسی وقت سب نے دوا کچھ لگائی

نتیجہ یہ ہے اس لطیفہ کا نشتر
کہ ہے حرص بھی اک طرح کی برائی

محمد صلاح الدین خاں نشتر طرازی

دلچسپ مشغلہ

چاک (کھریا مٹی) کا شعبدہ

اس شعبدہ کے لئے تمہیں ایک چاک کے ٹکڑے اور ایک ڈسٹر (جھاڑن) کی ضرورت پڑیگی جب یہ دونوں چیزیں مل جائیں تو اپنی چاک سے میز پر تین نقطے لگاؤ جو میز کے کنارے سے تقریباً ایک انچ دور ہوں اور ان میں ایک دوسرے سے چوتھائی انچ کا فاصلہ ہو جیسا کہ تصویر سے ظاہر ہے۔ اپنے دوستوں سے کہو کہ لو میں تمہیں آج ایک جادو کا تماشہ دکھاتا ہوں۔ اپنے ایک دوست کو ڈسٹر دے دو تاکہ وہ میز کے نیچے کی سطح صاف کردے اور کسی قسم کا نشان نہ رہے۔ اپنے بائیں ہاتھ کو کھول کر دکھا دو تاکہ لوگ دیکھ سکیں کہ ہتھیلی میں کچھ لگا ہوا نہیں ہے۔

جب اُن کو اطمینان ہو جاوے تو اپنے بائیں ہاتھ کو میز کے نیچے رکھو اور میز کے اوپر دائیں ہاتھ سے تین نقطے لگاؤ۔ پھر اپنا بایاں ہاتھ نکالو۔ تمہارے دوستوں کو یہ دیکھ کر نہایت تعجب ہوگا کہ میز پر لگائے ہوئے نشان بالکل صاف طور سے ہتھیلی پر آگئے ہیں۔

اس شعبدہ کی تیاری سے پہلے تمہیں چاک سے بائیں ہاتھ کے تین ناخنوں پر نقطے لگا لینے چاہئیں اور اس کا خیال رکھنا چاہیئے کہ کسی کو ان نقطوں کا علم نہ ہو۔ جب تم اپنا ہاتھ میز کے نیچے لیجاؤ مٹھی اس طرح بند کرو کہ ناخنوں کے نشان ہتھیلی پر آجائیں۔ کتنا اچھا شعبدہ ہے۔

دلچسپ آرٹ

کاغذی فرنیچر

کرسی

کرسی کے تین حصے ہوتے ہیں (۱) پائے (۲) نشست (۳) تکیہ۔ ہر ایک حصے کی ترکیب علیحدہ علیحدہ دیجاتی ہے۔

(۱) پائے (مطابق نقشہ نمبر ۱)

۴ مربع انچ کا غذ لو۔ اس میں ایک ایک انچ کی پوری چار لکیریں کھینچو۔ ان چار خانوں میں آدھ آدھ انچ کے خانے نقطہ دار لکیروں سے بناؤ۔ نقطے دار لکیروں کے نیچے کی طرف آدھ انچ کی پوری لکیریں کھینچو۔ کاغذ کو چاقو سے پوری لکیروں پر سے کاٹو اور نقطہ دار لکیروں پر سے موڑو۔ ایک اور ۲ - ۳ اور ۴ - ۵ اور ۶ - ۷ اور ۸ کو اندر کی طرف موڑ کر چپاں کر دو پائے تیار ہو گئے۔

کرسی کے پائے

نقشہ نمبر ۱

(۲) نشست مطابق نمبر ۲

پانچ مربع انچ کاغذ لو اور اس کے کونوں پر آ ب ج د لکھو۔ آ ب کے دونوں کونوں پر ایک انچ کا نشان بنا کر اس کی تنصیف کرو۔ ج د کے دونوں کونوں پر صرف آدھ انچ کے نشان بناؤ۔ آ ب کے آدھ انچ کے نشانات کو ج اور د کے زاویوں پر پوری لکیروں سے ملادو اور انچوں کے نشانات کو ج د کے آدھ انچ کے نشانات سے نقطہ دار لکیروں سے ملادو آ ج و ب د کے کونوں پر آدھ انچ کے نشانات بناؤ اور جس طرح نقشہ میں [illegible]

کرسی کی نشست
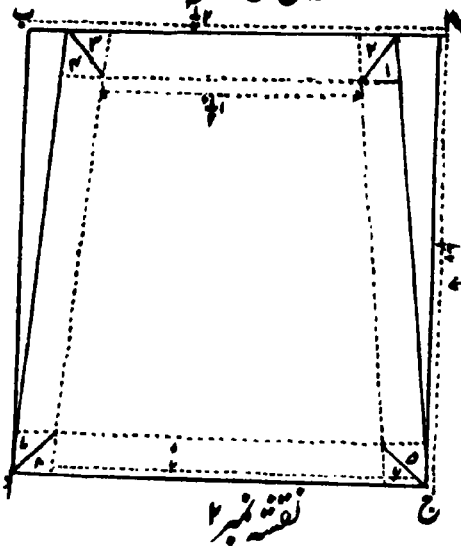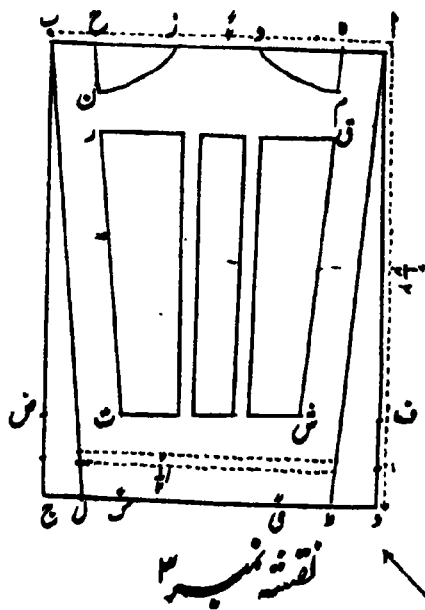
نقشہ نمبر ۲

لکیریں کھنچی ہیں اسی طرح کھینچو۔ پوری لکیروں پر سے کاغذ کاٹ دو اور نقطہ دار لکیروں پر سے موڑ دو

نمبر ا و ۲ - ۳ و ۴ - ۵ و ۶ - ۷ و ۸ کو اندر کی طرف موڑ کر جوڑ دو نشست تیار ہوگئی

(۳) تکیہ (مطابق نقشہ نمبر ۳)

۵ انچ لمبا اور ۴ انچ چوڑا کاغذ لو۔ اس کے کونوں پر آ ب ج د لکھو۔ خط آ ب کے دونوں کونوں پر پہلے ½ کا اور پھر آ کے نشانات بناؤ (ہ و ح ز) خط ج د کے دونوں کونوں پر آ کے نشانات بنا کر اُن کی تنصیف کرو (ی ط ک ل)، آ اور ط کو ب اور ل کو پوری لکیر سے ملا دو۔ آ د ب ج کے اوپر اور نیچے کی طرف ایک ایک انچ کے نشانات (س ع ف ض) لگا کر ان کی تنصیف کرو۔ ہ ی کو اور ح ک کو اس طرح سے ملاؤ جس طرح نقشہ میں دکھایا گیا ہے۔ و اور م کو ز اور ن کو خمدار خطوط سے ملا دو۔ س ع اور ف ض کو اس طرح ملاؤ جس طرح نقشہ میں دکھایا

کرسی کا تکیہ

نقشہ نمبر ۳

گیا ہے۔ اب اندر کی ایک شکل ق ژ ش ٹ نکل آئی۔ اِس شکل میں لکڑیوں کے خطوط خواہ اتنے ہی فاصلے پر بناؤ جتنے کہ نقشے میں دکھائے گئے ہیں۔ یا اپنی پسند کے موافق تکیہ کی لکڑیوں کے خانے بنا لو۔ پوری لکیروں پر سے کاٹ دو۔ تکیہ تیار ہو گیا۔

پاؤں کو نشست کے چاروں کونوں پر اندر کی طرف چپاں کرو اور تکئے کو نیچے کے نقطہ دار خط تک گوند لگا کر نشست میں چپاں کر دو۔ کرسی تیار ہو جائیگی　　(ایزی لکھنؤ)

جادو کی مالا

شیام اپنے ماں باپ کا اکلوتا لڑکا تھا۔ اس میں وہ سب خوبیاں موجود تھیں جو ایک ہونہار لڑکے میں ہونی چاہئیں۔ وہ ہائی اسکول کے درجہ چہارم میں تعلیم پاتا تھا۔ لکھنے پڑھنے میں بلا کا ہوشیار تھا۔ ہمیشہ اپنے درجہ میں اول رہتا۔ یہی وجہ تھی کہ اسے ہمیشہ کوئی نہ کوئی انعام یا وظیفہ اسکول کی طرف سے ملتا رہتا تھا۔ لیکن جہاں شام میں اتنی خوبیاں تھیں وہاں اس میں ایک برائی بھی تھی کہ وہ ہمیشہ جھوٹ بولتا تھا۔ خواہ کیسی ہی بات کیوں نہ ہو لیکن وہ بغیر جھوٹ بولے کوئی بات نہ کہہ سکتا تھا۔

ایک دفعہ اس کے باپ کے پاس ایک پنڈت آیا۔ باپ مغموم بیٹھا ہوا تھا۔ باپ کو رنجیدہ دیکھ کر پنڈت نے کہا "سرکار آپ رنجیدہ کیوں ہیں؟" باپ نے کچھ دیر سوچنے کے بعد جواب دیا کہ "پرمیشر نے سب ہی نعمتیں مجھے عطا کی ہیں۔ اس نے مجھے لڑکا بھی دیا ہے۔ لیکن ایک خیال ہے جو مجھے ہر وقت ستاتا رہتا ہے۔ میرے لڑکے میں سب خوبیاں ہیں لیکن افسوس کہ وہ جھوٹ بہت بولتا ہے اور یہی ایک برائی

اس کی تمام خوبیوں پر غالب ہے۔ اب میں یہ سوچ رہا ہوں کہ اس کی یہ برائی کیسے دور کیجائے۔ کوئی ترکیب سمجھ میں نہیں آتی"۔ پنڈت جی نے کہا "حضور آپ زیادہ فکر نہ کریں۔ لیجئے یہ سچے موتیوں کی مالا ہے۔ لڑکے کو دیدیجئے اور تاکید کر دیجئے کہ وہ اُسے پہنا کرے: اب اگر وہ اسے پہنکر جھوٹ بولے گا تو تمام موتی لوہے کے موتی ہو جائیں گے" یہ کہہ کر پنڈت وہاں سے چلے گئے باپ نے مالا شیام کو دے دی اور تاکید کر دی کہ آیندہ وہ کبھی جھوٹ نہ بولے۔ شیام مالا لے کر خوش خوش باہر چلا گیا۔ تھوڑی دیر بعد اسکول جانے کا وقت آگیا۔ جلدی جلدی کتابیں لے کر شیام اسکول چل دیا۔

جیسے ہی وہ اسکول پہونچا تمام لڑکے اس کے ارد گرد کھڑے ہو گئے اور اس کی مالا کو دیکھنے لگے۔ ان میں سے ایک نے پوچھا "شیام یہ مالا تو بہت اچھی ہے۔ تمہارے پتا اسے کہاں سے لائے ہیں؟" شیام کو جھوٹ بولنے کی عادت تو پڑی ہی ہوئی تھی مسکرا کر بولا "اجی پتا جی نے اسے پانچ سو روپئے میں بنوایا ہے۔ دیکھو نا موتی سچے ہیں شیام کا یہ کہنا تھا کہ تمام موتی لوہے کے ہو گئے اب تو شیام کا تمام راز کھل گیا۔ اس کا چہرہ اداس ہو گیا۔ وہ بہت رنجیدہ تھا اس نے تمام اصل واقعہ اپنے ساتھیوں کو بتلا دیا شام کو جب وہ گھر لوٹا تو باپ نے پوچھا کہ بیٹا یہ مالا تو سچے موتیوں کی تھی لوہے کے موتیوں کی کیوں ہو گئی۔ اب شیام سے زیادہ ضبط نہ ہو سکا وہ زار زار رونے لگا۔ شیام کو روتا دیکھ کر اس کے باپ نے کہا کہ "اچھا بیٹا! اس دفعہ تو تمہاری خطا معاف کئے دیتے ہیں اگر آیندہ ایسا کیا تو پھر یہ تمہاری مالا ہمیشہ لوہے کے موتیوں ہی کی رہے گی۔ اب توبہ کرو کہ کبھی جھوٹ نہ بولوں گا"۔ شیام نے سچے دل سے توبہ کی اور اقرار کیا کہ آیندہ کبھی جھوٹ نہ بولوں بولوں گا۔ شیام کا یہ کہنا تھا کہ اس کی مالا پھر سچے موتیوں کی ہو گئی۔ اس کے بعد شیام

پھر کبھی جھوٹ نہیں بولا اور اس کی مالا ہمیشہ سچے موتیوں ہی کی رہی۔ دیکھیں آج سے کتنے ہونہار بچے جھوٹ بولنا چھوڑتے ہیں۔

(محمد مبشر علی ارشد بدایونی)

وقت کی قدر کرو

اپنا وقت فضول کاموں میں ضائع نہ کرو اور اپنی ہر چیز کے ضائع ہونے کا بھی ہر وقت خیال رکھو اور آج کا کام کل پر نہ چھوڑو۔ آج کا دن اگر چلا گیا تو وہ پلٹ کر نہیں آسکتا۔ وقت اللہ کی بڑی رحمت ہے۔ جب وہ ایک دفعہ کھو گیا پھر ہاتھ نہیں آتا۔ بقول ایک فلاسفر کے کہ گذرے ہوئے وقت پر آسمان کو بھی قدرت حاصل نہیں ہوتی"

موجودہ وقت کو اس طرح نہ صرف کرو کہ بعد میں تمہیں پچھتانا پڑے اور پھر تم یہ کہتے پھرو کہ افسوس اب تو وقت نکل گیا ورنہ یوں نہ ہوتا" یہ ایسے جملے ہیں جن سے دل کو اور بے چینی ہوتی اور پھر خیالات بھی اپنے نہیں ہوتے۔

وقت ایک ایسی نعمت ہے جس کا تمہیں ہر ہر لمحہ کا حساب دینا ہوگا۔ ایک بڑے زبردست فلاسفر کا مقولہ ہے کہ "میری زندگی کی ساری کامیابیاں اس کی بدولت ہیں کہ میں ہمیشہ ہر کام کے لئے اس کے وقت معینہ سے پاؤ گھنٹے پہلے تیار ہو جایا کرتا تھا"۔

پس اے عزیز بچو! تم اپنے وقت کو برے کاموں اور فضول کھیل کود میں ضائع نہ کرو۔ اگر تم نے ایسا کیا تو ایک وقت ایسا آئے گا کہ تم اپنے عزیز ترین وقت کے ضائع ہونے پر بہت پچھتاؤ گے اور اپنی عمر کے اس بہترین حصے کو اس طرح آرام طلبی اور بے کار کھیل کود میں گذار دینے پر کف افسوس ملو گے

کلثوم فرید بیگم دہلوی

اگلے نمبر میں محترمہ کلثوم فرید بیگم کا ایک نہایت اچھا افسانہ "فرض" شائع ہوگا۔ ناظرین انتظار کریں۔

دماغی تکان دور کرنے کا قدرتی علاج

بہت سے طالب علم امتحان کے دنوں میں زیادہ محنت کرنے سے اپنا دماغ ضعیف کر کے امتحان سے پہلے یا بعد میں یہ پکارا کرتے ہیں کہ ہمارا دماغ ضیعف اور خالی ہوگیا ہے۔ اور دماغ میں آوازیں پیدا ہوتی ہے۔ اسی طرح بعض مطالعہ کے دوسرے شائق بھی دماغی تکان کے شاکی ہیں۔

اس شکایت کو رفع کرنے کے لئے اگر قدرت سے مدد لی جائے تو بہت اچھا ہے اس لئے پہلے ہم کو یہ دیکھنا چاہئے کہ بہت پڑھنے سے دماغ ضیعف کیوں اور کس طرح ہوجاتا ہے۔

دماغی کمزوری کا باعث ۔بہت پڑھنے سے خون کا دورہ سر کی طرف زیادہ ہوتا ہے۔ جس سے دل وجگر اور تمام جسم خون نہ ملنے۔ سے ضیعف ہوجاتے ہیں۔ جس سے سر میں درد اور کانوں میں شائیں شائیں اور تمام بدن میں ضعف ہوجاتا ہے۔ پس اس کے علاج کے لئے ایسی معجون چاہئے جس سے دماغ کی طرف خون کا غلبہ زیادہ نہ بڑھے اور تمام شکایتیں رفع ہوجائیں۔

دماغی کمزوری کا قدرتی علاج ۔ امریکہ کا مشہور ڈاکٹر کیلاگ کہتا ہے۔ کہ ہم نے اس کا قدرتی علاج ہزاروں شاگردوں کو بتایا۔ جس سے ان کو بہت فائدہ ہوا۔ وہ قدرتی علاج مندرجہ ذیل پانچ معجونوں پر مشتمل ہے۔ جن کو دماغ کمزور ہونے کا خطرہ ہے وہ ان پر عمل کریں۔

پہلی معجون ۔ یہ ہے کہ ہوادار کمرہ میں بیٹھ پڑھا جاوے جس سے آکسیجن ہمارے خون سے مل کر اس صاف کرتی رہے۔ اگر کمرہ میں اتنی ہوا اور روشنی نہیں ہے تو پندرہ بیس منٹ پڑھ کر پھر باہر نکل کر صاف ہوا میں گہری لمبی سانس لی جائے جس سے آکسیجن بہت مقدار میں خون سے ملے گی۔ اور خون صاف ہوگا اور خون کا دورہ دماغ کی طرف کم ہوگا۔ اور پٹھوں میں کشیدگی نہ ہوگی۔ اور ایسا معلوم ہوگا کہ پڑھا ہی نہیں ہے۔ اس لئے پڑھنے کے لئے ہوادار کمرہ میں لمبا

سانس لیا جائے یہ طریقہ مجرب ہے۔

دوسری معجون ۔ایک دم دیر تک کتاب نہیں دیکھنا چاہئیے۔ بلکہ کچھ دیر پڑھکر آسمان کی طرف دیکھو جس سے خون کا دورہ دماغ پر کم پڑے گا۔ اور آسمان کی نیلی روشنائی دماغ کو بہت قوت دیگی اور ضعف معلوم نہ ہوگا۔

تیسری معجون ۔ہوا اور روشنی کا غسل ہے۔ جب پڑھنے سے تکان معلوم ہو تو باہر کی ہوا کو بالوں کے دھونے کی دوا مقرر کرو اور سورج۔ چاندتاروں کو پانی جانو۔ اور آہستہ آہستہ سر کو دونوں ہاتھوں سے دو تین منٹ تک مالش کرو۔ جس سے دماغ کا جمع شدہ خون بکھر کر تکان کم ہو جائیگی۔ اور خون خود دماغ میں اچھی طرح سے چکر لگا سکے گا۔ اور جلد کے سوراخ (مسام) کھل جائیں گے۔ اور پسینہ اچھی طرح سے خارج ہو جائے گا۔

چوتھی معجون ۔جب بہت پڑھنے سے تکان معلوم ہو تو پانی کا ایک گلاس جس میں ۲۰ تولہ پانی ہو ایک ایک گھونٹ کرکے آہستہ آہستہ پیا جائے۔ جس سے خون کا دورہ مغز کی طرف سے کم ہو جائے گا۔ اور اس سے اس کا جوش بھی کم ہوگا۔ اور دماغ کو قوت ملے گی

پانچویں معجون ۔جب تھک جاؤ تو باہر نکل کر پھلوا یا گھاس کی سبزی کو دیکھو۔ جس کا اثر دماغ پر بہت عمدہ ہوتا ہے اس لئے دو چار گملے برآمدے میں ضرور چاہئیں۔ یہ مفت کی پانچویں معجون جواہرات کی معجون سے بدرجہا بہتر ہے۔ ساتھ ہی پرہیز بھی ہونا چاہئیے۔ لہٰذا تین چیزوں سے پرہیز بھی ضرور ہونا چاہئیے۔

(۱) لیٹ کر پڑھنا نہ چاہئیے۔

(۲) رات کے وقت شمعدان کی روشنی کے سات جس کی روشنی معمولی ہے حتی الوسع نہ پڑھنا چاہ اگر ضرورت ہو تو کافی روشنی ہو۔

(۳) جھک کر پڑھنا نہ چاہئیے۔ بلکہ سیدھا بیٹھ کر پڑھنا چاہئیے۔

(انتخاب لاہور)

کام کی باتیں

(۱) عقلمند سے دوستی کرنے سے عقل بڑھتی ہے اور بے وقوفوں کی صحبت سے عقل گھٹتی ہے۔

(۲) شوق سے کام کرنے والے جلد کاریگر ہو جاتے ہیں۔

(۳) بچپن ہی سے اپنی زندگی کا راستہ ڈھونڈو۔

(۴) بھوک سے مرجانا بہتر ہے مگر کمینوں کا احسان لینا بہت

(۵) اپنے دشمنوں پر احسان سے فتح کرو۔

عبدالمتین دہلی۔

قرض محبت کی قینچی ہے

ہونہار بھائیو آج آپ کو قرض کے متعلق ایک کہانی سناتے ہیں جس سے تمہیں معلوم ہو جائے گا کہ قرض محبت کی قینچی ہے۔ محبت کی قینچی کے یہ معنی نہیں ہیں کہ یہ محبت کی بنی ہوئی قینچی ہے جیسی کہ لوہے کی ہوتی ہے بلکہ اس کے یہ معنی ہیں کہ یہ محبت کو کاٹنے والی چیز ہے کیونکہ قینچی کا کام ہی کاٹنا ہے۔ لو سنو!

کسی شہر میں دو دوست رام اور گوپال رہتے تھے۔ رام تو تھا دوکاندار اور آزاد مگر گوپال ایک سرکاری ملازم تھا۔ دس بجے دفتر جاتا اور ۵ بجے شام کے گھر واپس آتا۔ پھر کہیں مہینہ کے آخر میں پندرہ روپے ملتے تھے۔ پندرہ روپے میں ایک مرد ایک عورت اور دو لڑکوں کا گذارا ہونا مشکل ہے۔ غرض وہ رام سے آٹا گھی دال وغیرہ قرض لے آتا۔ اور پندرہ روپے گھر کے کپڑوں اور لڑکوں کی پڑھائی پر صرف ہو جاتے تھے۔ ایک سال کے بعد حسب معمول جب رام نے دوکان کا حساب کیا تو گوپال کے ذمے ۳۰ روپے قرض نکلے۔ رام نے گوپال سے اپنے حساب کو بیباق کرنے کے لئے کہا تو اس نے جواب دیا۔ یار ایسی کیا جلدی پڑی ہے۔ جب ہماری ترقی ہو جائے گی تو تمہارا حساب بیباق کر دیں گے۔ اس کے بعد اپنے دوست کی دوکان سے سودا وغیرہ لینا چھوڑ دیا اور جب کبھی رام کو جاتے ہوئے دیکھتا تو چھپنے کی کوشش کرتا۔ ادھر رام کا باپ تھا کہ اسے اس دن چین نہ پڑتا تھا جب تک کہ رام کو دو چار صلواتیں نہ سنا دے۔

سے ہر روز طعنے دینا کہ دوست نہیں رکھا ہے باپ بنا رکھا ہے۔ باپ کو بھی سال میں تین سو روپیہ نہ دیا ہوگا" مگر رام چپ رہا۔ آخر رام کے باپ نے کچھ نبتی نہ دیکھی تو گوپال پر نالش کر دی۔ ادھر گوپال نے اپنی عقل کے مطابق یہ رائے قائم کی کہ یہ ساری شرارت رام کی ہے چنانچہ اس کے دل میں رام کے برخلاف دشمنی کا جذبہ پیدا ہو گیا۔

ادھر مقدمہ شروع ہوا۔ گوپال کے پاس پیسہ تو تھا نہیں کہ جس سے وہ حساب بیباق کرتا۔ آخر چھ ماہ کے لئے جیل میں چلا گیا اس کی عورت اور لڑکوں کے لئے یہ بہت بڑی آفت تھی۔ وہ رام کی جان کو کوسنے لگے۔ لڑکوں کی پڑھائی چھوٹ گئی۔ اس کی عورت کو محنت مزدوری کرنی پڑی۔ پھر بھی گزارہ نہ ہوتا تھا۔ ایک دن بڑے لڑکے نے کسی امیر کی جیب سے روپیہ اڑانا چاہا مگر وہ پکڑا گیا اور چھ ماہ کے لئے جیل بھیج دیا گیا۔

ماں ایک تو یوں ہی مصیبتیں برداشت کر رہی تھی اپنے لڑکے کی سزا کا حال سن کر پاگل ہو گئی مع اپنے چھوٹے بچے کے دریا میں چھلانگ ماری اور پانی میں ڈوب کر مر گئی جب گوپال چھ ماہ کی سزا بھگت کر آیا اور اسے اپنی بیوی اور بچوں کی تباہی کا حال معلوم ہوا تو اس نے بھی زہر کھا کر جان دے دی۔ اس طرح قرض کی وجہ سے ایک خاندان تباہ ہو گیا۔

پس لے ہونہار بھائیو نہ تو آپ کسی سے قرض لیں اور نہ کسی کو قرض دیں۔ آپ یہ نہ دیکھیں کہ یہ دوست ہے اس کو دے دینا چاہئے اور یہ دشمن ہے اس کو نہ دینا چاہئے بلکہ قرض کے معاملہ میں سب کو یکساں سمجھنا چاہئے اور ہر وقت اس مثل کو یاد رکھنا چاہئے کہ "کھیل میں کیا گوسائیں"

قرض بری بلا ہے اس سے کوسوں دور بھاگو اگر یہ جھوٹ کی بیماری ایک دفعہ بھی لگ گئی تو ہمیشہ کے لئے آپ کا پیچھا نہ چھوڑے گی [illegible]

بیوقوف دوست

ایک راجہ تھا اس کے پاس ایک باز تھا جو بہت اچھا شکاری تھا اس لئے راجہ اس سے بڑی محبت کرتا تھا۔ ایک دن باز ایک پرندے کے تعاقب میں اتنا اونچا اُڑا کہ تھک گیا۔ آخر آرام لینے کے لئے نیچے اترا اور ایک بڑھیا کی جھونپڑی پر بیٹھ گیا۔

بڑھیا بڑی نیک اور رحمدل لیکن بیوقوف بھی تھی۔ اس نے باز کو دیکھا تو اُسے رحم آگیا۔ اس نے باز کو پکڑ لیا اور غور سے اس کی طرف دیکھنے لگی۔ جب اس نے باز کی ٹیڑھی چونچ دیکھی تو اس نے خیال کیا کہ "دیکھو تو سہی بیچارے نے کس طرح اپنی چونچ ٹیڑھی کرلی ہے۔ یہ کس طرح اپنی خوراک کھاتا ہوگا۔" پھر اس کی نظر باز کے ٹیڑھے پنجوں پر پڑی تو بولی "افسوس اس کے پنجے کس طرح ٹیڑھے ہوگئے؟ یہ اپنے کھانے کے لئے زمین کس طرح کرید سکتا ہوگا کیونکہ اس کے پنجے ٹیڑھے ہوگئے ہیں۔ اگر میں نے اس کی مدد نہ کی تو یہ مرجائے گا۔"

وہ ایک قینچی اٹھالائی اور باز کے چونچ اور پنجے کاٹ ڈالے اور کہنے لگی کہ "اب بیچارہ پرند خوش ہوگا اور اپنی خوراک آسانی سے حاصل کرسکے گا۔"

تھوڑی دیر بعد راجہ نے اپنے امیروں اور وزیروں کے آپہونچا اور بڑھیا سے پوچھا "کیا یہاں ہمارا باز آیا ہے۔"

بڑھیا نے جواب دیا "ہاں یہاں آیا ہے۔ وہ بہت تکلیف میں تھا۔ مگر میں نے اسے ٹھیک کردیا ہے۔ اب یہ اپنی خوراک حاصل کرسکے گا اور خوش ہوگا" یہ کہکر اس نے باز کو راجہ کے حوالہ کردیا۔ جب راجہ نے باز کی یہ حالت دیکھی تو اس کو بہت غصہ آیا مگر وہ کچھ نہ بولا کیونکہ وہ جانتا تھا کہ بڑھیا نے تو اپنی طرف سے مہربانی کی ہے مگر اس کی

بیوقوفی نے مہربانی کو ظلم میں تبدیل کردیا ہے۔ اس نے ایک اشرفی بطور انعام بڑھیا کو دی اور اپنے وزیروں اور امیروں سے مخاطب کرکے بولا۔ "دیکھو! جو کچھ اس نے میرے پیارے باز کے ساتھ کیا ہے اور اس سے سبق سیکھو کہ ایک بیوقوف دوست ایک دشمن سے بھی خراب ہے۔

(اندرجیت سنگھ اقبال اذنوں)

ہوائی جہاز اور دخانی جہاز

بہت سے لڑکے یہ خیال کرتے ہوں گے کہ ہوائی جہاز اور دخانی جہاز چونکہ دونوں جہاز ہی ہیں اس لئے ایک طرح بنائے جاتے ہیں لیکن ایسا نہیں ہے۔

تمام دخانی اور بعض ہوائی جہاز زپلین وغیرہ اس طرح بنائے جاتے ہیں کہ ان کا وزن اپنے ہم حجم پانی یا ہوا سے کم ہوتا ہے۔ جس کی وجہ سے وہ پانی اور ہوا پر تیرتے رہتے ہیں۔ اس طرح اگر اُن کے چلانے کا مصالحہ ختم بھی ہو جاتا ہے تو بھی یہ پانی اور ہوا پر تیرتے رہتے ہیں۔ لیکن ہوائی جہازوں کی وہ قسم جو ایروپلین کہلاتی ہے ہوا سے ہلکی نہیں ہوتی بلکہ ان کا پنکھا چل کر اتنی تیز ہوا پیدا کرتا ہے کہ نتیجہ یہ ہو جاتا ہے کہ اس کا مجموعی وزن جہاز کے وزن سے بڑھ جاتا ہے اور وہ اُس ہوا پر تیرتے ہوئے اسی کے زور سے آگے بڑھتے ہیں۔ پس ظاہر ہے کہ ایسے جہاز اپنا مصالحہ ختم کرکے ہوا پر نہیں ٹھہر سکتے۔ چنانچہ اکثر دیکھا جاتا ہے کہ یہ جہاز نیچے گر پڑتے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ زپلین ایروپلین سے زیادہ محفوظ خیال کئے جاتے ہیں۔ اب ہم وہ طریقے بتاتے ہیں جن سے دخانی اور ہوائی جہاز چلتے ہیں۔

دخانی جہاز کا انجن بالکل ریل گاڑی کے انجن کی طرح ہوتا ہے لیکن قوت اس سے زیادہ رکھتا ہے۔ اس انجن کو اسٹیم انجن کہتے ہیں۔ اگر پانی کی حرارت پہونچائی جائے تو پہلے

گرم ہوگا جس کی پہچان یہ ہے کہ چھوٹے چھوٹے بلبلے نیچے سے اوپر کو آتے ہوئے دکھائی دیں گے۔ حرارت پانی کو ایک دم گرم نہیں کرتی بلکہ پہلے نیچے کے حصے کو گرم کرتی ہے اور گرم پانی اوپر کو آتا ہے اور اُس کی جگہ پر اوپر کا ٹھنڈا پانی پہونچ جاتا ہے۔ اس طرح رفتہ رفتہ کل پانی ابال کے درجہ تک گرم ہوجاتا ہے۔ اس قدر گرم ہوکر پانی اُڑنے لگتا ہے یعنی بھاپ بن کر ہوا میں شامل ہونا شروع ہوجاتا ہے۔ اگر کسی برتن میں پانی گرم کیا جائے تو چونکہ بھاپ باہر نہ نکل سکے گی اس لئے وہ زور کرکے برتن کو توڑنا چاہے گی۔ اب اگر اس برتن میں ہم ایک سوراخ کردیں اور اس میں ایک پہیا جس کا دُھرا اپنے سروں پر ڈھیلا ہو پھنسا دیں تو جب اس سوراخ سے بھاپ نکلے گی اپنی طاقت سے پہیئے کو ضرور گھما دے گی۔ اسی اصول پر اسٹیم انجن بنائے جاتے ہیں۔ لوگوں نے رفتہ رفتہ اِن کل کو اس قدر ترقی دے دی ہے کہ اب بھاپ بالکل اختیار میں ہوگئی ہے۔ جب چاہیں اس کا عمل پرزوں پر ہونے دیں اور جب چاہیں اُسے دوسری طرف سے نکال دیں۔ اسی ترکیب سے ریل گاڑیاں اور دخانی جہاز چلتے اور رکتے ہیں۔ لیکن ہوائی جہازوں کا کام اسٹیم انجنوں سے نہیں چل سکتا کیونکہ پھر کا کوئلہ لادنے کے لئے ایک دوسرا جہاز بھی پہلے کے ساتھ وابستہ کرنا پڑے اور اس دوسرے انجن کا کوئلہ لادنے کے لئے پھر تیسرے کی ضرورت پڑے اس طرح ایک ختم نہ ہونے والا سلسلہ قائم ہوجاوے جو اصولاً باطل ہے۔ اسی دقت کے خیال سے لوگوں نے کبھی ہوائی جہاز کو اسٹیم انجن سے چلانے کا ارادہ نہیں کیا بلکہ یہ جہاز آئل انجن اور الیکٹرک پاور یعنی برقی قوت سے موٹروں کی طرح چلائے جاتے ہیں۔ جس طرح موٹر کا انجن پہیوں کو چلاتا ہے اسی طرح ہوائی جہاز کا انجن ایک پنکھے کو چلاتا ہے جو ہوا میں انتشار پیدا کرکے اس کا تیز جھونکا

پروں کے نیچے سے گذرتا ہے۔ جس طرح ناؤ چلانے والے پانی کو مخالف سمت میں ہٹا کر ناؤ آگے بڑھاتے ہیں اسی طرح یہ جہاز بھی پروں کے نیچے ہوا پہنچنے سے اس کی مخالف سمت میں چلتا ہے۔ یہ ہے وہ طریقہ جس سے ہر دو اقسام کے جہاز ہوا اور پانی پر چلتے ہیں۔

(سید سرفراز حسین سکندر آبادی)

اتفاق

دنیا میں اتفاق سے بڑھ کر کوئی عمدہ خصلت نہیں۔ اس جہاں کی ساری خوبی اتفاق سے ہے۔ سورج، چاند، ستارے، زمین، پہاڑ دریا، جنگل، قصبے، اور شہر وغیرہ مجتمع اور متفق ہو گئے۔ دنیا بن گئی۔ کائنات کہلائی اگر اتفاق نہ ہو تو دنیا نیست و نابود ہو جائے دور نہ جاؤ۔ دیکھو اگر انسان کے ذرات آپس میں ترکیب پائیں تو انسان بیمار ہو جاتا ہے یا مر جاتا ہے۔ اگر سورج زمین اور دیگر سیاروں میں کشش ثقل نہ رہے تو دنیا کا نام و نشان نہ رہے۔ قطروں سے دریا بننا۔ بوندوں سے موسلا دھار بارش کا ہونا۔ اینٹوں سے پختہ عمارت کا بن جانا۔ یہ سب اتفاق ہی کی بدولت ہے۔ اگر اتفاق نہ ہو ان میں سے کچھ نہ ہو۔ انسان مختلف طبیعتوں کے ہوتے ہیں۔ کوئی کھیتی بوتا ہے۔ کوئی کاٹتا ہے۔ کوئی کپڑا بنتا ہے کوئی جوتے بناتا ہے۔ کوئی سیتا ہے۔ کوئی کچھ کام کرتا ہے کوئی کچھ۔ اگر یہ کام ایک ہی شخص کو کرنے پڑیں تو اس کا زندہ رہنا محال ہو جائے۔ پس اس سے سمجھ لو کہ اتفاق سے کس قدر فائدے ہیں۔

باغ میں جاؤ۔ کہیں گلاب کا تختہ کہیں گل نرگس۔ کہیں چنبیلی۔ کہیں انار کہیں امرود وغیرہ کے درخت ملیں گے۔ یہ سب مل کر ہرا بھرا گلزار بن جاتا ہے اور باغ کہلاتا ہے اگر ان میں سے ہر ایک پودے کو علیحدہ علیحدہ

جگہوں پر بو دیا جائے تو نہ وہ باغ رہے گا اور نہ وہ ہریاول۔ باغ کی ساری زیب زینت کافور ہو جائے گی۔ پس یہ سب کچھ اتفاق کی بدولت ہے۔

گلاب کے پھول کھاؤ گرمی پہونچائیں گے شکر کھاؤ وہ بھی حرارت پیدا کرے گی۔ دونوں کو ملا کر گلقند بناؤ اور پھر کھاؤ دیکھو کیا حلاوت اور تروتازگی پیدا ہوتی ہے۔ ہاضمہ کے لئے مفید ہے۔ دل کے لئے مفرح ہے۔ یہ فائدے کہاں سے آگئے؟ صرف میل ملاپ سے۔

سوت کے ایک ریشے کو توڑو فوراً ٹوٹ جائے گا۔ بہت سے ریشوں کو جمع کر کے توڑو اب دیکھو گے کہ توڑنے سے بھی نہیں ٹوٹے گا مثل مشہور ہے کہ ایک اور ایک گیارہ۔ یعنی اکیلا آدمی ایک کام کر سکتا ہے مگر دو مل کر گیارہ کام کر سکتے ہیں۔ پنچ مل خدا مل۔ یعنی جہاں پانچ مل کر بیٹھتے ہیں خدا اُن کا چھٹا ہوتا ہے اور ان کو مدد دیتا ہے۔ اتفاق کی بدولت انسان ہر ایک کام با آسانی کر سکتا ہے دشمنوں سے نجات ملتی ہے۔ ہر وقت خوشی رہتی ہے مخالفوں پر غلبہ ہوتا ہے۔ خدا بھی اس سے خوش ہوتا ہے۔

اتفاق رکھنے والی قوم کا رعب اور دبدبہ تمام دوسری قوموں پر جم جاتا ہے۔ اہل انگلستان کو دیکھو باہمی ہمدردی اور اتفاق کی بدولت کس قدر شوکت، عزت اور حکومت حاصل کی کہ ساری دنیا ان کا لوہا مانتی ہے۔ جن لوگوں میں اتفاق نہ تھا جلد برباد ہو گئے۔ مسلمان اور ہندوؤں نے آپس میں لڑ کر حکومت گنوائی اور اب دنیا میں کسی جگہ اُن کی عزت نہیں ہے۔

پس اے ہونہار بھائیو تم سب خواہ ہندو ہو یا مسلمان سکھ ہو یا عیسائی۔ پارسی ہو یا کوئی دوسری قوم میل ملاپ اور اتفاق سے رہو۔ تکلیف اور مصیبت میں ایک دوسرے کا ساتھ دو اور سب کے ساتھ ہمدردی اور محبت سے پیش آؤ۔ اسی میں تمہاری بھلائی ہے۔

(ملک غلام حیدر)
از سیالکوٹ

میرا حجاز کا سفر

۳

مدینہ میں ہم نے بہت سے مقامات کی سیر کی۔ ایک روز ہم جنت البقیع میں گئے یہ ایک بہت بڑا قبرستان ہے جہاں حضرتؐ کے صاحبزادے اور چار صاحبزادیوں کی قبریں ہیں۔ ان کے علاوہ حلیمہ دائی اور بہت سے پیغمبروں کی قبریں ہیں۔ ہم نے سب پر سلام اور فاتحہ پڑھی۔

دوسرے روز مسجد قبا یعنی پر انے مدینے گئے۔ مدینہ میں سب سے پہلے حضرتؐ نے یہاں آکر قیام کیا تھا۔ یہاں ایک محراب ہے۔ جب حضرتؐ چاہتے کہ بیت اللہ شریف کی زیارت کروں تو اس محراب پر آکر کھڑے ہو جاتے اور آپ کو بیت اللہ شریف نظر آجاتا تھا۔ یہاں ایک مسجد قبلتین بھی ہے جو مدینہ سے دو میل کے فاصلے پر ہے۔ پہلے لوگ بیت المقدس کی طرف منہ کر کے نماز پڑھتے تھے وہی ان کا قبلہ تھا لیکن پھر حکم ہوا کہ مکہ معظمہ کی طرف منہ کر کے نماز پڑھیں اسی وجہ سے اس کا نام قبلتین (دو قبلے) ہوا۔ یہاں دو محرابیں بنی ہوئی ہیں۔

آج کل یہاں کا موسم بہت عمدہ ہے گھٹائیں آرہی ہیں۔ یہاں تک کہ ایک دن اتنی سردی پڑی کہ گرم پانی سے وضو کرنے کی ضرورت ہوئی۔ اور مکہ اور مدینہ کے درمیان میں اتنا پانی برسا چاروں طرف پانی بھر گیا اور موٹر اور اونٹوں کے قافلے دو چار روز تک بند رہے۔

مدینہ سے مکہ کو واپسی

غرضکہ کئی روز بعد ہم بھی مکہ روانہ ہوگئے راستہ میں وہی پانی ہم کو بھی ملا لیکن ہماری موٹر یہاں سے آسانی کے ساتھ گذر گئی۔ مگر ایک مرتبہ راستہ میں ریت کے اندر ہماری موٹر

پھنس گئی اور ہم سب نے اس کو ڈھکیل کر نکالا - ہم کو تو پہلے سے اس کی تمنا تھی کہ ہم یہ دیکھیں کہ ریگستان میں گاڑی کس طرح پھنستی ہے اور پھر کس طرح نکالی جاتی ہے - یہ بھی ایک پر لطف نظارہ تھا - جدہ کے قریب ہم نے دیکھا کہ کئی گاڑیاں ریت کے اندر پھنسی ہوئی تھی - چونکہ یہ زمین بارش کی وجہ سے بہت ہی نرم ہو گئی تھی اس لئے گاڑیاں ریت میں دھنس جاتی تھیں - ہم اس جگہ گاڑی میں سے اتر گئے اور خالی گاڑی آرام سے وہاں سے نکل گئی - اب ہم مکے پہونچے - یہاں اور ہی بہار ہے حاجیوں کے خیمے دور تک تنے ہوئے بہت خوشنما معلوم ہورہے ہیں - حاجیوں کی تعداد روزانہ بڑھ رہی ہے اور بازاروں اور گلیوں میں چہل پہل ہے

(باقی پھر) (محمد سعید از مکہ معظمہ)

انعامی معمے - معمہ ۱ - (مرسلہ شان الحق)

میں ایک چھ حروف کا لفظ ہوں - میرا ہر شخص خواہاں ہے،

(۱) میرا پہلا حرف پرندے کے مشابہ ہے -

(۲) میرا دوسرا حرف پریوں کا مسکن ہے -

(۳) میرا تیسرا حرف تربوز میں تلاش کریں -

(۴) میرا چوتھا حرف غریبوں کی غذا ہے -

(۵) میرا پانچواں حرف عربی زبان کی ایک تعداد ہے

(۶) میرا چھٹا حرف ایک زبان میں شعاع کے معنی دیتا ہے -

(۷) میں ایک نام کا جزو بھی ہوں -

بتائیے میں کون ہوں -

معمہ ۲ (مرسلہ شان الحق از پشاور)

میں ایک تیرہ حرفی اسم ہوں -

(۱) میرا پہلا حرف مشک میں ہے

(۲) دوسرا حرف حمد میں ہے

تیسرا حرف طرمیں ہے — چوتھا حرف دلیہ میں ہے

پانچواں حرف شیر میں ہے — چھٹا حرف رات میں ہے

ساتواں حرف ایک میں ہے — آٹھواں حرف فالسے میں ہے

نواں حرف سہراب میں ہے — دسواں حرف لونگ میں ہے

گیارہواں حرف حصہ میں ہے، — بارہواں حرف سردی میں ہے

تیرہواں حرف نکاح میں ہے، — بتائیے میں کون ہوں!

(۱) تمام جوابات ۲۵ جولائی تک آجانے چاہئیں -

(۲) جواب کے ہمراہ ا؎ کا ٹکٹ آنا ضروری ہے -

(۳) صرف رسالہ ہونہار کے خریدار ہی اس میں حصہ لے سکتے ہیں

(۴) زیادہ جوابات صحیح آنے کی صورت میں فیصلہ بذریعہ قرعہ اندازی ہوگا

(۵) انعام اول - ایک فاؤنٹین پین -

(۶) انعام دوم - ایک روپے کی کتابیں -

معموں کا حل بھیجنے کا پتہ

منیجر رسالہ ہونہار صدر بازار دہلی

دلچسپ معلومات

لندن کی پولیس پر ۸۰ لاکھ پونڈ سالانہ خرچ ہوتے ہیں اور لندن کے بچوں کی تعلیم پر ایک کروڑ ۲۲ لاکھ ۹۷ ہزار ستتر پونڈ خرچ ہوتے ہیں۔

برطانیہ میں پانچ ہزار سے زیادہ اسکولوں میں وائرلیس کے سٹ لگے ہیں تاکہ سبق پڑھاتے وقت دور دور کے لڑکے اچھی طرح اُستاد کی آواز سن سکیں۔

برطانیہ اور شمالی آئرلینڈ میں ۳۴۵ کروڑپتی ہیں۔ ۱۹۲۵ء میں ۵۹۷ تھے۔

لندن کے لوگ شنبہ کی رات کو ۲۰ لاکھ پونڈ محض تفریح پر خرچ کردیتے ہیں۔

دریائے سندھ کا وہ بند جو سکھر میں بن رہا تھا اس کا کام ختم ہونے کو ہے۔ یہ بند دریا سے نہروں میں پانی لینے کے لئے باندھا گیا ہے اور دنیا میں اس سے بڑا کوئی بند کسی دریا پر نہیں

امریکہ میں کاغذوں سے ایک نئی قسم کے برتن ایجاد کئے گئے ہیں۔ یہ برتن ہلکے اور مضبوط ہیں۔ گلتے نہیں۔ نہ آگ سے جلتے ہیں اور نہ تیزاب میں سڑ سکتے ہیں۔ کاغذ کے برتنوں کی قیمت کم ہونے کی وجہ سے ان کا رواج دن بدن ترقی کر رہا ہے۔

کل دنیا کی آبادی

کل دنیا کی آبادی ۱۸۰ کروڑ ہے۔

ہندوستان میں ۳۲ کروڑ۔ جزائر برطانیہ میں ۴½ کروڑ۔ جاپان ۶½ کروڑ۔ جرمنی ۵ کروڑ۔ فرانس ۴ کروڑ۔ اٹلی ۴ کروڑ۔ بالشویک روس ۱۴½ کروڑ۔ چین ۴۵ کروڑ اضلاع متحدہ امریکہ ۱۱½ کروڑ۔ دنیا کی آبادی کا ⅕ حصہ ہندوستان میں رہتا ہے۔

ہندوستان کا رقبہ ۱۸ لاکھ مربع میل یا ایک ارب ۱۹½ کروڑ ایکڑ ہے۔ سارے یورپ کا رقبہ (منفی روس کا رقبہ) ہندوستان کے رقبے کے برابر ہے ہندوستان میں ۶ لاکھ ۸۰ ہزار گاؤں اور صرف ۲۳۱۶ شہر ہیں۔

ہنسی کی باتیں

ایک بونا آدمی تھانہ میں دوڑتے ہوئے داخل ہوا اور بولا "مجھے گرفتار کرلو مجھے گرفتار کرلو"

تھانہ دار۔ "کیوں"؟

بونا۔ "میں نے اپنی بیوی کو جمٹا مارا ہے"

تھانہ دار۔ "تو کیا وہ مرگئی"؟

بونا۔ "نہیں وہ مجھے پکڑنے آرہی ہے"

حمید اور رشید نے آپس میں شرط بدی کہ دوڑ میں جس کا کتا آگے نکل جائے اُسے ہارنے والا ۱۰۰ روپے دے۔ دوڑ کی تاریخ مقرر ہوگئی لیکن تاریخ سے کچھ دن پہلے رشید کو یہ معلوم ہوا کہ حمید کا کتا لنگڑا ہوگیا۔ رشید نے یہ خبر سنکر حمید سے ملاقات کی اور صرف ۱۰ روپے لیکر دوڑ موقوف کردی اور شرط کاٹ دی

رشید کے ایک دوست نے۔ اُس سے پوچھا "تم نے یہ کیا حماقت کی؟ اگر دوڑ ہونے دیتے تو تمہیں ۱۰۰ روپے نہ ملتے۔ رشید نے کہا اجی حضرت! میرا کتا تو پہلے ہی مر چکا"

کسی پرائمری اسکول میں انسپکٹر صاحب امتحان لینے کو گئے۔ آپ نے بڑے بڑے درجوں کا امتحان لیا۔ جب چھوٹے درجہ کی باری آئی تو آپ نے ایک لڑکے سے یہ سوال کیا۔

انسپکٹر۔ تم نے بھینس کا چمڑہ دیکھا ہے؟

لڑکا۔ جی ہاں۔

انسپکٹر۔ کہاں؟

لڑکا۔ جناب بھینس پہ۔

اُستاد۔ کشوری تمہارے یہ سوال کس نے حل کئے؟

کشوری۔ جناب میرے بابا نے! لیکن میں بھی ساتھ ہی ساتھ اُن کی مدد کرتا رہا۔

لڑکا۔ ابا مصور تصویروں کے نیچے اپنا نام کیوں لکھدیتے ہیں؟

باپ۔ اسلئے کہ تصویر الٹی سیدھی معلوم ہوسکے۔

تبصرے

(از نقاد)

عزیز گورکھپور

یہ بچوں اور بچیوں کا رسالہ جناب بدیع الزماں صاحب کی ادارت میں گورکھپور سے جنوری ۱۹۳۰ء سے شائع ہوتا ہے رسالہ کا سائز ۲۰×۳۰/۸ ضخامت ۴۴ صفحے اور قیمت ۱۲/ سالانہ ہے رسالہ کے مضامین مفید اور پر از معلومات ہوتے ہیں۔ رسالہ کی لکھائی چھپائی اچھی ہے۔ کاغذ معمولی ہوتا ہے۔ رسالہ میں اگر تصاویر بھی شائع ہوں تو نہایت مناسب ہے۔
نمونہ دفتر عزیز گورکھپور سے طلب کیجئے۔

کوثر

یہ ماہوار با تصویر رسالہ زیر ادارت جناب ظفر تاباں صاحب دہلی سے نکلتا ہے۔ رسالہ کا سائز ۲۰×۳۰/۸ ضخامت ۴۴ صفحے قیمت ۱۲/ ۔ اس رسالہ میں زیادہ تر مذہبی مضامین شائع ہوتے ہیں۔ جو نہایت مفید ہوتے ہیں قیمت کے لحاظ سے رسالہ بہت سستا ہے۔ ہمیں یہ دیکھکر تعجب ہوا کہ اگرچہ رسالہ مذہبی ہے لیکن اس میں غزلیں عاشقانہ درج ہوتی ہیں اگر غزلوں میں بھی مذہبی رنگ ہوتا تو زیادہ مناسب تھا رسالہ کی لکھائی چھپائی اچھی ہے۔ نمونہ دفتر رسالہ کوثر دریبہ کلاں دہلی سے طلب کیجئے۔

عزیز بمبئی

اپریل ۱۹۳۰ء سے یہ ماہوار رسالہ بشیر احمد صاحب کی ادارت میں بمبئی سے بڑی عمر کے لڑکوں اور لڑکیوں کے لئے جاری کیا گیا ہے غالباً اسی وجہ سے رسالہ کا خط باریک رکھا گیا ہے۔ رسالہ کے مضامین زیادہ تر اخلاقی ہوتے ہیں۔ خصوصیت یہ ہے کہ مضامین بہت مختصر ہوتے ہیں اور اکثر ایک ہی صفحہ میں ختم ہو جاتے ہیں۔ رسالہ بحیثیت مجموعی اچھا ہے رسالہ کی زبان کی درستی کی طرف توجہ کرنیکی بہت ضرورت ہے رسالہ کی قیمت سالانہ ۳/ ہے۔ ضخامت ۳۲ صفحے سائز ۲۰×۲۶/۸ ۔ دفتر عزیز بھنڈی بازار بمبئی نمبر۹ سے نمونہ طلب کیجئے۔

علیگڑھ پنچ

یہ ظریفانہ پندرہ روزہ اخبار حال ہی میں علیگڑھ سے جمال صابری کی ادارت میں جاری ہوا ہے۔ اخبار دیکھنے سے تعلق رکھتا ہے۔ علیگڑھ پنچ کے دفتر سے نمونہ منگائیے۔ دیکھئے۔ پسند آجائے تو اپنی تفریح طبع کے لئے اس کو جاری کرا لیجئے۔

شاعر

یہ اپنی طرز کا واحد پندرہ روزہ اخبار زیر نگرانی جناب سیماب صاحب و زیر ادارت جناب منظر صاحب آگرہ سے شائع ہوتا ہے رسالہ کا سائز ۲۲×۱۸/۴ ۔ ضخامت ۳۰ صفحے قیمت دو روپے سالانہ۔

جو لوگ کہ شاعری سے دلچسپی رکھتے ہیں ان کے لئے یہ اخبار بہت مفید ثابت ہوگا۔ اس اخبار میں شاعروں کے حالات مشاعروں کی کیفیت اور شعر گوئی کے طریقے تبلائے جاتے ہیں اور اعلیٰ نظمیں شائع کیجاتی ہیں۔
لیکن اب زمانہ بالکل بدل چکا ہے اور شاعری پر قومی رنگ غالب ہو گیا ہے۔ اگر اس اخبار میں اخبار تاج آگرہ کی طرح سے خیدعوہ اخلاقی اور قومی نظمیں بھی ہوا کریں تو یہ اخبار ملک میں بہت جلد مقبول ہو سکتا ہے۔ لکھائی چھپائی بہت اچھی ہے دفتر شاعر آگرہ سے نمونہ طلب کیجئے۔

حسن خیال

یہ علمی، ادبی، تاریخی اور صنعتی رسالہ جناب امداد علی صاحب کی ادارت میں ہر مہینہ میرٹھ سے شائع ہوتا ہے۔ رسالہ کی لکھائی۔ چھپائی اور مضامین بہت خوب ہے۔ رسالہ قیمت کے لحاظ سے بھی بہت سستا ہے۔ رسالہ کا سائز ۲۰×۲۶/۸ ضخامت ۳۶ صفحے۔ قیمت ۱۲/ سالانہ۔
دفتر حسن خیال میرٹھ سے نمونہ طلب کیجئے۔

انعامی مقابلہ

مجلس ہونہار نے یہ طے کیا ہے کہ رسالہ ہونہار میں مضامین لکھنے والے طلبہ اور طالبات کا ہر چھ ماہ بعد انعامی مقابلہ ہوگا۔ جس طالب علم کے مضامین زیادہ ہوں گے اور بہترین شمار کئے جائیں گے اسُ ایک چاندی کا تمغہ انعام میں دیا جائے گا اور اسُ کا فوٹو بھی رسالہ میں شائع کیا جائے گا۔

داخلے کے شرائط

(۱) انعامی مقابلہ میں داخل ہونے والے طلبہ کے لئے رسالہ ہونہار کا خریدار ہونا ضروری ہے۔

(۲) جو مضامین مقابلے کے لئے بھیجے جائیں انُ پر "انعامی مقابلہ" لکھ دینا چاہیئے تاکہ وہ اسُی مہینے میں شائع ہو سکے۔ جس مضمون پر یہ الفاظ نہیں ہوں گے اس کو نمبر آنے کے بعد شائع کیا جائے گا۔

(۳) ہر مقابلے میں نئے طالب علم کو انعام دیا جائے گا۔

(۴) تمام مضامین عام فہم عبارت میں لکھے جائیں۔ کسی کتاب یا رسالے سے نقل نہ کئے جائیں بلکہ اپنی عقل اور قابلیت سے لکھے جائیں۔ کتابوں اور رسالوں کا ترجمہ بھی بھیجا جا سکتا ہے لیکن ان کا حوالہ ضرور دینا چاہیئے۔

(۵) مضامین طویل نہوں بلکہ مختصر ہونے چاہئیں۔ اور ان میں کسی کے مذہب پر حملہ نہو

(۶) تمام مضامین لفافہ کے اندر بند کر کے اور پورے پورے ٹکٹ لگا کر ایڈیٹر رسالہ ہونہار صدر بازار دہلی کے پاس بھیج دینا چاہئیں۔ بیرنگ خطوط یا مضامین وصول نہیں کئے جائیں گے

"منیجر"

بچوں کا باتصویر ماہوار رسالہ
ہونہار
ایڈیٹر فیاض حسین نسیم جامعی
قیمت فی پرچہ
سالانہ تین روپے

بچوں کا بہترین باتصویر رسالہ

ہونہار

جلد ۲

دہلی۔ بابت ماہ ستمبر [illegible]

نمبر ۳

فہرست مضامین

تصاویر

انیس اور اشرف

مدرسہ اور خوش خطی

انیس ۔ میاں اشرف تم کیا پڑھتے ہو؟

اشرف میں اردو کی دوسری کتاب پڑھتا ہوں اور آپ!

انیس میں تیسری کتاب پڑھ رہا ہوں اور حساب۔

اشرف تم کو مدرسے میں آئے ہوئے کتنا زمانہ ہوا

انیس یہ میرا پہلا سال ہے، اس سے پہلے گھر ہی پڑھتا تھا۔ ایک ماسٹر صاحب ہمارے محلے میں رہتے ہیں وہ مجھے پڑھاتے ہیں۔ یہاں کے ماسٹر صاحب کیسے آدمی ہیں

اشرف بڑے اچھے ہیں ہم سب بچوں کو اپنے بچوں کی طرح سمجھتے ہیں، بڑی محبت اور محنت سے پڑھاتے ہیں، اور سبق تو اسطرح سمجھاتے ہیں کہ پھر پوچھنے کی ضرورت نہین، بچے ذرا نہیں گھبراتے،

انیس سبق نہ یاد ہوتا ہوگا تو مارتے بھی ہونگے

اشرف مارتے تو نہیں شرارت کرتے یا سبق یاد نہ ہونے پر یہ سزا دیتے ہیں "کھڑا کر دیتے ہین یا عمل (قواعد) کراتے ہیں

انیس تمہیں کبھی نہیں مارا؟

اشرف نہیں آج تک نہیں ہم اپنا سبق یاد کرکے روز سنا دیتے ہیں۔ وہ جو کچھ بتاتے ہیں۔ کبھی نہیں بھولتے۔ بیکار باتیں نہیں کرتے، اپنا روز کام پورا کر لیتے ہیں حساب سلیٹ پر لگاکر دکھا دیتے ہیں ۔ املا لکھتے ہیں۔ روز اپنی کاپی بتاکر دستخط کرا لیتے ہیں

انیس ۔ تمہارا خط کیسا ہے بتاؤ تو سہی!

اشرف لو یہ کاپی ہے۔ اس پر مین نے کل کا سبق نقل کیا ہے جہاں جہاں غلطیاں تھیں ماسٹر صاحب دیکھ کر بنا چکے ہیں دیکھو آخر صفحہ میں سرخ روشنائی سے ان کے دستخط ہیں اور تاریخ بھی لکھی ہوئی ہے

انیس ۔ اتنا بھائی اشرف! تم تو بہت اچھا لکھتے ہو۔ تمہارا خط تو بہت اچھا ہے۔ معلوم ہوتا ہے پڑھنے سے اس میں محنت کرتے ہو۔

اشرف نہیں یہ بات تو نہیں! اگر میں اپنے مہربان استاد کے حکم پر پورا پورا عمل کرتا ہوں

(باقی آیندہ)

لیموں کے فوائد

سر۔ کچا لیموں کاٹ کر سر میں ملو۔ کھجلی
اور خشکی کے لئے مفید ہے۔ بالوں کو نرم۔
پتلا اور ملائم کرتا ہے۔ سر بھاری معلوم ہو
تو دو خوراک اندرونی استعمال کریں **چہرہ**
رات کو سوتے وقت آدھا لیموں چہرہ پر ہر
روز ملو۔ اس سے چہرہ کا رنگ نکھر جاتا ہے
کیل پیدا ہی نہیں ہوتے۔ **دانت اور منہ**
دانتوں پر دائن یا برش سے رس ملو
لیمون کا چھلکا مسوڑوں اور دانتوں کو
مضبوط بناتا ہے۔ اس کے استعمال سے بیماری
کے کیڑے مرجاتے ہیں **پیچش بدہضمی**۔
میں ایک پیالہ نیم گرم پانی میں تقریباً ایک تولہ
رس ڈالکر پئیں معدہ اور انتڑیوں کی تمام
بیماریوں کو دور کرے گا **زکام** ہوگیا ہو تو
ایک لیموں لے کر گرم راکھ میں دبا دیں جب
وہ خوب پک کر موٹا ہو جائے اور پھوٹ جائے
اس کے رس کو شہد میں ملا کر استعمال کریں
جب تک آرام نہ ہو جائے ٹھوس غذا سے پرہیز
تپ جب حرارت ہو جائے تو بیمار کو لیمو
دینا مفید ہے۔ اس سے حرارت کم ہو جاتی
ہے، ڈاکٹروں نے تجربات سے ثابت کیا
کہ ملیریا میں کونین کی بجائے لیموں دینا بیما
کے لئے مفید ہے **متفرق** گلے کی بیماری
میں لیموں کے رس کو نیم گرم پانی میں ملا کر
غرارے کرانا از حد مفید ہے۔ زخموں کو دھو
کے لئے پوٹاشیم پرمینگنیٹ کا کام دیتا ہے تاز
رس ٹنکچر آیوڈین کی بجائے استعمال ہو سکتا
صبح سویرے اور رات کو سوتے وقت ایک پیا
پانی میں آدھا لیموں نچوڑ کر پینا معدے انتڑ
دل جگر اور تلی کی تمام بیماریوں کو رفع کرتا
جسمانی حرارت بڑھ جانے پر لیمون کو چوسیں
سکنجبین بنا کر پئیں لیموں سے زیادہ رس نکا
ہو نچوڑنے سے پہلے گرم راکھ میں یا گرم پا
میں تھوڑی دیر رہنے دیں تاکہ

رسالہ ہونہار
کے
معاونین خصوصی
ساغر نظامی علیگڑھ

بچپن

ہر شخص سے الفت تھی — رنجش نہ کدورت تھی
غیروں سے محبت تھی — شوخی تھی شرارت تھی
کیا میرا لڑکپن تھا

ہر وقت میں شاداں تھا — ہر کھیل کا خواہاں تھا
ہر بات کا جویاں تھا — ہر کام کا امکاں تھا
کیا میرا لڑکپن تھا

ماں باپ نے پالا تھا — آنکھوں کا اجالا تھا
ان کا ہی سہارا تھا — انداز نرالا تھا
کیا میرا لڑکپن تھا

ہوتا تھا اگر غمگین — پاتے تھے مری تسکیں
تھی نیک مجھے تلقیں — نخوت تھی نہ کچھ تمکیں
کیا میرا لڑکپن تھا

ہر بات پہ خنداں تھے — ہر امر پہ شاداں تھے
سب دیکھ کے حیراں تھے — انگشت بدنداں تھے
کیا میرا لڑکپن تھا

سب مجھکو کھلاتے تھے — روتا تھا ہنساتے تھے

سوتے تھے جگاتے تھے منہ میرا دھلاتے تھے
کیا میرا لڑکپن تھا
پاؤں جو چلاتے تھے گرتا تھا اٹھاتے تھے
ہر وقت مناتے تھے سینے پہ سلاتے تھے
کیا میرا لڑکپن تھا
راضی نہ تھا جینے سے ترساں نہ تھا مرنے سے
فرصت نہ تھی کھانے سے مہلت نہ تھی پینے سے
کیا میرا لڑکپن تھا
دنیا سے تھی آزادی غم بھی مجھے تھا شادی
غم کا نہ تھا میں عادی دل کی نہ تھی بربادی
کیا میرا لڑکپن تھا
ہر بات کی ہمت تھی ہر امر میں راحت تھی۔
دنیا سے محبت تھی سب اس کی بدولت تھی
کیا میرا لڑکپن تھا

مرسلہ نظر حق از آرہ

جہانگیر کا مقبرہ

خاندان مغلیہ میں سے ایک بادشاہ۔ نورالدین جہانگیر ہوا ہے یہ بڑا لائق اور

بہادر بادشاہ تھا۔ اپنی ساری رعایا ہندو، مسلم، سکھ، عیسائی، سب کو ایک نظر سے دیکھتا تھا۔ عادل ایسا تھا کہ تخت پر بیٹھتے ہی اس نے قلعہ سے لے کر باہر تک ایک زنجیر لٹکوا دی تھی جس کے ذریعہ مظلوم آدمی بادشاہ تک اپنی شکایت پہونچا سکتے تھے۔ اس کی ایک ملکہ تھی جس کا نام نورجہاں تھا۔ یہ بڑی خوبصورت اور سمجھ دار تھی بادشاہ کو اس سے اس قدر محبت تھی کہ ہر وقت اس کو اپنے ساتھ رکھتا تھا نورجہاں نے لاہور میں ایک باغ لگوایا تھا جو آج تک دل کشا کے نام سے مشہور ہے

جہانگیر کا جب آخری وقت آپہونچا تو اس نے وصیت کی کہ مجھے نورجہاں بیگم کے باغ دلکشا میں دفن کرنا اور میری قبر پر نیلے آسمان کے سوا دوسری چھت نہ ڈالنا شاہجہاں نے ایسا ہی کیا اس کو دل کشا باغ میں دفن کیا اور اس کی قبر پر بغیر چھت کا بڑا عالیشان اور خوبصورت مقبرہ بنوایا

مقبرہ ایک اونچے چبوترہ پر بنوایا گیا ہے اور اس کے چاروں طرف مضبوط چار دیواری ہے چاروں کونوں پر اونچے اونچے چار سفید مینار کھڑے ہیں جن پر چڑھ کر دیکھو تو سارا شہر لاہور اچھی طرح دکھائی دیتا ہے

اگر تم ان میناروں پر چڑھ کر لاہور کا منظر دیکھو۔ تو تم کو ایک عجیب بات دکھائی دے گی لاہور کے شمال مغربی گوشہ میں ایک شاہی مسجد ہے اسکے بھی چار بڑے بڑے مینار ہیں جب جہانگیر کے مقبرے کے صحن میں کھڑے ہو کر دیکھو۔ تو مسجد کے چاروں مینارے دکھائی دیں گے اور جب مینار پر چڑھ کر دیکھو گے تو صرف تین مینار نظر آئیں گے اس کا سبب یہ ہے۔ کہ جب تم مقبرہ کے ایک مینار پر چڑھ کر دیکھو گے تو مسجد کے تین مینار تو سامنے نظر آئیں گے اور ایک تینوں میناروں میں سے ایک کے پیچھے چھپ جائیگا۔ اسی طرح جب تم دوسرے مینار پر چڑھے ہو گے تو جو مینار نظر سے اوجھل ہو گیا تھا نظر آنے لگے گا۔ اور ایک دوسرا مینار کسی دوسرے مینار کے

دلچسپ مشغلہ

یہ اس عورت کے بچے کھو گئے ہیں اور وہ بہت پریشان ہے اور اس کو ملتے نہیں۔ ہونہار بچو! تم اس عورت کے بچے تلاش کر کے اس کے حوالے کرو۔

جائے گا۔ جہانگیر کے مقبرے کے چاروں میناروں پر چڑھ کر دیکھنے سے مسجد کے میناروں میں سے ایک ایک باری باری سے چھپتا جاتا ہے اور ہر مینار پر سے صرف تین ہی مینار دکھائی دیتے ہیں

ہونہارو! جب کبھی تم لاہور جاؤ اس عمارت کو ضرور دیکھنا۔ یہ اس وقت کے معماروں کی عقل اور کاریگری کا ایک بہت ہی اچھا نمونہ ہے

شیخ محمد فاروق۔ پانی پتی۔

بارش کا درخت

جس خالق مطلق نے ہزاروں میل لمبی زمین اور ہزاروں کوس کا کشادہ سمندر بنایا ہے اور اس میں ہر طرح کے جاندار پیدا کئے ہیں اسی نے خشکی اور تری کے جانداروں کی زندگی کے لئے ایسے ضروری سامان بھی مہیا کر دئے ہیں جن کو دیکھ کر انسان کی عقل کام نہیں کرتی پہاڑی سرد جگہوں میں دیکھو لمبے لمبے بال والے جانور نظر آئیں گے۔ اور گرم جگہوں میں جو جاندار ہوں گے ان پر بال بھی کم ہوں گے۔ ریتیلے میدانوں کے تپتے ہوئے جنگلوں جہاں مویشیوں کے لئے پانی کا ٹھکانا نہیں وہاں اسی ریت میں تربوز جیسا پھل پیدا کر دیا۔ جسے توڑ کر جاندار اپنی پیاس بجھالیں۔ یا جانوروں کے گلے میں پانی کی تھیلی بنا دی ہے۔ جہاں چھ چھ مہینے دن نہیں نکلتا وہاں ایک خاص روشنی پیدا کر دی ہے جیسی تم روز آنہ شام کو آفتاب کے غروب ہوتے وقت دیکھتے ہو غرض کہ اس بڑے صناع (کاریگر) اور کارساز کی کس کس صنعت (کاریگری) کو گنایا ہے۔

انھیں میں سے ہم آج ایک کا حال سناتے جاتے ہیں جسے بہت کم لوگ جانتے ہوں گے بحر اٹلانٹک میں پیرو ایک جزیرہ ہے زمانہ قدیم میں وہاں پانی برستا نہ تھا نہ جھیل تالاب ندی نالہ اور چشمہ تھا وہ

وہاں کے باشندے کنوئیں کھود کر پانی نکالنا جانتے تھے ایسی حالت میں جانداروں کا وہاں زندہ رہنا قطعی غیر ممکن تھا۔ لیکن ایسا نہ تھا۔ بلکہ دنیا کی پھلواری کے اس حصہ میں بھی جاندار پرورش پاتے تھے وہاں ایک قسم کے درخت تھے جو بارش کے درخت کہلاتے تھے انھیں درختوں سے کافی پانی ملتا تھا اور جزیرے کے سارے باشندوں کا کام اسی سے چلتا تھا۔

انگریزی سیاح مسٹر لوئس جیکسن نے اس تعجب خیز درخت کے بارے میں لکھا ہے "یہ درخت اوک، سندور، بلوط کے مانند موٹا چالیس یا اڑتالیس فٹ اونچا اور شاخوں والا ہوتا ہے لاریل کی مانند اس کی پتیاں ہوتی ہیں اوپری سطح کالی اندرونی سفید۔ نہ پھول آتے ہیں نہ پھل دن کو سورج کی کڑی کرنوں سے مرجھا سی جاتی ہیں اور رات کو ان سے پانی کی بوندیں ٹپکنے لگتی ہیں ہر رات کو اس پر بادل کا تاج دیکھ کر تعجب ہوتا ہے اور یہ تعجب اس وقت اور [illegible]تا ہے جب دیکھتے ہیں کہ پانی جو جڑ کے قریب جمع ہو کر بہنے لگتا ہے اس بادل سے نہیں آتا بلکہ پیڑ سے پسینہ نکلتا ہے بہت سی تحقیقات کے بعد یہ معلوم کیا گیا ہے کہ ہر درخت سے ایک رات میں کم از کم بیس ہزار ٹن (۵ لاکھ ساٹھ ہزار من) پانی نکلتا ہے یہ درخت جزیرہ بھر میں پھیلے ہوئے ہیں۔ ان سے نکلا ہوا پانی ڈیڑھ سو میل کے احاطہ میں رہنے والے باشندوں کی ضروریات کو پورا کرتا تھا

جیکسن صاحب اس طرح اپنے بیان کو ختم کرتے ہیں کہ اگر میں نے خود اپنی آنکھ سے اس درخت کو نہ دیکھا ہوتا تو اس کے ہونے پر مجھ کو یقین نہ ہوتا۔

۸ ستمبر ۱۸۷۷ء کے انگلشین اخبار میں لکھا ہے کہ اس ملک میں سوکھا بہت پڑنے لگی ہے ہمارے سرکاری پارکوں (باغوں) کے سپرنٹنڈنٹ صاحبان کو اس درخت کی طرف غور کرنا چاہیئے جس کا ظہور پیرو ملک کے موتیو یا مباشہر کے جنگلوں میں ہوا ہے امریکہ والے تامیاکاسپی (بارش کا درخت) کہتے ہیں

سنتے ہیں کہ یہ عجیب و غریب درخت ہوا کی نمی کو کھینچ لیتا ہے اور اپنی شاخوں اور پتیوں سے اسے پانی کی صورت میں برساتا ہے یہاں تک کہ وہ زمین کو کافی سے زیادہ تر کر دیتا ہے۔ گرمی میں جب دریا پانی سے گھٹ جاتے ہیں اور پانی کمیاب ہونے لگتا ہے اس وقت اس درخت میں بارش کی طاقت بہت بڑھ جاتی ہے ایک بزرگ نے تحقیقات کے بعد پیرو کی سرکار سے گذارش کی ہے کہ زراعت کے نفع کے واسطے وہ ملک کے خشک حصوں میں اس درخت کے لگانے کا انتظام کر دے تاکہ کاشتکار اپنے کھیتوں کی آب پاشی آسانی سے کر سکیں۔

ترجمہ
اللہ بخش انصاری
جلیسری

کیمرہ کے بغیر تصویر کشی

اکثر آدمی خیال کرتے ہیں کہ اچھے فوٹو گرافک کیمرہ کے بغیر تصویر نہیں کھینچی جا سکتی لیکن ان کا یہ خیال بالکل غلط ہے ہم اب یہ بتائیں گے کہ کوئی لڑکا یا لڑکی کیمرہ کے بغیر کس طرح تصویر کھینچ سکتا ہے

اگر تم تصویر لینا چاہو تو سب سے پہلے بازار جا کر سلیف ٹوننگ پیپر لاؤ یہ کاغذ بہت سستا مل جائے گا اس کے بعد تم ایک پونڈ "ہائی پو" خرید لینا یہ بھی بہت سستا مل جائے گا یہ وہ چیزیں ہیں جو فوٹو لینے کے لئے ضروری ہیں۔

سب سے پہلے ان کاغذوں کا پیکٹ کھولو۔ اور تم یہ پاؤ گے کہ اس کاغذ کی ایک طرف چکنی ہے اگر تم اس کاغذ میں سے تھوڑا کاٹ کر دھوپ میں لے جاؤ تو تم دیکھو گے کہ وہ تمام طرف سیاہ ہو گیا ہے اور [illegible]

زیادہ کالا ہو جائے گا یہاں تک کہ وہ بالکل
سیاہ پڑ جائے گا۔ لیکن جب تم اس حصہ کو دیکھو گے
جس پر تمہارا انگوٹھا ہے تو وہ ویسا ہی سفید
ہوگا جیسا کہ پہلے تھا۔ یہ اس لئے ہے کہ سورج
کی روشنی تمہارے انگوٹھے کی وجہ سے وہاں
تک نہ پہنچ سکی۔ جب تم ایسا کرو گے تو تم
فوٹوگرافی کی اصلیت کو سمجھ جاؤ گے تم کو
اس کا بھی پتہ چلے گا کہ سورج کی روشنی
اس کاغذ کو سیاہ کر دیتی ہے اور کاغذ کا وہ
حصہ جو سورج کے سامنے نہ ہوگا وہ ویسا کا
ویسا ہی سفید رہے گا

اگر تم اس کاغذ پر ایک پتہ رکھ کر سورج
کے سامنے رکھ دو تو تم کو اس پتہ کا ایک مکمل
فوٹو مل جائے گا۔

لیکن جب تم کسی پتہ کو اس کاغذ پر
رکھو گے تو وہ ٹھیک بیٹھے گا نہیں اس لئے
تمھیں اس کو کسی چیز سے دبا کر رکھنا ہوگا۔
یہ کام تم کسی شیشے سے لے سکتے ہو۔ اس
[illegible] کر اس پر بالکل صاف شیشہ
رکھ دینا۔ اس طرح پتہ کاغذ پر ٹھیک جم
جائے گا۔

جب تم اس کاغذ کو نکالو گے تو تم اس کاغذ
پر پتہ کی تصویر پاؤ گے۔ اس کو تم ہائی پو کے
پانی میں ڈال دینا۔ ایک تصویر کے لئے اس کے
مطابق تھوڑا سا ڈالنا چاہیئے۔ پہلے تو اس تصویر
کا رنگ بدل جائے گا لیکن آہستہ آہستہ وہی
تصویر صاف ہو جائے گی۔ اس کاغذ کو ہائی پو
کے پانی میں دس منٹ تک رکھنا چاہیئے۔
اس کے بعد اس کو سادہ صاف پانی سے دھو کر
چھاؤں میں پھیلا دینا چاہیئے سوکھنے پر وہ تصویر
تیار ہو جائے گی۔

اسی طرح اگر تم کسی تصویر سے تصویر
اتارنا چاہو تو اس کو اتار سکتے ہو لیکن اس
تصویر کی پشت بالکل صاف ہونی چاہیئے
پہلے طریقہ کی طرح شیشے پر سلیف ٹون
پیپر اور اس پر تصویر (تصویر اس چکنے حصہ
پر رکھی جائے) تصویر کی پشت پر پیٹھا رکھ کر
ان سب کو اس طرح دھوپ میں رکھو کہ

وہ ہلے نہیں۔ ہلنے سے تصویر خراب ہو جائیگی جب تصویر کاغذ پر اتر آئے تو نئی تصویر کو نکال کر ہائی پو کے پانی میں ڈال دو اور دس منٹ تک اس میں رہنے دو پھر اس کو نکال کر پانی سے دھو لینا۔
لیکن یہ تصویر اس سے برعکس ہو گی اصل فوٹو کی سیاہ لکیریں سفید ہوں گی اور سفید لکیریں سیاہ ہوں گی یہ نیگیٹو کہلاتی ہیں اب تم اس نیگیٹو سے اور تصویر اتار دو۔ یہ تصویر ویسی ہی ہو گی یہ اصل فوٹو ہے اس طرح تم جتنی تصویریں چاہو گے نیگیٹو سے اتار لو گے

سید منیر احمد

جادو کی گوبھی

ایک دفعہ کا ذکر ہے کہ ایک نوجوان۔ شکاری جو بہت نیک دل اور خوش مزاج آدمی تھا جنگل میں چلا جا رہا تھا چلتے چلتے اسے ایک بدصورت بڑھیا ملی اور شکاری سے کہنے لگی۔ بھئیا میں بھوک کے مارے مری جا رہی ہوں اگر تیرے پاس کچھ کھانے کو ہو تو دے۔ رحم دل شکاری کے پاس جو کچھ تھا بڑھیا کو دے دیا۔ بڑھیا بہت خوش ہوئی کہنے لگی میاں "نیکی کا بدلہ نیک ہے" چونکہ تم نے میرے ساتھ اچھا سلوک کیا ہے اس لئے اس کے صلے میں میں تمھیں ایک تحفہ دیتی ہوں تمھارے راستے میں تھوڑی ہی دور ایک درخت پر نو پرندے اپنے پنجوں میں ایک کپڑے کی چادر لئے ہوئے آپس میں لڑ رہے ہوں گے تم۔ شست باندھ کر ان کے درمیان بندوق۔ چھوڑنا۔ چادر چھوڑ کر پرندے اڑ جائیں گے چادر تم فوراً لے لینا۔ یہ جادو کی چادر ہے اسے اوڑھ کر تم جہاں چاہو گے وہیں یہ تمھیں پہونچا دے گی اور ایک پرندہ [illegible] نیچے گر پڑے گا۔ مردہ پرندہ [illegible]

[illegible] ملا. ہر روز صبح تمھیں اپنے بستر پر تکیہ کے نیچے ایک اشرفی ملا کرے گی. شکاری نے بڑھیا کا شکریہ ادا کیا اور اپنی راہ لی ابھی تھوڑی ہی دور پہنچا تھا کہ اسے پرندے اور چادر نظر آئی اس نے ویسا ہی کیا جیسا بڑھیا نے اس سے کہا تھا چادر اوڑھ لی اور مردہ پرندہ کا دل نکل گیا اور گھر چلا آیا. دوسرے روز علی الصبح اٹھ کر اس نے تکیہ اٹھا کر دیکھا تو اسے چمکتی ہوئی سونے کی اشرفی نظر آئی اسی طرح ہر روز اسے اشرفیاں ملتیں یہاں تک کہ اس کے پاس اشرفیوں کا ڈھیر لگ گیا اب اس نے سوچا کہ یہ دولت بے کار ہے بہتر ہے کہ دنیا کی سیر کی جائے پس اس نے اپنے والدین سے اجازت حاصل کی تھیلا بغل میں لیا. بندوق کندھے پر رکھی اور سیٹی بجاتا ہوا سفر کو روانہ ہو گیا

چلتے چلتے بہت دور ایک جنگل کے کنارے اسے بہت بڑا محل دکھائی دیا. ایک کھڑکی میں اس نے ایک بوڑھی عورت اور ایک نہایت خوبصورت لڑکی دیکھی. یہ بوڑھی عورت ایک جادوگرنی تھی اسے جادو کے زور سے معلوم ہو گیا کہ شکاری کے پاس عجیب وغریب چیزیں ہیں. اس نے لڑکی سے کہا کہ کسی نہ کسی طریقہ سے شکاری سے یہ چیزیں حاصل کرنی چاہئیں. اس نے لڑکی کو دھمکایا کہ یہ چیزیں تمھارے ذریعے سے حاصل ہو سکتی ہیں اگر تم میرا کہنا نہ مانوگی تو تمھیں پچھتانا پڑے گا جب شکاری محل کے قریب پہنچا تو اس نے سفر میں تھک جانے کی وجہ سے اب آرام کرنا چاہا اس نے سوچا اس سے بہتر آرام کی اور کونسی جگہ ہو سکتی ہے روپیہ تو میرے پاس کافی ہے ہی. لیکن اس کے ٹھہرنے کی اصلی وجہ یہ تھی کہ اس کے دل میں لڑکی کی محبت پیدا ہو گئی تھی. شکاری محل میں آیا. اس کی یہاں بہت خاطر تواضع کی گئی. اسے لڑکی سے ایسی محبت ہو گئی تھی کہ ہر دم اس کی خواہشات پوری کرنے کا خیال رکھتا. یہ حالت دیکھ کر بڑھیا نے لڑکی کو شراب کا پیالہ کچھ دوا ملا کر دیا. کہ شکاری کو پلا دے جس کے پیتے

شکاری پرندے کا دل اگل دے گا جس کے
ذریعہ صبح ہر روز ایک اشرفی ملتی تھی اور
بڑھیا اسے خود کھانا چاہتی تھی لیکن لڑکی
نے پرندہ کا دل خود اٹھا کر نگل لیا اور اب
اس کے تکیہ کے نیچے ہر روز اشرفی نکلنے لگی
شکاری کو اس کا بالکل افسوس نہ ہوا کیونکہ
اسے لڑکی سے بہت زیادہ محبت تھی لڑکی
کو بھی اس سے محبت تھی لیکن وہ جادوگرنی
کی سختی اور خوف کی وجہ سے کچھ ظاہر نہیں کرتی
تھی اب جادوگرنی نے لڑکی کو مجبور کیا کہ
شکاری سے کسی طریقہ سے جادو کی چادر بھی
چھین لی جاوے۔ چنانچہ ایک روز لڑکی نے
غمگین سی صورت بنا کر کہا۔ کاش ہم بھی فلاں
پہاڑ پر جا کر جواہرات لا سکتے۔ شکاری نے
کہا۔ یہ بھی کوئی بڑی بات ہے ہم ایک
پل میں پہنچ سکتے ہیں۔ اس نے جادو کی چادر
میں لڑکی کو لپیٹا اور کہا چل ہمیں فلاں پہاڑ
پر پہنچا دے۔ آنکھ جھپکنے کی دیر تھی کہ وہ وہاں
پہنچ گئے اور نایاب جواہرات سے اپنی جیبیں
پر کر لیں۔ اب جادوگرنی نے شکاری کو
جادو کے زور سے پہاڑ پر سلا دیا لڑکی
نے چادر سے اپنا جسم لپیٹا اور کہا چل واپس
میرے گھر۔ وہ اپنے گھر پہنچ گئی۔ اب شکاری
کا حال سنئے وہ نیند سے بیدار ہوا تو لڑکی
کو نہ پا کر بہت پریشان ہوا سمجھ گیا کہ اس
سے فریب کیا گیا۔ بیچارہ بہت مغموم بیٹھا
تھا کہ بہت زور سے آندھی چلی اور شکاری
کو اڑا کر بہت دور کسی سبزی کے باغ میں
پھینک دیا جہاں زیادہ تر گوبھی اگ رہی
تھی۔ شکاری کو سخت بھوک لگ رہی تھی
غریب نے سوچا کہ کچھ نہیں تو گوبھی کے پتے
کھا کر ہی پیٹ بھرو چنانچہ ایک گوبھی کا پھول
توڑ کر کھانا شروع کیا۔ ابھی تھوڑا سا ہی
کھانے پایا تھا کہ اس کی ہیئت تبدیل ہونی
شروع ہوگئی۔ چار ٹانگیں لمبے لمبے کان۔
لمبوترا سامنہ لمبا اور گول جسم۔ یہ کیا ہوا؟
بیچارہ شکاری گدھا بن گیا۔ تھوڑی دیر
سوچا کہ [illegible] تو جنا ہی گدھا بن [illegible]

آگے بڑھ کر ایک اور قسم کی گوبھی کھائی لیکن
دوبارہ اس میں ایک اور تبدیلی شروع
ہوگئی۔ اور ذراسی دیر میں وہ پھر انسان بن گیا
اس نے دونوں قسم کے پھول یعنی انسان کو
گدھا اور گدھے کو انسان بنانے والے توڑکر
اپنے تھیلے میں رکھ لئے اور جادوگرنی کے
محل کی تلاش میں روانہ ہوگیا تاکہ انھیں
بے وفائی۔ فریب اور مکاری کی سزا دے
کچھ روز تلاش کرنے کے بعد وہ اسی محل کے
پاس پہنچ گیا اس نے اپنی شکل صورت اور
ظاہر حالت ایسی تبدیل کرلی کہ اس کے
والدین بھی اسے۔ پہچان نہیں سکتے تھے
ایسی حالت میں اس نے محل والوں سے شب باشی
کی اجازت چاہی۔ جادوگرنی نے پوچھا
تو کون ہے اور کیا کام کرتا ہے؟ اس نے
جواب دیا میں ایک بادشاہ کا سفیر ہوں دنیا میں
بہترین گوبھی لانے کا بادشاہ سلامت نے
حکم فرمایا تھا سو بہت دقتوں کے بعد یہ ملی۔

ہے۔
گرمی سے اس کے پتے مرجھا رہے ہیں
بڑھیا نے کہا تو بھائی ہمیں نہیں چکھاؤ گے
شکاری نے کہا ضرور۔ میرے پاس دو
پھول ہیں ایک تمہیں کھلاؤں گا اس۔
تھیلا کھول کر گدھا بنانے والی گوبھی جادوگر
کے حوالہ کی اس کی ملازمہ پکاکر پلیٹ میں کر
کے لئے لارہی تھی اس نے تھوڑی سی
سے کھالی کھاتے ہی گدھی بن گئی اسی طر
جادوگرنی اور اس کی بیٹی بھی کھاتے ہی گد
بن گئیں تو شکاری بہت خوش ہوا انھیں
میں باندھ دیا۔ ہر روز صبح اٹھ کر انھیں
پیٹتا اور کھانے کو بہت کم دیتا بلکہ اکثر انھیں
بھوکا ہی رکھتا یہاں تک بوڑھی جادوگر
مرگئی۔ آخر اسے رحم آیا اور اچھی گوبھی کھلا
لڑکی اور ملازمہ کو اچھی صورت میں لے آیا
نے دل وجان سے شکاری سے معافی
آخر کار شکاری نے لڑکی سے شادی کرلی اور

خوشی خوشی رہنے لگے۔ اس طرح نیکی کا بدلہ نیک پایا

محمد بشیر

گوریلا

ہونہار بھائیو! اگر آپ چڑیا گھر دیکھنے گئے ہوں گے تو آپ نے یقیناً ہر طرح کے جانوروں کو دیکھا ہوگا لیکن آپ نے ایک جانور کو چڑیا گھر میں نہ دیکھا ہوگا یہ جانور گوریلا ہے آپ کی دلچسپی کے لئے اس کا تھوڑا سا حال لکھتا ہوں۔

گوریلا ایک قسم کا بندر ہوتا ہے یہ امریکہ اور افریقہ میں پایا جاتا ہے یہ بالکل انسان کے مانند ہوتا ہے اس کے ہاتھ اور پیر تو ہمارے جیسے ہوتے ہیں اگر آپ کو صرف اس کے ہاتھ پیر دکھائے جائیں تو آپ یہی سمجھیں گے کہ یہ کسی انسان کے ہیں۔ اس کے بھی بتیس دانت ہوتے ہیں اس کا سینہ مثل انسان کے سینہ کے ہوتا ہے۔ یہ انسان کی طرح دو پیر پر بالکل سیدھا چلتا ہے۔ اور کبھی کبھی چاروں پاؤں پر چلتا ہے۔ یہ چھوٹی چھوٹی چڑیاں جانور اور ان کے انڈے اور ناریل شوق سے کھاتا ہے یہ بہت ہی وحشی ہوتا ہے قوت تو اس کو اتنی ہوتی ہے کہ اگر اس کو زنجیر سے بھی باندھا جائے تو یہ اسے بھی توڑ سکتا ہے۔ ساتھ ہی ساتھ یہ حد درجہ کا ضدی ہوتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ اگر اس کو لوگ کبھی کبھی بڑی مشکلوں سے پکڑتے بھی ہیں تو یہ بھوکا رہ کر مرجاتا ہے اس لئے آج تک کسی آدمی کو ایک جوان گوریلے کے پکڑنے میں کامیابی نہ ہوئی۔ اگر لوگ پکڑتے بھی ہیں تو بچہ۔ جو بھوکا رہ کر مرجاتا ہے یہ پھندے سے پھنسایا جاتا ہے شکاریوں نے دنیا بھر کے ہر قسم کے بندروں کو پکڑا اور انہیں چڑیا گھروں میں رکھا لیکن سوائے ایک دفعہ کے آج تک کوئی نوجوان گوریلا کبھی کسی چڑیا گھر میں نہ رکھا گیا۔ وہ [illegible]

گوریلا ایک برس تک رکھا گیا۔ اس کا نام
برونکس زو ہے۔ یہ چڑیا گھر امریکہ کے مشہور شہر
نیویارک میں ہے ایک برس بعد وہ گوریلا مر گیا
گوریلا درخت پر ایک گھونسلے جیسا۔
مکان بنا کر رہتا ہے۔ یہ لکڑیوں کو جمع کر کے
درخت پر اس طرح رکھتا ہے کہ لکڑی کا ایک
چبوترہ سا بن جاتا ہے اور درخت کی ٹہنیاں
چھت کا کام دیتی ہیں۔ یہ رات بھر اس درخت
کے تنے کے پاس کھڑا رہتا ہے جس کے اوپر
اس کا گھونسلا ہوتا ہے۔ یہ گھونسلا بالکل ویسے
ہی ہوتا ہے جیسا کہ اکثر افریقہ کے باشندے
درختوں پر اپنا جھونپڑا بنا کر رہتے ہیں۔
گوریلا ایسے جنگلوں میں رہتا ہے جس سے
کہ سوائے ایندھن اور مکان بنانے کی۔
لکڑیوں کے کچھ بھی حاصل نہیں ہوتا چونکہ۔
آج کل افریقہ میں یہ جنگل بہت تیزی
کے ساتھ کاٹے جا رہے ہیں اور ان
کی لکڑیاں کام میں لائی جا رہی ہیں۔
اس لئے امید تھی کہ یہ عجیب و غریب جانور
بھی اور جانوروں کی طرح نایاب
جانور ہو جائے گا۔ لیکن اب ایسا نہیں ہوگا
کیونکہ مسٹر آکیلے جو امریکہ کے سب سے
بڑے جانوروں کا حال جاننے والے ہیں۔
انھوں نے اس عجیب و غریب جانور کی خولچ
کو سرکار بیلجین کونگو افریقہ کو مطلع کیا اور
حکومت سے یہ التجا کی کہ اس جانور کے لئے
۵ لاکھ ایکڑ زمین یک دم چھوڑ دی جائے
تا کہ یہ جانور وہاں رہ سکیں حکومت نے
اسے منظور کر لیا ہے۔
اس بات کی منظوری سے ان لوگوں
کو جو جانوروں کا حال جانتے ہیں بہت فائدہ
پہنچے گا اور وہ اس انوکھے جانور کے
قدرتی طور و اطوار کو خوب اچھی طرح
سمجھ سکیں گے۔
اب سینما کمپنی والے بھی ان کی
تصویریں بہت آسانی سے اتار سکیں گے

سید محمد عرف بچے
پٹنہ۔

بچوں کی بہشت

بہت بہت زمانہ گذرا جب یہ پرانی کھوسٹ دنیا اپنے طفولیت کے آغاز میں تھی۔ ایک بچہ ایپی می تھس نامی جس کے نہ باپ تھا نہ ماں رہا کرتا تھا اور اس غرض سے کہ وہ تنہا نہ رہے ایک دوسرا بچہ اسی کے مانند بے باپ بے ماں کا بہت دور و دراز ملک سے اس کے ساتھ رہنے اور اس کا ہمجولی اور مدد گار بننے کے لئے۔ بھیجا گیا۔ اس کا نام پنڈورا تھا (یہ ایک خوب صورت اور بھولی بھالی لڑکی تھی)

جب وہ اس جھونپڑے میں جس میں ایپی می تھس رہا کرتا تھا داخل ہوئی تو پہلی چیز اس کو جو نظر پڑی وہ ایک بڑا سا صندوق تھا اور پہلا سوال جو اس نے ڈیوڑھی سے گذرنے کے بعد کیا وہ یہ تھا ایپی می تھس! تم نے اس صندوق میں کیا رکھا ہے؟

میری پیاری کمسن پنڈورا ایپی می تھس نے جواب دیا۔ یہ ایک راز ہے اور مہربانی کرکے اس کے بارے میں اب پھر کوئی بات مجھ سے نہ پوچھو۔ صندوق۔ یہاں بہ حفاظت تمام رکھنے کے لئے چھوڑ دیا گیا ہے اور میں خود نہیں جانتا کہ اس میں کیا رکھا ہے

لیکن اسے تمہیں کس نے دیا اور کہاں سے آیا؟ پنڈورا نے پھر سوال کیا ایپی می تھس نے جواب دیا یہ بھی ایک راز ہے۔

کیا اشتعال انگیز! پنڈورا نے اپنے لبوں پر زبان کو پھیرتے ہوا کہا۔ میں چاہتی ہوں کہ یہ بڑا اور بدصورت صندوق راستہ سے الگ ہوتا!

اپی می نقش چلایا۔ آہ۔ آؤ میں اب اس کو
زیادہ مت سوچو چلو باہر چلیں اور کوئی
اچھا اور نیا کھیل کھیلیں۔
اس زمانہ میں ہر شخص بچہ تھا ماں
باپ کسی کی ضرورت نہ تھی کہ وہ بچوں
کی حفاظت کریں کیونکہ نہ تو کسی قسم کی
تکلیف تھی اور نہ مصیبت تھی۔ علاوہ
ایک عجیب خوش اور فرحت بخش زمانہ تھا!
نہ کوئی سخت محنت کرنی پڑتی تھی۔
نہ کوئی کام تھا۔ غرض سوائے کھیل کود کے
کچھ نہ تھا۔
آخر اور اس کے اندر کیا ہو سکتا ہے
صندوق آیا کہاں سے۔ پنڈورا برابر اپی می نقش
کو اور اپنے کو کہا کی۔
بس ہمیشہ اسی صندوق کے بارے
میں۔ آخر کار اپی می نقش نے کہا کیونکہ
اب وہ اس موضوع سے بالکل گھبرا گیا
تھا۔ میں چاہتا ہوں پیاری پنڈورا کہ اب
تم کسی دوسری چیز کے بارے میں بات چیت
کرو گی۔ آؤ چلیں اور تھوڑے سے پکے ہوئے
انجیر جمع کرکے درخت کے نیچے بیٹھ کر کھائیں
ہاں مجھے ایک انگور کی لت ہے جس میں
شیریں انگور ہوتے ہیں اور جنھیں تم نے
کبھی نہ چکھا ہوگا۔
پنڈورا چلائی بس "ہمیشہ انگور ہی انجیر
کی بات" ہے۔
اچھا تب۔ اپی می نقش نے کہا جو
ایک خوش مزاج لڑکا تھا چلو باہر چلیں
اور اپنے ہمجولیوں کے ساتھ کوئی نفیس کھیل
کھیلیں
میں اب کھیلوں سے اور تفریحوں سے
عاجز آگئی ہوں اور مجھے کچھ پروا نہیں
اگر اب مجھے کبھی کھیلنا نہ نصیب ہو۔ پنڈورا
نے جواب دیا اور علاوہ ازیں میں کھیلتی
بھی نہیں ہوں یہ بدصورت اور بدہیئت
صندوق! توبہ! یا اللہ میں اس کے سوچ
میں اتنا پڑ گئی ہوں۔ میں پھر تم سے ہاتھ جوڑ کر
اس بات کی خواہش کرتی ہوں کہ بتا دو

اس کے اندر کیا ہے:
جیسا کہ میں پچاس مرتبہ سے زیادہ کہہ چکا ہوں
کہ میں نہیں جانتا ہوں کس طرح اس کے اندر
کی حالت بتا سکتا ہوں" ایپی می تھس نے
کچھ چڑ چڑا کر جواب دیا۔
"تم اس کو کھول سکتے تھے" پنڈورا
نے ایپی می تھس کی طرف کنکھیوں سے
دیکھ کر کہا۔ اور تب صرف ہم ہی لوگ
چپ چاپ دیکھ لیتے کہ اس کے اندر کیا ہے
پنڈورا نے کہا! تم کیا سمجھ رہی ہو؟ ایپی می تھس
اور اس کے چہرے سے اتنا خوف
اور ڈر اس صندوق میں جھانکنے کے خیال سے
جو اسے اس شرط پر سپرد کیا گیا تھا کہ وہ اسے
نہیں کھولے گا۔ ظاہر ہوتا تھا کہ پنڈورا ابھی چپ
ہو جانا بہتر سمجھ کر خاموش ہوگئی لیکن تب بھی
صندوق کے بارے میں سوال کرنے سے باز
نہ رہ سکی اور بول اٹھی" اچھا تو کم سے کم تم یہ
تبلا سکتے ہو کہ یہ یہاں کیونکر آگیا۔

باقی آئندہ

کرار حسین ۔ چھپرہ

ارشد کی مینا

"ارشد میاں اٹھو! بانو اٹھو! سویرا ہوگیا
نماز کا وقت ہے"
یہ آواز "عشرت منزل" میں بلا ناغہ
صبح کے وقت سنائی دیتی اور اس آواز
پر سونے والے جاگ جاتے۔ ارشد و زہرہ
کو بھی اس پیاری مینا سے بہت ہی انس تھا
یہ دونوں اس کے آرام و راحت کا
بہت ہی خیال رکھتے۔ زہرہ نے اس کے
پنجرہ کے واسطے کھدر کا نہایت خوشنما غلاف
تیار کیا تھا۔ یہ دونوں جب پائیں باغ کی
سیر کو جاتے تو مینا کو ضرور ساتھ لے جاتے
ارشد اور زہرہ جب اسکول جاتے تو مینا

ہر ایک کو خدا حافظ کہتی اور دن بھر بڑی بیگم صاحب کے کان کھاتی۔ "بیگم صاحب آج ارشد میاں اچھی طرح کھانا نہیں کھا گئے ایس اسکول میں بھوک لگے گی۔" "بیگم صاحب آج بانو کے سر میں درد تھا نہ معلوم اسکول میں کیا ہوگا" اس قسم کی محبت آمیز باتوں میں دن گنوا دیتی۔ شام کو جب یہ دونوں واپس آتے پہلے وہی سلام کرتی اگر کسی دن ان دونوں میں سے کسی کو دیر ہو جاتی تو بعد سلام کے جواب ضرور طلب کرتی

"عشرت منزل" گو اسم با مسمیٰ تھا مگر اس میں رہنے والے بالکل سادہ زندگی کے ساتھ بسر کرتے تھے۔ ہر شخص حتی الامکان اپنے ملک کا بنا ہوا کپڑا استعمال کرنے کی کوشش کرتا اور غیر ملک کی چیزوں سے پرہیز کرتا۔ عشرت منزل کی اسی فضا میں مینا نے بھی پرورش پائی تھی چنانچہ اکثر وہ اخبار پڑھتے وقت جو لوگوں میں بحث مباحثے ہوتے اس کو غور سے سنتی ہندوستان کے مشہور لوگوں کے نام اس کو یاد تھے جب عشرت منزل کے لوگ کام کاج سے فارغ ہو کر خاموش بیٹھتے تو محض سکوت توڑنے کے واسطے "مولانا محمد علی کی جے"۔ "ڈاکٹر انصاری کی جے"۔ "گاندھی جی کی جے" کے نعرے لگاتی اور ہر نعرے پر اپنے پر پھڑپھڑاتی

خربوزوں کی فصل میں زہرا کے اسکول کی سہیلیوں نے اس کو خربوزوں کی دعوت دینے پر مجبور کیا زہرہ نے اپنی والدہ کی اجازت سے اپنی سہیلیوں کو پائیں باغ میں مدعو کیا۔ جب سب لڑکیاں جمع ہوئیں تو ایک طرف سے "السلام علیکم" کی آواز سنائی دی۔ ایک لڑکی نے طنزاً کہا کہ یہ کون جانور ہے مگر بعد کو وہ جانور ہی نکلا۔ زہرا نے پنجرہ کو ہاتھ میں لے کر اپنی مینا کا سب سے تعارف کرایا سب لڑکیاں مینا کی باتیں سن کر بہت خوش ہوئیں۔

مینا کو زہرہ کی بہت سی سہیلیوں کے

نام یا دتے ان میں سے چند لڑکیاں بدیشی کپڑوں میں ملبوس تھیں۔

مینا۔ فیروزہ بانو آپ کی پوشاک ہے تو بڑی خوب صورت مگر غیر ملک کے کپڑے کی ہے۔

فیروزہ بانو۔ (شرماکر) تو آپ کو کیا؟

مینا۔ بیوی۔ انہیں بدیشی کپڑوں کے بائیکاٹ کی بدولت ہندوستان کے بہت سے لیڈر جیل خانوں میں پڑے ہیں اور آپ کو ان کپڑوں سے محبت ہے"۔ مینا کے اس پر مغز لکچر پر فیروزہ بانو اور ان لڑکیوں پر جو بدیشی کپڑے پہنے تھیں گھڑوں پانی پڑ گیا خربوزے تو خوشی خوشی کھائے اور مینا کو بھی کھلائے مگر دل ہی دل میں شرمندگی کی وجہ سے مینا سے آنکھ نہ ملائی چلتے وقت زہرا نے ان لوگوں سے مینا کی طرف سے معافی چاہی۔ ان لڑکیوں نے گھر پہونچتے ہی اپنے والدین سے سودیشی کپڑے کے تھان منگائے اور پھر کبھی بدیشی

کپڑے کا لباس نہ پہنا۔

ارشد میاں نے تحریک خلافت او
ترک موالات میں اسکول چھوڑ دیا
کے والدین ان کو ملازمت کی نیت
تعلیم نہیں دلوا رہے تھے گھر میں اللہ
سب کچھ تھا۔ مکانات۔ مواضعات
یہ سب ارشد میاں کے واسطے تھے
کے والد کو جب اس کی خبر ملی تو ا
نہ تو رنج کا اظہار کیا اور نہ خوشی کا
ان کو اس وقت سے یہ خیال پیدا ہو
آگے چل کر ارشد میاں کیا رنگ لاتے
ایک مہینہ تک وہ ارشد میاں کے رنگ
ڈھنگ دیکھتے رہے مگر انھوں نے کو
بے ضابطگی نہ پائی جو ارشد میاں کا مع
کہ ۹ بجے اسکول جانا اور ۱۲ بجے وا
اسی دستور العمل پر ارشد میاں کا رشد
کھانا کھاکر اپنے کمرے میں چلے جاتے
وہاں چار بجے تک تفسیر قران۔ احا
تواریخ کا مطالعہ کرتے اور ٹھیک

کمرے سے نکلتے اور شام کو بجائے پائیں باغ کی سیر کے وہ کسی جلسہ میں چلے جاتے اور اپنے وقت پر واپس آجاتے کبھی کبھی اپنی مینا کو بھی بہ اجازت زہرا لے جاتے

ایک مرتبہ ان کے والد ان کے کمرہ میں تشریف لے گئے اور ارشد میاں کو خوب شاباش دی۔ کہنے لگے بیٹا میں پہلے تو یہ سمجھا تھا کہ تم تعلیم سے بھاگ رہے ہو مگر مجھے یہ دیکھ کر بہت خوشی ہوئی کہ تم اپنی تعلیم میں پہلے سے زیادہ دلچسپی لینے لگے ہو۔ ارشد میاں نے بہت مودبانہ عرض کیا۔ ابا میاں میں تعلیم سے تو نہیں بھاگتا ہوں ہاں اس تعلیم سے جو آج کل اسکولوں میں دی جارہی ہے اس سے اب مجھے نفرت ہوگئی ہے اس تعلیم سے نہ انسان دنیا کا رہتا ہے اور نہ دین کا۔

ارشد میاں اس عمر میں اپنی خوش تقریری اور معاملہ فہمی کی وجہ سے بہت جلد خلافت کے حلقوں میں ہر دل عزیز ہوگئے۔ اکثر لیڈروں نے ان کی ہمت افزائی کی اور تقریر دینے کا موقع دیا۔ ان مواقع پر بھی ان کی مینا ان کے ساتھ رہتی اور جب ارشد میاں کی تقریر پر اللہ اکبر کے نعرے لگتے تو اس میں آپ بھی شامل ہوجاتی سامعین کو اس مینا کے اللہ اکبر کے نعرے لگانے پر خوب جوش آتا اور ارشد میاں کی پرجوش تقریر پر ان کی ہمت افزائی ہوتی ارشد میاں کا خلوص دیکھ کر لیڈروں نے ان کو اپنی کمیٹی میں شرکت کی دعوت دی ارشد میاں اول تو اپنی رائے محفوظ رکھتے اور اگر دیتے بھی تو ایسی کہ ان کی ماننا پڑے۔

ایک دن کسی صاحب نے ارشد میاں سے مزاقاً یہ کہا کہ آپ ہندوستان کی آزادی کے لئے تو اتنی جد و جہد کر رہے ہیں مگر اس بیچاری مینا کو یوں قید کر رکھا ہے

باقی آئندہ

ایزدی۔ از لکھنؤ

سچے دوست

شیام اور احمد ہائی اسکول کے ایک ہی درجہ میں پڑھتے تھے ان دونوں میں پکی اور سچی دوستی تھی ایکدن اسکول میں یہ حکم آیا کہ کل انسپکٹر صاحب آئیں گے۔ لہذا ہر لڑکے کو اپنی اپنی کتابیں اور کاپیاں وغیرہ ضرور لانی چاہئیں۔ دوسرے دن احمد حسن اتفاق سے اپنی انگریزی کی کتاب بھول آیا۔ انسپکٹر نے معائنہ بھی کیا تو انگریزی ہی کے گھنٹے میں جب احمد نے دیکھا کہ انسپکٹر صاحب آنے والے ہیں تو اس نے شیام سے کہا:۔

احمد۔ میں تو انگریزی کتاب بھول آیا۔ اب انسپکٹر صاحب مجھے ضرور سزا دیں گے۔

شیام۔ اچھا تو لو تم یہ کتاب لے لو۔

احمد۔ نہیں نہیں میں تمہاری کتاب نہ لوں گا میری وجہ سے تم ناحق سزا پاؤ گے میں یہ نہیں چاہتا۔

شیام پیشاب کا بہانہ کر کے باہر اٹھ کر چلا گیا اور وہاں سے آ کر احمد کو کتاب دے کر بولا۔

شیام۔ لو یہ کتاب میں دوسرے درجہ سے مانگ کر لایا ہوں۔

احمد۔ تم نے بہت تکلیف کی۔ شکریہ

اتنے میں انسپکٹر صاحب بھی آگئے انھوں نے درجہ کا معائنہ کیا۔ شیام کے پاس کتاب نہ پا کر بہت ناراض ہوئے اور اس کو سزا دینے لگے احمد نے جب شیام کو سزا ملتے دیکھی تو اسے سارا حال معلوم ہوا۔ اب اس سے نہ رہا گیا۔ اس نے جلدی سے کتاب شیام کو دے دی اور انسپکٹر صاحب سے کہنے لگا " ان کی کتاب یہ ہے میں کتاب نہیں لایا ہوں "۔ اب شیام نے جلدی [illegible]

اس نے سارا ماجرا انسپکٹر صاحب سے کہہ دیا۔ انسپکٹر صاحب سن کر بہت خوش ہوئے اور ان کے انگریزی کے مدرس سے ان کی بہت تعریف کی انسپکٹر صاحب لڑکوں سے کہنے لگے "واقعی احمد اور شیام سچے دوست ہیں۔ میں ان کی یہ وفاداری دیکھ کر بہت خوش ہوں۔ اور پانچ روپیہ کا نوٹ انھیں انعام کے طور پر دیتا ہوں۔ مجھے امید ہے کہ آئندہ یہ لوگ کتابیں گھر پر نہ بھول آیا کریں گے انسپکٹر صاحب یہ کہہ کر چلے گئے۔ شیام اور احمد انعام پاکر بہت خوش ہوئے۔

دیکھا ہونہار بچو! سچی دوستی ایسی ہوتی ہے اگر تم کسی کے دوست ہو تو سچے دوست بنو۔

محمد منتشر علی صدیقی ساغر

بدایونی

علم اور دولت

بعض لوگوں کا خیال ہے کہ علم دولت کے مقابلہ میں اچھا ہے اور بعض لوگوں کی رائے ہے کہ دولت بہ نسبت علم کے اچھی ہے کیونکہ اسی کی بدولت علم حاصل ہوتا ہے لیکن یہ غلط ہے کیونکہ علم ہی سے دولت حاصل ہوتی ہے اگر آپ کے پاس علم نہیں ہے تو دولت ہرگز نہیں حاصل کر سکتے ہیں آپ کو مثال دیتا ہوں۔ کہ آپ کے بہت سے ایسے جاہل ملیں گے جنھوں نے علم بالکل حاصل نہیں کیا۔ آج دیکھئے کہ ان کا کیا حال ہے اگر ان بیچاروں کو مزدوری مل گئی تو کھا لیا ورنہ دو دو دن بھوکے پڑے رہتے ہیں اس کی کیا وجہ ہے کہ ان کے پاس علم نہیں ہے کہ انھوں نے تھوڑا سا ہی علم حاصل کیا ہوتا تو کم سے کم دس پندرہ کی کسی دفتر میں ان کو نوکری مل جاتی علم نہ حاصل کرنے کی وجہ سے ان کو طرح طرح کی مصیبتیں برداشت کرنی پڑتی ہیں فرض کیجئے اگر ایک مزدوری خط بھیجتا ہے تو اس کو لکھانے کے لئے ایک دوسرے

کی خوشامد کرنی پڑے گی اگر وہ بھلا مانس ہے تو
اس نے لکھ دیا ورنہ بیٹھے ہیں. آج کل کے زمانہ کو
دیکھتے ہوئے. میرے خیال میں عورتوں کو بھی علم حاصل
کرنا چاہئے. کیونکہ وہی حال ان کا بھی ہے جو کہ
مزدوری کا ہوتا ہے. ان کو بھی علم حاصل کرنا بہت
ضروری ہے آج آپ عورتوں کو دیکھئے جو کہ
تعلیم یافتہ ہیں اوران کا سلیقہ اورخانہ داری کا
انتظام کتنا اچھا ہوتا ہے اوراپنی اولاد کی تربیت
کس خوبی سے کرتی ہیں. تعلیم یافتہ لڑکیوں کو شوہر
بھی اچھے ملتے ہیں. ان لڑکیوں پر افسوس ہے
جو جاہل ہوتی ہیں. ان کو کسی قسم کا سلیقہ نہیں آتا
اپنے گردوپیش کے گھروں کو دیکھئے کہ جاہل بیویوں
کی وجہ سے شوہروں کو روز آنہ اور ہر گھڑی
کن کن تکلیفوں کا سامنا رہتا ہے. بچہ سقہ جو کہ
دولت اور حکومت کے لالچ میں باوجود ایک
جاہل آدمی ہونے کے چالاکی سے افغانستان پر
قابض ہوگیا لیکن آپ نے دیکھا اس کا کیا انجام
اگر وہ علم دان ہوتا تو ہرگز ایسی غلطی نہ کرتا اور
دولت کو بہ مقابلہ علم کے بالکل بے کار چیز
قرار دیتا. آپ نے دیکھا کہ دولت کی طمع کیسی
بری چیز ہے لیکن علم میں یہ بات نہیں دولت کو
توچور چرا سکتے ہیں لیکن علم ایسی چیز ہے کہ کوئی
قیامت تک نہیں چرا سکتا. دولت لوگوں کے
ہاتھ سے جاتی رہتی ہے. لیکن علم جو آگیا ہمیشہ
کے لئے اپنا ہی رہے گا. اگر علم حاصل کرنے
کے بعد آپ کے پاس کافی دولت ہے. تو علم
آپ کو اس کے رکھنے اور اس کے خرچ کرنے
وغیرہ کی ترکیبیں بتاتا ہے. علم ایک بہت
بڑی قیمتی چیز ہے علم ہی کی بدولت طرح
طرح کی ایجادیں ہوئی ہیں.

علم ہی کی بدولت لوگ بڑے عہدوں پر
پہونچتے ہیں. ایک عالم ایک جاہل کے مقابلہ
میں ہمیشہ فائق رہتا ہے. اگر علم نہ ہوتا تو آپ
ریل وموٹر جہاز وغیرہ اور بھی اسی قسم کی ایجادیں
ہرگز نہ کر سکتے

میرے پیارے ہونہار بھائیو! علم کیا ہے؟
علم ایک طرح کا چراغ ہے اگر آج یہ گل ہوجائے
تو تمام دنیا میں اندھیرا ہوجائے. از [illegible]

پہلی غلطی

"اماں جان نے کیا تم کو دریا پر جانے سے منع کیا ہے" ننھی رضیہ نے اپنے بھائی محمود سے پوچھا۔ "ہاں! انھوں نے کہدیا ہے کہ کبھی بھول کر بھی دریا کی طرف نہ جانا" محمود نے جواب دیا "بھائی مجھے تو پانی برسنے میں اس کی آواز سہانی معلوم ہوتی ہے میں برسات کے موسم میں کسی دن اسے دیکھنے ضرور جاؤں گی" رضیہ نے کہا "نہیں ایسا نہ کرنا کہیں ایسا نہ ہو کہ تم ڈوب جاؤ اماں ہمیں اگر کسی کام سے روکتی ہیں تو اس میں ہمارا ہی فائدہ ہوتا ہے۔ دیکھو جب تم نے اماں کے منع کرتے کرتے گٹھلی سمیت بیر کھائے تھے تو تمہارے پیٹ میں کتنا درد ہوا تھا اور کتنے دنوں تک کڑوی دوائیں پینا پڑی تھیں" اس پر رضیہ بولی "کہ ہاں اور تم نے خالہ اماں کے ہاں سے آیا ہوا پلاؤ اور زردہ کھایا تھا اور اماں جان نے مجھے کھلا دیا تھا" محمود نے جواب دیا کہ پھر تمہیں جانو۔ ایک بات کو نہ مان کر تمنے کتنی تکلیفیں اٹھائی تھیں۔ خیر اتنی بات ہو کر اس وقت تو دونوں کھیل کود میں لگ گئے لیکن رضیہ کے دل میں یہ بات بیٹھ چکی تھی۔

ایک دن برسات کے موسم میں زوروں کا پانی برس کے نکل گیا تھا۔ نالہ بڑے زور و شور سے بہہ کر دریا کی سمت رواں تھا جس کی سہانی آوازیں رضیہ کے لئے خاص کشش تھی گویا نالہ اس کو برابر آوازیں دے کر اپنے ساتھ دریا تک چلنے کو کہہ رہا تھا وہ بے اختیار اپنی ماں اور بھائی بہنوں کی آنکھ بچاکر دروازہ سے گلی میں اور وہاں سے نالہ پر پہونچ گئی وہاں پانی کی روانی اور خنکی میں کچھ ایسی غضب کی دلکشی تھی کہ برابر اس کے پاؤں اٹھتے ہی گئے راستہ میں دو چار جگہ جھاڑیوں نے دامنگیر ہو کر اس کو روکنا بھی چاہا لیکن اس نے اپنی

ریشمی پوشاک کے پھٹنے کی پرواہ نہ کرتے ہوئے اپنی رفتار برابر قائم رکھی یہاں تک کہ وہ دریا پر پہنچ کر رکی. اور گیلے ریت پر دوڑنے لگی اتفاقاً ایک مقام پر اس کا پاؤں پھسلا اس نے بے اختیار اونچے کنا رے کو پکڑنا چاہا لیکن بالو کی دیوار بھی اس کے ساتھ ہی دریا میں گری پانچ منٹ کے بعد دریا کی رفتار اور نالہ کا شور بدستور تھا لیکن جہاں ننھی رضیہ گری تھی وہاں پر سوائے چند بلبلوں کے اور کچھ نظر نہ آتا تھا اس طرح رضیہ کی پہلی اور آخری غلطی کا انجام ہوا.

سید سرفراز حسین سید
سکندر آبادی

کیا پودوں میں عادتیں ہوتی ہیں

ہونہار بھائیو! تم نے سر جگدیش چند ربوس کا نام تو ضرور سنا ہوگا. آپ علم نباتات کے بہت بڑے ماہر ہیں. آپ ہی نے یہ ثابت کیا کہ انسان کی طرح پودوں میں بھی جان ہوتی ہے. اور اگر ان کو ہوا اور دھوپ نہ ملے تو وہ بھوکے مر بھی جاتے ہیں کیونکہ پودے اپنی غذا انھیں دو چیزوں سے حاصل کرتے ہیں. آپ نے یہ بھی ثابت کیا کہ پودے سانس بھی لیتے ہیں اور وہ بیہوش بھی ہو جاتے ہیں. لیکن ابھی تک کسی نے یہ نہ معلوم کیا کہ پودوں کو دماغ اور ساتھ ہی ساتھ سوچنے سمجھنے کی قوت بھی ہوتی ہے یا نہیں لیکن اس بات میں تو کچھ بھی شبہ نہیں کہ بعض پودے اپنی غذا خود تیار کرتے ہیں اور کسی دوسرے پودے کو نقصان بھی نہیں پہونچاتے. لیکن بعض ایسے پودے بھی ہیں جو خود اپنی غذا تیار نہیں کرتے ہیں لیکن اپنے دوسرے پڑوسی پودوں کی غذا کھا جاتے ہیں. اور اپنی اسی حرکت سے اپنے پڑوسی کو مار ڈالتے ہیں.

کیلے کا درخت ایک ایسا پودہ ہے جو کبھی اپنی غذا خود تیار نہیں کرتا بلکہ دوسرے

کی تیار شدہ غذا کو چٹ کر جاتا ہے یہ اپنی بڑی بڑی پتیوں کو زمین پر اس ہمواری سے ڈالتا ہے کہ جب تک اس کو خوب غور سے نہ دیکھا جائے یہ معلوم ہی نہ ہوگا کہ اس کی پتیاں اس جگہ پڑی ہوئی ہیں یا نہیں۔ اب یہ پتیاں آفتاب کی روشنی اس وقت پا سکتی ہیں جب کہ دوسرے گھاسوں کی پرچھائیں ان پر نہ پڑے اور چونکہ ان پتیوں کو صرف اپنی غذا حاصل کرنے سے مطلب ہوتا ہے یہ پتیاں کچھ اس طرح پھیل جاتی ہیں کہ ان کے اردگرد والی گھاس کی پتیاں بالکل دب جاتی ہیں۔ اور آفتاب کی روشنی نہ پا سکنے کی وجہ سے ان کا دم گھٹ جاتا ہے۔ اور یہ مرجاتی ہیں وہ پودہ جس کو انگریزی میں ڈوڈر کہتے ہیں سب سے زیادہ تباہ کن ہے یہ پودہ دوب کے پورے پورے میدان کو اجاڑ کر دیتا ہے یہ اپنے کو ہفتوں مردہ بنائے رکھتا ہے جب اس کی پتیوں کے پاس کوئی دوسرا پودہ نکل آتا ہے تو یہ اپنی ان رگوں کو جن کا کام یہ ہوتا ہے کہ دوسرے پودوں کی غذا کو جذب کریں گھسا دیتا ہے اور وہ پودہ بیچارہ بھوک کے مارے مرجاتا ہے۔ ان باتوں سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ بعض پودے اچھی عادت اور بعض بری عادت والے ہوتے ہیں اور یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ ان میں کچھ سمجھ بوجھ کی بھی قوت ضرور ہے۔

ہونہار بھائیو! تم خود ہی سوچو کہ کون سمجھ بوجھ سکتا ہے وہی نا جس کو عقل ہوتی ہے تو بس یہ معلوم ہوا کہ پودوں بھی عقل اور سمجھ ہوتی ہے

از

سید محمد نظر حق (آرہ)

پھول کی کہانی خود اسی کی زبانی

ایک دن میں باہر برآمدے میں ٹہل رہا تھا کہ مجھے ایسا معلوم ہوا جیسے کوئی مجھ سے۔

مخاطب ہو کر کہہ رہا ہے
"اگر آپ ذرا دیر ٹھیرے رہیں تو میں اپنی کہانی
بھی سناؤں" میں نے با آواز بلند کہا "کون"
"کیسی کہانی"؟
"جناب میں ایک مرجھایا ہوا پھول ہوں
اور اس وقت آپکے پاؤں کے نیچے پڑا ہوا
ہوں۔ آہ میں کیا تھا اور کیا ہو گیا"۔
اب میں نے مرجھائے ہوئے پھول کی
طرف غور سے دیکھا اور کہا "تم اپنی کہانی سناؤ
میں تمہاری کہانی ضرور سنوں گا"
پھول نے اپنی کہانی اس طرح بیان کی،
"جناب والا یہ تو مجھے معلوم نہیں کہ میں کہاں
اور کس طرح پیدا ہوا۔ البتہ یہ مجھے معلوم ہے کہ
میرا بچپن کا زمانہ باغ میں گذرا اور جہاں تک
میرا خیال ہے میں باغ ہی میں پیدا ہوا تھا۔
اس وقت میرا نام غنچہ تھا۔ آہ وہ زمانہ بھی
کیا آزادی کا زمانہ تھا۔ نہ کسی کا خوف نہ کسی کا
ڈر۔ دن رات عیش کرتا تھا۔ ابھی عالم
شباب ہی تھا کہ کمبخت مالی نے آکر

مجھے توڑ لیا۔ اس وقت میری بے چینی
و اضطراب کی کیا حالت تھی لیکن میرے
ہمراہ میرے ساتھی بھی تھے۔ غرضکہ اس نے
ایک ڈورے میں ہم سب کو ایک جگہ جمع کر کے
پرو دیا۔ اور اس کا نام اس نے ہار رکھا۔ اس نے
اس ہار کو جس میں ہم سب ایک جگہ موجود تھے
ایک شخص کے ہاتھ دو پیسہ میں فروخت کر دیا
اس کی اس حرکت پر ہم کو بہت غصہ آیا
لیکن کر ہی کیا سکتے تھے۔ چار ناچار ہم اس دوسرے
شخص کے ہاتھ میں آگئے۔ یہ ہم کو اپنے گھر لے گیا
اور ہم رات بھر اس شخص کی بیوی کے کانوں
کی زینت بنے رہے۔ آہ اب یہاں سے ہماری
تباہی کا حال شروع ہوتا ہے صبح کو ہماری مالکن
نے ہمیں کانوں سے اتار کر کوڑے میں ڈال دیا
اس وقت ہم مرجھا گئے تھے۔ اس کے بعد بھنگن آئی
اور اس بیدرد نے ہم کو ایک دوسرے سے علیحدہ
کر دیا اور کوڑے گھر میں ڈال دیا۔ ہوا کے
جھونکے نے مجھ بدنصیب کو یہاں آپ کے برآمدے
میں لاکر ڈال دیا اور اب میں پیس دیا ہوا

یہ دنیا بھی کس قدر ظالم ہے اب چند ہی دن میں میری زندگی ختم ہونے والی ہے اس کے بعد پھول نے ایک آہ کھینچی اور خاموش ہو گیا۔

محمد مبشر علی صدیقی ساغر

ایمانداری کا پھل ضرور ملتا ہے

ایک سوداگر کو تجارت میں بڑا نقصان ہوا۔ سب کاروبار بند ہو گئے بیچارہ بالکل محتاج ہو گیا فاقوں پر فاقے کرنے لگا بیوی اور بچے آئے دن تکلیف سے تنگ آ گئے۔

ایک دن سوداگر شہر سے باہر کچھ فاصلے پر دل بہلانے گیا۔ ایک امیر آدمی کا باغ راستے میں آیا کچھ دیر وہاں ٹھہر گیا۔ اپنی حالت پر بہت افسوس کیا اور خدا کی جناب میں دعا مانگی کہ اے اللہ مجھے اس مصیبت سے نکال جب وہاں سے گھر کو پھرا تو راستے میں ایک بٹوا پایا کھول کر دیکھا تو اس میں سو اشرفیاں تھیں سوداگر نے بٹوے کو بند کر کے رومال میں لپیٹ لیا۔ اور دل میں کہا کسی راہ گیر کی جیب میں سے نکل پڑا ہے۔ راستے میں جو ملا اس سے سوداگر نے پوچھا بھائی تمہاری کوئی چیز سڑک پر تو نہیں گری کسی نے بھی اقرار نہ کیا۔ آخر سوداگر مایوس ہو کر گھر آیا اور بیوی سے سارا قصہ بیان کیا۔ بیوی نے کہا خدا کو تمہارے گڑگڑانے پر رحم آیا۔ تمہاری دعا قبول کی اور غیب سے یہ دولت تمہارے لئے بھیجی ہے۔ لاؤ بٹوا مجھے دو میں دو چار اشرفیاں بھنا کر خرچ پات میں لاؤں۔ سوداگر نے کہا۔ تمہارے خیال ٹھیک نہیں یہ پرایا مال ہے کسی راہ گیر کا بٹوا ہے راستے میں دھوکے سے گر گیا ہے۔ میں تمہیں ہرگز نہ دوں گا خود احتیاط سے رکھوں گا اب تو شام ہو گئی ہے کل مالک کی تلاش کروں گا دوسرے دن

صبح ہوتے ہی سوداگر اس جگہ پہنچا جہاں بٹوا پایا تھا اور سڑک کے کنارے آنے جانے والوں کو تاڑنے بیٹھ گیا۔ تھوڑی دیر میں ایک نواب گھوڑے پر سوار وہاں سے گذرا سوداگر نے کھڑے ہو کر اسے خوب گھور گھور کر دیکھا۔ نواب نے گھوڑا روک لیا۔ سوداگر کو پاس بلا کر پوچھا۔ کہ کیوں بھائی تم مجھے ایسی ٹیڑھی ترچھی نگاہوں سے کیوں دیکھتے ہو۔ سوداگر نے کہا۔ کل میں نے اس سڑک پر ایک چیز پائی ہے اور اس آدمی کی ٹوہ میں ہوں جس کی وہ چیز ہے یہی وجہ ہے کہ میں آپ کو گھور گھور کر دیکھ رہا تھا۔ نواب نے کہا کہ کل میں اپنے باغ جا رہا تھا راستے میں بٹوہ گر گیا۔ کیا یہی چیز ہے جو تم نے پائی ہے سوداگر نے کہا۔ جناب عالی یہی چیز ہے جو میں نے پائی ہے گستاخی معاف ہو یہ تو فرمائیے۔ بٹوہ میں تھا کیا۔ نواب نے کہا سو اشرفیاں۔ سوداگر نے جھٹ بٹوہ نکال کر نواب کے حوالہ کیا۔ نواب نے اسے کھول کر دیکھا ٹھیک پایا۔ سوداگر کا شکریہ ادا کیا۔ اور اپنی راہ لی سوداگر بیچارہ بھی اپنے گھر کو واپس آیا۔ بیوی سے سب حال کہا۔ اسے بہت افسوس ہوا۔ اور بولی کیسا ناشکر نواب تھا۔ دو چار اشرفیاں انعام میں بھی نہ دیں۔

سوداگر نے کہا میں نے یہ کام انعام کی خاطر نہیں کیا تھا۔ اس کا مال تھا اسے پہونچا دیا۔

لیکن یاد رکھو ایمانداری کا پھل ضرور ملتا ہے آج نہیں کل کل نہیں پرسوں اگر یہاں بھی نہ ملا تو دوسرے جہاں میں ضرور ہی ملے گا۔ بیوی نے کہا اچھا دیکھیں اس کا پھل ہمیں کب ملتا ہے۔ (باقی آئندہ)

شجاع الدین دہلی

جیسی کرنی ویسی بھرنی

ایک بادشاہ تھا۔ اس کی لڑکی بڑی خوب صورت تھی ایک دن وہ غسل کرکے اپنے بال سکھا رہی تھی۔ اور بادشاہ تخت پر بیٹھا سلطنت کے کام انجام دے رہا تھا۔

اس اثنا میں اس نے ایک آواز سنی فوراً سپاہیوں کو باہر بھیجا کہ کون شخص ہے اور کیا کہتا ہے۔ سپاہی باہر گئے دیکھا کہ ایک فقیر جا رہا ہے۔ جو اپنی دھن میں مست ہے اور جس کی زبان سے یہ کلمات نکل رہے ہیں۔ "جو شخص جیسا کرتا ہے ویسا ہی اس کی اولاد کے سامنے آتا ہے"

بادشاہ نے سپاہیوں سے کہا۔ کہ جاؤ۔ اس کو بلاؤ۔ اگر کہنے سے نہ آئے تو زبردستی لاؤ اور نظر بند کرلو۔ یہ بات آزمائیں گے کہ جو کچھ یہ فقیر کہتا ہے صحیح ہے یا غلط ہے [illegible] دوڑے اور زبردستی اس کو پکڑ لائے اور فقیر کو نظر بند کرلیا بادشاہ نے سپاہیوں کو حکم دیا کہ تمام شہر میں اعلان کردو کہ آج شام کو بادشاہ کی لڑکی شہر کا گشت کرے گی تمام لوگوں کو چاہیئے کہ گلیاں اور راستے صاف کرلیں۔

بادشاہ دو نوکروں کے ساتھ گھر آیا اور لڑکی کو زیور پہننے کا حکم دیا اور دونوں نوکروں کو لڑکی کے ہمراہ کردیا اور سپاہیوں سے کہدیا کہ جس طرح بھی جو شخص لڑکی سے پیش آوے اس سے کچھ نہ کہنا اور جو کچھ واقعہ پیش آئے مجھ سے بیان کردینا

تمام رعایا نے بازار اور گلیاں۔ نہایت ہی عمدہ طریقہ سے آراستہ کیں اور نہا[یت] شاندار اقبال کیا۔ ہر شخص آتا اور لڑکی [سے] مصافحہ کرتا اور چلا جاتا تھا۔ دونوں سپاہی تمام واقعہ دیکھتے چلے جا رہے تھے جب آ[...]

راستہ طے ہو چکا تو ایک گلی سے ایک آدمی
نکلا اور لڑکی کے سامنے کھڑا ہو گیا۔ لڑکی بھی
رک گئی۔ پانچ منٹ تک دونوں کھڑے رہے
اس کے بعد آدمی اُدھر چلا گیا اور لڑکی اِدھر
چلی گئی۔

گشت کرنے کے بعد گھر پہنچے بادشاہ
نے سپاہیوں کو بلایا اور تمام واقعہ بیان کرنے
کو کہا۔ سپاہیوں نے کہا۔ تمام رعایا نے تمام
گلیاں اور بازار نہایت اچھی طریقے سے آراستہ
کئے تھے۔ استقبال بھی نہایت شاندار کیا۔
ہر شخص مصافحہ کرتا تھا اور سلام کر کے واپس
ہو جاتا تھا۔ لیکن درمیان میں ایک شخص
ایک گلی سے نکلا اور لڑکی کے سامنے کھڑا
ہو گیا پانچ منٹ کھڑا رہا۔ اس کے بعد
چلا گیا۔

بادشاہ نے سوچا اور اس کو خیال آیا کہ کسی
وقت میں گشت کے لئے گیا تھا۔ راستہ میں ایک
حسین لڑکی آرہی تھی میں نے برا خیال ظاہر
کیا اور اس کے پاس جاکر کھڑا ہو گیا پانچ منٹ
کے بعد میرے دل میں خوف پیدا ہوا اور میں
اس کو چھوڑ کر چلا آیا۔ بادشاہ فوراً فقیر کے
پاس گیا اور اس کی مریدی اختیار کر لی نتیجہ
یہ ہوا کہ وہ ایک بہت بڑا درویش ہو گیا۔

ہونہار بھائیو! تم کو چاہیئے کہ کبھی کسی کی
طرف برا خیال ظاہر نہ کرو جیسا کرو گے وہی۔
کبھی نہ کبھی تمہارے سامنے آئیگا۔ ایسے لوگوں
سے خدا بھی ناراض ہوتا ہے۔

از
اشفاق حسین
دہلی

سب سے پہلے خدا کا کام کرو

ملک مین کے گاؤں میں ایک زمیندار
تھا۔ جو اپنی شرافت اور نیکی کی [illegible]

بڑا مشہور تھا۔ اس کے پاس ایک اونٹ بھی تھا جس کی مدد سے وہ نہر سے پانی کھینچ کر زمین کو سیراب کرتا تھا۔ ایک روز اس کا اونٹ جنگل میں بھاگ گیا۔ اتفاق سے وہ دن جمعہ کا تھا اور اسی دن اسے زمین کو پانی بھی دینا تھا۔ بیچارہ کو اس بات کی فکر ہوئی۔ اس نے دل میں سوچا کہ اب کیا کروں۔

اگر اونٹ کی تلاش کو جاؤں تو نماز جمعہ قضا ہوتی ہے۔ اگر نماز کو جاؤں تو اونٹ کے گم ہو جانے اور کھیت کے خشک ہو جانے کا خطرہ ہے

غور و فکر کے بعد اس نے دل میں ٹھان لی کہ چاہے کچھ بھی ہو پہلے نماز ادا کرلوں۔ چنانچہ وہ نماز جمعہ پڑھنے مسجد چلا گیا۔ نماز ادا کرکے جب گھر واپس آیا تو دیکھتا ہے کہ اس کا کھویا ہوا اونٹ گھر میں اپنی جگہ کھڑا ہے

اس زمیندار نے حیرت کے ساتھ اپنی بیوی سے پوچھا کہ اونٹ یہاں خود بخود کیسے پہنچ گیا۔

بیوی نے کہا قدرت خدا کی ہے۔ مجھے خود تعجب ہے کہ اسے ایک بیڑیا اپنے ساتھ یہاں تک پہنچا گیا ہے اونٹ کے اس طرح مل جانے پر کسان نے شکریہ ادا کیا۔ اور اونٹ کو لے کر کھیت پر آیا تو کیا دیکھتا ہے کہ نہر کا پانی ٹوٹ کر خود بخود کھیت میں آرہا ہے اور کھیت چاروں طرف پانی سے بھرا ہوا ہے۔ زمیندار اپنے حال پر خدا کی ایسی عنایت دیکھ کر سجدے میں گر گیا اور اس نے دل سے خدا کا شکریہ ادا کیا۔

ہونہار۔ بھائی۔ بہنو! ہم لوگوں کو بھی اپنے دنیاوی کاموں سے پہلے دینی کام۔ روزہ۔ نماز۔ حج۔ زکوۃ وغیرہ ادا کرنا چاہئے۔ اس میں ہماری ہی بھلائی ہے

از سید نظر حق۔ (آرہ)

ایک عابد آدمی

بنی اسرائیل میں ایک عابد آدمی رہتا
تھا۔ اس کی عورت روئی کاتا کرتی روزآنہ
عابد سوت کو بیچ لاتا۔ کچھ کی روئی خریدتا
اور جو بچتا اس سے اپنے بال بچوں کے لئے
کھانا خریدتا۔

ایک روز بازار جاکر سوت کو بیچا ہی تھا کہ ایک
سائل آپہنچا اور سوال کیا۔ عابد نے تمام روپیہ
دیدیا اور بغیر روئی اور بغیر کھانا لئے گھر واپس
آیا۔ گھر والوں نے پوچھا کہ کھانا اور روئی۔
کہاں ہے عابد نے کہا مجھ سے ایک مسکین نے
سوال کیا۔ میں نے روئی کی تمام قیمت اسکو
دیدی۔ گھر والوں نے کہا کہ ہم کیا کھائیں گے
ہمارے پاس تو سوائے ایک ٹوٹے ہوئے پیالہ
کے اور کچھ نہیں ہے۔

عابد پیالہ کو بیچنے کی غرض سے بازار لے گیا
لیکن کسی نے نہیں خریدا۔ ایک آدمی بدبودار
مچھلی بیچ رہا تھا اس کو کسی نے نہیں خریدا
تھا۔ اتفاق سے مچھلی والا عابد کے پاس گیا
اس نے عابد کو دیکھ کر کہا۔ کہ میری مچھلی اپنے
پیالہ سے بدل لے گے عابد نے منظور کرلیا پیالہ
دے کر مچھلی لے لی اور اپنے گھر لے آیا اس
کا شکم چاک کیا تو اس میں ایک موتی نکلا۔ موتی کو
ایک جواہر فروش کے یہاں لے گیا جواہر فروش نے
اسکے ستر ہزار درہم دئے۔ وہ خوش خوش ایک
دوکاندار کے پاس آیا۔ سامان خرید کر ایک قلی
کے سر پر رکھا۔ اور گھر واپس آیا۔ ابھی مال قلی
کے سر سے اتارا بھی نہ تھا کہ ایک سائل آپہنچا
اس سے کہا کہ بابا اپنے مال میں سے جو کچھ
اللہ نے دیا۔ دیجئے۔ عابد نے سائل سے کہا
کہ میں کل تمہارے ایسا مسکین تھا اس میں سے
آدھا مال لے لو۔ سائل نے عابد سے کہا بیٹا۔
مال رکھو اللہ برکت دے میں اللہ کا بھیجا ہوا ہوں

ہنسی کی باتیں

ایک مریض حکیم صاحب کے پاس گیا اور کہا مجھ کو بخار آتا ہے حکیم صاحب نے دریافت کیا۔ کہ روز آتا ہے یا باری باری سے۔ مریض نے جواب دیا کہ حضرت روز اور باری باری تو میں جانتا نہیں مگر اتنا جانتا ہوں۔ کہ آج آنے گا کل نہیں آئے گا حکیم صاحب نے کہا کہ بھئی اسی کو باری کہتے ہیں۔ مریض نے کہا۔ کہ میں باری۔ اس کو سمجھا تھا کہ آج مجھ کو کل حکیم صاحب کو پرسوں ان کے گھر میں۔

ایک وکیل صاحب شام کو کچہری سے لوٹ کر گھر آرہے تھے اتفاق سے ان کا قلم بستہ سے گر گیا۔ ایک صاحب جو راستہ میں چلے جارہے تھے انھوں نے اس قلم کو [illegible] آواز دی کہ اے حضرت آپ کا چھری گر گئی ہے وکیل صاحب پریشان ہو کر کہنے لگے کہ واہ صاحب قلم کو چھری بتاتے ہیں۔

اس پر وہ صاحب فرماتے ہیں کہ۔ جائیے باتیں نہ بنائیے اس سے آپ نے کتنوں کے گلے کاٹے ہوں گے۔

کسی ظریف سے ایک نے پوچھا کہ کیوں حضرت آپ کے سر کے بال سفید ہوگئے اور ڈاڑہی کوے کی طرح کیوں ویسی کی ویسی کالی ہے ظریف نے کہا کہ بھائی یہ بیس برس چھوٹی ہے

دلچسپ معلومات

سمندر کے بھید۔ پانی کے لہر کی رفتار ہوا کی رفتار سے زیادہ تیز ہے یہی وجہ ہے کہ سمندر میں طوفان آنے سے قبل کناروں پر بڑی بڑی لہریں زوروں کے ساتھ کنارے پر ٹکرانے لگتی ہیں۔

(۲) ڈیوک آف سپٹلو یا جو کہ اٹلی کے ایک بہت بڑے سائنس داں ہیں انھوں نے ایک خاص قسم کے کیمرہ سے ½ ۸۲ میل سمندر کے اندر کی چیزوں کی تصویریں اتاری ہیں۔

(۳) سمندر میں ایک جانور مچھلی اور ہاتھی کے شکل کا پایا جاتا ہے اسے لوگ سمندر کا ہاتھی کہتے ہیں درحقیقت یہ مچھلی کی ایک قسم ہے اس کے ایک فٹ لمبی سونڈ بھی ہوتی ہے یہ کلیفورنیا اور بحیرہ جنوبی میں پایا جاتا ہے۔

(۴) سمندر کی سب سے زیادہ گہرائی جو آج تک معلوم ہوئی ہے وہ ۳۵۰۸۹ فٹ ہے۔ یہ گہرائی جزیرہ فلپائن کے قریب ہے دنیا میں سب سے پہاڑی چوٹی یعنی ماؤنٹ ایورسٹ جو ۲۹۰۰۲ فٹ ہے اگر اس کو اس جگہ پانی میں رکھا جائے تو یہ ۳۰۰ فٹ پانی کے اندر ہوگی

(۵) بحرا وقیانوس کی سب سے بڑی لہر وہ تھی جو اچھل کر ایک جہاز لیوایاتھن کے سیر کرنے کے تختہ پر گری تھی

ایک روشنی جو جہاز پر ۱۰۰ فٹ کی بلندی پر جل رہی تھی اس لہر سے گل ہوگئی۔

نیویارک امریکہ کی ایک لڑکی مس مارگریٹ نے ایک ایسی مشین ایجاد کی ہے جس سے ہر شخص اپنے گھر میں اپنی مرضی کے مطابق موسم بنا سکتا ہے یعنی گرم بھی اور سرد بھی

از ...

ایک قیمتی گھڑی انعام میں حاصل کیجئے

میں ایک آٹھ حرفی نام ہوں تبدیل ہوکر مختلف صورتیں اختیار کرتا ہوں۔ بتائیے میرا نام کیا ہے؟

۱ = ۴ + ۷ + ۳ = روشنی

۲ = ۵ + ۲ + ۸ = مدت

۳ = ۳ + ۸ + ۱ = ایک عضو

۴ = ۶ + ۵ + ۳۔ اور "ب" بڑھانے سے = ابر۔ بادل

۵ = ۳ + ۵ + ۶ + ۸ = بہت خوب۔ بہت اچھا

۶ = ۶ + ۲ = تسبیح

۷ = ۱ + ۸ + ۳ = خاتمہ

"داخلے کے شرائط"

۱۔ جو صاحب انعام حاصل کرنا چاہیں۔ رسالہ ہونہار کے خریدار بن کر حصہ لے سکتے ہیں۔

۲۔ تمام جوابات ۳۰ ستمبر تک آنا ضروری ہیں۔ اول بھیجنے والوں کا خیال رکھا جائیگا

۳۔ صرف رسالہ ہونہار کے خریدار ہی حصہ لے سکتے ہیں۔

۴۔ زیادہ جوابات آنے کی صورت میں فیصلہ بذریعہ قرعہ اندازی ہوگا۔

۵۔ جواب کے ہمراہ ایک آنہ کا ٹکٹ آنا ضروری ہے۔

۶۔ انعام اول کو ایک قیمتی گھڑی انعام دوم ایک خوشنما کارڈ دیا جائے گا۔

پتہ :۔ ح معرفت رسالہ ہونہار صدر بازار دہلی۔

بچوں کا کتب خانہ

آٹھ سال سے کم عمر بچوں کے لئے (پانچ باتصویر کتابیں)

ننھی کتاب ۱۰ر — منی کتاب ۱۰ر — پیاری کتاب ۱۰ر
دلاری کتاب ۱۰ر — ہماری کتاب ۱۰ر

آٹھ سال سے گیارہ سال تک کے بچوں کے لئے

۲۵ باتصویر کتابیں۔ قیمت فی کتاب ۳ر

بچوں کا انصاف	خزانہ کا مالک	سچا وعدہ
دو بہنیں	امیر اور بانس والا	عقلمند انگشتانہ
روس کا شہنشاہ	سفید کبوتر	لال بی بی
بہن کی محبت	گل بانو	مینڈک شہزادہ
عجیب جنس	احسان کا بدلہ	چپ شہزادی
کبڑا بونا	فیاض بیگم	بدمزاج شہزادی
پتھر کا شیر	مغرور شہزادی	نیکی کا پھل
بدلے کا بدلہ	بلوری جوتا	نقلی شہزادہ
	ابراہیم نائی	

گیارہ سال سے چودہ سال تک کے بچوں کیلئے

پچیس باتصویر کتابیں قیمت مجموعی ۵ر تفصیل حسب ذیل ہے۔

ستارہ کی گڑیا ۱۰ر	شہزادہ عزیزہ ۵ر	پیاری ماں کی کہانی ۴ر
دکھ کے بعد سکھ ۳ر	تقدیر اور تدبیر ۳ر	چاندنی کا قصہ ۳ر
چالاک چور ۳ر	سنہری پری ۳ر	چالاک بلی ۳ر
صابر شہزادی ۴ر	شہزادہ جانیفوں ۳ر	سست لڑکا ۵ر
فتنہ کی کہانی ۳ر	چوروں کا راجہ ۳ر	لوہے کا آدمی ۳ر
آپا بیج فقیر ۳ر	چالاک بھانجہ ۳ر	سعد و سعید ۳ر
دو بھائی ۶ر	شہزادہ مبشیہ ۳ر	جادو کا برتن ۳ر
جھوٹ موٹ کا بھوت ۳ر	عجیب عینک ۳ر	کچوا دوڑ ۶ر
	بھول بھلیاں ۵ر	

بچوں کی بیس کتابیں

بیس کتابوں کا یہ سٹ بچوں کی اخلاقی اور دینی تعلیم دینے کے لئے مفتی شوکت علی فہمی نے تیار کیا ہے اور بہت مقبول ہو رہا ہے

قرآن کے سبق ۶ر	قرآن کی کہانیاں ۶ر	بچوں کی حدیثیں ۶ر
اولیاء اللہ کی کہانیاں ۶ر	بچوں کی تعلیم و تربیت ۶ر	بچوں کے اخلاقی سبق ۶ر
بچوں کی گلستاں ۶ر	بچوں کی بوستاں ۶ر	یتیموں کی کہانیاں ۶ر
بچوں کا مکتب ۶ر	بچوں کی معلومات ۶ر	بچوں کی خطوط نویسی ۶ر
بچوں کے تاریخی قصے ۶ر	بچوں کی اخلاقی کہانیاں ۶ر	
بچوں کی نئی نئی کہانیاں ۶ر	بچوں کی علمی کہانیاں ۶ر	
بچوں کی دلچسپ کہانیاں ۶ر	بچوں کی اصلاحی نظمیں ۶ر	
پریوں کی کہانیاں ۶ر	بچوں کی تندرستی ۶ر	

مزے دار اور دلچسپ کتابیں

نواب شیخاں اور ان کی بلی ۴ر	چن چن ۴ر	
احمق نجومی ۴ر	شہزادہ گڈریا ۶ر	جنگلی شہزادی ۶ر
میاں کوشش ۵ر	غٹر غوں ۵ر	چندا ماموں ۵ر
ککڑوں کوں ۷ر	ہائے میری ناک ۶ر	میاؤں میاؤں ۸ر

بچوں کے لئے تفریحی مطالعہ کی کتابیں

کن کٹا قاضی ۸ر		کھیل بتیسا ۶ر
پھول مالا ۱۲ر		گڑیا کا گھر حصہ اول ۱۲ر
بحر جنوبی کا سفر ۶ر	گڑیا کا گھر حصہ دوم ۱۲ر	جادوگر ۸ر
بیگمی سندری ۱۲ر	بارہ مار ۹ر	اندھا اور بہرہ ۶ر
سندباد جہازی ۱۰ر		عمر عیار حصہ اول ۱۲ر
عمر عیار حصہ دوم ۱۲ر		نٹ کھٹ پانڈے ۱۲ر

نوٹ۔ محصولڈاک بذمہ خریدار ہوگا۔ ۱۲ر سے کم کی کتابیں نہیں بھیجی جائیں گی ہمارے یہاں تقریباً تمام مشہور مصنفین کی کتابیں مل سکتی ہیں۔

کتابیں ملنے کا پتہ

نونہال بک ڈپو بارہ ٹوٹی دہلی

قواعد و ضوابط

(۱) یہ رسالہ ہونہار ہر انگریزی مہینہ کی دس کو شائع ہوتا ہے۔
(۲) اگر کبھی اتفاقاً رسالہ پہونچنے میں دیر ہو جائے تو بیس تاریخ تک ہم کو اطلاع دیجئے اسکے بعد طلب کرنے والوں کو قیمتاً جا[ئیگا]
(۳) رسالہ ہونہار کا سالانہ چندہ تین روپیہ چار آنے اور بذریعہ وی پی ہے ہے
(۴) خط و کتابت کرتے وقت اپنا پورا پتہ خوشخط و نمبر خریداری تحریر فرمائیے۔
(۵) جوابی امور کے لئے جوابی کارڈ یا ایک آنہ کا ٹکٹ آنا چاہئے ورنہ تاخیر معاف
(۶) تمام خط و کتابت بنام ایڈیٹر اور ترسیل زر بنام منیجر رسالہ ہونہار صدر بازار دہلی ہونی چاہئے۔
(۷) رسالہ کا نمونہ مفت نہیں بھیجا جائے گا۔ نمونہ کے لئے چار آنہ کے ٹکٹ آنے چاہییں۔
(۸) مضامین ۲۵ تاریخ تک آنا چاہئیں ورنہ آئندہ ماہ چھپ سکیں گے۔

انعامات

(۱) جو طالب علم رسالہ ہونہار کے لئے سب سے زیادہ مضامین لکھے گا سال کے آخر میں اسے ایک نقرئی تمغہ انعام میں دیا جائیگا اور اس کا فوٹو بھی رسالہ میں شائع کیا جائیگا۔ مضامین رسالہ ہونہار کے معیار کے مطابق اکثر حصوں میں لکھے جائیں اور آسان سے آسان زبان استعمال کی جائے
(۲) رسالہ ہونہار کے لئے اچھے مضامین لکھنے والی لڑکیوں کو بھی انعامات دئے جائیں۔
(۳) جو طلبہ غریب ہوں گے اگر وہ کوشش کرکے ۵ خریدار ہم پہونچائیں تو ان کے نام ہم سال بھر کے لئے رسالہ مفت جاری کر دیں گے

آج خریدیں یا کل

خریدنا بالآخر زنگی قلم ہی پڑے گا

زنگی قلم قیمتی سے قیمتی فاؤنٹین قلم سے زیادہ کارآمد ہے ہندوستان کی آب و ہوا کے لحاظ سے اس سے زیادہ بہتر کوئی دوسرا قلم نہیں یہی وجہ ہے کہ ہندوستان میں انگریز افسروں سے لے کر ہندوستانی طلبہ تک اسے بکثرت استعمال کرتے ہیں اس میں ایک بڑی خوبی یہ ہے کہ سیاہی اسی قدر نکلتی ہے کہ جس قدر ضرورت ہوتی ہے۔ یہ دھبے وغیرہ نہیں دیتا نہ اسے بار بار جھٹکنا پڑتا ہے۔ اس کے تمام پرزے ہمارے پاس ہر وقت مل سکتے ہیں زنگی قلم کی نب اصلی ۱۴ گولڈ کیرٹ سونے کی ہوتی ہے اور اس پر پہچان کیلئے زنگی قلم لکھا ہوتا ہے۔ اگر زنگی قلم پسند نہ آئے تو ایک ہفتہ کی آزمائش کے بعد واپس کر سکتے ہیں۔ الغرض ہر اعتبار سے زنگی قلم لاجواب ہے۔ اسکولوں اور کالجوں کے طلبہ زنگی قلم کے سوا دوسرا قلم پسند نہیں کرتے (۱) اسکرو کیپ (۲) سیفٹی۔ (۳) سیلف فلنگ جیسا درکار ہو منگا لیجئے۔ قیمت چھ روپیہ چار آنہ

زنگی انکلٹ۔ سیاہی کی چھوٹی ٹکیاں۔ ایک گرس ایک سال کے لئے کافی ہے ہر رنگ کی مل سکتی ہے قیمت فی گرس بارہ آنہ اس کے علاوہ چند اور بھی عجیب و غریب اشیاء ہیں۔ فہرست مفت ارسال کیجاتی۔

[illegible] مینوفیکچرنگ نمبر ۲۰۵ چاندنی چوک دہلی

بچوں کا باتصویر ماہوار رسالہ
ہونہار
ایڈیٹر فیاض حسین نسیم جامعی
قیمت فی پرچہ
سالانہ تین روپے

از دفتر رسالہ ہونہار صدر بازار دہلی۔

مکرمی تسلیم

رسالہ ہونہار کی ایک کاپی نموناً ارسال خدمت ہے۔ آپ اس کو بلحاظ کتابت، طباعت
مضامین اور تصاویر ایک ممتاز پرچہ پائیں گے۔ ہندوستان کے تمام مشہور اخبارات اور رسائل نے
اس رسالہ کی بیحد تعریف کی اور اس کو طلبہ کے لئے بہترین رسالہ تسلیم کیا ہے۔ اس کے مضمون نگار
ملک کے وہ بہترین انشا پرداز ہیں جو تعلیمی معاملات میں بہت زیادہ تجربہ رکھتے ہیں۔ یہ رسالہ تمام
سرکاری اور غیر سرکاری مدارس اور لائبریریوں میں خریدا گیا ہے۔ حیدر آباد دکن اور ہندوستان
کے اکثر اضلاع میں سرکاری اسکولوں کے لئے منظور ہو گیا ہے۔ تمام ہندو، مسلمان، سکھ اور
عیسائی بچے اس رسالہ کو پسند کرتے ہیں۔ اس رسالہ کو دوسرے رسالوں کے ہمراہ بچوں کے
سامنے ڈال دیجئے وہ صرف رسالہ ہونہار پسند کریں گے۔ اس رسالہ کی عکسی اور دستی تصاویر
دیکھ کر بچے بہت خوش ہوتے ہیں اور اُن کی معلومات میں اضافہ ہوتا ہے۔ اس رسالہ کے
اخلاقی اور مفید مضامین پڑھ کر لڑکے بُری باتوں سے بچتے ہیں اور ان میں اچھے اور نیک
کام کرنے کا جذبہ پیدا ہوتا ہے۔ ان کی قابلیت بڑھ جاتی ہے۔ اور ان میں مضمون نگاری
کا مادہ پیدا ہو جاتا ہے۔ آپ خود اس رسالہ کو مطالعہ فرمائیے۔ آپ کو اندازہ ہو جائے گا کہ
یہ آپ کے بچوں کے لئے کتنا مفید ہے۔ اور اس کے ذریعہ سے ان کی کتنی اچھی تربیت ہو سکتی
ہے۔ رسالہ کے متعلق اپنی قیمتی رائے سے ہمیں ضرور مطلع فرمائیے۔ تاکہ اسے رسالہ میں شائع کیا جائے
امید ہے کہ بواپسی ڈاک رسالہ کی پسندیدگی یا عدم پسندیدگی کے متعلق ہمیں فوراً مطلع فرمائیے

سب سے اچھا انعام اور سب سے اچھا تحفہ

اپنے بچوں سے کہدیجئے کہ اِس ہفتہ میں اگر وہ اچھے اچھے کام کریں گے اور بری باتوں سے بچیں گے اور کسی کو ان سے شکایت پیدا نہ ہو گی تو انھیں ایک قیمتی انعام دیا جائے گا۔ اس انعام کے حاصل کرنے کیلئے بچے بہت کوشش کریں گے مثلاً جھوٹ بولنا چھوڑ دیں گے۔ غریبوں کی مدد کریں گے۔ آپ کا حکم مانیں گے۔ بری صحبت سے بچیں گے۔ پڑھنے لکھنے میں محنت کریں گے۔

ایک ہفتہ کے بعد آپ انھیں رسالہ ہونہار منگوا دیجئے۔ بچے اسے حاصل کر کے بہت خوش ہوں گے اور بچوں کے لئے یہ سب سے اچھا انعام ہو گا اور آیندہ بھی آپ کو اِس رسالہ کے ذریعہ سے بچوں کو اچھی تعلیم و تربیت دینے میں مدد ملے گی۔

- مینجر رسالہ ہونہار دہلی

رسالہ ہونہار کے متعلق

ہندوستان کے مشہور اخبارات و رسائل کی رائیں

"رسالہ ہونہار اردو زبان میں بچوں کے لئے بہترین رسالہ ہے"

روزنامہ "اجمل" بمبئی

ہونہار ایک باتصویر ماہوار رسالہ ہے جو فیاض حسین صاحب نسیم جامعی سابق مدیر "نازیانہ" کی ادارت [illegible] حسن صاحب ایڈیٹر "نیرنگ خیال" کی سرپرستی میں دہلی سے شائع ہوا ہے۔ رسالہ کا مقصد یہ ہے کہ [illegible] صحیح قومی اور اخلاقی تعلیم کی اشاعت کی جائے اور ہندو مسلمان بچوں کو شروع ہی سے محبت اور پریم کے ساتھ رہنا سکھایا جائے تاکہ آیندہ [illegible] کے دماغ آپس کی فرقہ وارانہ جنگ سے متاثر نہوں اور بچوں میں جو ترقی کرنے کا فطری جذبہ موجود ہے اس کو ابھارا جائے تاکہ وہ بھی آزاد [illegible] کے بچوں کی طرح ترقی کرتے ہوئے نظر آئیں"۔ جنوری کے پہلے نمبر میں جو ۴۸ صفحات کا اور خوبصورت رنگین ٹائٹل پیج اور چار صفحات کی [illegible] کی تصاویر سے مزین ہے جو مضامین شائع ہوئے ہیں وہ متذکرہ بالا مقصد کو پیش نظر رکھ کر ہی لکھے گئے ہیں۔ محمد عاقل صاحب ایم اے کے مضمون "دوستی" میں جن پاکیزہ خیالات کی تلقین کی گئی ہے وہ اگر ہندو مسلمان بچوں کے دلوں میں ابتدا ہی سے جاگزیں ہوں تو یقین کے ساتھ کہا جا سکتا ہے ہندوستان کی سیاسی فضا جو فرقہ بندی سے مکدر ہو گئی ہے بہت جلد صاف ہو جائیگی ....

اس وقت اردو میں بچوں کے لئے اور پرچے بھی نظر آرہے ہیں مثلاً پھول۔ نونہال۔ پریم اور غنچہ وغیرہ ہونہار انھیں میں ایک بیش بہا [illegible] ہے۔ مگر اس کا معیار قدرے بلند کر کے اسے ہائی اسکول کے طلبہ کے لئے بھی مفید بنایا گیا ہے۔ فیاض حسین صاحب کی یہ کوشش قابل تعریف [illegible] اس پر آپ مستحق مبارکباد ہیں۔ ہماری دعا ہے کہ رسالہ اسم بامسمی ثابت ہو اور اس کے ذریعہ ملک کے ہونہار بچوں کی جو کل آزاد ہندکے [illegible] شہری بننے والے ہیں ایسی تربیت ملے کہ وہ اپنی ذمہ داری کو کماحقہ انجام دینے کے اہل ہوں۔ رسالہ کا سالانہ چندہ ۳ ہے اور منیجر رسالہ ہونہار صدر بازار [illegible]

روزنامہ "تیج" دہلی

ہونہار۔ اس نام سے اردو زبان میں ایک باتصویر ماہوار رسالہ دہلی سے بچوں کے لئے شائع کیا گیا [illegible] اور اُمید ہے کہ اسم بامسمی ثابت ہوگا۔ ٹائٹل خوشنما اور رنگین۔ مضامین قابل قدر اور تصاویر [illegible] بھی دوسرے رسالوں سے کم نہیں ہے۔ جس کے لئے اس کے ایڈیٹر فیاض حسین صاحب نسیم کی حوصلہ افزائی ہونی چاہیئے۔ لکھائی چھپائی [illegible] قیمت سالانہ تین روپے چار آنے۔ ملنے کا پتہ منیجر رسالہ ہونہار صدر بازار دہلی۔

اخبار "الجمعیۃ" دہلی

ہونہار۔ بچوں کا ایک نہایت دلچسپ ماہوار رسالہ ہے جسے جناب فیاض حسین صاحب نسیم نے دہلی سے جاری کیا [illegible] اس کا پہلا پرچہ جو اس وقت ہمارے سامنے ہے طباعت، کتابت اور کاغذ کے لحاظ سے ہر طرح دیدہ زیب [illegible] نظر فریب ہے۔ ٹائٹل کی رنگینی بچوں کے لئے مخصوص جاذبیت رکھتی ہے۔ ان صوری محاسن کے علاوہ معنوی خوبیاں بھی موجود ہیں [illegible] بچوں کی محدود قابلیت کو ملحوظ رکھ کر اس امر کی کوشش کی ہے کہ تفہیم کے لئے آسان اور دل نشیں پیرایہ اختیار کیا جائے [illegible] شائع کیجائیں جن سے بچوں کی معلومات میں اضافہ ہو۔ بچوں کے پڑھنے اور سمجھنے کے واسطے نظمیں بھی مضامین کی طرح دلچسپ [illegible] ہونہار ابتدا ہی سے ہونہار نظر آرہا ہے اس لئے اُمید کیجا سکتی ہے کہ وہ آگے بڑھکر کامیاب ہوگا۔ سالانہ [illegible] ہے۔ ملنے کا پتہ۔ منیجر رسالہ ہونہار صدر بازار دہلی۔

روزنامہ ملت دہلی

ہندوستانیوں میں جہاں صدہا خامیاں اور بے پروائیاں موجود ہیں وہاں ایک سب سے بڑی برائی یہ بھی ہے کہ بچوں کی تعلیم و تربیت کا کوئی خیال نہیں کیا جاتا۔ ماں باپ کی ماممتا میں ان کی عادت [illegible] ہے۔ اوائل عمر میں وہ کوئی بات نہیں سیکھ سکتے۔ جب اسکول جانے کا وقت آجاتا ہے تو پھر ان کی اصلاح کی کوئی صورت [illegible] آتی۔ مغربی ممالک میں سب سے زیادہ زور بچوں کی تعلیم و تربیت پر دیا جاتا ہے جس کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ قوم کے سارے بچے ہونہار [illegible] ہیں۔ بڑی مصیبت یہ ہے کہ اگر ہم اپنے بچوں کو اچھی تربیت دیں بھی تو ہمارے پاس ذرائع و وسائل کی اس قدر قلت ہے کہ ہم کچھ نہیں کر سکتے۔ نہ تو بچوں کے لئے آسان لٹریچر ہے اور نہ اس قسم کے رسالے اور اخبارات ہیں جو صحیح معنوں میں بچوں کے لئے مفید ہوں اور ان سے وہ اچھی اچھی باتیں سیکھ سکیں۔ اس وقت بچوں کے لئے کئی اخبار نکل رہے ہیں لیکن پھر بھی ابھی ان کی کمی ہے۔

فیاض حسین صاحب نسیم جامعی (سابق ایڈیٹر تازیانہ لاہور) نے گذشتہ ماہ جنوری سے "ہونہار" کے نام سے ایک ماہانہ رسالہ دہلی سے جاری کیا ہے۔ اس کے دو نمبر نکل چکے ہیں۔ ان کے دیکھنے سے معلوم ہوتا ہے کہ "ہونہار" اس کمی کو بہت جلد پورا کر دے گا جو بچوں کے مذاق کے مطابق اچھے رسالوں کیلئے محسوس کی جا رہی ہے۔ اس میں ایسے مضمون نگاروں کے مضامین شائع ہوتے ہیں جو بچوں کی ذہنیت سے اچھی طرح واقف ہیں اور جانتے ہیں کہ کس طریقہ پر کوئی بات بچوں کے ذہن نشین کرائی جا سکتی ہے۔ نیز بچوں کے لئے یہ رسالہ نہایت دلچسپ ہے اور اس کی تصاویر بھی خوب ہوتی ہیں۔ ہمارے خیال میں اگر اسکولوں کے لئے اسے منظور کر لیا جائے تو نیچے درجوں کے طلبہ کے لئے یہ بہت مفید ہوگا۔ رسالہ اپنی طباعت اور ظاہری محاسن کے لحاظ سے بہت سے رسالوں سے اچھا ہے۔ قیمت سالانہ تین روپے چار آنہ ہے۔ [illegible] رسالہ ہونہار سے طلب کیجئے۔

اخبار تاج آگرہ

ہونہار بچوں کا باتصویر ماہوار رسالہ ہے جو دہلی سے جناب مولانا فیاض حسین صاحب تسنیم جامعی، کی ایڈیٹری میں جاری ہوا ہے۔ مضامین نہایت دلچسپ، مفید اور نتیجہ خیز ہیں۔ بچوں کے لئے اس سے بہتر یوپی میں کوئی رسالہ ہماری نظر سے آجتک نہیں گذرا۔ قیمت سالانہ تین روپے چار آنے۔

رسالہ پیشوا دہلی

مولوی محمد فیاض حسین صاحب نسیم جامعی نے دہلی سے بچوں کا باتصویر رسالہ ہونہار کے نام سے نکالا ہے۔ کاغذ، لکھائی چھپائی، مضامین سب اچھے ہیں اور پرچہ حقیقی معنوں میں ہونہار ثابت ہوگا۔ خصوصاً بچوں کے لئے اس کا مطالعہ بہت ضروری ہے۔ پہلے ہی پرچہ میں ۹ فوٹو بلاک کی تصویریں اعلیٰ درجہ کے آرٹ پیپر پر دی گئی ہیں اور متعدد دستی تصاویر بچوں کی سمجھ کے موافق دی گئی ہیں۔ ٹائٹل کئی رنگ کا آرٹ پیپر پر شائع کیا گیا ہے۔ غرضکہ پرچہ ہر حیثیت سے ہمت افزائی کا مستحق ہے ...... اس پرچہ کی سالانہ قیمت [illegible] ہے۔ نمونہ تین آنے کے ٹکٹ بھیجکر منیجر رسالہ ہونہار صدر بازار دہلی سے طلب کیجئے۔

ارمغان دہلی

جناب فیاض حسین صاحب نسیم نے رسالہ ہونہار نکال کر ملک کی ایک بہت بڑی خدمت انجام دی ہے۔ اردو زبان میں بچوں کے مطالعہ کے لائق تو بہت کم کتابیں ملتی ہیں اس لئے ان کا بہت سا وقت بیکار [illegible] مخرب اخلاق صحبت میں گزرتا ہے۔ اگر والدین چاہتے ہیں کہ ان کے بچوں کا وقت کسی ایسے شغل میں بسر ہو جو عام معلومات بڑھانے کے علاوہ ان کی اخلاقی اور دماغی تربیت بھی کرے تو وہ رسالہ ہونہار ضرور منگوائیں۔ رسالہ باتصویر ہے۔ کاغذ اچھا اور لکھائی چھپائی [illegible] ہے۔ پہلے پرچہ میں مضامین نظم و نثر کو دیکھ کر امید ہوتی ہے کہ یہ رسالہ بچوں کو بہت پسند آئیگا۔ اور اگر اسی شان سے نکلتا رہا [illegible] پوری امید ہے تو بچوں اور خاصی بڑی جماعتوں کے طلبہ کے لئے بہت مفید ہوگا۔ ان خوبیوں کے ساتھ سالانہ چندہ تین روپے [illegible] کچھ زیادہ نہیں۔ نمونہ کا پرچہ [illegible] کے ٹکٹ وصول ہونے پر روانہ ہوتا ہے۔ پتہ: منیجر رسالہ ہونہار صدر بازار دہلی۔

[illegible] ہندبارہ بنکی

رسالہ ہونہار جو زیر ادارت جناب فیاض حسین صاحب نسیم جامعی دہلی سے شائع ہوا ہے اس کا پہلا نمبر اس وقت ہمارے ہاتھ میں ہے۔ ظاہری خوبیوں کا جہاں تک تعلق ہے وہ بدرجہ اتم اس میں موجود ہیں [illegible] پیپر پر ٹائٹل [illegible] کا نقشہ نہایت دلکش ہے اس رسالہ کی زینت کو دوبالا کرتا ہے۔ درمیانی اوراق میں ۹ دلفریب فوٹو ہیں [illegible] بچوں کی معلومات میں اضافہ کرنے اور ان کے فطری ذوق تصاویر کو اپنے سے مانوس کرنے کی کافی صلاحیت [illegible] کے [illegible] کسی بھی سے کم دلچسپ نہیں ہو سکتی نہیں ...

رسالہ ہونہار کے متعلق معاصرین کی رائیں

عثمانیہ یونیورسٹی حیدرآباد دکن کے مشہور رسالہ "مجلہ عثمانیہ" کی رائے۔

یہ ایک ماہوار رسالہ ہے جو جنوری ۱۹۳۰ء سے دہلی سے نکلنا شروع ہوا ہے۔ اس کے اجراء کا مقصد یہ ہے کہ ... میں صحیح قومی اور اخلاقی تعلیم کی اشاعت کی جائے اور ہندو مسلمان بچوں کو شروع ہی سے محبت اور باہم کے ساتھ ... سکھایا جائے تاکہ آئندہ چل کر اُن کے دماغ آپس کی فرقہ وارانہ جنگ سے متاثر نہ ہوں اور بچوں میں جو ترقی کا ... فطری جذبہ موجود ہے اس کو ابھارا جائے تاکہ وہ بھی آزاد ممالک کے بچوں کی طرح ترقی کرتے ہوئے ...

اس رسالہ کے پیشِ نظر جو مقصد ہے وہ بہت کٹھن ہے۔ اس کا پورا کرنا آسانی سے ممکن نہیں ... اس باب میں خفیف سی کوشش ہر طرح مستحسن اور لائق مبارکباد ہے۔ خوشی کی بات ہے ... ارکانِ رسالہ نے اس کو دلچسپ بنانے کی کوشش کی ہے۔ رسالہ کے مضامین ہم صفحوں کے دو کالموں ... میں ہیں۔ رسالہ بڑی حد تک چھوٹے چھوٹے قصوں اور کہانیوں پر مشتمل ہے۔ جن میں سنجیدہ اور ظرافت آمیز پیرائے میں بچوں کو نصیحتیں کی گئی ہیں۔ دو نظمیں بھی ہیں۔ بچوں کے اخبار مثلاً پھول، پریم، غنچہ وغیرہ ... مفید اقتباسات بھی دیئے گئے ہیں۔ تفریحات کے عنوان کے تحت ظرافت آمیز مکالمے درج ہیں۔ حل ... معمے بھی ہیں۔ بچوں میں مضمون نگاری کا شوق پیدا کرنے کے لئے انعامات کا اعلان کیا گیا ہے۔ مختلف ... تصویریں بھی ہیں۔ غرض رسالے کو دلچسپ بنانے کی کوشش کی گئی ہے۔ مڈل اسکول کے طلبہ کے لئے ... کافی مفید ہے۔ لائق مدیر کا یہ دعویٰ کہ اُس کا معیار کچھ بڑھا کر اتنا کر دیا گیا ہے کہ ہائی اسکول کے طلبہ ... فائدہ اٹھا سکیں "صحیح نہیں ہے۔ ہائی اسکول کے طلبہ کے معیار سے کسی قدر گرا ہوا ہے (یہ رسالہ ا... کے طلبہ کے لئے زیادہ تر ایڈ کیا ہے۔ ایڈیٹر)

مضامین صاف ستھری زبان میں ہیں۔ بچے آسانی سے سمجھ سکتے ہیں ....

رسالہ بحیثیت مجموعی اچھا ہے۔ اگر وہ معمولی فروگذاشتوں کو چھوڑ کر موجودہ روش پر چلا ... ترقی کریگا۔ چندہ سالانہ تین روپے چار آنے۔

منتظم ہونہار صدر بازار دہلی سے طلب کیجئے۔

خطوط

میرے عزیز دوست نسیم تسلیم

مجھے افسوس ہے کہ میں آپ کے قابلِ قدر رسالہ کے متعلق اپنے اخبار میں رائے ظاہر کرنے سے قاصر رہا۔ اور اس کی مجبوری کی وجہ یہ ہے کہ میرا اخبار پریس آرڈیننس کا شکار ہو کر اس وقت بقیدِ حیات نہیں ہے۔ اس لئے اپنی رائے بذریعہ خط آپ کی خدمت میں ارسال کرتا ہوں میں نے اپنی ماہ فروری کی اشاعت میں جو رسالہ ہونہار پر ریویو کیا ہے اس وقت سے اب تک آپ نے اس میں حیرت انگیز ترقی کی ہے۔ میں بلاخوف تردید کہہ سکتا ہوں کہ آپ کا رسالہ ہندوستان کے جملہ بچوں کے رسالوں سے بہتر ہے۔ اس کے مضامین کا معیار اتنا عمدہ ہے کہ میرے خیال سے سب بچے اس کو پسند کرینگے آپ کے رسالے میں ایک خاص خوبی یہ ہے کہ یہ مذہبی جھگڑوں اور باہمی نوک جھوک سے پاک ہے۔

چونکہ ایک قوم کے مستقبل کا زیادہ تر بچوں پر انحصار ہوتا ہے اس لئے بہتر ہو کہ آپ وقتاً فوقتاً سیاسی مضامین بھی شائع فرماتے رہا کریں۔ تاکہ شروع ہی سے بچوں کو اپنے ملکی اور قومی فرائض کا احساس ہونے لگے۔

خادم

چودھری ہرلوک سنگھ زندہ دل دہلوی

ایڈیٹر اخبار خبردار بلند شہر

رسالہ ہونہار کے اجراء کا مقصد اور اس کی پالیسی کی تشریح جنوری اور فروری ۱۹۴۰ء کے رسالہ میں اعلان کیا جا چکا ہے

عزیزی۔ سلام مسنون

غالباً آپ مجھ سے ناواقف نہ ہوں گے۔ آپ کا رسالہ ہونہار عزیزی الیاس مجیبی کے نام آتا تھا جبکہ وہ اورنگ آباد میں مقیم تھے۔ اور رسالہ میرے ہی پتہ پر آتا تھا۔ کئی نمبر میری نظر سے گذرے اور بہت پسند آیا۔ بچوں کے لئے بہت مفید ہے اور کامیاب رسالہ کہا جا سکتا ہے۔

مجھے جامعہ سے دلی تعلق ہے اور وہاں ایک سال رہا ہوں لہذا ہونہار کو دیکھ کر جی چاہا کہ اس کے لئے کچھ لکھتا رہوں۔ اورنگ آباد میں کئی بار ارادہ کیا مگر اپنی مصروفیت اور کاہلی کی وجہ سے کچھ لکھ کر نہ بھیج سکا۔

اب یہ سلسلہ جاری رکھنے کا ارادہ ہے اور دو مضمون اس خط کے ہمراہ بھیج رہا ہوں۔ یہ پہلی قسط ہے۔ ہمراہ کرم رسید سے اطلاع دیجئے۔ والسلام

محمد حسین محوی صدیقی لکھنوی

جونیر اردو لکچرار مدراس یونیورسٹی

ہندو اور سکھوں کے مندرجہ ذیل مشہور اخبارات

رسالہ ہونہار پر نہایت اچھا ریویو کر چکے ہیں

تیج دہلی	اکالی۔ امرت سر
ریاست دہلی	گروگھنٹال۔ لاہور
بھارت دہلی	خبردار بلند شہر

ہندوستان کے دوسرے اخبارات کے ایڈیٹر صاحبان کی خدمت میں درخواست ہے کہ وہ اپنے اخبارات اور رسائل میں رسالہ کے متعلق اپنی رائے کا اظہار فرما کر شکریہ کا موقع مرحمت فرمائیں

جلد ۲ | دہلی ۔ بابت ماہ اکتوبر سنہ ۱۹۳۰ء | نمبر ۳

فہرست مضامین

اس کے علاوہ دلچسپ تصویریں اندر ملاحظہ فرمائیے

پتہ۔ دفتر رسالہ ہونہار صدر بازار دہلی

رسالہ ہونہار
کے
معاونین خصوصی
مولانا محوی صدیقی - مدراس
مولوی شفیع الدین نیر دہلی
ظفر قریشی دہلی
نشتر بلرامی
محترمہ کلثوم فرحت بیگم دہلی
محترمہ ایزدی صاحبہ لکھنؤ

آپس کی بات چیت

میری ڈیڑھ ماہ کی غیر حاضری

میں تقریباً ڈیڑھ ماہ سے دہلی میں موجود نہیں تھا بلکہ ایک نہایت ضروری کام سے حیدر آباد دکن گیا ہوا تھا ستمبر کا رسالہ میری غیر حاضری میں شائع ہوا۔ اس میں پریس اور کاتب کی غفلت کی وجہ سے چند غلطیاں رہ گئیں۔ اس کے علاوہ رسالہ کے شائع ہونے میں چند دن کی دیر بھی ہوگئی جس کا مجھے نہایت افسوس ہے۔ امید ہے کہ رسالہ ہونہار کے ناظرین میری مجبوریوں کا خیال کرتے ہوئے مجھے معاف فرمائیں گے۔

حیدر آباد دکن میں رسالہ ہونہار کی مقبولیت

رسالہ ہونہار حیدر آباد دکن میں عام طور سے بہت پسند کیا گیا۔ راجائے راجایان ہز ایکسی لنسی مہاراجہ کشن پرشاد صاحب یمین السلطنت و نواب سر سالار جنگ بہادر نے اس رسالہ کو پسند فرما کر اس کی خریداری منظور فرمائی۔ امرا اور رؤسا، جاگیرداروں اور منصب داروں نے اپنے اپنے بچوں کے لئے اسے جاری کرایا۔ اور حیدر آباد دکن کے تقریباً تمام مڈل اور ہائی اسکولوں میں رسالہ خریدا گیا اور وہاں کے صدر مہتمم صاحب تعلیمات نے اپنے ماتحت تمام اسکولوں کے نام ایک سرکلر (اشتہار) جاری کر دیا کہ "بلحاظ مضامین۔ کتابت و طباعت یہ رسالہ طلبہ کے لئے مفید ہے اس لئے مدرسوں میں جاری کرایا جائے"۔ چنانچہ تقریباً تمام صدر مدرس صاحبان نے رسالہ اپنے اپنے مدرسوں میں جاری کرالیا۔

نیا پروگرام

اب ہم نے یہ طے کیا ہے کہ اس رسالہ کو دو حصوں میں تقسیم کر دیا جائے ایک حصہ میں چھوٹے بچوں اور بچیوں کے لئے مضامین ہوں اور دوسرے حصہ میں بڑے لڑکوں اور لڑکیوں کے لئے مضامین درج کئے جائیں۔ اس کے لئے ہم انتظا

رہے ہیں۔ انشاءاللہ بہت جلد اس سے بہتر رسالہ اسی قیمت میں ہم آپ کی خدمت میں پیش کر سکیں گے۔

غریب طلبہ کے لئے رعائت

رسالہ کا سالانہ چندہ تین روپے چار آنے اور بذریعہ وی پی تین روپے چھ آنے ہے لیکن وہ غریب طلبہ جو رسالہ ہونہار پڑھنا چاہتے ہیں اگر اپنے اسکول کے صدر مدرس سے یہ تصدیق کرا کر بھیجدیں کہ وہ واقعی رعائت کے مستحق ہیں تو اُن سے سالانہ چندہ صرف دو روپے چار آنے لیا جائیگا

مضمون نگار صاحبان سے درخواست

دفتر میں اکثر مضامین ایسے موصول ہوتے ہیں جن کی عبارت مشکل الفاظ سے پُر ہوتی ہے اور بعض مضامین ایسے بھی آتے ہیں جو ہونہار کی پالیسی کے خلاف ہوتے ہیں لہذا ایسے مضامین رسالہ میں شائع نہیں کئے جاتے۔ اس رسالہ میں شائع ہونے کے لئے ایسے مضامین بھیجنے چاہئیں جو مختصر ہوں۔ اُن سے کوئی اخلاقی نتیجہ نکلتا ہو۔ عبارت بہت آسان اور عام فہم ہو۔ مشکل الفاظ سے جہاں تک ہو سکے پرہیز کیا جائے۔

رسالہ ہونہار کے پچھلے پرچوں میں ہم نے قواعد وضوابط کے تحت میں لکھا تھا کہ "رسالہ مضمون نگار حضرات کی خدمت میں مفت روانہ کیا جائے گا" اکثر اسکولوں کے طلبہ نے اس سے غلط نتیجہ نکالا اور رسالہ مفت حاصل کرنے کے کیلئے غلط سلط مضمون بھیجنے شروع کر دئے۔ اس قسم کے مضمون نگار طلبہ کے لئے ہم نے چند ہدایتیں لکھی ہیں جو اسی رسالہ کے صفحہ ۲ پر درج ہیں امید ہے کہ وہ اُن ہدایتوں کا بنظر غور مطالعہ فرمائیں گے۔

رموزی صاحب کے مضامین

ملا رموزی صاحب کے نام سے ہندوستان کا بچہ بچہ واقف ہے۔ ہندوستان میں وہ اس وقت

سب سے بہتر ظریفانہ مضمون لگار شمار کئے جاتے ہیں۔ ہنسی ہنسی میں وہ ایسی باتیں بیان کر جاتے ہیں جن سے قوم کی خرابیوں کی اصلاح ہو سکتی ہے۔ ہندوستان کا کوئی ایسا اخبار یا رسالہ نہیں ہے جس میں ان کے مضامین شائع نہ ہوتے ہوں۔ ظریفانہ مضمون لکھنے پر آپ کو ایک خدا داد قدرت حاصل ہے۔ اپریل کے رسالہ ہونہار میں آپ کا ایک خط بھی شائع ہوا تھا جس کو ہونہار بھائیوں نے مزے لے لے کر پڑھا ہوگا۔

اب ملا رموزی صاحب نے وعدہ کیا ہے کہ وہ اس رسالہ میں مستقل طور پر مضامین بھیجا کریں گے۔ ہم حضرت ملا رموزی صاحب کا شکریہ ادا کرتے ہیں اور اُمید کرتے ہیں کہ یہ وعدہ اُن کو ضرور یاد رہے گا۔

ڈاک خانوں کی بد انتظامی

ہندوستان کے ہر رسالے اور اخبار کو شکایت ہے کہ ڈاکخانوں کی بد انتظامی کی وجہ سے اکثر رسالے اور اخبارات درمیان ہی میں ہضم ہو جاتے ہیں اور خریداروں کو نہیں ملتے۔ یہ مرض اب بالکل لاعلاج سا ہو گیا ہے کیونکہ بڑے سے بڑے اخبار اور رسالے کے دفتر سے بھی اس کا کوئی معقول انتظام نہیں ہو سکا۔ ہم بھی اپنے تمام خریدار صاحبان کے پاس رسالہ فہرست سے مقابلہ کرنے کے بعد بھیجتے ہیں لیکن بعض صاحبان کے خطوط سے پتہ چلتا ہے کہ اُن کے پاس رسالہ نہیں پہونچتا۔ اس کا ہمیں نہایت افسوس ہے۔ اب سوائے اس کے اور کوئی تدبیر نہیں ہو سکتی کہ ایمانداری کے ساتھ خط بھیجکر دوسرا رسالہ منگوا لیا جائے ۲۵ تاریخ تک اس کی اطلاع دفتر کو بھیج دینی چاہئے۔ مہینہ ختم ہونے کے بعد رسالہ قیمتاً بھیجا جائے گا

ہونہار کا سالانہ نمبر

اگست کے رسالہ میں ہم نے اعلان کیا تھا کہ ہمارے [illegible] ہے کہ دسمبر میں رسالہ ہونہار کا سالانہ نمبر شائع کیا جائے۔ لیکن [illegible] کوئی معقول انتظام نہیں ہو سکا اس لئے اس سال سالانہ نمبر نہیں نکل سکیگا۔

بچوں کا ترانہ

جو ہیں غریب اُن کی امداد ہم کریں گے ❊ ناشاد جو ہیں ان کو دِل شاد ہم کریں گے
آرام و عیش اپنا برباد ہم کریں گے ❊ کانٹا چبھے گا گل میں فریاد ہم کریں گے
جو درد ہو سراپا وہ دل ہمیں بنا دے

شیوہ رہے ہمارا جھک کے سلام کرنا ❊ اور میٹھی بولیوں سے ہر اک کو رام کرنا
خوش جس سے ہو خدائی سیکھیں وہ کام کرنا ❊ امداد بے کسوں کی ہر صبح و شام کرنا
آنسو میں وہ اثر ہو جو آگ کو بجھا دے

ہم مشکلات میں بھی سینہ سپر رہیں گے ❊ آئے اگر مصیبت خوش خوش اسے سہیں گے
دریا کی طرح اپنی موجوں میں ہم بہیں گے ❊ اوروں کی سب سنیں گے اپنی نہ کچھ کہیں گے
یارب ہمارے دل کو مضبوط تو بنا دے

اے بیکسوں کے والی منظور یہ دعا کر ❊ خدمت گزاریوں کی توفیق تو عطا کر
اخلاص کو ہمارا دنیا میں رہنما کر ❊ تجھ کو پکارتا ہے ممتاز ہاتھ اٹھا کر
یارب تو ہر بشر کو رحمت کا آسرا دے

(گلدستہ)

لاہور کی مشہور بارہ دری

جو قلعہ اور جامع مسجد کے درمیان واقع ہے۔

عثمانیہ بلڈنگ
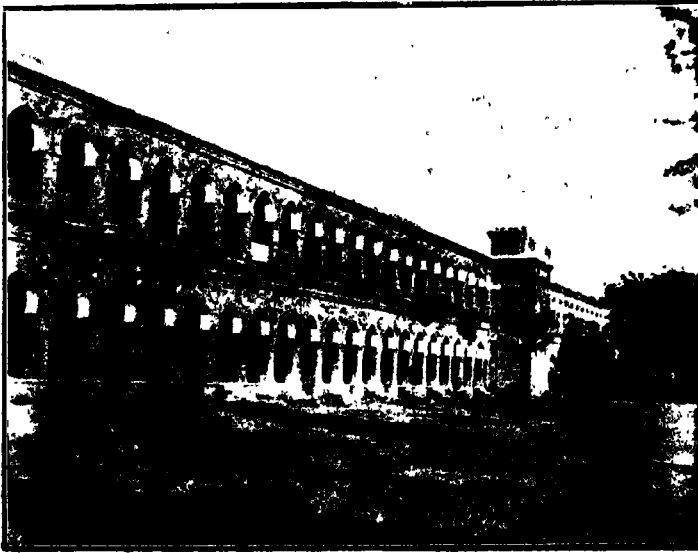
علیگڑھ یونیورسٹی کا بہترین بورڈنگ ہاؤس

چلو جی

کسی گاؤں میں ایک مولوی صاحب رہتے تھے جو مسجد میں امامت کرتے تھے اور پیری مریدی کا بھی سلسلہ جاری تھا۔ جاہلوں میں آپ کے تعویذ دھاگے کا بہت چرچا تھا۔ خاص کر جاہل عورتیں تو بہت معتقد تھیں انھیں پیر پرست بے وقوفوں کی بدولت مولوی جی کی پانچوں گھی میں تھیں۔ ایک گائے اور بھینس کے علاوہ آپ کے پاس ایک چھوٹے قد کا گھوڑا بھی تھا۔ دیکھنے میں تو یہ کچھ مریل سا معلوم ہوتا تھا۔ لیکن مولوی جی نے اُسے ایسا سدھا رکھا تھا کہ جب اسے بھگانا ہوتا تو "چلو جی" کہہ دیتے "چلو جی" سنتے ہی یہ مریل سا گھوڑا فوراً بھاگ اٹھتا۔

ایک روز مولوی جی صبح صبح گھوڑے پر سوار ہو کر مریدوں سے نذر و نیاز بٹورنے گھر سے نکلے۔ جب گاؤں سے کچھ دور نکل آئے تو راستہ میں بیری کا ایک درخت نظر پڑا۔

لال لال بیر دیکھ کر مولوی جی کے منہ میں پا
بھر آیا۔ اب مشکل یہ پیش آئی کہ ہاتھ کی پہو
تک جتنے بیر تھے وہ سب راستہ چلنے والو
کھائے تھے لیکن چوٹی پر خوب لال لا
اور پکے پکے بیر لگے ہوئے تھے۔ مولوی
نے گھوڑا پیڑ کے نیچے لے جاکر کھڑا کر دیا ا
اس کی پیٹھ پر کھڑے ہو کر بڑے اطمینا
پکے پکے بیر توڑ توڑ کر کھانے لگے۔ جب
سیر ہو کر کھالئے تو پھر آگے چلنے کا ارادہ
اور ہاتھ سے ٹہنی چھوڑ کر بولے۔ "چلو جی
کھائے" لیکن گھوڑا جو اس وقت تک کھا
کھڑا تھا "چلو جی" سنتے ہی ایک دم بھاگ ا
مولوی جی بلا تکلف کانٹوں میں جا پڑے
ایسے پھنسے کہ ہلنا جلنا بھی ناممکن ہو گیا۔
پاؤں ہلانے کی ذرا بھی کوشش کرتے
اور بھی بدن میں چبھنے لگتے۔ اب بیچا

بے بس ہوکر وہیں پڑے پڑے کراہنے لگے
گھوڑا بھاگتا ہوا سیدھا گھر پہونچا۔ گھر
والوں نے جو گھوڑا مولوی جی کے بغیر آتا ہوا
دیکھا تو گھبرا گئے اور فوراً مولوی جی کی تلاش
میں نکلے۔ آخر تلاش کرتے کرتے جب اُسی
راستہ پر بیری کے نزدیک پہونچے تو مولوی جی
کے کراہنے کی آواز سنائی دی۔ یہ لوگ جلدی
سے بیری کے پاس جا پہونچے۔ مولوی جی
کانٹوں میں ایسے پھنسے ہوئے تھے جیسے کڑی
کے جال میں مکھی۔ لوگوں نے بڑی مشکل سے
اٹھا کر باہر نکالا۔ کانٹوں سے بدن چھلنی ہوگیا
تھا اور خراشوں کی وجہ سے خون نکل رہا تھا۔

لوگوں نے پوچھا آخر ہوا کیا ؟

مولوی جی بولے۔

بھئی ہوا کیا۔ میں گھوڑے کی پیٹھ
پر کھڑا ہوکر پکے پکے بیر کھا رہا تھا۔ جب سیر
ہو چکا تو میں نے کہا "چلو جی، اب چلتے ہیں"
یہ کمبخت گھوڑا جو چلو جی کی آواز پر سدھا
ہوا ہے "چلو جی" سنتے ہی بھاگ نکلا اور میرا
یہ حال ہوا۔

جب مولوی صاحب گھر پہونچے تو لوگوں
سے بولے۔

"بھئی ایک بات سن لو۔ جو بات
دل میں آئے وہ جھٹ منہ سے
نہ کہہ دیا کرو ورنہ ایک دن
تمہیں بھی ایسا ہی روزِ بد دیکھنا
پڑے گا۔"

ایم اسلم از لاہور

کام کی باتیں

۱۔ ہمیشہ خوش رہا کرو اس سے خیالات اچھے
رہتے ہیں اور طبیعت نیکی کی طرف مائل رہتی ہے۔
۲۔ غصہ کرنے سے برائی بن بلائے آجاتی ہے۔
۳۔ جو خدا کو یاد رکھتا ہے خدا اسے کبھی نہیں بھولتا۔
۴۔ کفایت شعار بننا چاہتے ہو تو اپنے
اخراجات روزانہ لکھا کرو

گنگارام ویش
مدرس عیسیٰ پور

سفید ہاتھی

ہمالیہ پہاڑ کے ایک گھنے جنگل میں ہاتھیوں
کا ایک بہت بڑا گلہ جس میں آٹھ ہزار ہاتھی
شامل تھے پھرا کرتا تھا۔ اس گلہ کا سردار
ایک بہت بڑا سفید ہاتھی تھا جسے یہ ہاتھی نہ معلوم
کہاں سے پکڑ لائے تھے اور اس کی غلامی
کو اپنا فخر سمجھتے تھے۔

ہاتھیوں کے اس سفید راجہ کی ماں اندھی تھی۔
جب سفید ہاتھی اپنی رعایا کے ساتھ جنگل کے
دور و دراز حصوں میں چلا جاتا تھا تو اس کے
دل میں سوائے اپنی پیاری ماں کے اور کسی
کا خیال نہ ہوتا تھا۔ وہ اپنی ماں کی مجبوری
پر دل ہی دل میں کڑھتا تھا۔ اکثر جنگل کے
پھل، بانس اور گنے کسی پیغامبر کے ہاتھ
بھیجتا رہتا تھا۔ مگر افسوس کہ یہ میٹھے تحفے
اس کی پیاری ماں تک نہ پہونچتے تھے۔ لانے
والے راستہ ہی میں ہڑپ کر جاتے تھے۔

اور اس کی ماں اپنے بیٹے کے تحفو
محروم رہتی تھی۔

ایک دن سفید ہاتھی کو سا
ہوگیا۔ وہ بہت ناراض ہوا اور ا
کہ اس بے ایمان گلہ میں سردار بن
رہے گا۔ چنانچہ اس نے گلے کی سرد
لات ماری اور قطع تعلق کر کے اپ
خدمت کے لئے تیار ہوگیا وہ اُسے
پہاڑ پر لے گیا جو قریب ہی تھا۔ اور
کے قریب ایک غار میں ماں کے سا
و خرّم رہنے سہنے لگا۔

ایک دن بنارس کا ایک مسا
جنگل میں سے گذر رہا تھا راستہ بھ
اور سات دن تک حیران اور پریشا
ادھر گھومتا رہا مگر جنگل سے نہ نکل
پریشان تھا کہ کیا کرے لیکن کوئی

سوجھتی تھی۔

سفید ہاتھی، ہاتھیوں کا راجہ گھٹنوں کے بل جھکا اور اس راستہ سے بھٹکے ہوئے مسافر کو اپنی پیٹھ پر سوار کر کے جنگل کے باہر لے گیا اور اُسے بنارس کے راستہ کی طرف اشارہ کر کے رخصت کر دیا۔

افسوس کہ یہ آدمی بڑا بدذات نکلا اُس نے اپنے احسان کرنے والے کے ساتھ بُرا سلوک کیا۔ بنارس کے راجہ سے کہا کہ فلاں جنگل میں ایک بہت خوبصورت ہاتھی رہتا ہے اگر وہ پکڑ لیا جائے تو بہت ہی اچھا ہو اور راجہ کے لئے فخر کا باعث ہو۔

راجہ یہ خبر سُن کر بہت خوش ہوا۔ سفید ہاتھی بھلا کہاں ملتا تھا۔ اس نے بہت سے آدمی جن میں وہ خبر دینے والا بھی شامل تھا سفید ہاتھی کے پکڑنے کے لئے بھیجے۔

یہ لوگ جنگل میں پہونچے اور سفید ہاتھی کو جھیل میں نہاتے ہوئے دیکھا۔ انھوں نے اُسے بہت آسانی کے ساتھ پکڑ لیا کیونکہ اُس نے مطلق چون وچرا نہیں کی۔ وہ لوگ ہاتھی کو بنارس لے آئے اور راجہ کے سامنے پیش کر دیا

سفید ہاتھی کی ماں ——— بیچاری اندھی ماں ——— بہت غمگین ہوئی اور اس نے رنجیدہ ہو کر کہا " آہ کتنے لمبے لمبے بانس، کتنے بڑے بڑے گنے! کیسے کیسے پھل دار درخت یہاں اُگ رہے ہیں مگر افسوس میرا بچہ یہاں نہیں ہے! افسوس!

(۲)

راجہ نے اس سفید ہاتھی کو ایک بڑے اصطبل میں بند کر دیا۔ اُس میں طرح طرح کی کھانے کی چیزیں اور پھول رکھے ہوئے تھے۔

راجہ خود ہاتھی کو کھلانے کے لئے آیا مگر وہ یوں ہی کھڑا رہا اور ایک تنکا بھی نہ کھایا۔

" میری ماں یہاں نہیں ہے اس لئے میں کچھ نہ کھاؤں گا"۔ ہاتھی نے کہا۔

راجہ نے کہا " کھا! فکر نہ کر! میرا دوست بن جا اور یہ گنے کھالے "

ہاتھی نے کہا " نہیں میں نہیں کھاؤں گا

اور نہ میں تمہارا دوست بنوں گا۔ میرا دل پہاڑ کی اُس کھوہ میں گُم ہو گیا ہے جہاں میری اندھی ماں رو رہی ہوگی۔ آہ میں نہیں کھاؤں گا۔"

راجہ اُس نیک ... ہاتھی کی بات سُن کر بہت خوش ہوا۔ اس نے حکم دیا کہ ہاتھی کو کھول دیا جائے۔

ہاتھی کھول دیا گیا اور وہ ہنسی خوشی ایک تالاب پر پہونچا اور وہاں سے سونڈ میں پانی بھر کر سیدھا اپنے غار کی طرف بھاگا اور اپنی اندھی ماں پر جا کر ایک سرد بارش برسا دی۔

اس کی ماں یہ ماجرا دیکھ کر بولی "آہ بارش! بارش ہو رہی ہے۔ مگر میرا پیارا بچہ یہاں نہیں ہے! ہائے میری قسمت!"

سفید ہاتھی بولا " پیاری اماں میں آگیا ہوں۔ میں نے ہی تم پر پانی ڈالا ہے۔ راجہ نے مجھے چھوڑ دیا ہے"

ماں بیٹے دوبارہ مل کر بہت خوش ہوئے اور اس کے بعد ایک عرصہ تک اس جھیل کے کنارے خوش و خرم زندگی بسر کرتے رہے۔

جب ماں کا انتقال ہوا تو سفید ہاتھی بھی اس کے غم میں مر گیا۔ اور راجہ نے وہیں دونوں کو زمین میں دبوا کر دو پتھر کی مورتیں اس جگہ کھڑی کرا دیں۔ لوگ چاروں طرف سے اس نیک فرزند اور پیاری ماں کے مزار کو دیکھنے کے لئے آنے لگے۔ تھوڑے دنوں بعد وہاں ہاتھی کا میلا بڑی دھوم دھام سے ہونے لگا۔

دیکھو بچو! سفید ہاتھی اپنی ماں سے کتنی محبت کرتا تھا۔ اور اس کی خدمت کرنا کتنا ضروری سمجھتا تھا۔ جب وہ ہاتھیوں کا راجہ تھا اس نے اپنی ماں کی خاطر سے سردار اور حاکم بننے پر لات ماری۔ جب وہ راجہ کے یہاں قید ہوا اور اُسے طرح طرح کے آرام اور کھانے مہیا کئے گئے اس نے بغیر اپنی ماں کے قبول نہ کئے

ہونہار بچو! ہمیشہ ماں کی خدمت کرنا اپنا فرض سمجھو کیونکہ یہی تمہاری نیکی کی دلیل ہے۔

ظفر قریشی دہلوی

دو شریر چوہے۔

ایک مرتبہ دو چوہے کسی دعوت میں گئے لیکن وہاں معلوم ہوا کہ صرف سفید چوہوں کی دعوت ہے۔ تب ایک شریر چوہے نے دوسرے سے کہا۔ یار یہ تو بڑی شرم کی بات ہے۔ ہم کو دعوت میں ضرور جانا چاہیئے۔ دوسرے نے کہا دوست مت گھبراؤ
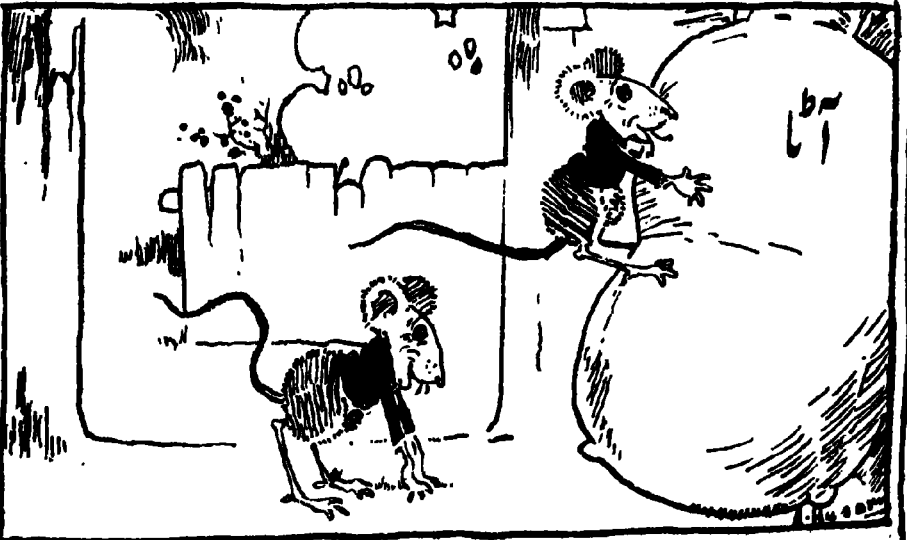
میں نے ایک تدبیر سوچی ہے۔ میرے ساتھ چلے آؤ۔ وہ ایک ایسی جگہ پہونچے جہاں آٹے کی ایک بوری رکھی ہوئی تھی

ایک چوہے نے اوپر جاکر اس کو کاٹا اور اس میں سے آٹا نکلنے لگا۔ دونوں چوہے اُس آٹے کے نیچے بیٹھ گئے اور آٹا جسم میں لگنے کی وجہ سے سفید ہو گئے۔ ایک چوہا بولا "بھئی واہ ترکیب تو اچھی رہی۔ اب ہم دعوت میں ضرور شریک ہوں گے

تب وہ دونوں اسی صورت سے دعوت میں چل دئے۔ پہرے دار انھیں بالکل نہ پہچان سکا اور انھیں بڑی خوشی کے ساتھ اندر جانے کی اجازت دے دی۔ اور دونوں چوہوں نے خوب دعوت اڑائی۔

ماخوذ

اپریل فول

اپریل کے مہینے کی پہلی تاریخ کو اپریل فول کہتے ہیں۔ اُس دن انگریز لوگ آپس میں خوب ہنسی مذاق کرتے ہیں۔ ایک دوسرے کو بے وقوف بنانے کی کوشش کی جاتی ہے جھوٹی پارسلیں بھیجی جاتی ہیں اور جھوٹی دعوتیں کی جاتی ہیں۔

انگریزوں کی دیکھا دیکھی ہمارے انگریزی داں نقال نوجوان بھی اپریل فول منانا ایک اچھی تہذیب سمجھتے ہیں لیکن اگر ان سے دریافت کیا جائے کہ اپریل فول کیوں منایا جاتا ہے۔ تو اِس کا ان کے پاس کوئی جواب نہوگا۔ لیجئے ہم بتلائے دیتے ہیں۔

اس کی ابتدا ۱۵۶۴ء میں فرانس میں ہوئی۔ اِس کے شروع ہونے سے پہلے وہاں کے مارچ کے مہینہ کی پچیسویں تاریخ کو نیا سال شروع ہوتا تھا اور لوگ نئے سال کی خوشی میں اپنے عزیزوں اور دوستوں کو تحفے دیتے تھے۔ یہ نیا سال اکثر عیسائیوں کے مذہبی ہفتہ میں پڑا کرتا تھا اُس زمانہ میں لوگوں کی توجہ مذہب کی طرف بہت زیادہ تھی۔ آخر میں مذہبی ہفتہ کے پڑ جانے سے اکثر مذہبی کاموں میں رکاوٹ پڑتی تھی اس لئے لوگوں نے یہ طے کیا کہ تحفے تحائف دینے کے لئے ۲۵ مارچ کے بجائے یکم اپریل کر دی جائے۔ چنانچہ ایک عرصہ تک ایسا ہی ہوتا رہا۔

۱۵۶۴ء میں جنتری میں پھر تبدیلی ہوئی اور سال کی ابتدا یکم جنوری سے شمار ہونے لگی۔ اگرچہ جنتری میں ردوبدل ہوگیا پھر بھی بہت سے ایسے آدمی تھے جو بھول میں یکم اپریل ہی کو سال کی ابتدا سمجھتے تھے اور دوستوں اور رشتہ داروں کو تحفے دیتے تھے چنانچہ دوسرے لوگوں نے ان کو بے وقوف بنانے اور اُن کا مذاق اُڑانے کے لئے اُن کے پاس جھوٹے دعوت نامے اور جھوٹے تحفے وغیرہ بھیجنے شروع کر دئے۔ اس طرح اس مذاق کی بنیاد پڑی اور یہ رسم جاری ہوگئی (ترجمہ)

ماتا پتا کا سچا سیوک شرون کمار

اجودھیا پوری میں ایک اندھا چھتری سانتوں نامی رہتا تھا۔ اس کی بیوی کا نام گیان وتی تھا۔ پرماتما کی قدرت گیان وتی بھی اندھی تھی۔ اِس تکلیف کے علاوہ انھیں ایک اور رنج بھی تھا کہ ان کے ہاں کوئی لڑکا بالا نہ تھا جس کی وجہ سے بیچاروں کو کھانے پینے، اوڑھنے پہننے وغیرہ کا کوئی لطف نہیں تھا۔

اتفاق کی بات، ایک روز ایک مہاتما اُدھر آ نکلے۔ اُن کی مہربانی سے سانتون کو ایک دُوا ہاتھ لگی۔ تین سال کے بعد اُن کے ہاں ایک لڑکا پیدا ہوا۔ اُن کی خوشی کی کوئی حد نہ رہی وہ بار بار پرماتما کا شکر بجا لاتے۔ سانتون نے اپنے بیٹے کا نام شِروَن رکھا۔ شِروَن اپنے باپ کی طرح اندھا نہ تھا۔ بلکہ بڑا خوبصورت اور ہونہار تھا۔ تھوڑی ہی عمر میں خوب لکھنا پڑھنا سیکھ گیا۔ شِروَن اپنے ماں اور باپ کو بوڑھا اور اندھا دیکھتے ہوئے ہمیشہ ان کا کہنا مانتا۔ ان کی چھوٹی سے چھوٹی بات کو بھی رَد نہ کرتا۔ اُس نے ان کی آنکھوں کا بہت علاج کیا مگر کامیابی کی صورت نظر نہ آئی۔ آخر کار اس کی ایک رِشی (عابد و زاہد شخص) سے ملاقات ہوئی رشی نے کہا کہ اگر تم تیرتھ یاترا کرو اور اپنے ماں باپ کو بھی ہمراہ لے جاؤ تو ممکن ہے کہ اُن کی آنکھیں ٹھیک ہو جائیں۔

تیرتھ پاک جگہ کو کہتے ہیں جہاں ہندو لوگ جا کر خدا کی عبادت کرتے ہیں اور دعائیں مانگتے ہیں۔ ہندوستان میں ہندوؤں کے بہت سے تیرتھ ہیں جیسے بنارس۔ متھرا۔ دوارکا وغیرہ۔ جو سفر تیرتھ پر جانے کے لئے کیا جاتا ہے اُسے تیرتھ یاترا کہتے ہیں۔

رِشی کے کہنے کے مطابق شِروَن نے

تیرتھ یاترا کی ٹھہرائی۔ اس نے ایک بھنگی تیار کی اور اپنے ماں باپ کو اس میں بٹھا کر اُسے کندھے پر اُٹھا روانہ ہوا راستہ میں جگہ جگہ ٹھہرتا ہوا وہ پریاگ (الہ آباد) پہونچا اور دریا کے سنگم پر بھنگی کو اتار دیا۔ شروَن نے کہا "ماتا پتا! یہاں کا دلکش نظارہ دیکھنے کے قابل ہے۔ کاش کہ آپ کی آنکھیں ٹھیک ہوتیں اور آپ اس نظارے کو دیکھتے۔ اے پرماتما مجھے اندھا کر کیونکہ میں یہ نظارہ دیکھ چکا ہوں اور میرے ماتا پتا کی آنکھیں درست کر دے تاکہ وہ بھی اس دلفریب نظارے کو دیکھ لیں"۔

سانتون نے کہا "بیٹا یہ سب کچھ پچھلے کرموں کا پھل ہے۔ پرماتما جو کچھ کرتا ہے اچھا ہی کرتا ہے۔ اب ہم اس پاک اور متبرک دریا میں اشنان کرنا چاہتے ہیں"

شروَن نے فوراً ہاتھ کے سہارے سے دریا کے کنارے اشنان کرایا اور پوچھا "ماتا پتا جی اب آپ کا ارادہ کدھر چلنے کا ہے۔ جدھر آپ کی منشا ہو اُدھر ہی کو لے چلوں"۔

سانتون نے جواب دیا کہ "بیٹا اب تم تھک گئے ہو گے۔ کچھ دن آرام کرنے پر بدری ناتھ کی طرف چلنا"۔ تھوڑے دنوں بعد وہ بدری ناتھ پہونچے۔ وہاں کئی دن آرام کر کے اجودھیا کی طرف لوٹے۔ انھیں چلتے چلتے سرجو ندی کے کنارے رات ہو گئی اور دہیں آرام کرنے کا ارادہ کیا۔ کنارے پر ہری ہری گھاس اُگی ہوئی تھی۔ شروَن نے اپنے ماتا پتا کو بھنگی سے اُتار کر گھاس پر لٹا دیا اور خود بھی آرام کرنے کے لئے لیٹ گیا۔

کچھ دیر بعد سانتون نے کہا "بیٹا مجھے پیاس لگی ہوئی ہے تھوڑا سا پانی لے آؤ۔"

شروَن لوٹا لے کر سرجو ندی کے کنارے پہونچا جوں ہی لوٹا پانی سے بھرنے کے لئے جھکا راجہ دسرتھ نے جو ندی کے کنارے شکار کی تلاش میں تھے کسی جانور کو پانی پیتا ہوا سمجھ کر تیر چلے پر چڑھایا اور چھوڑ دیا۔ تیر کا چلے سے نکلنا تھا کہ وہ شروَن کے سینہ پر بیٹھا۔ اور اُس نے

یہ الفاظ کہتے ہوئے کہ

" افسوس کہ میں اپنے ماں باپ کی سیوا نہ کرسکا"

پران تیاگ دئے (مرگیا)

میرے پیارے بھائیو! شرون نے ماں باپ کی خدمت ہی میں اپنی جان گنوائی اور آخر مرتے وقت بھی اس کی زبان پر ماں باپ کی خدمت کا ہی لفظ یاد رہا۔ تم بھی شرون جیسا سعادت مند بچہ بننے کی کوشش کرو اور اپنے ماں باپ کی خدمت کے لئے ہر وقت تیار رہو۔

(گنگا رام اول مدرس مدرسہ عیسیٰ پور)

پڑھو اور ہنسو

ایک برہمن بہت ہی خوش اخلاق اور مہمان نواز تھا۔ ہر انسان کسی کام کو کرتے کرتے اس کا عادی ہوجاتا ہے۔ وہ برہمن بھی مہمان نوازی کا اتنا عادی ہو گیا تھا کہ ہر روز بلاناغہ کسی نہ کسی مہمان کو کھانا کھلاکر خود بعد میں کھانا کھاتا۔

ایک مرتبہ ایسا ہوا کہ متواتر دو روز تک کوئی مہمان اس کے یہاں نہیں آیا۔ اور یہ غریب دونوں دن فاقے سے رہا۔ ناچار اس نے اپنی بیوی کے مشورہ سے تین مہمان کھانڈ کے بنائے۔ اگلے روز بیوی نے کھانا تیار کرنا شروع کیا اور پنڈت جی غسل کرنے چلے گئے کہ آکر کھانڈ کے مہمانوں کو کھانا کھلاکر پھر خود کھانا کھائیں گے۔ اتفاقاً اسی وقت تین مہمان اُن کے گھر آموجود ہوئے

اب ان کے چھوٹے بچے نے سوچا کہ تین مہمان تو آہی گئے ہیں اور پتا جی اُنھیں کھانا کھلاکر خود بھی اپنا برت (جو تین دن سے رکھا ہوا تھا) کھول لیں گے اس لئے اس نے اپنی ماں سے کہا کہ ماتا جی! (کھانڈ کے کھلونوں کی طرف اشارہ کرکے) ان میں سے ایک میں کھالوں"؟ ۔ ماں نے کہا کہ اچھا تم

ذرا سی دیر ٹھہرو۔ تمہارے پتا ابھی آتے ہیں۔ پھر تم اُن سے دریافت کرکے بیشک تینوں کو کھا لینا۔ (ماں کے دل میں صرف کھلونوں ہی کا خیال تھا) مگر برابر کی بیٹھک میں تینوں نئے مہماں ماں بیٹے کی گفتگو سُن رہے تھے۔ انھوں نے سوچا کہ ہو نہو یہ مردم خور (آدمیوں کو کھا جانے والے) لوگ ہیں۔ بہتر ہو کہ کسی طرح بھاگ جائیں۔ ورنہ بُرے پھنسے۔ چنانچہ موقع پاکر تینوں بھاگ نکلے۔

اُن کے جاتے ہی پنڈت جی بھی غسل کرکے آگئے۔ بیوی نے کہا "تم دیر سے آئے ابھی ابھی تین مہمان بیٹھے بیٹھے گئے ہیں"۔

اتنا سنتے ہی پنڈت جی انھیں واپس لانے کے دوڑے۔ مہمانوں نے انھیں اپنی طرف آتا دیکھ کر دوڑ لگائی۔ ادھر برہمن بھی لپکے کہ کسی طرح انھیں روک کر روٹی کھلائیں۔ دوڑنے کے ساتھ ساتھ انھوں نے آوازیں لگانی شروع کیں کہ ٹھہرو! میں تین روز سے بھوکا ہوں ٹھہرو! ٹھہرو!!

چونکہ مہمانوں کو خیال تھا کہ برہمن پکڑتے ہی انھیں کھا جائے گا اور یہ اسی مردم خور بچّے کا باپ ہے اس لئے انھوں نے جواب دیا کہ "اگر تو بھوکا ہے تو اپنے بچوں کو کھا جا" اتنا کہکر خوب زور سے بھاگے اور بہت دور نکل گئے۔

آخر کار۔ برہمن مایوس ہو کر گھر واپس آیا اور حسب تجویز کھلونوں کے منہ سے کھانا لگا کر پھر سب نے کھانا کھایا۔

(اننا رد یو شرما۔ ہیڈ ماسٹر مدرسہ ڈھنڈ ریسہ)

اگلے نمبر کے خاص مضامین

(۱) سب سے بڑا کام (۲) خوش خلقی

(۳) پانچ شہزادے (۴) وفادار نوکر

(۵) ریچھوں کا محل

تصاویر بھی دیکھنے کے قابل ہوں گی

عبدالرحمٰن کا انصاف

عبدالرحمٰن قرطبہ کا ایک بڑا منصف بادشاہ تھا۔ یہ انصاف کے خلاف کوئی کام نہیں کرتا تھا۔ اس کے دو بیٹے تھے۔ ایک شہزادہ عبداللہ اور دوسرا شہزادہ الحکم۔ بادشاہ کو دونوں سے بہت محبت تھی۔

ایک بار عبداللہ ایک مقدمہ میں پکڑا گیا اور شاہی عدالت میں پیش ہوا۔

عبدالرحمٰن نے کہا: تم بے شک میرے بیٹے ہو، اور جانتے ہو کہ کبھی جھوٹ نہیں بولنا چاہیئے۔ سچ سچ بتاؤ تم نے قصور کیا ہے یا نہیں؟

عبداللہ نے کہا: ابّا جان! بے شک میں قصور میں شریک تھا لیکن یہ میرے اکیلے کا کام نہ تھا، لوگوں نے مجھے دھوکا دیا، میں اُن کے بہکائے میں آگیا اور یوں مجھ سے یہ قصور ہوگیا۔

بادشاہ نے فرمایا: بیٹا کچھ بھی ہو، تمہارا قصور ثابت ہے کہ تم نے بغاوت کی اور باغی کو موت کی سزا ملنی چاہیئے۔ میں مجبور ہوں۔ اپنے پیارے بیٹے کا خون کر سکتا ہوں لیکن انصاف کا خون نہیں کر سکتا

شہزادہ الحکم کو بھی معلوم ہوا کہ بھائی کو قتل کی سزا ملنے والی ہے۔ اس کا دل بھائی کی محبت سے بیتاب ہوگیا۔ وہ باپ کی خدمت میں حاضر ہوا اور بڑی عاجزی سے کہنے لگا۔

"ابّا جان! خدا کے لئے رحم فرمایئے اور اس کا قصور معاف کر دیجئے یا کم از کم موت کی سزا نہ دیجئے"

باپ نے جواب دیا: "بیٹے تمہاری سفارش بجا ہے۔ تم عبداللہ کے بھائی ہو۔ تم کو ضرور اس کا صدمہ ہوگا، میں بھی معمولی آدمی ہوتا تو ایسا ہی کرتا جیسا تم کر رہے ہو۔ مگر میں

چھوڑ دوں تو دنیا کیا کہے گی؟ باپ نے اتنے بڑے قصور پر بیٹے کو رہا کر دیا۔ کوئی اور ہوتا تو ہرگز نہ چھوڑتا۔ مجھے زندگی بھر اپنے بیٹے کے لئے رونا پڑے گا۔ روؤں گا مگر انصاف کا خون نہ کروں گا۔ تمہاری اور میری آنکھیں آنسو بہائیں گی لیکن کوئی چیز اسے موت سے نہیں بچا سکتی!

دوسرے دن معلوم ہوا کہ شہزادہ عبدالله قیدخانہ میں قتل کیا گیا اور دھوم دھام سے اس کی لاش قبرستان میں دفن ہوئی۔

عبدالرحمٰن کے انصاف پر آج تک واہ وا ہوتی ہے۔ زمانہ ہمیشہ ان دونوں کو یاد رکھے گا

(مولانا محوی صدیقی از مدراس)

اسکول کیا چیز ہے؟

پیارے بچو! تم کو معلوم ہے کہ جس جگہ تم پڑھنے جاتے ہو (یعنی اسکول) وہ کیا چیز ہے۔ لو میں تم کو بتاتا ہوں ذرا دھیان سے سنو!

اسکول ایک کھیت ہے (یعنی وہ زمین جہاں علم کی کاشت ہوتی ہے) اس کھیت میں جو چیز تم کاشت کروگے آیندہ زندگی میں وہی کاٹوگے اور خود ہی اس سے نفع اُٹھاؤگے۔

اسکول ہی میں تم اپنی زندگی کو جیسا چاہو کامیاب یا ناکام بنا سکتے ہو۔ سنو!

زمانہ طالب علمی میں نہ تم کو کھانے کی فکر ہے۔ نہ کپڑے کا سوچ۔ یہ سب کچھ آرام تمہارے والدین نے تمہاری آیندہ زندگی کی بہتری کے لئے خود تکلیف اٹھا کر مہیا کر دیا ہے۔ اس بے فکری اور آرام کے زمانہ میں جو کچھ تم تعلیم حاصل کر سکتے ہو۔ کوشش اور محنت سے حاصل کرلو۔ یہ بچپن کا زمانہ بے فکری کا ہے۔ اگر یہ زمانہ تم نے کھیل کود آوارہ پھرنے اور بری صحبتوں میں صرف کر دیا تو جوانی میں تم سر پہ ہاتھ رکھ کر روؤگے

اور اس وقت افسوس کرنا کچھ سود مند نہ ہوگا۔ دیکھو! گیا ہوا وقت پھر ہاتھ نہیں آتا۔ تم اپنی عمر کی منزل کو پورا کر رہے ہو وہ وقت بھی قریب آ رہا ہے کہ فرصت کو تلاش کروگے اور فرصت کا پتہ نہ پاؤگے بلکہ دنیا کی فکروں میں پھنسے ہوگے۔ اگر تم اس وقت کے لئے آرام چاہتے ہو تو اسکول کی زندگی کو بہتر بناؤ۔ اور اپنے میں علم اور اخلاق کا جوہر پیدا کرو

(محمد عبد اللہ فاروقی دہلوی)

انعامی معمہ

میں ایک آٹھ حرفی نام ہوں۔ تبدیل ہوکر مختلف صورتیں اختیار کرتا ہوں۔ بتلائیے میرا نام کیا ہے

۴ + ۷ + ۳ = روشنی

۵ + ۲ + ۸ = مُدّت

۳ + ۸ + ۱ = ایک عضو کا نام

۶ + ۵ + ۳ اور ب بڑھانے سے ابر۔ بادل

۳ + ۵ + ۶ + ۸ = بہت خوب بہت اچھا احسن

۶ + ۲ = تیس

۱+۸ + ۳ = خاتمہ

ہدایتیں

۱۔ تمام جوابات ۲۰ اکتوبر تک آنا ضروری ہیں

۲۔ صرف رسالہ ہونہار کے خریدار ہی اس میں حصہ لے سکتے ہیں

۳۔ زیادہ جوابات آنے کی صورت میں فیصلہ بذریعہ قرعہ اندازی ہوگا۔

۴۔ جواب کے ہمراہ ایک آنے کا ٹکٹ آنا ضروری ہے۔

۵۔ انعام اوّل ایک قیمتی ٹائم پیس۔
انعام دوم۔ کتاب "ہمارے نبی"
انعام سوم۔ کتاب "حیات رسول"

پتہ۔ ا۔ ح۔ معرفت رسالہ ہونہار صدر بازار دہلی

مضمون نگار طلبہ کے لئے ہدایتیں

آپ نے کتنے ہی مضامین رسالہ ہونہار کے دفتر کو بھیجے لیکن ان میں سے اکثر بعض مجبوریوں کی وجہ سے شائع نہیں کئے گئے۔ اگر آپ نیچے لکھی ہوئی باتوں پر غور کر کے مضامین لکھیں تو رسالہ میں ضرور شائع کئے جائیں گے۔

۱۔ سب سے پہلے ہم اُن طالب علموں کے مضامین شائع کرتے ہیں جو رسالہ ہونہار کے خریدار ہیں۔ اگر آپ رسالہ کے خریدار بن جائیں تو آپ کے مضامین بھی رسالہ میں شائع ہو سکتے ہیں۔

۲۔ جب آپ مضمون لکھیں تو اس میں عربی، فارسی اور سنسکرت کے مشکل الفاظ لانے کی کوشش نہ کریں بلکہ اپنا مطلب بہت ہی آسان زبان میں ادا کریں۔

۳۔ کسی مضمون کی چوری نہ کریں یعنی کسی کتاب یا رسالے سے مضمون نقل کر کے نہ بھیجیں۔ اگر آپ ایسا کریں گے تو معلوم ہو جانے پر آپکا نام ہم اسی رسالہ میں شائع کر دیں گے کہ فلاں طالب علم نقل کر کے مضمون بھیجتا ہے۔ اس سے آپ کی بدنامی ہوگی لہذا آپ خود مضمون لکھنے کی کوشش کریں۔ اگر آپکا کوئی مضمون کسی دوسرے رسالہ میں شائع ہو چکا ہو تو اس کو ہمارے یہاں نہ بھیجیں۔

۴۔ مضمون بھیجنے سے پیشتر اپنے کسی اُستاد کو ضرور دکھالیں کہ وہ اُس کی غلطیوں کو درست کر دے

۵۔ اگر آپ کو اپنے مضمون یا کسی دوسری چیز کے متعلق دفتر سے کوئی بات دریافت کرنی ہے تو اس کے لئے جوابی کارڈ یا ٹکٹ ضرور بھیجئے۔ ورنہ جواب بہت دیر میں ملے گا۔

۶۔ اپنے نام کے ساتھ ساتھ اپنی عمر بھی ضرور لکھیں۔ اپنا مضمون لفافہ میں بند کر کے اور اس پر ایک آنے کا ٹکٹ لگا کر ایڈیٹر رسالہ ہونہار صدر بازار دہلی کے نام بھیجدیں۔

ایڈیٹر

مولوی محنت علی

اختر میں سب خوبیاں تھیں ۔ اگر نقص تھا تو یہ تھا کہ وہ محنت سے بہت جی چراتا تھا ایسا کام کرنا چاہتا تھا جو آسانی سے تمام ہو جائے اور ذرا سی بھی مشقت درکار نہو ۔ ابھی یہ بچہ ہی تھا کہ اس کی ماں نے اُسے گھر سے باہر ایک سخت گیر اُستاد کی نگرانی میں بھیج دیا ۔ ان کا خیال تھا کہ محنت علی ایک قابلِ قدر ہستی ہے ۔ اُس کا وجود مبارک ہے اور جتنا فائدہ بچوں اور جوانوں کو اس سے پہونچا ہے دنیا میں کسی اور شخص سے نہیں پہونچ سکتا ۔ یہاں تک کہ اگر سب باتیں جو اس کے متعلق مشہور تھیں سچ مان لی جائیں تو یہ بھی ماننا پڑتا ہے کہ وہ دنیا میں اس وقت سے رہتا ہے جب سے حضرت آدمؑ بہشت سے نکالے گئے تھے ۔

مولوی محنت علی کی صورت بہت بدنما اور ڈراؤنی واقع ہوئی تھی ۔ جو لڑکے محنت سے جی چراتے تھے اُسے ملک الموت خیال کرتے تھے ۔ اس کی آواز بے طرح سخت تھی ۔ تمام دن شہتوت کی قمچی ہاتھ میں لئے ہوئے کمرے میں پھرتا رہتا تھا ۔ کسی لڑکے کے شانوں پر، کسی کی کمر پر اور کسی کے ہاتھ پر قمچی پڑنے کی آواز ہر وقت کمرے سے آتی رہتی تھی ۔ کبھی کسی لڑکے کو مدرسہ کے کمرہ میں اس وقت تک امان نہ ملتی تھی جب تک کہ وہ خاموشی اور توجہ سے اپنا سبق یاد کرنے میں محو نہ ہو جاتا ۔

مولوی محنت علی کے طریقے اور رَوِیّے ہمارے دوست اختر کو بہت ہی بُرے معلوم ہوئے " یہ مدرسہ کسی کو اس مجھے نہیں بھاتی" ایک روز اُس نے تنگ آکر اپنے دل میں کہا ۔

اب تک اختر کی تمام عمر گھر میں اپنی ماں کے ساتھ بسر ہوئی تھی۔ وہ اُسے مولوی محنت علی سے بہت زیادہ اچھی معلوم ہوتی تھی۔ اس کے چہرہ پر محبت اور ممتا تبسّم بن بن کر برسا کرتی تھی۔ وہ اختر پر بے حد مہربان تھی۔ کوئی تعجب کی بات نہیں اگر غریب اختر نے اپنی مہربان ماں کی صحبت سے مکتب کے ظالم مولوی صاحب کی نگرانی میں جانا اپنی بھولی بھالی زندگی میں ایک بہت بڑا انقلاب سمجھا۔ اس پر عجیب بات یہ تھی کہ مولوی صاحب کبھی اُسے سیب اور کیک کھانے کے لئے نہ دیتے تھے اور یہ سمجھتے تھے کہ چھوٹے بچے صرف کتابیں رٹنے کے لئے پیدا کئے جاتے ہیں۔

جب اختر کو مکتب میں داخل ہوئے ایک ہفتہ کے قریب گذر چکا تو ایک روز اپنے آپ سے کہنے لگا " میں اس سے زیادہ برداشت نہیں کر سکتا۔ اب یہاں سے چلنا چاہئیے اور ایسا مقام تلاش کرنا چاہئے جہاں مولوی محنت علی کبھی دکھائی نہ دے اُس سے برا آدمی دنیا میں کہیں نہیں ملے گا"

اگلے روز اختر دنیا میں سفر کرنے کے لئے صبح سویرے گھر سے نکل کھڑا ہوا۔ اس کے پاس ایک روٹی اور چند پیسوں کے سوا کچھ نہ تھا۔ تھوڑی ہی دور گیا تھا کہ اُسے سڑک پر ایک ادھیڑ عمر کا آدمی ملا جس کے چہرے سے سنجیدگی اور خاموشی ٹپک رہی تھی اور معمولی رفتار سے اسی سمت میں جا رہا تھا۔

" میاں صاحبزادے! سلام" مسافر نے کہا۔ گو اس کی آواز نرم تھی مگر اختر کو سخت ہی معلوم ہوئی " تم اتنے اندھیرے منہ کہاں سے آ رہے ہو؟ اور کہاں جانے کا ارادہ ہے؟"

اختر سیدھا سادا اور صاف طبیعت کا لڑکا تھا۔ اُس نے اپنی اس تھوڑی سی زندگی میں نہ کبھی جھوٹ بولا تھا اور نہ اب بولنا چاہتا تھا۔ ایک دو منٹ توقف کے بعد کہنے لگا " میں مدرسہ سے مولوی محنت علی سے تنگ آ کر بھاگ آیا ہوں اور اب ایسی جگہ

کی تلاش میں ہوں جہاں مولوی محنت علی نہ کبھی دکھائی دے اور نہ میں اس کے متعلق کچھ سن سکوں"

"بہت خوب۔ میرے ننھے دوست۔ بہت خوب!" مسافر نے کہا۔ "ہم دونوں ایک ساتھ سفر کریں گے۔ میں بھی تمہاری طرح محنت علی سے نفرت کرتا ہوں اور ایسے ہی مقام کی تلاش میں ہوں جیسے تم"

اگر اختر کو اس کا کوئی ہم عمر ساتھی مل جاتا تو وہ اس کے ساتھ سڑک کے کنارے پھول چنتا، تیتریوں کے پیچھے دوڑتا۔ اپنے سفر کو خوشگوار بنانے کے لئے سب کچھ کرتا اور بہت خوش ہوتا۔ مگر وہ اتنی عقل ضرور رکھتا تھا کہ دنیا کے سفر میں اُسے ایک تجربہ کار آدمی کے ہمراہ ہونے سے بہت آسانیاں پیدا ہو جائیں گی۔ اس لئے اُس نے مسافر کی بات مان لی اور دونوں ہنسی خوشی ساتھ ساتھ سفر کرنے لگے۔

وہ ابھی بہت دور نہیں گئے تھے کہ سڑک کے ایک کھیت کے پاس سے گذرے جہاں چند آدمی لانبی لانبی گھاس کے گٹھے بنا رہے تھے۔ اختر کو گھاس کی بھینی بھینی مہک بہت بھلی معلوم ہوئی۔ اس نے خیال کیا کہ یہ منظر کتنا اچھا ہے کہ سورج کی دھوپ میں گھاس کے انبار لگائے جائیں اور پاس کے درختوں اور جھاڑیوں سے پرندوں کے شیریں نغمے کانوں میں آتے رہیں۔ کہاں یہ کہ تمام دن مدرسہ کی تاریک کوٹھری میں بند سبق یاد کرتے رہیں اور مولوی محنت علی کی جھڑکی و لعنت کے سوا کچھ حاصل نہ ہو۔

وہ انھیں خیالات میں ڈوبا ہوا پتھر کی دیوار کی دوسری طرف دیکھ رہا تھا کہ اتنے میں اپنے ساتھی کا ہاتھ پکڑ لیا اور کہنے لگا "جلدی چلو جلدی! ہمیں یہاں سے فوراً بھاگ جانا چاہئے ورنہ وہ ہمیں پکڑے گا"

"کون پکڑے گا؟" مسافر نے دریافت کیا۔

"محنت علی۔ مکتب کا بوڑھا مولوی" اختر نے جواب دیا۔ "کیا وہ تمہیں اُن آدمیوں کے

درمیان میں دکھائی نہیں دیتا؟ اور اختر نے ایک پیر مرد کی طرف انگلی سے اشارہ کیا جو کھیت کا مالک معلوم ہوتا تھا۔ اسی نے ان مزدوروں کو کام پر لگا رکھا تھا۔ اس نے اپنا کوٹ اور واسکٹ اتار رکھا تھا اور اپنی قمیص کی آستین چڑھا کر خود بھی کام میں مشغول تھا۔ اس کی پیشانی پر پسینہ کے قطرے آ آ کر جمع ہو رہے تھے مگر وہ ایک لمحہ بھی دم نہ لیتا تھا۔ اور کام کرنے کے ساتھ چیخ بھی رہا تھا " جلدی کرو۔ آج کا کام کل پر نہیں چھوڑنا چاہیئے" تعجب اس بات کا ہے کہ بوڑھے کسان کی شکل و شباہت بالکل مولوی محنت علی سے ملتی جلتی تھی جو کہ غالباً اس وقت مکتب میں داخل ہو رہا ہوگا۔

" ڈرو نہیں، مسافر نے کہا " یہ مولوی محنت علی نہیں ہے بلکہ اس کا بھائی ہے " اس نے کسان کا پیشہ اختیار کر لیا ہے اور آدمی کہتے ہیں یہ اس سے زیادہ برا ہے۔ لیکن وہ تم کو کچھ نہیں کہہ سکتا جب تک تم اس کے کھیت میں مزدور بن کر داخل نہ ہو جاؤ

ننھے اختر کو اپنے ساتھی کی بات پر یقین تو آگیا، مگر وہ اس بوڑھے کسان کو جو مولوی محنت علی سے بہت زیادہ مشابہت رکھتا تھا فوراً ہی نظروں سے اوجھل کر دینا چاہتا تھا۔ (باقی آئندہ)

(سید حمید الظفر از کرنال)

عددوں کی دلچسپ باتیں

کسی لڑکے سے کہو کہ وہ ۱ سے ۹ تک کے ہندسے لکھے مگر ۸ کا ہندسہ نہ لکھے۔ جب وہ یہ ہندسے لکھ چکے تو اس سے پوچھو کہ ان ہندسوں میں کون سا ہندسہ بھدا لکھا ہوا ہے جو ہندسہ وہ بتائے اس کو ۹ سے ضرب دو اور حاصل ضرب کو ۱ سے لیکر ۹ تک کے ان ہندسوں سے ضرب دو جو تم نے ۸ کے بغیر لکھے تھے۔ اب تم دیکھو گے کہ حاصل ضرب میں سوائے اس ہندسہ کے کوئی اور ہندسہ نہ آئے گا جو اس نے خراب لکھا تھا۔ مثلاً فرض کرو کہ اس نے ۴ کا ہندسہ خراب بتایا تھا تو ۴ کو ۹ سے ضرب دیا تو ۳۶ ہوئے۔ اب ۳۶ کو ۱ سے لیکر ۹ تک کے لکھے ہوئے ہندسوں سے ضرب دو

```
  ۱ ۲ ۳ ۴ ۵ ۶ ۷ ۹
              ۳ ۶
-----------------
  ۷ ۴ ۰ ۷ ۴ ۰ ۷ ۴
۳ ۷ ۰ ۳ ۷ ۰ ۳ ۷
-----------------
۴ ۴ ۴ ۴ ۴ ۴ ۴ ۴ ۴
```

(محمد اسحاق۔ صدر بازار۔ دہلی)

طلبہ کے مضامین

جی حضور!

رحیم ۔ آپا کوئی کہانی کہہ دو ۔

آپا ۔ کہانی تو میں کہدوں گی لیکن یہ تو بتاؤ کہ آج تم نے مولوی صاحب سے کیا پڑھا؟

رحیم ۔ سیپارہ اور اردو کی کتاب ۔

آپا ۔ اردو کی کتاب میں کون سا سبق پڑھا؟

رحیم ۔ خوشامد والا مضمون ۔

آپا ۔ تمہیں معلوم ہے کہ یہ مضمون کس نے لکھا تھا؟

رحیم ۔ نہیں تو آپا !

آپا ۔ یہ مضمون سر سید احمد خاں نے لکھا تھا ۔

رحیم ۔ آہا ۔ وہی سر سید احمد نا جن کے متعلق رسالہ ہونہار میں مضمون چھپا تھا ۔

آپا ۔ ہاں وہی سر سید احمد ۔

رحیم ۔ مضمون تو آپا ! بہت اچھا تھا ۔

آپا ۔ تو خوشامد کے متعلق مجھے بھی ایک قصہ یاد آگیا ۔ لیکن آج صرف وہی قصہ سناؤں گی ۔ دوسری کہانی کے لئے ضد نہ کرنا ۔

رحیم ۔ کہئیے ۔ دوسری کہانی کے لئے ضد نہ کروں گا ۔

آپا ۔ اچھا تو سنو ! ایک افسر ایک دن اپنے ایک ماتحت بابو سے کہنے لگا کہ دیکھو جی ! ریل بھی کس قدر خراب سواری ہے ۔ نہ کسی کا خیال نہ کسی سے مطلب ۔ اپنے وقت سے آئی اپنے وقت سے چلی گئی ۔ مجھے ریل کی سواری ناپسند ہے ۔ بابو نے جواب دیا "جی ہاں حضور بالکل درست ہے"

دوسرے روز وہی افسر پھر اُس بابو کے پاس آیا اور کہنے لگا "موٹر کی سواری بھی ٹھیک نہیں ۔ ذرا کچھ خرابی آگئی گھنٹوں کھڑی ہے ۔ سواری تو ریل ہی کی ہے ۔ وقت پر آئی اور چلی گئی ۔ گھنٹوں کا فاصلہ منٹوں میں

طے ہو جاتا ہے۔ اور پھر کوئی خطرہ نہیں"

بابو نے کہا: "جی ہاں حضور! ریل کا کیا کہنا۔ اس سے بڑھ کر بھی کوئی سواری ہو سکتی ہے؟"

افسر کو بہت غصہ آیا اور وہ بابو کی طرف دیکھ کر بولا "تم تو کل ریل کو بہت برا بتاتے تھے اور آج کہتے ہو کہ بہت اچھی سواری ہے تم بہت خوشامدی ہو"

بیچارے بابو اس قدر شرمندہ ہوئے کہ پھر جب کبھی اس افسر سے ملتے تو خاموش ہی رہتے۔

رحیم۔ بس آپا کہانی ختم ہو گئی؟

آپا۔ ہاں ختم ہو گئی۔ یہ بالکل سچی کہانی ہے۔ کل اس سے بھی اچھی کہانی سناؤں گی۔ اب تم آرام کرو۔ (مبشر علی صدیقی)

لطیفہ

آقا۔ گوبھی بھی کیا بری ترکاری ہے۔ اس کے کھانے سے ہزاروں قسم کی پیٹ کی بیماریاں پیدا ہو جاتی ہیں

نوکر۔ جی ہاں سرکار بڑی بری ترکاری ہے۔

آقا۔ کل میں گوبھی کی تعریف کر رہا تھا تو تم بھی تعریف کر رہے تھے اور آج جب میں برائی کر رہا ہوں تو تم بھی برائی کر رہے ہو۔ یہ کیا بات ہے۔

نوکر۔ سرکار میں گوبھی کا نوکر نہیں ہوں۔ آپ کا نوکر ہوں۔ جیسا آپ کہیں گے ویسا ہی کروں گا۔ (مبشر علی صدیقی ساغر بدایونی)

ہ اور م کی لڑائی

ایک دفعہ ہ اور م میں بڑی لڑائی ہوئی دونوں ایک دوسرے کو خراب سمجھتے تھے۔ میں بھی کھڑا ہوا ان کی باتیں سنتا رہا۔

ہ بولی۔ ارے تجھ سا مردار دنیا میں کوئی نہ ہوگا۔ تو محنت، مزدوری کرتا ہے۔ مرتا ہے تو تجھے مرگھٹ لے جاتے ہیں۔

م نے کہا اری جا تو مجھ سے بڑھ کر کیا ہو سکتی ہے۔ اگر میں......

م اپنی بات کو ختم بھی نہ کرنے پایا تھا کہ ہ نے بات کاٹ کر کہا۔ ارے مکھی اور مچھر

کے عزیز! یہ اگر مگر رہنے دے ۔ مجھے دیکھ
میں ہر وقت ہنس مکھ رہتی ہوں۔ آپ
ہنستی ہوں اور دوسروں کو ہنساتی ہوں
ایک تو ہے کہ ہر وقت منہ پھیلائے رہتا ہے
لے اب میری خوبیاں سُن :

میں درختوں کی ہریالی
تہواروں میں ہولی
جانوروں میں ہاتھی اور ہرن
جواہرات میں ہیرا
پہاڑوں میں ہمالیہ پہاڑ
تعداد میں ہزار ہوں

میں ہر ایک کی ہمدم اور ہمدرد ہوں
اگر میری ہوا نہ چلے تو انسان پل بھر بھی
زندہ نہ رہ سکیں۔ بتا تجھ میں بھی کچھ ہے؟

اب م سے بھی نہ رہا گیا۔ بولی
میں میوہ اور مٹھائی ہوں اور تو ہڈی
میں کہنا ماننے والا اور تو ہٹ دھرم
ارے دیکھ مولسری کے پھول میں کتنی خوشبو
ہوتی ہے ۔ کیا کبھی تو نے مور بھی دیکھا ہے؟
کیسا خوب صورت ہوتا ہے! دنیا میں
ہر ایک جگہ میں موجود ہوں اور میری مثال
ملنی مشکل ہے ۔

ہ چپ چاپ م کی ڈینگیں سنتی
رہی۔ جب وہ چپ ہو گیا تو وہ چاہتی تھی
کہ اُسے ایسا منہ توڑ جواب دے کہ اس
کی ساری شیخی کرکری ہو جائے

اب مجھ سے نہ رہا گیا۔ میں نے اُنہیں
روک دیا۔ اور کہا " بھائیو تم آپس میں
لڑتے کیوں ہو؟ ۔ ایک ہیرا ہے تو دوسرا
موتی۔ ایک ہار تو دوسرا مالا ۔ ایک ہی
چیز کے جدا جدا دو نام ہیں ۔ تم دونوں ایک
ہو" یہ کہکر میں نے دونوں کو ملا دیا۔
اور وہ مل کر ہم ہو گئے۔

(عبدالاحد ۔ از کراچی)

سوالات ۔ اس مضمون کے پڑھنے سے
تمہیں کیا سبق حاصل ہوا۔
م اور ہ سے جو الفاظ اس مضمون میں
بنے ہیں انھیں علیحدہ لکھ کر اپنے استاد کو دکھاؤ۔

دھوبی کا راگ

ہوئی شام تو میں نے بھٹی چڑھائی | بہت ساری آگ اُس کے نیچے جلائی
جوں ہی جا کے لیٹا بڑی نیند آئی | اندھیرے اٹھا اور لادی اٹھائی
سویرے سے پانی کے اندر کھڑا ہوں | چھوا چھو - چھوا چھو - کئے جا رہا ہوں

چھوا چھو - چھوا چھو - چھوا چھو - چھوا چھو -

دئے مجھکو لا لا کے لوگوں نے کپڑے | بہت ہی غلیظ اور میلے کچیلے
بنا دوں گا دھو دھا کے میں ایسے اجلے | نظر آئیں گے پھر سفید اور ستھرے
اسی واسطے دھوپ دکھلا رہا ہوں | چھوا چھو - چھوا چھو کئے جا رہا ہوں

چھوا چھو - چھوا چھو - چھوا چھو - چھوا چھو

لگا کر کلف پھر سکھاؤں گا کپڑے | بہت جلد گھر لے کے جاؤں گا کپڑے
درست استری سے بناؤں گا کپڑے | نئے کر کے سارے دکھاؤں گا کپڑے
ہمیشہ اسی طرح کرتا رہا ہوں | چھوا چھو - چھوا چھو کئے جا رہا ہوں

چھوا چھو - چھوا چھو - چھوا چھو - چھوا چھو -

یہ کپڑے جو ہو جائیں تیار سارے | اکھٹے کروں گا دھلائی کے پیسے
تو ان سے پلیں گے مرے بال بچے | میں بنواؤں گا اپنی بیوی کے گہنے
یہ سب غصّہ اسی واسطے کھا رہا ہوں | چھوا چھو - چھوا چھو کئے جا رہا ہوں

چھوا چھو - چھوا چھو - چھوا چھو - چھوا چھو

(مرسلہ عبدالواحد از کراچی)

۱۹۳۰

سستی کا نتیجہ

ایک شخص کے تین لڑکیاں تھیں۔
ایک دن اس نے تینوں کو اپنے پاس بلایا اور انھیں علیحدہ علیحدہ کپڑوں پر ریشمی کام کاڑھنے کو دے کر کہا کہ میں چھ دن کے بعد تمہارے کام کو دیکھوں گا۔ جس کا کام اچھا ہوگا اس کو انعام دیا جائے گا۔

تینوں لڑکیاں اپنے اپنے کام لے کر چلی گئیں۔ ان میں بڑی لڑکی ذہین تھی اور کام میں بہت ہوشیار تھی۔ اُس نے دل میں سوچا کہ یہ کام تو میں دو ہی دن میں ختم کر لوں گی ابھی سے اِس کام کو کیوں لے بیٹھوں۔ اس لئے وہ اپنی سہیلیوں کے ساتھ کھیل کود میں لگ گئی۔

دوسری لڑکی نے سوچا کہ یہ کام تو کوئی ایسا سخت نہیں ہے۔ اسے تو میں تین ہی روز میں ختم کر [illegible] گی۔ تین دن پہلے اِس کام کو شروع کیوں کیا جائے؟۔ کام ختم کرنے میں تو چھ دن ہیں اس لئے دو دن کے بعد کام کرنے کے لئے بیٹھوں گی۔

تیسری لڑکی اِن دونوں سے چھوٹی تھی۔ اُس نے سوچا کہ میں تو کمزور ہوں، آہستہ آہستہ اِس کام کو آج ہی سے شروع کردوں۔ تاکہ کام چھ دن میں ختم ہو جائے۔
چنانچہ اس نے باپ کا حکم سنتے ہی اپنا کام شروع کر دیا۔ اور چھٹے دن اپنا کام ختم کر لیا۔
منجھلی لڑکی چوتھے روز بیمار ہو گئی۔
بڑی لڑکی جب پانچویں روز کام پر بیٹھی تو اس نے جلدی اور گھبراہٹ میں اپنا کام خراب کر دیا۔ اور چھٹے روز بھی اس کا کام ادھورا پڑا رہا۔
ساتویں روز جب اِن تینوں بہنوں کو بلا کر باپ نے ان کا کام دیکھا تو بڑی لڑکی کا کام نہایت خراب تھا۔ باپ نے اس سے کہا کہ یہ تیری شیخی کا نتیجہ ہے جو تو نے اس کام کو آسان سمجھ کر ٹال رکھا تھا۔ اور آخر کار ناکام رہی
منجھلی لڑکی تو بیمار ہی تھی۔ چوتھے روز تو وہ کام ہی نہ کر سکی۔ کپڑا اور ریشم ویسے کا

ویسا ہی باپ کے سامنے رکھنا پڑا۔ باپ نے اس سے کہا کہ اگر تو اس کام کو بیمار ہونے سے پہلے ہی شروع کر دیتی تو آج خالی کپڑا نہ لاتی۔

چھوٹی لڑکی نے جب اپنا بنایا ہوا کام باپ کے سامنے پیش کیا تو باپ نے اپنی چھوٹی بیٹی کا کام بہت پسند کیا۔ اسے پیار کر کے انعام دیا۔

ہونہار بھائیو اور بہنو! یاد رکھو آج کا کام کل پر نہ چھوڑنا چاہئے کیونکہ اس کا نتیجہ ہمیشہ خراب ہوتا ہے۔

(سید محمد نظر حق - از آرہ)

تجارت

ہندوستان کے عقلمند لوگوں نے تجارت کو کھیتی سے دوسرا درجہ دیا ہے لیکن جو بات تجارت میں ہے کھیتی باڑی میں نہیں ہے۔

تجارت روپیہ جمع کرنے اور مالدار بنانے کی [illegible]س ہے۔ یہ کفایت شعاری سکھاتی ہے۔ سوداگر چاہتا ہے کہ روپیہ اکٹھا ہو۔ فلاں قسم کا مال دکان میں رکھوں تاکہ گاہک واپس نہ جائیں۔ غرض جو دس میں روپے کماتا ہے پھر دکان میں ڈال دیتا ہے خرچ کم کرتا ہے وہ جانتا ہے کہ میرا کام روپے کے بغیر نہیں چل سکتا۔ اس میں دو بڑے فائدے ہیں پہلا روپیہ جمع کرنا دوسرا روپے کے ساتھ آمدنی کا بڑھنا۔ تاجر ہمیشہ کفایت شعاری سے کام کرتا ہے۔ زیادہ خرچ کرنے سے ڈرتا ہے اور پھونک پھونک کر قدم رکھتا ہے۔

تجارت ہی ایک ایسی چیز ہے جو دم بھر میں لکھ پتی کر دیتی ہے۔ تاجر لوگ بڑی عزت پاتے ہیں۔ تجارت امیرانہ پیشہ ہے جس میں محنت کم کرنی پڑتی ہے اور فائدہ زیادہ ہوتا ہے۔ بڑے بڑے تاجر تو گویا بادشاہ ہیں۔ نوکر چاکر خدمت میں حاضر رہتے ہیں۔ گماشتے اپنے کام میں مصروف ہیں۔ سوداگر صاحب صرف نگرانی کرتے ہیں اور گدی پر تکیہ لگائے بیٹھے رہتے ہیں۔

چھوٹے چھوٹے دکاندار بھی مزہ کرتے ہیں

عام ملازموں سے اچھے رہتے ہیں۔ جب چاہا
دوکان کھول دی۔ جب چاہا دوکان بند
کر دی۔ کوئی غیر حاضری کی رپورٹ نہیں
غفلت یا رشوت کا جُرم نہیں اور نہ اُن کو کوئی
موقوف کر سکتا ہے۔ غرضیکہ تجارت بڑا
معزز پیشہ ہے اور ملازمت سے بدرجہا بہتر ہے
ہاں کسی قدر واقفیت، محنت، استقلال
اور انتظام درکار ہے اور حساب میں بہت
مہارت حاصل ہونی چاہیئے۔

تجارت میں سب سے زیادہ فائدہ
اُس چیز میں ہوتا ہے جس کو عام لوگ استعمال
کرتے ہوں جیسے غلہ وغیرہ۔ اور کھانے کی چیزیں
دوسرے درجہ پر کپڑے کی تجارت ہے
پھر برتنوں کی۔ اس کے بعد عمارت کے
سامان اور مصالحہ کی۔ سامانِ عیش کی تجارت
کا نمبر سب کے بعد آتا ہے۔

افسوس کہ ہم لوگ تجارت کرنا
عیب سمجھتے ہیں اور اگر کرتے ہیں تو پان
سپاری کی کرتے ہیں۔ جس میں وقت ضائع
ہوتا ہے۔ بعض لوگ کہتے ہیں کہ [illegible]
بنکر ہم بنیا نہیں بننا چاہتے۔ اُن کو یہ خبر
نہیں کہ بنیا تو وہی بنتا ہے جس کے گھر میں
کچھ ہو اور جو دکانداری کی لیاقت بھی رکھتا ہو
غلّے کی تجارت ایک اچھی تجارت ہے مگر ایسا
نہ ہونا چاہیئے کہ تمام ملک کا غلّہ بند کر کے
اپنے گھر میں رکھ دیا جائے اور لوگ مہنگے
ہونے کی وجہ سے بھوکوں مریں۔ ایسا بنیا
بننا بہت برا ہے۔

پس اے میرے ہونہار بھائیو خوب
پڑھو اور پڑھ کر تجارت کرنے کی کوشش
کرو۔ کارخانے کھولو۔ فیکٹریاں قائم کرو۔
تمام ضرورتوں کا سامان ہندوستان ہی میں
بنانے کی کوشش کرو۔ اِس سے نہ صرف
تمہاری ہی ترقی ہوگی بلکہ بہت سے غریب
لوگوں کی مدد ہوگی۔ ملک فارغ البال
اور خوش حال ہو جائے گا اور دنیا میں بھی
تمہاری عزّت ہوگی۔

دیکھو دام ۔ از [illegible]

پہیلیاں

۱۔ زمزم کا پانی زمرد کا ڈھکنا۔ سمجھ بوجھ کے کہنا۔ بیہودہ نہ بکنا (تربوز)

۲۔ چار کبوتر چار ہی رنگ۔ گھونسلے میں جاکے ایک ہی رنگ۔ (پان)

۳۔ چار یار چلے بازار۔ ایک کے سر پہ ٹوپی ایک کے سر پہ بال۔ ایک کے پیٹ میں گودا۔ ایک کے پیٹ میں دال۔

(لسوڑہ۔ کسیرو۔ کیلا - امرود)

۴۔ عقل کی کوٹھڑی نقل کے کواڑ۔ لونگوں کے گچھے پانی کی بہار (تربوز)

۵۔ ایک بالشت کا بابا۔ نو گز کی داڑھی (پرنالہ)

۶۔ ایک بے ایمان سو من کا بوجھ اٹھائے کھڑا ہے۔ (کھمبا)

(۷) پہاڑوں پہ آئے روڑے اور آتوں کے سر توڑے (اخروٹ)

۸۔ مخمل کے بٹوئے میں اوئی اوئی کے بیج (سرخ مرچ) ملک غلام حیدر از سیالکوٹ

ایک عجیب معمہ

کسی شہر میں ایک سوداگر رہتا تھا۔ اس کے تین لڑکے تھے۔ جب اس کے مرنے کا وقت قریب آیا تو اس نے اپنے تینوں لڑکوں کو بلا کر کہا "میرے پیارے لڑکو! میری موت کا وقت آگیا ہے۔ میں اپنے ساتھ کچھ لے کر نہیں جاؤں گا۔ بلکہ اپنا سب دھن دولت مثلاً ہیرے، جواہرات، گائیں، بیل، گھوڑے زمین وغیرہ تم کو دے دوں گا۔ میں یقین کرتا ہوں کہ تم اسے برابر برابر تقسیم کر لو گے لیکن میرے پاس سترہ ہاتھی بھی ہیں۔ تم انہیں اس طرح تقسیم کرنا کہ میرے بڑے لڑکے کو ان میں سے نصف۔ منجھلے لڑکے کو تہائی اور چھوٹے لڑکے کو نواں حصہ ملے"۔

اُن کے باپ کی یہ وصیت تھی کہ نہ کوئی ہاتھی بکے اور نہ کوئی کاٹا جائے۔

ہونہار بھائی اس معمہ کو حل کریں۔

(محمد الیاس پنجابی اسکول دہلی)

ارشد کی مینا

نمبر ۲

ایک دن کسی صاحب نے ارشد میاں سے مذاق کے طور پر کہا کہ "آپ ہندوستان کی آزادی کے واسطے تو اتنی کوشش کر رہے ہیں مگر اس بیچاری مینا کو یوں قید کر رکھا ہے"

ارشد میاں اس مذاق کو سمجھ گئے اور انھوں نے پنجرا کھول دیا۔ مینا پنجرے میں سے نکل کر ارشد میاں کے کندھے پر بیٹھ گئی۔ اپنی چونچ سے ان کو پیار کرنے لگی۔ پھر وہاں سے اڑ کر میز پر جا بیٹھی اور اللہ اکبر کا نعرہ بلند کیا۔ ارشد میاں نے بعد کو ایک مختصر سی تقریر کی۔

"صاحبان! اگرچہ یہ صرف مذاق تھا اور ابوبکر صاحب کے کہنے سے میں نے اس مینا کو آزاد کر دیا تھا۔ مگر یہ اڑی نہیں۔ اس کی یہ وجہ نہیں کہ مینا کو یہاں رہنے کی عادت پڑ گئی ہے۔ اگر میں اس کی کوئی حق تلفی کرتا۔ تو یہ ضرور اس موقع کو غنیمت سمجھ کر اپنے آپ کو آزا[د] کر لیتی اور اُڑ جاتی۔ میں نے اس کی بچپن سے پرورش کی ہے اور اس کے ہر پیدائشی حق کو مدنظر رکھا ہے اس لئے یہ مجبو[ر ہے] "ترک موالات" نہیں کر سکتی"۔

مینا۔ اللہ اکبر

(ایزی لکھنؤ)

بکھرے ہوئے موتی

۱۔ کامیاب ہو کر مغرور نہ ہونا چاہئیے۔

۲۔ اگر تم کسی کے سچے دوست ہو تو اس کے عیوب اس کے دوستوں سے علیحدہ ہو کر ظاہر کرو۔

۳۔ عبادت خدا سے جی نہ چراؤ ورنہ تم انسان کہلانے کے مستحق نہ ہو گے۔

۴۔ محنتی شخص کبھی مفلس نہیں رہتا۔

۵۔ زیادہ ہنسنا آخر کو رلاتا ہے۔

(میر سید جعفر علی بدایونی)

ہنسی کی باتیں

ہارون کے والد۔ اچھا ہارون مجھے معلوم ہوا ہے کہ تم اسکول میں پڑھتے نہیں بلکہ کھیلتے رہتے ہو۔
ہارون۔ ابا جان! پڑھوں کیا خاک؟ ماسٹر صاحب تو بیمار ہیں۔

زہرہ (جو ابھی اسکول سے آئی ہے)
امی جان آج میں نے اسکول میں ایک نیا تماشا دیکھا!
زہرہ کی والدہ۔ کیا تماشہ دیکھا بیٹی ہمیں بتاؤ
زہرہ۔ امی جان آج ایک لڑکی نے اسکول کی میز کی دراز میں تین چوہے مار کر ڈال دئیے۔

حمید (اپنے چھوٹے شریر بھائی سے) مجھے ایک چھچھوندر کی ضرورت ہے۔
مجید۔ کیوں آپ کیا کریں گے؟
حمید۔ تم کو کھلاؤں گا۔

(ثریا بیگم بنت ایس سراج الدین صاحب کلکتہ)

ماں۔ احمد تو سب مٹھائی کھا گیا؟
احمد۔ اماں! اس لئے کہ آپ نے کہا تھا کہ چھوٹے بچے مٹھائی کھانے سے بیمار ہو جاتے ہیں۔ میں نے سوچا کہ کہیں کہ چھوٹا بھیا کھا کر کہیں بیمار نہ ہو جائے۔

جانے والا۔ (ایک مسافر سے) بھائی یہ یہ راستہ کدھر کو گیا ہے؟
مسافر۔ جدھر آپ پہونچ جائیں۔
جانے والا۔ میں کہاں پہونچوں گا؟
مسافر۔ جہاں آپ کو جانا ہے۔
جانے والا۔ مجھے کہاں جانا ہے؟
مسافر۔ یہ تو آپ ہی کو معلوم ہوگا۔
جانے والا۔ لاحول ولاقوۃ۔ یہ تو مجھے یاد ہی نہیں رہا۔

ماخوذ

دلچسپ معلومات

ہندوستان کا دوسرے ممالک سے مقابلہ

رقبہ اور آبادی

نام ملک	رقبہ ہزار مربع میل میں	ایک ہندوستان میں کتنے ملک سمائیں گے	آبادی لاکھ میں	ایک ہندوستان میں کتنے ملک آباد ہوں گے
ہندوستان	۱۸۰ ، ۵	•	۳۱۸ ، ۹	
جرمن	۲۵ ، ۸	۷ جرمن	۲۵ ، ۲	۶ جرمنی
فرانس	۲۲ ، ۶	۸ فرانس	۴۱ ، ۶	۸ فرانس
اٹلی	۱۵ ، ۰۶	۱۲ اٹلی	۴۱ ، ۵	۸ اٹلی
روس	۱۲۵۰ ، ۷۵	۷ ہندوستان	۱۴۰ ، ۵	۲½ روس
جاپان	۱۶ ، ۴	۱۱ جاپان	۶۲ ، ۲	۵ جاپان
برطانیہ	۱۲ ، ۰۳	۱۵ برطانیہ	۴۹ ، ۹	۷ برطانیہ
ریاست متحدہ امریکہ	۳۲۵ ، ۵	۲½ ہندوستان	۱۱۵ ، ۲	۲¾ امریکہ

روزانہ آمدنی فی کس

امریکہ ... ... ۹ روپے ۲ آنے

برطانیہ ... ... ۴ روپے ۱۱ آنے

فرانس ... ... ۲ روپے نو آنے

اِٹلی ... ... ایک روپیہ ۹ آنے

جاپان ... ... ۳ روپے ۲ آنے

ہندوستان ... ... ایک آنہ ۳ پائی

ناخنوں پر تصویریں

آج کل یورپ کی فیشن پرست عورتوں کو ناخون پر کسی آدمی کی تصویر بنوانے کا شوق ہو گیا ہے۔ ناخون پر کپڑے کی تصویروں کی طرح چھوٹی چھوٹی تصویریں بنائی جاتی ہیں اور پھر ناخون پر نہایت احتیاط سے نقش و نگار بنائے جاتے ہیں۔

انگلستان کی عورتیں پھول پتوں کی تصویریں بنوانا زیادہ پسند کرتی ہیں۔ بعض عورتیں اپنے شوہروں کی تصویریں ناخونوں پر بنوا لیتی ہیں۔

ناخونوں پر میناکاری کا کام اس شیشہ کی مدد سے ہوتا ہے جو کہ چھوٹی چیزوں کو بڑا کر کے دکھاتا ہے۔ اکثر ایک ناخون پر میناکاری کرنے میں پورا ایک دن صرف ہو جاتا ہے۔

(سید ظفر حق عرف ننھے از آرہ)

ہوائی قمار خانے

اب تک جوئے خانے صرف زمین پر تھے لیکن ہر جگہ پولیس کا کھٹکا لگا رہتا تھا۔ اب مغربی ممالک میں ہوائی جوئے خانے قائم کئے گئے ہیں۔

جواری ہوائی جہاز میں بیٹھنے کے بعد اور ہوا کی انتہائی بلندی پر پہنچنے کے بعد اُن میں جوا کھیلنا شروع کر دیتے ہیں اور نہایت بے فکری کے ساتھ پولیس کے خوف کے بغیر جوا کھیلتے رہتے ہیں۔ ہوائی جہاز کے اس ناجائز استعمال پر پولیس نہایت پریشان ہے

ہندوستان میں مردوں کی تعداد عورتوں سے زیادہ ہے۔ نوّے لاکھ کا فرق ہے۔ صرف ایک شہر کلکتہ میں مردوں کی تعداد عورتوں سے دگنی ہے۔

اندازہ لگایا گیا ہے کہ سینے کی مشین ہاتھ کی نسبت بارہ گنا زیادہ کام کرتی ہے۔

تنقید اور تبصرے

رسالہ پیشوا دہلی کا رسول نمبر

رسالہ پیشوا ایک عرصہ دراز سے جناب عزیز حسن صاحب بقائی کی ادارت میں دہلی سے نکل رہا ہے۔ اس کے مضامین زیادہ تر مذہبی ہوتے ہیں جو لوگ کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی صحیح زندگی۔ تعلیم اور آپ کے اسوۂ حسنہ سے واقف ہونا چاہتے ہیں ان کو یہ رسالہ مشعل راہِ ہدایت کا کام دیتا ہے۔ اس رسالہ میں تصویریں بھی ہوتی ہیں۔ باوجود ان خوبیوں کے اس کی سالانہ قیمت صرف دو روپے ہے۔ نمونہ دفتر پیشوا دہلی سے طلب کیجئے۔

پہلے سالوں کی طرح ماہ ربیع الاول میں اس کا رسول نمبر شائع ہوا ہے جس میں ۲ سہ رنگی ۲۱ یک رنگی تصویریں ۱۰ نظمیں اور ۵۰ سے زیادہ مضامین ہیں۔ لکھائی چھپائی اور ٹائٹل نہایت عمدہ ہے اس میں آنحضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی ہر قسم کی زندگی پر بہترین مضامین ہیں۔ حقیقت یہ ہے کہ اس سے بہتر اور اتنا ضخیم رسول نمبر ابھی تک نہیں نکلا جس کے لئے جناب عزیز حسن صاحب مستحق مبارکباد ہیں۔

اس اکیلے نمبر کی قیمت عہ ہے لیکن رسالہ کے مستقل خریداروں کو یہ نمبر مفت دیا جاتا ہے۔

رسالہ ادیب پشاور کا کابل نمبر

ہندوستان کے مشہور رسالہ ادیب کا حال ہی میں کابل نمبر شائع ہوا ہے جس میں افغانستان کے متعلق بہت کافی معلومات ہیں۔ جابجا کابل کی تمام مشہور سرکاری عمارتوں کے فوٹو دئے ہوئے ہیں۔ اعلیحضرت شاہ نادر خاں کا فوٹو شاہی لباس میں قابل دید ہے۔ ابتدا میں افغانستان کی مختصر تاریخ دی گئی ہے۔ اس کے بعد افغانستان کے انقلاب کے متعلق نہایت اچھے مضامین اور نظمیں ہیں۔ "جوش جہاد" کی ایک سہ رنگی تصویر ہے۔ ملا رموزی صاحب کا مضمون "سنتے کے بچے" پڑھنے کے قابل ہے اس کے علاوہ کئی افسانے ہیں جو نہایت دلچسپ ہیں۔ ۴۰ سے زیادہ فوٹو بلاک کی تصویریں ہیں۔ لکھائی چھپائی اور کاغذ نہایت نفیس ہے خصوصاً ٹائٹل اپنے اندر مخصوص جاذبیت رکھتا ہے۔ اس نمبر کی قیمت ۱۲ ہے لیکن سالانہ خریدار کو مفت ملیگا سالانہ چندہ ہے۔ دفتر رسالہ ادیب پشاور سے طلب کیجئے۔

رسالہ طور دہلی

یہ رسالہ حال ہی میں زیر ادارت جناب منظور احمد صاحب عثمانی بی اے جامعہ دہلی سے شائع ہوا ہے۔ جناب منظور احمد صاحب ایک نہایت تجربہ کار اخبار نویس ہیں جو ایک عرصہ تک اخبار ہمدرد مرحوم اور ملت دہلی میں ادارت کے فرائض انجام دے چکے ہیں۔ رسالہ کا مقصد اردو ادب کی خدمت ہے۔ رسالہ کے مضامین نہایت اچھے ہیں۔ ضخامت ۴۰ صفحے۔ سائز ۲۰×۲۶ ۔ سالانہ چندہ سے ۴ ۔ نمونہ دفتر رسالہ طور جامع مسجد دہلی سے طلب کیجئے

ادبی دنیا میں ایک تاریخی اجتہاد
مشہور و مقبول باتصویر رسالہ
پیمانہ (کا) تاج محل نمبر
اردو میں اپنی نوعیت کی پہلی اور آخری چیز
پیمانہ کا تاج محل نمبر یکم نومبر کو شائع ہوگا۔ اس کی خصوصیت یہ ہوگی کہ تمام مضامین ادارہ کی طرف سے ہوں گے
اور وہ سب اس عظیم الشان قصر مرمریں اور "فردوس ارضی" میں بیٹھ کر لکھے جائیں گے جس کا نام "تاج محل" ہے
"تاج" کی متعدد رنگا رنگ تصویروں کے علاوہ آرٹ کی بہترین تصاویر سے یہ نمبر مزین ہوگا مستقل خریداروں کی خدمت میں
بلا قیمت حاضر ہوگا غیر خریدار اصحاب سے صرف قیمت لیجائیگی۔ اگر آپ ابتک پیمانہ کے خریدار نہیں ہیں تو
آج ہی تین روپیہ بھیج کر
ایک سال تک "پیمانہ" کے اجتہادی اسکول کے مسلسل کارنامے ملاحظہ فرمائیے اور تاج محل نمبر مفت
مشتہرین
اجرت اشتہارات
پورا صفحہ
دس روپیہ
نصف صفحہ
منیجر پیمانہ
قصر الادب نائی منڈی روڈ آگرہ

ٹیلیفون نمبر
۲۰۵
دو ضروری اعلان
متعلق
چاند اردو اڈیشن
تار کا پتہ
چاند الہ آباد
اڈیٹر منشی کنہیا لال ایم اے ایل ایل بی ایڈوکیٹ
۱۔ چاند کا خاص اڈیٹر نمبر نومبر اور دسمبر کا یکجائی نمبر ہوگا۔ یہ نمبر ہر حیثیت سے ایک قابل قدر نمبر ہوگا
سو سے زیادہ اڈیٹر صاحبان نے اپنے مضامین، افسانے اور نظمیں بھیجی ہیں۔ علاوہ ان کے متعدد رنگین اور سادی تصویریں
اور کارٹون بھی شامل کئے جائیں گے۔ اس نمبر کی قیمت تین روپے ہوگی مگر مستقل سالانہ خریداروں کو مفت دیا
جائے گا یہ رعائت نئے ششماہی خریداروں کے ساتھ نہیں کیجا سکتی
۲۔ چاند کے سالانہ چندے میں خاص رعائت۔ چاند کی کثیر اشاعت کو اور زیادہ بڑھانے کی غرض سے اور بہت سے
حضرات کی خاطر ہم نے یہ طے کیا ہے کہ جو لوگ چاند کی فوراً خریداری منظور فرمائیں گے اُن سے صرف سالانہ چندہ لیا جائے گا
اور چاند کی کسی خصوصیت میں کمی نہیں ہوگی۔ دیر نہ کیجئے اپنا نام فہرست خریداران میں فوراً درج کرا لیجئے۔ (نمونہ دفتر سے طلب کیجئے)
پتہ۔ مینجر چاند۔ چندر لوک الہ آباد
اس کتاب کی دنیا بھر میں شہرت ہے
لاکھوں آدمی پڑھ چکے ہیں۔ دنیا کی
کئی زبانوں میں ترجمہ ہو چکا ہے۔ مہاتما
گاندھی نے اپنے زندگی کے حالات اپنے اخبار
نوجیون میں گجراتی زبان میں شایع کئے تھے۔
جسکا ترجمہ انگریزی میں شائع کیا گیا۔ اب مکتبہ جامعہ
نے اس کو اردو میں شائع کیا ہے۔ پڑھنے کے قابل
کتاب ہے۔ لڑکوں لڑکیوں مرد عورتوں سب کے
لئے مفید ہے۔ ضرور منگوائیے۔
تلاش حق
مہاتما گاندھی کی آپ بیتی
مترجمہ
ڈاکٹر سید عابد حسین ایم اے پی ایچ ڈی
دو جلد
قیمت فی جلد ایک روپیہ علاوہ محصول ڈاک
ملنے کا پتہ
نونہال بک ڈپو بارہ ٹوٹی دہلی
جلد منگوائیے ورنہ
دوسرے
اڈیشن
کا
انتظار
کرنا
پڑیگا
۔

ƎISTERED NO. L. 2630

THE HON-HAR

DELHI.

AN ILLUSTRATED AND MOST USEFUL URDU MAGAZINE
FOR BOYS AND GIRLS.

EDITOR

FAIYAZ HUSAIN NASIM (Jamai)

OCTOBER. 1930

Annual Subscription Rs 3-4-0 Including Postal Charges

باہتمام فیاض حسین نسیم پرنٹر و پبلشر جید برقی پریس
دہلی میں طبع ہو کر دفتر رسالہ ہونہار سے شائع ہوا

بچوں کا باتصویر ماہوار رسالہ
ہونہار
ایڈیٹر
قیمت فی پرچہ
سالانہ تین روپیہ

محکمہ تعلیمات ریاست حیدرآباد دکن

نے

رسالہ ہونہار اپنے تمام لڑکوں اور لڑکیوں کے مدارس کیلئے

منظور کرلیا

رسالہ ہونہار کے کسی پچھلے نمبر میں ہم نے اعلان کیا تھا کہ رسالہ ہونہار ریاست حیدرآباد دکن میں بھی منظور ہوگیا ہے۔ اُس وقت ریاست حیدرآباد دکن کے چند صوبوں کے صدر مہتمم صاحبان نے اپنے طور پر اِس کو اِسکولوں کے لئے منظور کیا تھا لیکن رسالہ ہونہار کے ناظرین کو یہ پڑھ کر خوشی ہوگی کہ اب ریاست حیدرآباد دکن کے محکمۂ تعلیمات نے اِس کو طلبہ کے لئے مفید سمجھ کر اپنے تمام لڑکوں اور لڑکیوں کے مدارس کے لئے منظور کرلیا ہے۔ جس کے لئے ہم ناظم تعلیمات جناب خان فضل محمد خاں صاحب ایم اے ڈائرکٹر تعلیمات وجناب شیر محمد خاں صاحب بی اے اسسٹنٹ ڈائرکٹر تعلیمات کا تہِ دل سے شکریہ ادا کرتے ہیں۔

امید ہے کہ ہندوستان کے دوسرے محکمہائے تعلیم بھی اِس کو اپنے اپنے مدارس کے لئے منظور فرمائیں گے۔

ادارہ

رسالہ ہونہار کے متعلق معزز حضرات کی رائیں

محمد عبد اللطیف فاروقی ایم ایل اے۔ مالک و مدیر آزاد ہند مدراس کی رائے۔

ہونہار نامی ماہوار رسالہ جو جناب فیاض حسین صاحب نسیم کی زیر ادارت اور حکیم محمد یوسف حسن صاحب مدیر نیرنگ خیال لاہور کی سرپرستی میں جاری کیا گیا ہے میری نظر سے گذرا۔ میری رائے میں یہ رسالہ لڑکوں اور لڑکیوں کے لئے بہت مفید ہے۔ لکھائی چھپائی کے اعتبار سے بھی بہت اچھا ہے۔ کاغذ بھی نہایت عمدہ استعمال کیا جا رہا ہے۔ ہماری ہونہار نسل کے خیالات کو درست کرنے کے لئے ایسے رسالوں کی سخت ضرورت ہے۔ اگر اسی اصول اور اسی پیمانے پر جاری رہا تو میں سمجھتا ہوں کہ یہ رسالہ قوم کی ایک اہم اور بہترین خدمت ادا کر سکے گا۔ میں امید کرتا ہوں کہ قوم اس کی اعانت اور حوصلہ افزائی کرے گی۔

محمد سرفراز خاں علیگ بی اے ایس سی۔ ہیڈ ماسٹر مسلم اسکول بلند شہر کی رائے

مکرم بندہ جناب ایڈیٹر صاحب رسالہ ہونہار السلام علیکم۔ آپ کا رسالہ ہونہار میرے اسکول کے نام ایک عرصہ سے جاری ہے۔ اس سے کثیر طلبہ فائدہ اٹھا رہے ہیں۔ مجھے نہایت مسرت ہے کہ اس پرچہ نے اپنے مقاصد میں پوری کامیابی حاصل کی ہے۔ میں نے مصمم ارادہ کر لیا ہے کہ اس کی اشاعت میں جہاں تک ممکن ہوگا کوشش عمل میں لاؤں گا۔ حقیقت یہ ہے کہ ہر تعلیم یافتہ گھر میں اس کا ہونا ضروری ہے۔

خان بہادر محمد یوسف خاں صاحب ڈپٹی کلکٹر و آنریری ایڈیٹر ڈسٹرکٹ گزٹ بلند شہر

ہونہار واقعی بڑا ہونہار رسالہ ہے۔ اللہ عمر دے اور ہونہار بچے اس کی قدر کریں۔ قدر کریں گے تو یقیناً فائدہ اٹھائیں گے۔ میرے بچے اس کو پڑھ کر بہت خوش ہوتے ہیں۔ بچوں کو چاہئے کہ نمونہ منگا کر ایک دفعہ پڑھیں تو وہ ضرور اس کے خریدار ہو جائیں گے۔

منیجر رسالہ ہونہار

جلد ۱	دہلی - بابت ماہ نومبر سنہ ۱۹۳۰ء	نمبر ۵

فہرست مضامین

اس کے علاوہ دستی اور عکسی تصاویر اندر ملاحظہ فرمائیے -

پتہ - دفتر رسالہ ہونہار صدر بازار دہلی

رسالہ ہونہار
کے
معاونین خصوصی
ظفر قریشی۔ دہلی
نشتر بلرامی

سب سے بڑا کام

ظہیر مرزا کا اعتقاد تھا اور اعتقاد کیا اکثر تقریروں میں بیان بھی کر دیا کرتے تھے کہ اولاد کا نیک یا بد بنانا والدین کے اختیار میں ہوتا ہے اور بچوں کی سب سے اچھی تعلیم اور تربیت گھر پر ہوتی ہے" اس لئے وہ اپنے بچوں کی تعلیم و تربیت کا بہت خیال رکھتے تھے اور روزانہ اپنے بچوں کو جمع کر کے ان کے خیالات معلوم کرتے اور ان کو اچھی اچھی باتیں بتایا کرتے تھے۔

ان کے تین لڑکے اور ایک لڑکی تھی ۔ بڑا لڑکا تنومند اور طاقت ور تھا۔ انٹرنس میں پڑھتا تھا۔ کھیل کا زیادہ شوقین تھا۔ اس نے کھیل میں اتنی ترقی کی کہ اسکول کی ٹیم کا نام اُس کی وجہ سے مشہور تھا۔

دوسرے صاحبزادے جو ان سے صرف دو سال ہی چھوٹے تھے آٹھویں جماعت میں تعلیم پاتے تھے۔ اُن کو اپنی شان اور شوکت کا زیادہ خیال رہتا تھا۔ اپنے کلاس کے اکثر امیر لڑکوں سے اُن کی دوستی تھی۔

سب سے چھوٹے لڑکے کا نام احسن تھا جو ایک تو فطرتاً نیک تھا۔ دوسرے ماں باپ ہر وقت اُس کو نظروں کے سامنے رکھتے تھے اس لئے اس کی تعلیم اور تربیت بہت اچھی ہو رہی تھی۔

ایک دن ظہیر مرزا نے امتحان لینے کے لئے اپنے بچوں کو بلایا اور کہا:

دیکھو! یہ ایک قیمتی کتاب میں نے تم لوگوں کے لئے منگوائی ہے۔ اس میں بہت اچھے اچھے قصے اور تصویریں ہیں۔ تم لوگ مجھے بتاؤ کہ اس ہفتہ میں تم نے کون کون سے نیک کام انجام دئے۔ جس کا کام سب سے اچھا ہوگا اُسی کو یہ کتاب انعام میں دی جائیگی۔

پہلا لڑکا بولا:-

کوئی دو ہفتے ہوئے ہوں گے کہ میں صبح اسکول جا رہا تھا۔ راستہ میں میں نے دیکھا کہ ایک بھیڑ جمع ہے اور راستہ رُکا ہوا ہے اور لوگوں کو آنے جانے میں تکلیف ہو رہی ہے۔ دریافت کرنے پر معلوم ہوا کہ دو سانڈ آپس میں لڑ رہے ہیں۔ مجھے اپنی طاقت پر ناز تھا۔ میں آگے بڑھا اور دونوں سانڈوں کو للکارا۔ ایک میری طرف آیا اور مجھ پر حملہ کیا۔ میں نے اُس کا وار خالی دیا اور پیچھے سے آکر اُس کے سر پر دو چار اِشکیں جمائیں جس سے وہ گھبرا گیا۔ دوسرے کو بھی میں نے اشکیں مار مار کر بھگا دیا۔ یہ دیکھ کر ہر شخص کی زبان سے میری بہادری کی تعریف نکلنے لگی اور سب نے مجھے شاباش دی۔ اُسی دن سے سب لوگ میری عزّت کرتے ہیں۔

باپ بولا۔ بہت خوب! یقیناً تم نے بہت بہادری کی۔ شاباش۔

دوسرا لڑکا بولا:-

" واہ! یہ بھی کوئی بہادری کی بات ہوئی بے زبان اور بے عقل جانور کو پکڑ کر مار لیا۔ لیجئے بہادری کا ایک قصہ میں سناتا ہوں "

شیخ سراج الدین کے لڑکے اصغر مرزا میرے بڑے دوست ہیں۔ ایک دفعہ کا ذکر ہے کہ ہم لوگ "روشن آرا باغ" میں گئے۔ ہمارے ساتھ اور بھی لڑکے تھے۔ دو پہر تک ہم لوگ کھیلتے رہے۔ جب ہم گھر واپس آنے لگے تو معلوم ہوا کہ اصغر مرزا کی جیبی گھڑی گم ہو گئی ہے۔ اصغر مرزا کے باپ نہایت سخت مزاج اور کنجوس آدمی ہیں اِس لئے اصغر مرزا بہت ڈرے کہ والد مجھے سزا دیں گے۔ ہماری پارٹی میں ایک لوہار کا لڑکا بھی تھا۔ اس کے کپڑے کھیلتے وقت اصغر میاں کے کپڑوں کے پاس رکھے ہوئے تھے۔ ہم نے شبہ کیا کہ ہو نہ ہو یا اُسی کا کام ہے۔ چنانچہ میں نے اُسی لڑکے سے دریافت کیا تو وہ قسمیں کھانے لگا اور کہنے لگا کہ " میاں مجھ پر الزام مت لگاؤ

میں بہت غریب آدمی ہوں۔ ایسا کبھی نہیں کر سکتا" لیکن اصغر مرزا نے اس کا ہاتھ پکڑ لیا اور کہا کہ گھڑی تمہارے سوا کسی کے پاس نہیں ہو سکتی۔ یا تو گھڑی دو ورنہ ہم تمہیں ماریں گے۔

پہلے تو وہ لڑکا اصغر مرزا کی خوشامد کرتا رہا لیکن جب ہم نہ مانے تو اس نے اصغر مرزا کو ایک دھکا دیا کہ وہ گر پڑے اور ان کے سر میں چوٹ لگی۔ بس پھر کیا تھا مجھے بھی غصہ آگیا۔ میں نے دوڑ کر اس کی گردن پکڑ لی اور اس سے اور مجھ سے کشتم کشتا ہونے لگی۔ اس نے گالیاں دیں تو مجھے اور بھی غصہ آیا۔ بھائی جان جانتے ہیں کہ وہ مجھ سے کتنا بڑا اور کتنا طاقتور ہے۔ تو بھی میں نے اُسے اٹھا کر دے مارا اور سینے پر چڑھ بیٹھا۔ سب لڑکے تالیاں بجا رہے تھے۔ اگرچہ میں نے اُسے خوب مارا لیکن وہ آخری دم تک گھڑی کو نہ بھولا۔

میرے سارے کپڑے خراب ہو گئے

آخر کار میں نے اپنی گھڑی اصغر مرزا کو دے دی اور اس طرح اپنے دوست کی مدد کی۔

باپ بولا۔ ہاں بیشک تم نے بھی اچھا کام [illegible]

تب رشیدہ نے کہا :۔ ابا جان گھڑی تو اب تک بھائی جان کے پاس موجود ہے انھوں نے اصغر مرزا کو کہاں سے دے دی ؟

لڑکے جواب دیا " ایک دوست نے مذاق میں وہ گھڑی چھپا دی تھی۔ جب اصغر مرزا کو ان کی گھڑی واپس مل گئی تو انھوں نے میری گھڑی مجھے دے دی۔ بہر حال میں نے اپنے دوست کی مدد تو کی۔

سب سے چھوٹا لڑکا بولا :۔ " افسوس کہ [illegible] اس مہینہ میں کوئی ایسا نیک کام نہیں کیا جو ذکر کے قابل ہو" یہ سن کر دونوں بھائی بہت ہی خوش ہوئے کہ اب انعام [illegible] کو ملے گا۔ تب رشیدہ بولی :۔

" تو بھائی جان وہ بٹنوں والا بھی قصہ سنا دیجیے "

باپ نے کہا ہاں حسن میاں وہ [illegible]

ہم بھی تو سنیں کیا بات ہے۔

احسن نے کہا:۔ ابا جان بات تو کچھ نہیں ہے۔ وہ ہمارے مکان کے سامنے ایک مزدور رہتا ہے نہ۔ بھلا سا نام ہے اُس کا کریم کریم۔ تو اس کا لڑکا رحیم ہمارے مدرسہ میں پڑھتا ہے۔ اور میرا ہم جماعت ہے۔

کریم ایک کارخانہ میں کام کرتا ہے۔ بیچارہ صبح سے شام تک کام کرتا رہتا ہے تب کہیں جاکر ۸ روپے ملتے ہیں۔ اُس کے دو تین بچے ہیں ایک بیوی اور ایک خود۔ بھلا ۸ روپے میں کیسے گذر ہو سکتی ہے؟

ابا جان! یہ کارخانے والے بڑے ظالم ہیں۔ اگر وہ کریم کی تھوڑی سی مزدوری بڑھا دیں تو اُن کی دولت میں ٹوٹا نہ آجائے بلکہ اُس کے بال بچے آرام سے رہیں۔ کارخانے والوں کو دعا دیں اور اُن کے مال و دولت میں ترقی ہو۔

خیر۔ اُسی غریب کریم کا لڑکا رحیم جو ہماری جماعت میں پڑھتا ہے اس نے اپنی فیس کی معافی کے درخواست دی۔ لیکن ہمارے ماسٹر صاحب بھی عجیب آدمی ہیں انھوں نے ایسے لڑکوں کی درخواستیں منظور کرادیں جو خوب کھاتے پیتے ہیں۔ اُس بیچارے کی کوئی سفارش نہ تھی اس لئے درخواست نامنظور ہوگئی۔ میں نے ماسٹر صاحب سے کہا کہ اگر آپ ایک غریب کی درخواست پر سفارش لکھ کر اُسے منظور کرا دیتے تو آپ کو بہت ثواب ملتا۔

ماسٹر صاحب کو میری سچی بات سن کر غصہ آگیا کہنے لگے:۔ احسن میاں کیا تم ہم سے بھی زیادہ عقلمند ہو؟ تم اس کے باپ کی حالت کیا جانو؟ مزے سے گذر کرتا ہے۔ میں نے کہا:۔ ماسٹر صاحب آپ یقین کیجئے کہ وہ بہت ہی غریب آدمی ہے۔ ماسٹر صاحب بولے:۔ اچھا اگر وہ غریب ہے تو تم تو امیر ہو۔ اگر اُس پر ایسا ہی ترس آتا ہے تو تم ہی اس کی فیس دے دیا کرو۔ میں نے کہا "اچھا۔ ہرج ہی کیا ہے۔ میں ہی دے دیا کروں گا۔"

ابا جان! آپ مجھے جیب خرچ کے لئے

دو آنے روز دیتے ہیں۔ بس وہ میں جمع
کرتا رہتا ہوں۔ مہینہ پر تین چار روپے
ہو جاتے ہیں۔ ان میں سے ہم رحیم کی
فیس کے دے دیتا ہوں اور باقی اس کی
کاپیوں اور دوسری چیزوں میں کام آجاتے
ہیں اور اس سے مجھے بہت خوشی ہوتی ہے
باپ کی آنکھیں خوشی کے آنسوؤں
سے بھر آئیں اور چہرہ پر مسکراہٹ نمایاں ہو گئی
رشیدہ نے کہا " بھائی جان آپ نے
بٹنوں والا قصہ تو سنایا ہی نہیں "
باپ بولا " ہاں بیٹا وہ بھی سنا دو "
تب احسن کہنے لگا۔ " ابا جان کیا سناؤں
ایک دن جو میں رحیم کے گھر گیا تو کیا دیکھتا
ہوں کہ اس کا باپ بیمار پڑا ہے۔ کارخانے
والوں نے کسی قصور پر اسے نکال دیا تھا
اسی غم میں وہ بیمار پڑ گیا تھا۔ دو دن ہو گئے
تھے۔ گھر میں کھانے کو کچھ بھی نہ تھا۔ میں اپنے
گھر میں آکر سوچنے لگا کہ کیا یہ میرے لئے
مناسب ہے کہ میرا پڑوسی تو فاقہ سے

تکلیف اٹھائے اور میں اچھے اچھے کھانے
کھاؤں " میرے پاس اس وقت کچھ بھی
نہ تھا کہ اس کی مدد کرتا۔ آخر کار میں نے
ایک ایسا کام کیا جس کو سن کر آپ کو افسوس
ہوگا "
یہ سن کر دونوں بھائی ہنسنے لگے
رشیدہ بولی :- اے تو ذرا پورا قصہ تو سن لو
پھر ہنس لینا "
باپ نے کہا ہاں بیٹا سچ سچ بیان کر دو
تم نے کیا کیا۔
احسن نے نیچی آنکھیں کر کے کہا کہ آپ نے
سونے کے بٹن میرے لئے بنوائے تھے
وہ میں نے اپنی قمیص میں سے نکالے اور
چپ چاپ بیس روپے کے بیچ دئے
اور وہ روپئے لے جا کر میں نے اس غریب
مزدور کو دے دئے۔ پہلے تو وہ روپے
لینے میں بہت جھجکا لیکن جب میں نے کہا
کہ یہ روپے میرے گھر سے تمہاری مدد کے
لئے بھیجے گئے ہیں تو اس نے نہایت شکر

[illegible] سے لئے اور مجھے، آپ کو
[illegible] تمام گھر والوں کو اُس نے اور اُس کی
بیوی نے بہت بہت دعائیں دیں۔

احسن کے دونوں بھائیوں نے ایک
زبان ہوکر کہا: "یہ تو بہت فضول خرچی ہوئی
اگر مدد ہی کرنی تھی تو دو ایک روپے اُس
کے لئے کافی تھے۔"

باپ احسن کا قصہ سن کر کھڑا ہو گیا اور اس
نے اپنے سب سے چھوٹے بیٹے کو سینے سے لگا لیا
اور کہا "شاباش بیٹا! تم نے سب سے اچھا اور
سب سے بڑا کام کیا۔ ٹینوں کی کوئی فکر مت کرو
میں تمہارے اِس نیک کام پر ایک کیا بلکہ سینکڑوں
ٹینوں کو قربان کر سکتا ہوں۔ لو یہ کتاب تمہیں کو
انعام دی جاتی ہے۔ (باقی آئندہ) ایڈیٹر

کمبل اور لحاف کا مناظرہ

(از حضرت خواجہ حسن نظامی)

سردی کا موسم آگیا۔ اون کا بنا ہوا
کمبل اور روئی کا بنا ہوا لحاف اپنی اپنی
تعریف کر رہے ہیں۔

کمبل کہتا ہے میں بہت گرم ہوں
بارش اور برف باری کے زمانہ میں لحاف
رونے لگتا ہے اور انسان کو سردی سے نہیں
بچا سکتا۔ اِس واسطے سردی میں مجھ کو
خریدا جائے اور مجھ کو اوڑھا جائے میں
لحاف کی طرح موٹا نہیں ہوں۔ بھاری
نہیں ہوں اور پرانے فیشن کی پرانی چیز بھی
نہیں ہوں

لحاف بہت موٹا۔ بہت بھدا۔ فیشن کے
خلاف اور بہت ہی بے قرینہ چیز ہے۔ سفر
میں لے جانا ہو تو بستر میں نہیں آتا۔ ریل کی
سیٹ پر نہیں رکتا۔ ایک کروٹ لی اور یہ گرا

لحاف کہتا ہے۔ کمبل جانور کی اُترن

اون سے بنا ہے۔ میں قدرت کی پیداوار
انسانی محنت سے تیار شدہ روئی سے بنتا ہوں
کمبل جانوروں کی اُترن ہے اس کا استعمال
بڑی بے غیرتی کی بات ہے۔ کمبل چاہے
کیسا ہی خوبصورت اور قیمتی ہو لحاف جیسی
گرمائی اس میں نہیں ہوتی۔ بارش اور برف
میں بے شک وہ زیادہ محفوظ رہتا ہے
لیکن اگر لحاف کو بھی تری اور نمی سے بچایا
جائے تو وہ بھی بارش اور برف میں کام دے
سکتا ہے اور اس کی گرمائی کمبل سے کئی حصے
زیادہ ہوتی ہے۔

وہ کہتا ہے لحاف موٹا ہے اور بھدا ہے
مگر یہ نہیں کہتا کہ لحاف نرم بھی زیادہ ہے۔
کمبل کے بال بدن میں سوئیوں کی طرح
چبھتے ہیں مگر لحاف اماں کی گود کی طرح
بالکل بے ضرر ہوتا ہے اور لحاف اوڑھنے
کے بعد ایسا معلوم ہوتا ہے کہ آدمی کو ہفت
اقلیم کی بادشاہت مل گئی۔

پہننا فیشن آرام کی چیز ہے اور نئے
فیشن میں سوائے تکلیف اور تکلف کے
اور کچھ بھی نہیں ہے۔ سفر میں لے جانا ہو تو
زیادہ روئی کا لحاف نہ لو کم روئی کا لو وہ
ہر وقت قابو رہے گا۔

لحاف کی تقریر سن کر کمبل کو غصہ آگیا
اور اس نے لال اِلی اور دھاری وال۔
پانی پت اور مظفر نگر کے کمبل بُننے والوں
کو آواز دی کہ بھائیو! ذرا آنا۔ میں اس
زبان دراز لحاف کو اپنی شاہانہ قوت کا مزہ
چکھاؤں۔ یہ کہہ کر کمبل نے پولیس کی موٹی
موٹی لکڑیاں ہاتھ میں لیں اور لحاف کو مارنا
شروع کیا۔ .... لحاف
پر لکڑیاں پڑتی تھیں تو وہ ہنستا تھا اور کہتا
تھا کہ بے وقوف کمبل یہ نہیں دیکھتا کہ لکڑیاں
مارنے سے تو میری عزت اور میری قدر بڑھ
جائے گی اور لوگ سمجھ لیں گے کہ اگر کبھی
کمبل اوڑھنے والے کے اوپر لکڑی ماری
جائے تو چوٹ لگ جائے گی اور لحاف اوڑھنے
والے کے اوپر موٹا [illegible]

خبر بھی نہ ہوگی۔ تو لحاف ہی بناؤ کہ وہ اچھی چیز ہے۔

کمبل نے یہ بات سنی تو وہ بھاگ گیا اور اس نے لحاف کو مارنا چھوڑ دیا۔

(خواجہ اسکول گزٹ دہلی)

مدرسہ اور خوشخطی

۲

(سلسلہ کے لئے ستمبر کا رسالہ دیکھو)

انیس۔ کیا جب تم مدرسہ میں داخل ہوئے تھے تب ایسا خط نہیں تھا؟

اشرف۔ نہیں بلکہ بہت خراب تھا۔

انیس۔ پھر اتنی جلدی کیوں کر ایسے خوش خط ہوگئے؟

اشرف۔ بات یہ ہے کہ بعضے لڑکے مدرسہ میں کام جی لگا کر نہیں کرتے۔ بیگار سمجھتے ہیں جلدی جلدی گھسیٹ کر پورا کرکے لے آتے ہیں۔ اس سے بحث نہیں کہ برا ہے یا اچھا اُستاد خوش ہوں گے یا ناراض۔ اس میں اپنا نفع ہے یا نقصان۔ ہر بچہ اگر دھیان رکھے تو بہت جلد اس کا خط اچھا ہوسکتا ہے۔

انیس:۔ بھائی میرا خط بہت خراب ہے اور املا بھی درست نہیں۔ مجھے وہ گُر بتاؤ کہ جلد اور کم محنت میں خط ٹھیک ہوجائے۔ ابا جان کے جب کوئی دوست آتے ہیں اور پوچھتے ہیں تم کیا پڑھتے لکھتے ہو؟ اپنی کاپی لکھ کر مجھے دکھاؤ تو مجھے بہت شرم آتی ہے

اشرف۔ تمہارا خط بہت جلد اچھا ہوجائے گا۔ مجھے ماسٹر صاحب نے جو کچھ ہدایت کی ہے۔ میں بتاتا ہوں اور جو کچھ میں نے کیا ہے وہ بھی تم کرنا۔

انیس۔ ضرور۔ ضرور۔ اس لئے کہ میں

اپنی بدخطی پر بہت نادم ہوں۔
اشرف۔ ماسٹر صاحب فرماتے تھے کہ بچے کو لکھنے میں جلدی نہ کرنا چاہیئے اور لکھتے وقت کتاب کو غور سے دیکھتا رہے۔ جو حرف یا لفظ جس طرح لکھا ہوا ہے ہو بہو اُسی کی نقل اُتارنے کی کوشش کرے یہ بھی یاد رکھو کہ کون لفظ کن کن حرفوں سے لکھا ہے۔ جس لفظ کی شکل یاد نہ رہتی ہو اُسے بار بار لکھنے سے اُس کی صورت دل میں جم جائے گی۔ پھر املا کی غلطی نہیں ہوسکتی
انیس۔ اچھا یہ تو املا صحیح ہونے کا طریقہ ہے۔ خط اچھے ہونے کی ترکیب بتاؤ۔
اشرف۔ وہ بھی یہی ہے کہ جو لفظ یا حرف قلم سے ٹھیک نہ نکلے اُسے بار بار لکھو۔ یہ تو ضرور ہے کہ کاپی لکھ کر تم اُستاد کے پاس لے جاؤ گے۔ وہ شروع سے آخر تک دیکھیں گے۔ جو لفظ اچھا یا درست نہ ہوگا اُسے اپنے قلم سے لکھ کر بتائیں گے۔ اُن کے قلم کی پکڑ اور چکر کو دیکھتے رہو اور دھیان میں رکھو۔ پھر اپنی جگہ پر آکر دس میں بار ہاتھ روک کر لکھو۔ جب ہاتھ منجھ جائے گا اور مشق ہو جائے گی تو ہمیشہ خوب صورت حرف قلم سے نکلا کریں گے۔
انیس۔ یہ تو بہت سہل ترکیب ہی۔ اِس میں تو کوئی بات مشکل ہی نہیں ہے۔
اشرف۔ مشکل تو کوئی کام نہیں ہے بعض بچے کاہل ہوتے ہیں اور محنت سے جی چراتے ہیں۔ دماغ پر بوجھ نہیں ڈالنا چاہتے۔ وہ عمر بھر لکھتے ہیں مگر نہ خط ٹھیک ہوتا ہے اور نہ املا

چھ مہینے بعد امتحان ہوا۔ انیس نے خوش خطی میں سو نمبر پائے۔ سب نے اس کو مبارک باد دی۔ وہ اشرف کا سب سے زیادہ شکر گزار تھا۔ اور اشرف بھی انیس کی کامیابی پر سب سے زیادہ خوش تھا کہ اس کی محنت ٹھکانے لگی۔ (مولوی صدیق لکھنوی)

(ہونہار اسٹوڈنٹ لیکچرار دہلی [illegible])

ایک عقلمند بنیا

ایک دفعہ کا ذکر ہے کہ شاہِ ایران اور دیگر درباری اپنی اپنی جگہ پر جلوہ افروز تھے اور سلطنت کی بہتری کے ذرائع سوچے جا رہے تھے تو وزیر صاحب نے ایک تجویز پیش کی کہ بادشاہ سلامت یہ سلطنت سخت خطرے میں ہے کیونکہ اِس سلطنت کا خزانچی ایک بنیا ہے۔ خزانہ سلطنت کا خون ہے اور اس پر ایک بنئیے کا قابض ہونا بربادی کی علامت ہے۔ اس لئے یہ کام کسی دوسرے دیانت دار اور ہوشیار آدمی کو سونپا جاوے۔

یہ تجویز بادشاہ کو بہت پسند آئی اور بذریعہ اشتہار خزانہ کے کام کیلئے امیدوار طلب کئے۔ تاریخ مقررہ پر بہت سے امیدوار حاضر ہوئے۔ بادشاہ نے امتحان کرنے کے لئے سب امیدواروں کو مع پہلے خزانچی کے الگ الگ کوٹھریوں میں قید کر دیا۔ اور حکم دیا کہ ان کو سات دن تک کسی قسم کی خوراک بہم نہ پہونچائی جائے بلکہ لڈوں کا ایک ایک ٹوکرا اُن کے حوالہ کیا جائے اگر ان میں سے کسی کے لڈوؤں کی تعداد میں کچھ کمی آگئی تو اس کا سر قلم کر دیا جائے گا۔

چونکہ وہ لوگ بھوک کو برداشت کرنے کے قطعی عادی نہ تھے پھر بھی بیچاروں نے بمشکل تمام دو تین روز فاقے کرتے ہوئے گذارے مگر کب تک۔ آخرکار انھوں نے سوچا کہ موت ہر دو صورتوں میں ضروری ہے۔ اگر لڈو نہیں کھاتے تو بھوک سے تڑپ تڑپ کر مر جائیں گے جو ایک ذلیل موت ہے۔ اگر کھاتے ہیں تو سر قلم ہوگا۔ انھوں نے پہلی صورت کو برا سمجھ کر لڈوؤں کو کھانا شروع کیا۔ مگر بنئیے نے ایسا نہیں کیا۔ بلکہ وہ ہر روز ٹوکرے کو باہر

کچھ چورا نکال لیتا اور اُسے کھا کر اپنا گزارہ کر لیتا مگر تعداد کو ہرگز کم نہ ہونے دیتا۔

ساتویں روز بادشاہ نے برسرِ دربار تمام قیدیوں اور اُن کے ٹوکروں کو طلب کیا اور لڈوؤں کی تعداد سنبھالی گئی۔ چنانچہ پڑتال کرنے پر معلوم ہوا کہ بنئے کی تعداد کے سوا تمام امیدواروں کے لڈوؤں میں کمی آگئی ہے اس پر بادشاہ نے ان سے جواب مانگا تو سب نے عرض کیا کہ جہاں پناہ ضرورت نے ہمیں مجبور کر دیا۔

پھر بنئے سے بھی پوچھا تو اس نے دست بستہ عرض کی کہ حضور ہم لوگ اصل کبھی نہیں کھاتے۔ صرف جھڑے ہوئے چورہ پر گذارہ کر لیتے ہیں۔ یہ سن کر سب درباری حیران و ششدر رہ گئے۔ اور پھر بنئے ہی کو خزانے کا انچارج رکھنا مصلحت قرار دیا گیا۔

(گنگا رام اول مدرس)
عیسیٰ پور

چند نصیحتیں

۱۔ جھوٹ نہ بولو اس سے تمہارا اور دوسروں کا وقت ضائع ہوتا ہے۔ ایک نہ ایک دن تم ضرور پکڑے جاؤ گے اور پھر تمہارا انجام بہت بُرا ہوگا اور پھر باوجود سچ بولنے کے بھی تمہارا کوئی اعتبار نہ کریگا۔

۲۔ قرض بری بلا ہے۔ کسی نے سچ کہا ہے "ادھار محبت کی قینچی ہے" قرض دینے والا اور قرض لینے والا دونوں خطرے میں ہوتے ہیں اور دونوں میں سے ایک ضرور تباہ ہوتا ہے۔

۳۔ صفائی کو رکھو ہمیشہ عزیز۔ صفائی سے بہتر نہیں کوئی چیز صفائی کا بہت خیال رکھو۔ اپنے گھر۔ کتابوں کپڑوں۔ جسم۔ معاملات۔ دل اور خیالات کی صفائی کا خیال ضروری چیز ہے۔

۴۔ کسی کام یا بات کرنے سے پہلے اس پر خوب غور کر لو۔ بے وقوف لوگ پہلے بات کرتے ہیں اور بعد میں سوچتے ہیں۔

(محمد یاسین بہیٹا شفاخانہ مکل)

وقت کو بیکار ضائع مت کرو

(از امۃ الزہرا بیگم حیا - مدیرۂ "عفت" دہلی)

پیارے بچو وقت کو سمجھو عزیز
عقل سیکھو اور بنو تم باتمیز

تم کو دیتا ہے سبق یہ کام کے
ہو اگرچہ تم بھی خواہاں نام کے

جاننا تم اس کو ہمدم ہر گھڑی
جس نے اس کی قدر کی عزت ملی

راز ہے اس میں ترقی کا نہاں
عقل مندوں پر حقیقت ہے عیاں

وصف اس کے ہو نہیں سکتے بیاں
ہے اسی کے صدقہ سے قائم جہاں

جس نے کھویا وقت کو پایا نہیں
ہے مسلّم جاکے پھر آیا نہیں

گو وہ ساری عمر پچھتایا کیا
بعد میں پچھتائے سے ہوتا ہی کیا

وقت کھویا ذلت و خواری سہی
نام کے عوض میں بدنامی سہی

ملتجی خالق سے ہوں لیل و نہار
اے حیا بچے ہوں سب کے ہونہار

مہاتما گاندھی کی آپ بیتی کا ایک باب

طالب علمی کا زمانہ - چوری اور اس کا کفارہ

مہاتما گاندھی نے اپنی زندگی کے بالکل صحیح صحیح حالات اپنے گجراتی اخبار نوجیون میں شائع کئے تھے جو نہایت دلچسپی کے ساتھ پڑھے گئے اور ان کا کئی زبانوں میں ترجمہ ہوا۔ مکتبہ جامعہ ملیہ دہلی نے ان تمام واقعات کو تلاش حق کے نام سے اردو زبان میں شائع کیا ہے اس کتاب کا مطالعہ ہر شخص کے لئے مفید اور نہایت ضروری ہے ذیل میں ہم مکتبہ جامعہ ملیہ کی اجازت سے مہاتما گاندھی کی طالب علمی کے زمانہ کا ایک واقعہ اسی کتاب سے نقل کر کے شائع کر رہے ہیں۔ امید ہے کہ ہونہار بھائی اس سے فائدہ اٹھائیں گے "ایڈیٹر"

مجھے ابھی اپنی چند اور لغزشوں کا ذکر کرنا ہے جو گوشت کھانے کے زمانہ میں اور اس سے پہلے مجھ سے سرزد ہوئیں۔ ان کا سلسلہ میری شادی کا وقت سے یا اس کے تھوڑے دن بعد سے شروع ہوتا ہے۔

میرے ایک عزیز کو اور مجھے سگریٹ پینے کا چسکا لگ گیا۔ یہ بات نہ تھی کہ ہم اس عادت کو اچھا سمجھتے ہوں یا سگریٹ کی خوشبو پر ریجھے ہوں۔ ہمیں تو صرف منہ سے دھواں نکالنے میں ایک خیالی لطف آتا تھا۔ میرے چچا اس کے عادی تھے اور جب ہم انھیں سگرٹ پیتے دیکھتے تھے تو ہمارا جی چاہتا تھا کہ ان کی طرح ہم بھی پئیں۔ مگر ہمارے پاس دام تو تھے نہیں اس لئے ہم نے ابتدا اس طرح کی کہ ہم سگرٹ کے ٹکڑے جو ہمارے چچا پی کر پھینک دیتے تھے چرالاتے تھے۔

مگر یہ ٹکڑے ہر وقت نہیں مل سکتے تھے اور ان میں سے دھواں بھی زیادہ نہیں نکلتا تھا اس لئے ہم نے نوکروں کے جیب خرچ میں سے پیسے چرانا شروع کئے کہ ہندوستانی سگرٹ خریدیں لیکن مشکل یہ تھی کہ انھیں رکھیں کہاں۔ کیونکہ ظاہر ہے کہ ہم بڑوں کے سامنے

تو سگرٹ پی نہیں سکتے تھے ۔ چند ہفتے تک ہم
کسی نہ کسی طرح ان چرائے ہوئے پیسوں سے
کام چلاتے رہے ۔ اس عرصہ میں ہم نے سُنا
کہ ایک درخت کی ڈال میں مسامات ہوتے
ہیں اور اس کے ٹکڑے سگرٹ کی طرح پئے
جا سکتے ہیں ۔ ہم انھیں لے آئے اور پینا شروع
کر دیا ۔

لیکن ان چیزوں سے ہماری تسلی نہ ہوتی
تھی ۔ آزادی نہ ہونا ہمیں کھلنے لگا ۔ ہم سے
یہ برداشت نہ ہوتا تھا کہ ہم بغیر بڑوں کی اجازت
کچھ نہ کر سکیں ۔ آخر زندگی سے متنفر ہو کر ہم نے
خودکشی کی ٹھان لی ۔

مگر اب یہ سوال تھا کہ خودکشی کی کیسے جائے؟
زہر کھائیں تو زہر کہاں سے لائیں ۔ ہم سے کسی
نے کہا کہ دھتورے کے بیج زہر قاتل ہیں ۔ ہم
دونوں ڈرتے ہوئے گئے اور دھتورے کے بیج
لے آئے ہم نے شام کے وقت کو اس کام
کے لئے مبارک سمجھا ۔ ہم "کیدارجی" کے مندر
تک گئے وہاں سے چراغ میں گھی "ڈالا" درشن"
لئے اور کوئی سونی جگہ ڈھونڈھنے لگے ۔ مگر ہماری
ہمت نے جواب دے دیا ۔ فرض کرو کہ ہم
فوراً نہ مرے اور آخر مرنے سے فائدہ ہی کیا؛
آزادی نہیں ہے تو نہ سہی ۔ اس حالت کو کیوں
نہ برداشت کریں؟ پھر بھی ہم دو تین بیج نگل
ہی گئے ۔ ہم دونوں موت سے ڈر گئے اور ہم
نے طے کیا کہ "رامجی مندر" میں جا کر ذرا حواس
درست کریں اور خودکشی کا خیال چھوڑ دیں ۔

مجھے معلوم ہو گیا کہ خودکشی کرنا اتنا سہل
نہیں جتنا اس کا ارادہ کرنا اور اس دن سے جب
میں کبھی سنتا ہوں کہ فلاں شخص خودکشی کی دھمکی
دے رہا ہے تو مجھ پر بہت کم اثر ہوتا ہے ۔

خودکشی کے خیال کا نتیجہ یہ ہوا کہ ہم
دونوں نے سگرٹ کے ٹکڑے پینا اور سگرٹ
کے لئے نوکروں کے پیسے چرانا چھوڑ دیا ۔ جب
سے میں بالغ ہوا مجھے کبھی تمباکو پینے کی خواہش
نہیں ہوئی اور میں اس عادت کو تہذیب کے
خلاف اور مضر سمجھتا ہوں ۔ یہ بات میری سمجھ
میں کبھی نہیں آئی کہ ساری دنیا میں لوگ تمباکو

پینے پر کیوں جان دیتے ہیں۔ مجھ سے تو ریل کے ڈبے میں جہاں تمبا کو پینے والے بھرے ہوں بیٹھا نہیں جاتا۔ میرا دم گھٹنے لگتا ہے۔

لیکن اس سے بڑی چوری کا میں کچھ دن بعد مرتکب ہوا۔ جب میں نے پیسے چرائے تو میری عمر بارہ تیرہ سال کی بلکہ اس سے بھی کم تھی۔ دوسری چوری کے وقت میں پندرہ برس کا تھا۔ اس بار میں نے اپنے گوشت کھانے والے بھائی کے بازو بند سے ایک سونے کا ٹکڑا چرا لیا۔ یہ بھائی پچیس روپے کے مقروض تھے۔ وہ بازو پر خالص سونے کا بازو بند باندھا کرتے تھے۔ اس میں سے ایک ٹکڑا کاٹ لینا کوئی مشکل بات نہ تھی۔

چنانچہ ایسا کیا گیا اور قرض ادا ہو گیا لیکن یہ اتنا سنگین جرم تھا کہ مجھ سے کسی طرح برداشت نہیں ہو سکتا تھا۔ میں نے عہد کر لیا کہ پھر کبھی چوری نہیں کروں گا۔ میرا یہ بھی ارادہ ہوا کہ اپنے والد کے سامنے جرم کا اعتراف کروں۔ مگر ہمت نہ پڑتی تھی یہ بات نہ تھی کہ مجھے اپنے والد کے ہاتھ سے مار کھانے کا ڈر ہو۔ جہاں تک مجھے یاد ہے انھوں نے ہم لوگوں کو کبھی نہیں مارا۔ خوف تھا تو یہ کہ انھیں بہت دکھ ہوگا

آخر میں نے یہ فیصلہ کیا کہ میں اعتراف نامہ لکھ کر اپنے والد کو دوں اور ان سے معافی کی درخواست کروں۔ میں نے سارا واقعہ ایک کاغذ پر لکھا اور خود لے جا کر انھیں دے دیا اس رقعے میں میں نے نہ صرف اپنے جرم کا اعتراف کیا بلکہ یہ خواہش بھی کی کہ مجھے اس کی کافی سزا دی جائے اور آخر میں میں نے ان سے درخواست کی کہ میرے قصور کے بدلے وہ اپنا دل نہ کڑھائیں۔ میں نے اس بات کا عہد کیا کہ پھر کبھی چوری نہ کروں گا۔

جب میں نے اعتراف نامہ انھیں دیا تو میں کانپ رہا تھا۔ وہ ان دنوں ناسور میں مبتلا تھے اور صاحبِ فراش ہو گئے تھے۔ ایک کھرّے تخت پر لیٹے رہتے تھے۔ میں نے انھیں رقعہ دے دیا اور چوکی کے سا[منے]

انھوں نے اسے اول سے آخر تک پڑھا اور موتیوں کے قطرے ٹپ ٹپ اُن کے رخساروں پر اور کاغذ پر گرنے لگے۔ دم بھر وہ آنکھیں بند کرکے سوچتے رہے۔ اس کے بعد انھوں نے رقعہ پھاڑ کر پھینک دیا۔ وہ اسے پڑھنے کے لئے بیٹھ گئے تھے۔ اب وہ پھر لیٹ گئے۔ میں بھی رونے لگا۔ میں دیکھ رہا تھا کہ انھیں کیسا دکھ ہے۔ اگر میں نقاش ہوتا تو آج اتنے دن کے بعد بھی پورے منظر کی تصویر کھینچ دیتا۔ اِس واقعہ کی یاد میرے دل میں اب تک اس قدر تازہ ہے۔

اُن محبت کے موتیوں نے میرے دل کو پاک کر دیا۔ میرے گناہ کو دھوڈالا

....

اس طرح کا شاندار عفو میرے والد کی طبیعت سے بعید تھا۔ میرا خیال تھا کہ وہ خفا ہو جائیں گے۔ سر پیٹ لیں گے مجھے سخت سست کہیں گے لیکن ان کا سکون دیکھ کر حیرت ہوتی تھی اس کی وجہ یہی تھی کہ میں نے صاف صاف اپنے گناہ کا اعتراف کرلیا۔ گناہ کا پورا اعتراف اور آئندہ اس سے باز رہنے کا عہد لیسے شخص کے سامنے جو انھیں قبول کرنے کا اہل ہے توبہ کی خالص ترین صورت ہے۔ مجھے معلوم ہے کہ میرے اِس اعتراف سے والد کو میری طرف سے پورا اطمینان ہوگیا اور انھیں مجھ سے جو محبت تھی وہ بے انتہا بڑھ گئی۔

(مہاتما گاندھی)

چند مشکل الفاظ کے معنی

لغزش۔ غلطی

مسامات۔ سوراخ

مُتنفر ہونا۔ نفرت کرنا

کھلنے لگا۔ تکلیف دینے لگا

خودکشی اپنے آپ کو مار ڈالنا

بالغ ۔ جوان

مُضر۔ نقصان دینے والا

سنگین جرم۔ نہایت سخت قصور

اعتراف کرنا۔ اقرار کرنا ماننا

ناسور۔ ایک قسم کا خطرناک پھوڑا

صاحب فراش ہونا بہت سخت بیمار ہونا۔

نقاش۔ نقش کھینچنے والا مصور

منظر۔ نظارہ۔ سماں۔

عفو۔ معافی۔

بعید ۔ دور

سکون۔ اطمینان

اہل۔ قابل۔ لائق

"اِس میں کوئی شک نہیں"

(۱) (ترجمہ انگریزی)

کسی زمانہ کا ذکر ہے کہ ایک بوڑھے جہازراں کے پاس ایک طوطا تھا۔ وہ اس کو کہیں سمندر پار سے اپنے ساتھ لایا تھا۔ یہ کوئی اچھا بولنے والا پرندہ نہ تھا۔ اُس کا مالک اکثر کہا کرتا تھا "دریں چہ شک" یعنی اس میں کوئی شک نہیں۔ اُس طوطے نے بھی وہی کہنا شروع کیا۔

(۲)

وہ طوطا تمام دن یہی کہا کرتا کیونکہ وہ کچھ اور بول نہ سکتا تھا۔ اُس جہازی نے اس کو بہت روز تک اپنے پاس رکھا لیکن جب وہ غریب ہوگیا تو اس نے اپنے بیچنے کی خواہش کی۔ وہ کھڑا ہوگیا اور بازار میں پہونچا اور چلا چلا کر کہنے لگا۔ "کیا کوئی میرا طوطا خریدے گا" کیا کوئی میرا طوطا خریدے گا۔

(۳)

ایک شخص جو سڑک پر سے گذر رہا تھا اس نے پوچھا "اس طوطے کی کیا قیمت ہے"۔ طوطے والے نے کہا تیس روپے" خریدار نے کہا "کیا یہ طوطا ۳۰ روپے کے قابل بھی ہے؟" طوطا بولا؟ "دریں چہ شک۔ دریں چہ شک"

(۴)

وہ شخص بہت خوش ہوا اور اس نے فوراً طوطے والے کو دام دے دئے اور طوطے کو اپنے ساتھ گھر لے گیا۔ لیکن اس کو جلدی ہی معلوم ہوگیا کہ یہ طوطا اچھا بولنے والا نہیں ہے۔ ایک روز وہ طوطے کے پنجرے کے پاس کھڑا ہوا یہ کہنے لگا کہ میں بھی کیسا بے وقوف ہوں کہ میں نے

لیے غراب پرند کے لئے تیس روپے مہینے منظور کرلئے"۔

طوطا بولا: "دریں چہ شک۔ دریں چہ شک"

(ثریا بیگم از کلکتہ)

نرمی سے گفتگو کرو

"نرمی سے گفتگو کرنا سخت کلامی سے کہیں بہتر ہے"

چھوٹے بچوں سے بھی نرمی سے گفتگو کرو اور ان کو نرمی کا لہجہ سکھاؤ کیونکہ ان کا بچپن عرصہ تک رہنے والا نہیں ہے۔

"نرمی سے گفتگو کرنا سخت کلامی سے کہیں بہتر ہے"

نرمی سے گفتگو کرو اُس عمر رسیدہ سے جس کا دل فکر اور پریشانی سے تھک گیا ہو اور جس نے زندگی کے تقریباً تمام دن گذار دئے ہوں۔ اب اُسے اطمینان سے روانہ ہونے دو۔

"نرمی سے گفتگو کرنا سخت کلامی سے کہیں بہتر ہے"

نرمی سے گفتگو کرو اُس غریب سے جس نے تمام زندگی گریہ وزاری، افلاس اور تنگ دستی میں صبر کے ساتھ گذار دی اور تمام عمر سخت الفاظ سنتے سنتے اُس کا دل پر ہو گیا ہو۔ اس کے کانوں تک سخت الفاظ نہ پہونچنے دو۔

"نرمی سے گفتگو کرنا سخت کلامی سے کہیں بہتر ہے"

نرمی سے گفتگو کرو۔ اگرچہ یہ ایک معمولی بات ہے مگر اس کی اہمیت کو سمجھو اور اچھی طرح اس کا استعمال کرنا سیکھو۔ کیونکہ اِن منزلوں سے تم کو بھی گذرنا ہے

(انگریزی نظم سے ترجمہ)

مرسلہ آزاد انصاری سابق مدیر ترجمانِ بناس

(از محمد اقبال مجروم مالیگانوی)

سردی کی آمد

(از مولوی شفیع الدین نیرؔ ٹیچر ماڈرن ہائی اسکول دہلی)

چار موسم خدا نے بنائے
اپنی قدرت کے جلوے دکھائے

گرمی سردی بہار اور برسات
ہے ہر اک میں نئی دھج نئی بات

سردی آتے ہی گھٹنے لگا دن
رات بڑھنے لگی جب گھٹا دن

دھوپ میں اب نہ اگلی سی تیزی
اور نہ سورج میں پہلی سی شوخی

وہ بھی کترا کے چلنے لگا ہے
ہم سے بچ کر نکلنے لگا ہے

اب نہ آندھی نہ کوئی بلا ہے
سرد موسم ہے ٹھنڈی ہوا ہے

پانی دریا میں ہونے لگا کم
برف کا اب پگھلنا گیا تھم

آگ تاپیں گے اب سارے انساں
دھوپ کھائیں گے جاندار ہر آں

روئی اور اون سے لو لگے گی
چائے قہوے کی محفل جمے گی

لوگ اوڑھیں گے اونی دوشالہ
ہوگا سردی کا اب بول بالا

نیرؔ اس کا کرو شکر ہر دم
جس نے موسم دئے ایسے پیہم

ایک مرغی کے بچوں کی شرارت
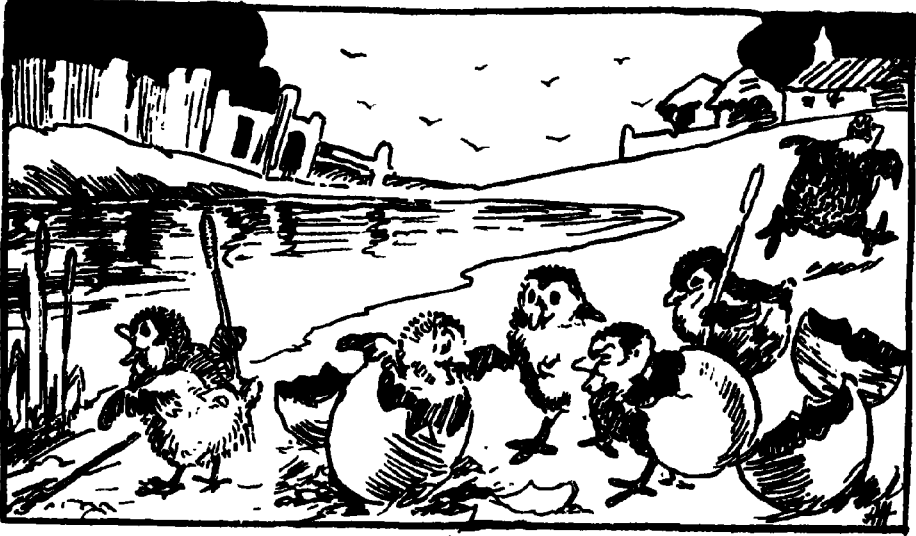
ایک مرغی نے اپنے بچوں سے کہا "میرے پیارے بچو میں تمہارے لئے کچھ کھانا لینے جا رہی ہوں۔ دیکھو پانی کے قریب مت جانا میں جلدی آجاؤں گی" لیکن ان شریر بچوں نے پانی میں جانا چاہا۔ جب اُن کی ماں نظر سے غائب ہو گئی تو انھوں نے کیا کیا کہ انڈوں

کے چھلکوں میں بیٹھ کر پانی میں تیرنے لگے اور بہت خوش ہوئے جب اُن کی ماں ان کے لئے کچھ ناشتہ لے کر آئی تو اپنے بچوں کے کرتوت دیکھ کر سکتہ میں رہ گئی۔ اُس نے کہا۔ بچو فوراً واپس آجاؤ ورنہ ڈوب جاؤ گے" لیکن افسوس کہ وہ واپس نہ آسکے۔

ریچھوں کا محل

شکیلہ ایک بہت خوب صورت اور خوش مزاج لڑکی تھی۔ اس کا مکان جنگل میں تھا۔ وہ اپنے پائیں باغ میں روزانہ کھیلا کرتی تھی۔

ایک روز کا ذکر ہے کہ شکیلہ کھیلتے کھیلتے اپنے باغ سے بہت دور نکل گئی۔ جب بہت سنسان جنگل آگیا تو وہ اب بھی نہیں ڈری بلکہ کھیلتے کھیلتے ایک بہت بڑے محل کے سامنے پہونچی۔ اب اس کو خیال آیا کہ چلو اندر چل کر دیکھیں کہ یہ کس کا مکان ہے؟ بچی تو تھی ہی جھٹ مکان کے اندر چلی گئی۔ وہاں جاکر کیا دیکھتی ہے کہ ایک بہت بڑا مکان ہے۔ جو طرح طرح کے سامانوں سے سجا ہوا ہے۔ وہ یہ دیکھ کر بہت خوش ہوئی۔ اس نے سارا محل دیکھ ڈالا اور گھومتے گھومتے ایک بڑے کمرے میں گئی تو کیا دیکھتی ہے کہ اس کمرے میں تین میز اور تین کرسیاں رکھی ہیں۔

ایک میز اور کرسی سب سے بڑی ہے۔ دوسری کرسی اور میز اس سے چھوٹی اور تیسری کرسی اور میز اس سے چھوٹی ہے پھر جو دیکھا تو تینوں میزوں پر ایک ایک پیالے میں کھیر رکھی ہوئی ہے۔

شکیلہ پہلے بڑی کرسی پر چڑھی تو وہ کرسی بہت اونچی اور بڑی تھی۔ اس لئے بڑی کرسی پر نہ چڑھ سکی۔ شکیلہ نے دوسری کرسی پر چڑھنا چاہا لیکن وہ بھی بہت بڑی تھی۔ آخر کو شکیلہ چھوٹی کرسی پر بہت دقت سے چڑھ گئی اور بیٹھ کر خوب مزے سے کھیر کھائی۔ جب کھیر کھا چکی تو وہاں سے اٹھ کر ایک بہت بڑے کمرے میں پہونچی تو کیا دیکھتی ہے کہ تین بڑے بڑے پلنگ بچھے

ہیں مگر ایک سب سے بڑا پلنگ ہے دوسرا
اس سے کچھ چھوٹا اور تیسرا اس سے کچھ
چھوٹا ہے۔ وہ یہ دیکھ کر حیران رہ گئی
شکیلہ گھومتے گھومتے تھک گئی تھی
اور شام بھی ہو گئی تھی۔ شکیلہ کو خیال آیا کہ
چلو گھر چلیں مگر جب نیند نے زیادہ زور کیا تو
اُس نے سوچا کہ یہاں کوئی ہے تو نہیں۔
لاؤ تھوڑی دیر یہیں سو رہیں۔ اس نے پہلے
بڑے پلنگ پر لیٹنا چاہا تکیہ اٹھایا مگر نہ تکیہ اٹھا
نہ پلنگ پر چڑھ سکی۔ دوسرے پلنگ پر
چڑھنا چاہا لیکن ناکام رہی۔ مگر چھوٹے
پلنگ پر لیٹ کر سو رہی۔

دو تین گھنٹے کے بعد تین ریچھ جھومتے
ہوئے گھر میں داخل ہوئے۔ دراصل
یہ محل ریچھوں کا تھا۔ ریچھ سیر کے واسطے
کہیں گئے ہوئے تھے۔ تینوں ریچھ جلدی
جلدی کھانے کے کمرے میں گئے تو حیران
رہ گئے۔ پہلا ریچھ جو سب سے بڑا تھا بولا
"میری کرسی کو کسی نے چھوا ہے"۔

دوسرا ریچھ بولا۔ "میری کرسی کو بھی کسی نے
چھوا ہے"۔ تیسرا بولا "میری کرسی پر کوئی
بیٹھا تھا"

پہلا ریچھ بولا "میرے پیالے کو کسی
نے چھوا ہے"۔

دوسرا "میرے پیالے کو بھی کسی نے چھوا ہے"
تیسرا "میرا پیالہ تو صفا چٹ ہے۔ کسی نے
میری کھیر کھائی ہے"۔

اب تو ریچھ بہت حیران ہوئے کہنے لگے
کہ "کھیر کون کھا گیا" تینوں نے جو کھیر دو پیالوں
میں رہ گئی تھی مل کے کھائی۔ جب وہ
کھانا کھا کر اُٹھے تو اپنے سونے کے کمرے
میں آئے۔ پہلا ریچھ بولا۔
"میرے پلنگ کو کسی نے چھوا ہے"
دوسرا۔ "میرے پلنگ کو بھی کسی نے چھوا ہے"
تیسرا۔ "میرے پلنگ پر تو کوئی سو رہا ہے"
اتنے میں شکیلہ کی آنکھ کھل گئی۔ وہ چیخ مار کر
بھاگی۔ ریچھ بھی شکیلہ کو پکڑنے کے لئے
اس کے پیچھے بھاگے۔ وہ جھٹ سے ایک

کھڑکی میں سے کود کر جلدی جلدی بھاگ کر
اپنے گھر آئی ۔ ریچھ شکیلہ کو ڈھونڈھتے ،
ڈھونڈھتے تھک گئے مگر شکیلہ نہ ملی ۔ وہ
اپنے گھر آ گئی ۔
شکیلہ نے گھر جا کر سارا واقعہ اپنی
ماں سے بیان کیا تو اُس کی ماں نے کہا
" خبردار ! اب تم کہیں نہ جانا ۔ اگر اب گئیں
تو تمہیں ریچھ مار ڈالیں گے " شکیلہ اُس روز
سے پھر کہیں نہیں گئی ۔
(صغرا بیگم بنت سید الطاف حسین صاحب ۔ لاڈو ہ)

ماہ اکتوبر کے معمہ کا حل

ماہ ستمبر اور ماہ اکتوبر کے رسالہ ہونہار میں جو معمہ شائع ہوا تھا ۔ اُس کا حل ایڈیٹر صاحب رسالہ ہونہار کا نام ہے ۔ مندرجہ ذیل خریدار صاحبان نے معمہ صحیح حل کیا ہے ۔

۱ ۔ حامد حسین صاحب ۔ مدراس
۲ ۔ اصغر احمد خاں صاحب بلندشہر
۳ ۔ رفیق جنگ صاحب ۔ کاندلہ
۴ ۔ محمد سعید صاحب ۔ دہلی
۵ ۔ ناظم صاحب انجمن تہذیب الاخلاق دہلی
۶ ۔ محترمہ صغرا بیگم صاحبہ ۔ حیدرآباد دکن
۷ ۔ محمد اقبال صاحب ہری پور ہزارہ
۸ ۔ یوسف علی صاحب ۔ گوڑگاؤں
۹ ۔ لفٹننٹ شمشیر علی خاں صاحب متھرا
۱۰ ۔ سید ارشاد احمد صاحب آگرہ
۱۱ ۔ نواب زادہ سید فرخندہ علی خاں حیدرآباد

بعض معمہ حل کرنے والے صاحبان نے ارکا ٹکٹ نہیں بھیجا اس لئے ان کا نام مقابلہ میں شامل نہیں کیا گیا ۔ بذریعہ قرعہ اندازی مندرجہ ذیل صاحبان کے نام انعام نکلا ۔

انعام اوّل ۔ محمد سعید صاحب دہلی
انعام دوم ۔ صغرا بیگم حیدرآباد دکن
انعام سوم ۔ حامد حسین صاحب مدراس

ا ۔ ح ۔ معرفت رسالہ ہونہار دہلی

پانچ شہزادے

پانچ بھائی جو کہ شہزادے تھے جنگلوں میں گھوم رہے تھے وہ ایک ہندوستانی راجہ کے بیٹے تھے۔ اُس راجہ کی دو بیویاں تھیں جن کا نام کنتی اور مادری تھا۔ یہ نوجوان شہزادے انھیں دونوں رانیوں کے بیٹے تھے۔ یعنی مادری کے دو بیٹے تھے جو کنتی کے تین بیٹوں کے سوتیلے بھائی تھے بدقسمتی نے انھیں وطن چھوڑنے پر مجبور کیا۔ تیرہ سال تک وہ اپنے ملک کو نہیں دیکھ سکتے تھے کیونکہ تیرہ سال کے لئے انھیں جلاوطن کر دیا گیا تھا۔ انھیں اپنے دشمنوں سے پوشیدہ رہنا نہایت ضروری تھا پس وہ خوفناک جنگلوں میں چلے گئے جہاں کوئی انسان نہیں رہتا تھا۔ وہاں وہ چھپ گئے۔ بلند درختوں کی بڑی بڑی شاخیں اِدھر اُدھر پھیلی ہوئی تھیں جن کی وجہ سے سیاہ سایہ ہو رہا تھا۔ پتلی ٹانگوں والے ہرن اِدھر اُدھر گھاٹیوں میں بھاگتے پھرتے تھے۔ ریچھ جھاڑیوں میں آنکھ مچولی کھیل رہے تھے۔ کبھی نمودار ہو جاتے اور کبھی جھاڑیوں میں غائب ہو جاتے۔ سانپ اپنے بلوں سے سر نکال کر باہر جھانکتے تھے۔ شہد کی مکھیاں بھنبھناتی تھیں اور عجیب غریب طرح کے پرندے ایک درخت سے دوسرے درخت پر اڑ اڑ کر جاتے تھے۔

پانچوں شہزادوں (مادری کے دو بیٹوں اور کنتی کے تین بیٹوں) کو سخت پیاس لگی لیکن انھیں میٹھے پانی کی کہیں جھلک بھی نظر نہ آئی۔

تب یُدھشٹر نے جو کہ شہزادوں میں سب سے بڑا بلکہ بادشاہ تھا اپنے سوتیلے بھائی نکُل سے کہا "اے مادری کے بیٹے نکل!

ہندوستان کا سرحدی علاقہ

مہاتما گاندھی

مہاتما گاندھی کی طالب علمی کے زمانہ کی تصویر

سامنے والے درخت پر چڑھ کر چاروں طرف
نگاہ دوڑاؤ اور دیکھو شاید کہیں قریب
پانی نظر آجائے۔ اور غور سے دیکھو اگر اس
جنگل میں کسی نرم اور نم دار زمین میں کہیں
پودے اُگے ہوں کیونکہ یہ بھی پانی کی نشانی
ہے"

تب لِکل جو سہدیو کا جُڑواں بھائی تھا
درخت پر چڑھا اور جیسا کہ اُسے حکم ملا تھا
اس نے ہر طرف دیکھنا شروع کیا اور ایک
دم چلّا کر کہا "ہاں ہاں مجھے بہت سی پتیاں
اور پودے گیلی زمین میں اُگے ہوئے دکھائی
دیتے ہیں۔ اور سُنو! سارسوں کی کرخت
آوازیں بھی سنائی دے رہی ہیں۔
بادشاہ نے کہا " نکل! جلد درخت
سے نیچے اُترو۔ اپنا ترکش سنبھالو اور تالاب
یا چشمے سے جہاں سارس ہیں اپنے بھائیوں
کے لئے میٹھا پانی لاؤ"

نکل نہایت تیزی سے نیچے اُترا اور
اپنے ہاتھ میں ترکش لے اُس طرف دوڑا ہوا
پہونچا جہاں اُسے سرسبز پودے نظر آئے تھے
یہاں ایک صاف شفاف پانی کا تالاب تھا
جس کے کنارے اس نے بہت سے سارس
دیکھے۔ اُن کی دُموں میں پر تھے۔ اُن کی
ٹانگیں اور گردنیں بہت لمبی لمبی تھیں۔ اُن کی
آنکھیں نہایت شوخ۔ تیز اور دوربین تھیں
اور ہر ایک کے سر پر ایک سرخ کلغی تھی۔ سارس
کیڑے مکوڑوں۔ چھوٹے چھوٹے سانپوں اور
مینڈکوں اور مچھلیوں پر جھپٹتے تھے اور کبھی کبھی
تالاب سے گھاس کو چونچوں سے توڑتے تھے۔
لیکن شہزادے نے ان سارسوں کی
کچھ پرواہ نہ کی۔ وہ پیاس کی شدت سے
دیوانہ ہو رہا تھا۔ وہ گھٹنوں کے بل نیچے جھکا
اپنا سر تالاب کے کنارے لے گیا۔ یہاں تک
کہ اُس کے خشک ہونٹ پانی سے چھونے لگے۔
"ٹھہرو" ایک آواز آئی "اے نوجوان
ٹھہر۔ جب تک کہ اِس تالاب کے قانون
کے مطابق عمل نہ کرے۔ پانی مت پینا۔
جب تک کہ اُن تمام سوالات کا جواب نہ

معاف کرتا ہوں کوئی شخص نہ دے لے اس تالاب سے پانی نہیں پی سکتا۔ پہلے جواب دو۔ پھر پانی پیو اور ترکش بھر کرے جاؤ۔"
نکل نے اس آواز کی کوئی پرواہ نہ کرتے ہوئے کوئی جواب نہ دیا۔ اس نے پانی پی لیا اور ایک لمحہ کے بعد اُس کا مردہ جسم اُن سرکنڈوں کے درمیان گر پڑا جو تالاب کے کنارے اُگے ہوئے تھے۔

سارس تالاب میں پھر رہے تھے۔ جنگلی شہد کی مکھیاں درختوں میں بھنبھنا رہی تھیں ہرن جنگل میں کلیلیں کر رہے تھے۔ مردہ شاہزادہ ہاتھ میں ترکش لئے تالاب کے کنارے پڑا تھا اور اس کے چاروں بھائی اپنے مقام اس کے منتظر تھے

باقی آئندہ (محمد لیسین بی اے بی ٹی ہیڈ ماسٹر پنجابی اسکول)

شبنم اور پتھر

لوگ کہتے ہیں کہ شبنم گرتی ہے مگر جاننا چاہئے کہ شبنم اوپر سے نہیں گرتی بلکہ نیچے سے اُٹھتی ہے کیوں کہ جاڑوں میں زمین کے بخارات رات کے وقت سردی سے آسمان کی طرف زیادہ نہیں چڑھ سکتے۔ زمین کے نزدیک ہی دو چار ہاتھ کی بلندی پر جم کر پانی کی بوند ہو جاتے ہیں اُسی کو لوگ شبنم یا اوس کہتے ہیں چنانچہ اگر کسی درخت کی چار پانچ ہاتھ اونچی ٹہنی میں کوئی رکابی یا کسی اور چیز کو باندھ کر شام کے وقت لٹکا دیا جائے تو صبح کو اس کے نیچے شبنم کے قطرے لٹکتے ہوئے دکھائی دیں گے اور اوپر کا حصّہ خشک رہے گا۔

بعض لوگوں کا خیال ہے کہ پتھر بھی بڑھتا ہے لیکن یہ اُن کی غلطی ہے پتھر کبھی نہیں بڑھتا اللہ تعالیٰ نے اُگنے بڑھنے کی طاقت صرف نباتات اور حیوانات ہی کو دی ہے۔ اگر پتھر اور پہاڑ بھی بڑھتا ہوتا تو یقین تھا کہ کسی زمانے میں دنیا پتھر اور پہاڑوں سے بھر جاتی۔

(منشی عبدالرحیم از مدراس)

طلبہ کے مضامین

ہوشیار کوچوان

جب سیٹھ دھنپت رائے کا کوچوان ہریا مرگیا تو سیٹھ صاحب کو ایک نئی مصیبت کا سامنا کرنا پڑا۔ بگھی چلانے کے لئے کوئی اور نوکر گھر میں موجود نہ تھا۔ موٹر کو وہ خود دفتر لے جاتے تھے اور سیٹھ صاحب کے بچے جو کہ مٹاپے کی وجہ سے آدھ میل بھی نہ چل سکتے تھے بغیر بگھی کے تین میل دور پیدل کس طرح جا سکتے تھے؟ ہاں سیٹھ صاحب کا بڑا لڑکا گنوں یہ تو بڑے حوصلے سے کہہ دیتا کہ میں بگھی چلا سکتا ہوں۔ مگر جب گھوڑا چلانے کا وقت آتا تو جان نکل جاتی۔ اور کہتا کہ "گھوڑا لات مار دے گا" اور کبھی اُس کے پاس جانے کی ہمت نہ کرتا آخر مجبور ہو کر سیٹھ صاحب کو جلدی ہی ایک کوچوان ڈھونڈھنے کی ضرورت پڑ گئی۔ بگھی اور گھوڑا دونوں نہایت بڑھیا اور قیمتی تھے اس لئے اُن کی دیکھ بھال کے لئے بھی ایک قابل کوچوان کی ضرورت تھی۔ ہریا جیسا ہوشیار کوچوان ڈھونڈھنے کا ایک نہایت بڑھیا طریقہ اُن کے ذہن میں آگیا اور انھوں نے دفتر کے منشی سے کہہ کر اخبار میں ایک اشتہار نکلوا دیا۔

دوسرے دن سیٹھ صاحب کے دفتر کے سامنے کئی آدمی بیٹھے نظر آئے۔ وہ صاف کپڑے پہنے ہوئے تھے۔ سر پر پگڑی ٹھیک طرح بندھی ہوئی تھی۔ پیروں میں اچھی طرح پالش کیا ہوا چمکدار بوٹ تھا۔ یہ سب لوگ سیٹھ صاحب کے یہاں کوچوانی کی نوکری ڈھونڈھنے آئے تھے۔ اُن کے دل دھڑک رہے تھے کہ دیکھیں کس خوش نصیب کو

ان دنوں جب کہ نوکری کا کال پڑا ہوا ہے تیس روپے کی نوکری ملتی ہے۔ وہ نہایت بے قراری کے ساتھ سیٹھ صاحب کی آمد کا انتظار کر رہے تھے۔

آخر کار سیٹھ صاحب دفتر میں آ گئے اور ایک ایک کر کے سب امیدواروں کو دیکھنے لگے۔ پہلا امیدوار کمرے میں داخل ہوا اور ادب سے سلام کر کے کھڑا ہو گیا۔ سیٹھ صاحب نے نہ تو کسی پہلی نوکری کی بابت پوچھا اور نہ کوئی سفارشی رقعہ مانگا بلکہ یہ سوال کیا۔

"تم کسی نالے کے قریب جس پر کوئی جنگلا نہ لگا ہو کتنی نزدیک سے گاڑی نکال سکتے ہو؟"

"جناب ایک گز" امیدوار نے جواب دیا۔

سیٹھ صاحب نے کہا "اچھا جاؤ تم میرا کام نہیں چلا سکتے"

دوسرا امیدوار اندر آیا۔ سیٹھ صاحب نے پھر وہی سوال دہرایا۔ امیدوار نے جواب دیا "جناب میں نالے کے ایک فٹ نزدیک سے گاڑی لے جا سکتا ہوں" مگر سیٹھ صاحب کو کچھ تسلی نہ ہوئی اور اس کو بھی رخصت کر دیا۔

تیسرا امیدوار بڑا چالاک تھا۔ اس نے سیٹھ صاحب کا سوال اور امیدواروں کے جواب سن لئے تھے۔ اس لئے وہ بہت خوش ہوا اور خیال کیا کہ میں ضرور کامیاب ہو جاؤں گا۔ اُس نے سیٹھ صاحب کے سوال پوچھنے پر جواب دیا کہ "جناب میں نالے کے ایک انچ قریب سے بڑی صفائی کے ساتھ گاڑی لے جا سکتا ہوں" یہ سنتے ہی سیٹھ صاحب نے منہ پھیر لیا اور اس کی بھی دال نہ گلی۔

اور بہت سے امیدواروں نے سیٹھ جی کے سوال کے مختلف جواب دئے مگر سیٹھ صاحب کو کسی کے جواب سے تسلی نہ ہوئی۔

آخر ایک نوجوان آدمی کمرے میں داخل ہوا اور سیٹھ صاحب کے دریافت کرنے پر بولا "حضور میں گاڑی کو نالے کے بالکل نزدیک نہ لے جاؤں گا بلکہ جتنا ممکن ہو سکے گا دور رکھوں گا کیونکہ گاڑی کو نالے کے نزدیک لے جانے سے خطرہ رہتا ہے۔

یہ جواب سن کر سیٹھ صاحب مسکرائے اور ٹن
ٹن ٹن گھنٹی بجائی۔ ایک چپراسی کمرہ میں داخل
ہوا سیٹھ صاحب نے کہا جاؤ اس کو گھر لے جاؤ
اس کو میں نے نوکر رکھ لیا ہے
(بے رتن۔ بلارم دکن)

علم

علم ایک ایسی بیش بہا نعمت ہے کہ
جس کا مقابلہ کوئی نعمت اور کوئی دولت نہیں
کر سکتی۔ چور اس کو چرا نہیں سکتا۔ کوئی غارت گر
لوٹ نہیں سکتا۔ جو شخص اس نعمت سے محروم
ہے وہ پرلے درجے کا بدنصیب ہے۔ علم سے
انسان انسان ہے ورنہ حیوان کا حیوان۔
انسان کا سارا فخر۔ سارا ناز اور ساری شرافت
علم ہی سے ہے ورنہ اس میں اور حیوان میں
کوئی فرق نہیں۔ علم ہی سے آدمی حیوان
سے انسان اور انسان سے با اخلاق انسان
اور با اخلاق انسان سے با خدا انسان بن
جاتا ہے۔ علم ہی سے انسان اپنے حقیقی آقا اور
مالک کو پہچانتا ہے اس کے حقوق کو جانتا ہے
علم ہی سے نیکی بدی کی پوری پوری تمیز ہوتی
ہے۔ علم ہی سے عقل کی صفائی اور ذہن کی
ترقی ہوتی ہے۔ مال و دولت۔ عزت و حرمت۔
ناموری اور شہرت سب علم ہی کی بدولت حاصل
ہوتے ہیں۔ علم غریبوں کو دولت مند بناتا ہے
امیروں کی شان بڑھاتا ہے۔ علم سے انسان
عقل و شعور میں بہت کچھ ترقی کرتا ہے۔ اہل
یورپ کا ہر ایک علم و ہنر میں طاق اور شہرہ۔
آفاق ہونا علم ہی کے طفیل سے ہے۔ ہر ایک
پیشہ ور علم سے اپنے اپنے پیشہ کو ترقی دے سکتا
ہے۔ اور اپنے کام کو رونق بخش سکتا ہے۔ ریل
تار برقی ٹیلیفون۔ قسم قسم کی کلیں سب علم ہی
کے کرشمے ہیں۔ افلاطون۔ ارسطو۔ لقمان اور
بیکن وغیرہ سب علم ہی سے زندہ ہیں۔ علم
ہی کے سبب سب دنیا کے بادشاہوں۔
بہادروں اور ناموں کے نام زندہ ہیں۔
علم ہی کی مدد سے حضرت انسان نے آگ

پانی ہوا پر حکومت کی۔ ہر طرح ان کو مسخر کیا قسم قسم کی کلیں بنائیں سمندروں کی تہ کا پانی جنگل اور صحرا ناپ ڈالے۔ دریاؤں کے رخ بدل دیے اور پہاڑوں کو کھود ڈالا۔ ان کی بلندی دریافت کی نباتات کی ماہیت اور کیفیت معلوم کی۔ زمین کا جگر چاک کر کے وہ قیمتی اور کار آمد معدنیات نکالیں جن کے فائدوں کا شمار نہیں ہو سکتا بے جان چیزوں سے وہ کام لئے کہ جانداروں سے ممکن نہ تھے۔ نباتات۔ حیوانات اور جمادات کی خاصیتیں معلوم کیں۔ زمین سے آسمان تک کا حال بتایا۔ اور وہ کچھ کر کے دکھایا جو نبیوں کے معجزات سے کم نہیں۔ لیکن علم صرف کسی کام کا نہیں جب تک کہ اس میں عمل نہ ہو۔ جو بات پڑھو جو نصیحت سیکھو اس پر عمل بھی کرو۔ پھر دیکھو تمہارا نام کس طرح شہرت کے آسمان پر سورج بن کر چمکتا ہے۔ جتنے لوگوں نے شہرت حاصل کی ہے۔ جتنے لوگ نامور گذرے ہیں۔ سب علم و عمل کی بدولت اگر صرف کتابیں پڑھتے اور عملی طور پر کام میں نہ لاتے تو ان کا سیکھا کسی کام کا نہ تھا۔ پس ہر اک شخص کو علم پڑھنے کے ساتھ اس عمل کرنا بھی نہایت ضروری ہے۔

اس لئے اے میرے دوستو علم سیکھو تاکہ تمہارے کام آئے۔ اور علم سیکھ کر اسکو بڑھانے کی کوشش کرو۔ تم دیکھتے ہو کہ جن لوگوں نے علم سیکھا ہے۔ وہ آجکل۔ کس مرتبہ پر پہنچے ہوئے ہیں۔ اور کس قدر تنخواہیں پاتے ہیں۔ اور دنیا میں کتنے مشہور ہیں۔

(ملک غلام حیدر۔ از سیالکوٹ)

گرمی و سردی

ایک دن میں اپنی میز پر بیٹھا ہوا ایک رسالے کے لئے مضمون لکھ رہا تھا کہ مجھے یہ الفاظ سنائی دئے " اچھا آپ ہی فیصلہ کر دیجئے کہ گرمی اچھی یا سردی۔ آپ کا فیصلہ قطعی ہوگا میں نے گردن اٹھا کر باآواز بلند کہا " یہ کس

کی آواز ہے۔ میرے تمام خیالات منتشر ہو گئے !
"میں سردی ہوں۔ ذرا آہستہ سے بولئے
کوئی اور دوسرا نہ سننے پائے"
میں:۔ اور فیصلہ کیا ؟
سردی ۔ آپ تھوڑی تکلیف فرما کر ہم دونوں
کے بیانات سن لیجئے۔ اور پھر فیصلہ کیجئے گا کہ گرمی
اچھی ہے یا سردی ؟
میں ۔ کیا گرمی بھی یہاں موجود ہے ؟
سردی ۔ جی ہاں ! میرے پاس کھڑی ہے۔
میں ۔ اچھا آپ لوگوں کو جو کچھ کہنا ہے۔ کہیے
سردی ۔ واللہ ! گرمی بھی کس قدر خراب موسم
ہے ۔ لوگ پناہ مانگتے ہیں۔ جہاں یہ کمبخت
آئی اور لوگ مجھے ڈھونڈنے کے لئے پہاڑوں
پر چل دئے گرمی نے تمام دنیا کو سیاہ فام کر دیا۔ اگر یہ
منحوس نہ ہوتی تو ساری دنیا کے لوگ گورے ہوتے
یہ آئی بس لوگ اس کی وجہ سے کام چھوڑ کر
بیٹھ گئے یہی تو وجہ ہے کہ اسکولوں میں دو دو
مہینے کی چھٹیاں ہوتی ہیں۔ غرض اس کے
آنے سے ایک کہرام سا مچ جاتا ہے۔ لوگ اس سے
بیزار ہو کر مجھے یاد کرتے ہیں۔ جب میں آتی ہوں
تو اس کمبخت کو تین چار مہینے تک پاس نہیں
پھٹکنے دیتی۔ لوگ مجھے چاہتے ہیں اور اس منحوس
سے بیزار رہتے ہیں۔
گرمی ۔ دیکھئے صاحب ! تعریفیں تو بیان کردیں
لیکن برائی ایک بھی بیان نہ کی اب میری بھی
کہانی سنئے ۔ جہاں میں آئی لوگ پہاڑوں پر
چل دئے۔ درست بالکل درست۔ لیکن صرف ۔
وہی لوگ جو امیر ہیں۔ غریب تو اسے
گالیاں دیتے ہیں۔ رہا گورے چٹے کا سوال
تو اس کے گوروں سے تو میرے کالے ہی
اچھے ہیں۔ نہ بیچارے حاسد نہ مغرور۔ اور کیا
اس کے آنے سے مدرسوں میں چھٹیاں نہیں
ہوتیں۔ پندرہ دن کی بڑے دن کی چھٹیاں
ہوتی ہیں...... ابھی گرمی صرف اتنا ہی کہنے
پائی تھی کہ میں نے اسے روک دیا۔
میں ۔ دیکھو نہ زیادہ گرمی اچھی اور نہ زیادہ
سردی اچھی۔ اور جو سچ پوچھو تو تم دونوں کے
بن ملے مجھے کوئی بھی مرغوب نہیں۔ تم دونوں

کو مل جل کر رہنا چاہیئے۔ نا اتفاقی بری چیز ہے
یہ کہہ کر میں نے گرمی اور سردی کو گلے ملوادیا
(محمد بشر علی صدیقی۔ ساغر۔ بدایونی)

میں پڑھنے کے بعد کیا کروں گا؟

جس قدر آج کل یہ مسئلہ پیچیدہ ہے کہ میں پڑھنے کے بعد کیا کرونگا؟ اسی قدر آسان بھی ہے۔ آج جب ہم نظر اٹھا کر دیکھتے ہیں تو معلوم ہوتا ہے کہ ہمارے اندر تعلیم کی کس قدر کمی ہے۔ جو لوگ تعلیم حاصل کر رہے ہیں ان میں ۹۵ فیصدی آپ کو ایسے ملیں گے جو صرف ملازمت کے خواہاں ہیں خواہ وہ دس ہی روپے کی کیوں نہ ہو۔ اور یہ نہایت قابل افسوس بات ہے میرے خیال میں افلاس کی سب سے بڑی وجہ یہی ہے کہ پڑھنے کے بعد پہلے تو برسوں ہم لوگ صاحب بہادروں کی کوٹھیوں اور کچہریوں کی خاک چھانتے ہیں۔ خوشامد کرتے ہیں۔ اور سینکڑوں روپے اس طرح برباد کر دیتے ہیں۔ اس کے بعد بھی جب کامیابی نہیں ہوتی تو اپنے گھروں میں جا کر بیٹھ جاتے ہیں۔ اور باپ دادا کی جائداد کا خون تک چوس لیتے ہیں اس کے بعد نوبت فقیری کی آتی ہے۔ اس کو ہم زیادہ بہتر سمجھتے ہیں بہ نسبت اس کے کہ تجارت۔ زراعت اور صنعت و حرفت کے کام کر کے اپنی قوم کو مفلسی سے بچائیں۔ اگر آپ۔ امریکہ۔ جرمنی۔ انگلستان اور فرانس کی طرف نظر اٹھا کر دیکھئے تو معلوم ہوگا کہ ان آزاد ملکوں کے باشندے تعلیم کے بعد کیا کرتے ہیں؟ ہر وہ پیشہ ان کے یہاں قابل عزت ہے جس میں کسی کی غلامی نہ ہو یہاں تک کہ ان کے یہاں موچی ایک غلام مالدار کے مقابلہ میں زیادہ عزت والا سمجھا جاتا ہے۔ میرے پیارے بھائیو! آپ خود ہی غور کیجئے کہ ایک آزاد اور غلام قوم میں کس قدر فرق ہوتا ہے۔ آپ یقین جانیئے کہ میں ان لوگوں کو نہایت ہی حقارت کی نگاہ سے دیکھتا ہوں جو ملازمت کے خیال سے پڑھتے ہیں۔ اسوقت میں اپنے ان خیالات کا

اظہار کر رہا ہوں جو آج سے نہیں بہت زمانہ پہلے میرے دل میں جم چکے ہیں۔ بچپن سے میرے والدین نے مجھے ایسے سنائے ہیں جن سے میرے دل میں قوم کا درد پیدا ہو گیا ہے وہ قصے کیا تھے اپنی قوم کی بربادی کے۔ افسانے۔ تنزلی کے اسباب سلطنت مغلیہ کے تباہ ہونے کی وجہ۔ ہمارے نبی اور کے دوستون کی زندگیوں کے سچے حالات یہہ تھی وہ تعلیم جس نے بچپن ہی سے دل میں قومی درد پیدا کر دیا گو جناب والدہ محترمہ بہت جلد دنیا سے سدھار گئیں لیکن ایک نہ مٹنے والی مثال چھوڑ گئیں۔ کاش تمام والدین اپنی اولاد کو ایسی ہی تعلیم دیا کریں تو کتنا اچھا ہو۔

بچپن کے قصوں کا آج میرے دل پر وہ اثر ہے کہ جب اپنی قوم کے کسی شخص کو ڈوبے ہوئے دیکھتا ہوں تو خون کے آنسو روتا ہوں۔ اور ہندوستان کی ترقی کے لئے دعائیں مانگا کرتا ہون۔ بس میں نے سوچ لیا ہے کہ پڑھنے لکھنے کے بعد میں اپنے ملک اور قوم کی خدمت کرونگا

مہر حسین گیاوی

شیطان کا دوست

شہر دہلی میں ایک بنیں رہا کرتا تھا وہ اپنے مال کی زکوٰۃ نہیں دیتا تھا۔ اس لئے عالموں نے اس کو بہت برا بھلا کہا۔ کہ اللہ کے غضب سے ڈر اور مال کی زکوٰۃ دیا کر اور خدا کی عبادت بھی کیا کر تب وہ اللہ کے غضب سے ڈرا اور عبادت الٰہی کرنے اور مال میں سے خیرات کرنے لگا۔ ایک دن وہ حسب معمول چاء پی رہا تھا۔ چائے بہت گرم تھی جب وہ چاء پینے لگا تو اس نے بسم اللہ نہیں پڑھی۔ اس نے یہ خیال کیا کہ میں نے بسم اللہ پڑھ لی ہے وہ چائے پینے میں مشغول تھا۔ یکایک پیالی اس کے ہاتھ سے گر گئی۔ اور تمام بدن جھلس گیا۔ اور چھالے پڑ گئے۔ اسوقت وہ غصہ سے آگ بگولا ہو گیا۔ اور اللہ تعالیٰ کو گالیاں دینے لگا۔ اس نے اپنی زبان سے یہہ الفاظ کہے کہ اب میں اللہ کے نام کی زکوٰۃ نہیں دونگا بلکہ شیطان کے نام کی زکوٰۃ دونگا۔ اللہ کے نام کی عبادت نہیں کروں گا بلکہ شیطان کے نام کی عبادت

کروں گا۔ اگر کوئی شخص شیطان کے نام سے میرے بدن کے کپڑے بھی مانگے تو اس کو کپڑے بھی اتار کر دے دوں گا اور اگر اللہ کے نام کی ایک پائی بھی مانگے گا تو اس کو نہیں دوں گا۔ تب وہ رئیس شیطان کے نام کی عبادت کرنے لگا۔

وہ رئیس ایک سال تک شیطان کی عبادت کرتا رہا۔ شیطان اس سے بہت خوش ہوا اور ایک دن انسان کی صورت میں بہت بڑھیا اور خوب صورت لباس پہنے اُس رئیس کے پاس آیا اور کہا کہ میں آپ کا دوست شیطان ہوں۔ آپ کی عبادت سے میں بہت خوش ہوا۔ اب آپ کو کچھ دینے آیا ہوں۔ رئیس نے خیال کیا کہ خیالی خدا سے تو یہی بہتر ہے کہ میری مدد کرنے آیا ہے۔ شیطان نے کہا کہ میری آج بادشاہ کے یہاں دعوت ہے تم بھی میرے ہمراہ چلو لیکن اس کا خیال رہے کہ جو کچھ میں کروں اس میں دخل نہ دینا اور جو کچھ میں کہوں اس پر عمل کرنا۔ رئیس اس بات پر راضی ہو گیا اور دونوں بادشاہ کے محل کی طرف روانہ ہوئے۔

راستہ میں شیطان نے اپنے سر پر سے صافہ اتارا اور اس کے دو ٹکڑے کر کے نصف اپنے سر پر لپیٹ لیا اور نصف رئیس کے سر پر لپیٹ دیا اور کہا کہ اس صافہ میں یہ خاصیت ہے کہ اب کوئی شخص مجھے اور آپ کو نہیں دیکھ سکتا۔

دونوں چپکے سے بادشاہ کے دسترخوان پر بیٹھ گئے اور کھانا کھانے لگے۔ بادشاہ نے پانی مانگا تو غلام نے اُلٹے ہاتھ سے پانی دیا۔ بادشاہ نے بھی اُلٹے ہاتھ سے پانی لے کر پیا تو شیطان نے اُس میں تھوک دیا۔ بادشاہ نے پھر پانی مانگا اب کی دفعہ شیطان نے اس میں غلاظت ملا دی۔ جوں ہی بادشاہ نے پانی پینے کا ارادہ کیا رئیس سے یہ دیکھا نہ گیا اور اس نے ہاتھ مار کر بادشاہ کے ہاتھ سے پانی گرا دیا۔ اس پر شیطان کو بہت غصہ آیا اور اس نے کہا۔ جو کچھ میں نے کیا آپ نے اس کے برخلاف کیا لہذا اب میری اور آپ کی دوستی نہیں ہو سکتی۔ یہ کہکر صافہ اتار یہ جا اور وہ جا رئیس صاحب ظاہر ہو گئے اور بادشاہ نے انکو قتل کر

(سلطان احمد ناظم انجمن تہذیب الاخلاق دہلی)

دلچسپ معلومات

دنیا کے مشہور شہروں کی آبادی

آبادی لندن	۷۲۵۱۲۵۸	آبادی نیویارک	۷۲۰۰۰۰۰	آبادی پیرس	۲۹۰۰۰۰۰
" ٹوکیو	۲۸۶۰۰۰۰	" برلن	۲۵۰۰۰۰۰	" شکاگو	۲۱۸۸۱
" وائنا	۲۰۳۱۰۰۰	" لینن گراڈ	۲۰۰۰۰۰۰	" کنٹن چین	۲۰۰۰۰۰۰
" فیلڈلفیا (امریکہ)	۱۵۵۰۰۰	" قسطنطنیہ	۱۲۵۰۰۰۰	" وساکا جاپان	۲۵۰۰۰۰۰
" منیلا (فلپائن)	۱۲۵۰۰۰۰	" واشنگٹن	۱۱۴۳۰۰۰	" پیکن	۱۰۰۰۰۰۰
" ہیمبرگ (جرمنی)	۱۰۵۰۰۰۰	" ماسکو	۱۰۰۰۰۰۰	" بوڈاپسٹ	۸۸۰۰۰۰
" روما	۵۴۰۰۰۰	" دمشق	۳۶۰۰۰۰	" سمرنا	۲۵۰۰۰۰
" اسکندریہ	۳۴۰۰۰۰	" سنگاپور	۳۰۳۳۲	" طہران	۲۹۰۰۰۰
" بغداد	۱۳۵۰۰۰	" کابل	۱۴۰۰۰۰	" باکو	۱۲۰۰۰۰
" کلکتہ	۱۲۲۲۲۳۱	" بمبئی	۱۰۰۰۰۰۰	" مدراس	۵۱۸۰۰۰
" دہلی	۳۹۱۰۰۰	" لکھنؤ	۲۴۴۰۰۰	" رنگون	۲۵۰۰۰۰
" لاہور	۲۳۰۰۰۰	" احمد آباد	۱۴۵۰۰۰	" بنارس	۲۰۹۸۹۵
" کانپور	۲۰۰۰۰۰	" آگرہ	۱۸۲۴۴۹	" الہ آباد	۵۵۴۸
" کراچی	۱۲۰۰۰۰	" دھولپور	۶۱۰۰۰	" گوالیار	۱۰۵۰۰۰
" جے پور	۱۵۰۰۰۰	" اندور	۱۰۰۰۰۰	" پٹنہ	۱۳۵۰۰۰
" ٹرچناپلی	۱۲۲۱۸۰	" بڑودہ	۱۰۰۰۰۰	" بریلی	۱۳۷۴۳۳

ایک عجیب و غریب شیشہ

لندن کی ایک مقامی فرم نے ایک نرالی قسم کا شیشہ تیار کیا ہے جو اس قدر مضبوط اور لچکدار ہے کہ سخت سے سخت امتحانات میں بھی وہ نہیں ٹوٹتا۔ ۲۵ فٹ کے فاصلہ سے ریوالور کی گولی نے اس پر کچھ اثر نہیں کیا اور دس فٹ کے فاصلہ سے ایک انچ کا بتیسواں حصہ میں سوراخ پڑ گیا۔ آگ میں ڈالنے پر بھی نہیں ٹوٹتا بجلی کی تیز کرنٹ نے بھی اس پر کوئی اثر نہیں کیا اور ان سب خوبیوں کے باوجود اس کو پگھلا کر ہر چیز اس کی بنائی جا سکتی ہے۔

(تعلیم و تربیت)

ہنسی کی باتیں

ایک جاہل سفر کر کے آیا۔ گرمی کا موسم تھا وہ پسینے میں تر ہو رہا تھا۔ اس نے اپنے کپڑے اتار کر دھوپ میں ڈال دئے۔ تاکہ خشک ہو جائیں۔ چونکہ اُس کا جسم بھی پسینے میں تر ہو رہا تھا اس لئے وہ خود بھی دھوپ میں بیٹھ گیا۔ اس کے ایک ساتھی نے جو سفر سے آرہا تھا دریافت کیا "بھائی ایسی سخت گرمی میں دھوپ میں کیوں بیٹھے ہو" جاہل نے جواب دیا یار پسینہ سکھانے کے لئے۔ آؤ تم بھی آجاؤ۔

محمد یوسف از گوجرانوالہ

ایک وکیل صاحب شام کو کچہری سے لوٹ کر گھر آرہے تھے۔ اتفاق سے ان کا قلم بستہ سے گر گیا۔ ایک صاحب جو راستہ میں چلے جا رہے تھے انھوں نے اس قلم کو اٹھا کر آواز دی۔ اے حضرت ادھر دیکھئے آپ کی چھری گر گئی ہے۔ وکیل صاحب پریشان ہو کر کہنے لگے واہ صاحب آپ بھی عجیب آدمی ہیں۔ قلم کو چھری بتاتے ہیں۔ اس پر دوسرے صاحب بولے جائیے صاحب باتیں نہ بنائیے اس سے آپ نے نہ معلوم کتنوں کے گلے کاٹے ہوں گے۔

(داؤد عبد اللطیف دادا بھائی از رنگون)

ٹکٹ چیکر۔ آپ کا ٹکٹ تو لاہور کا ہے اور یہ ٹرین کلکتہ جا رہی ہے۔

مسافر۔ اچھا آپ کی عنایت کا شکریہ۔ ذرا مہربانی کر کے گارڈ سے کہدیجئے کہ مجھے لاہور جانا ہے

ایک آدمی (دوسرے سے) میں جب کہیں باہر جانے کو ہوتا ہوں تو بیمار ہو جاتا ہوں۔

دوسرا۔ تو آپ ارادہ کرتے ہی اسی دن علی الصبح کیوں نہیں چلے جاتے؟

مریض۔ کیوں ڈاکٹر صاحب کیا آپ واقعی تجربہ کار ڈاکٹر ہیں؟

ڈاکٹر:۔ (بگڑ کر) تو کیا یہ قبرستان آپ نے بسایا ہے؟

شان الحق حقی دہلوی

ہمارا دعوےٰ ہے۔ کہ آج تک ایسا لاجواب نمبر آپکی نظروں سے نہ گذرا ہوگا۔

قلمی معاونین کی مختصر فہرست

مولانا عبد المجید سالک۔ علامہ عزیز لکھنوی۔ ریاض خیرآبادی۔ جوش ملیح آبادی۔ حفیظ جالندہری۔ غلام احمد محوؔ۔ مرزا فرحت اللہ بیگ۔ رشید صدیقی۔ ملا رموزی۔ شوکت تھانوی۔ نشتر۔ دیوانہ بریلوی۔ ایم اسلم۔ چغتائی۔ غلام عباس ایڈیٹر پھول۔ راز چاندپوری۔ مسلم کاکوری۔ میر ولی اللہ۔ خواجہ عبد الرؤف عشرت۔ اثر صہبائی۔ اظہر امرتسری۔ علم الدین سالک۔ راز رامپوری۔ ظفر قریشی۔ انیس الدین احمد رضوی۔ اعظم کریوی۔ امین سلونوی۔ نسیم انہولوی۔ رسا جالندی۔ تپش ایم اے۔ سید امتیاز علی تاج۔

قیمت سالگرہ نمبر ایک روپیہ۔ چندہ سالانہ ۸ روپے۔ سالگرہ نمبر سالانہ خریداروں کو بھی قیمتاً دیا جاویگا۔ یعنی ۱۲ ۔ بارہ آنے میں۔ منیجر رسالہ ادیب پشاور۔

REGISTERED NO. L. 2630

THE HON-HAR

DELHI.

AN ILLUSTRATED AND MOST USEFUL URDU MAGAZINE
FOR BOYS AND GIRLS.

EDITOR

FAIYAZ HUSAIN NASIM (Jamai)

NOV. 1930

Annual Subscription Rs. 3-÷-0 Including Postal Charges

باہتمام فیاض حسین نسیم پرنٹر و پبلشر جید برقی پریس
دہلی میں طبع ہو کر دفتر رسالہ ہونہار سے شائع ہوا

بچوں کا باتصویر ماہوار رسالہ
ہونہار
ایڈیٹر
قیمت فی پرچہ
سالانہ تین روپیہ

ٹیکسٹ بک کمیٹی بمبئی ڈویژن

نے

رسالہ ہونہار اپنے اسکولوں کی لائبریریوں کے لئے منظور کرلیا

رسالہ ہونہار نے جو قلیل مدت میں حیرت انگیز ترقی کی ہے وہ ناظرین رسالہ ہونہار سے پوشیدہ نہیں ہے۔ جہاں بھی رسالہ ہونہار کی کوئی کاپی پہونچی ہے بے حد پسند کی گئی ہے چنانچہ خدا کا شکر ہے کہ رسالہ ہونہار کی اشاعت میں برابر ترقی ہو رہی ہے۔ ناظرین کو یہ خبر پڑھ کر خوشی ہوگی کہ اردو ٹیکسٹ بک کمیٹی بمبئی ڈویژن نے یہ رسالہ مفید سمجھ کر اپنے اسکولوں کی لائبریریوں کے منظور کرلیا ہے جس کے لئے ہم اردو ٹیکسٹ بک کمیٹی بمبئی کے تمام ممبروں خصوصاً محمد اسماعیل صاحب فاروقی ڈپٹی ایجوکیشنل انسپکٹر اردو اسکولز کا شکریہ ادا کرتے ہیں۔

اب تک یہ رسالہ مندرجۂ ذیل تعلیمی محکموں میں منظور ہو چکا ہے۔

(۱) محکمہ تعلیمات حیدرآباد دکن

(۲) ٹیکسٹ بک کمیٹی بمبئی ڈویژن

(۳) ڈسٹرکٹ بورڈ دہلی

(۴) میونسپل کمیٹی دہلی

ہمیں امید ہے کہ ۱۹۳۱ء میں یہ رسالہ ہندوستان کے دوسرے تعلیمی محکموں [illegible]

رسالہ ہونہار کے متعلق لیجسلیٹو اسمبلی کے چند ممبروں کی رائیں

مولوی محمد یعقوب صاحب پریسیڈنٹ لیجسلیٹو اسمبلی

...... مسٹر فیاض حسین صاحب تسنیم نے دارالسلطنت دہلی سے بچوں کے واسطے ایک خوبصورت اور دلچسپ مصور رسالہ شائع کیا ہے جس کا نام ہونہار ہے میں نے اس کے دو تین پرچے سرسری طور پر دیکھے۔ میں اس کو بچوں کے واسطے بہت مفید خیال کرتا ہوں۔ بہ اعتبار کتابت، طباعت، خوشنمائی اور خوبی مضامین کے "ہونہار" ماشاء اللہ ایک ہونہار رسالہ معلوم ہوتا ہے۔ امید ہے کہ اہل ملک اس کی قدر اور حوصلہ افزائی کریں گے۔

شیخ مشیر حسین قدوائی ایم ایل اے و ڈاکٹر ضیاء الدین ایم ایل اے (سابق پرنسپل مسلم یونیورسٹی علیگڑھ)

ہم نے "ہونہار" کو دیکھا۔ یہ پرچہ اسم با مسمیٰ معلوم ہوتا ہے اور بچوں کے لئے اس کا مطالعہ اور ایسے پرچہ میں دلچسپی یقیناً مفید ہوگی۔ سیرت اور صورت دونوں لحاظ سے پرچہ اچھا معلوم ہوتا ہے۔

سید مرتضیٰ ایم ایل اے۔ صدر پریسیڈنسی مسلم لیگ مدراس۔

ہونہار میں نے بغور مطالعہ کیا اور اس کو اسم با مسمیٰ ہونہار پایا۔ چونکہ رسالہ مذکور بچوں کے لئے موزوں ہے اور اس کی تصویریں دلکش ہیں اس لئے میں نے بھی اپنی بچی کیلئے اسکی خریداری منظور کرلی۔ اس رسالے کی سرپرستی ہر ہندوستانی کیلئے لازمی ہے

مولانا شفیع داؤدی ایم ایل اے۔

رسالہ ہونہار کے تیسرے نمبر کو میں نے بغور پڑھا۔ ماشاء اللہ نہایت ضروری اور مفید معلومات سے بھرا ہوا ہے۔ جب میں نے اپنی اہلیہ اور اپنی بچی کے ہاتھ میں اس رسالہ کو دیا تو انھوں نے دوسرے رسالوں کی طرح اس کو بھی ایک اشتہاری رسالہ سمجھ کر توجہ نہ کی مگر دو روز کے مطالعہ کے بعد آج ان کی یہ رائے ہے کہ دہلی کے بعض اشتہاری رسالوں نے ہمیں دوسرے رسالوں سے بدگمان کردیا تھا۔ ہونہار میں لڑکوں اور لڑکیوں کے لئے اچھے مضامین درج ہیں اور یہ رسالہ ایک نرالی طرز کا ہے۔ یہ اشتہاری رسالہ نہیں ہے اور مجھسے بچی کے واسطے خریدنے کی سفارش کی۔ میں بہت خوش ہوں کہ اس کے مضامین نے میری اہلیہ اور بچی کو اس کا دلدادہ بنا دیا۔

منیجر

جلد ۲ | دہلی۔ بابت ماہ دسمبر ۱۹۳۶ء | نمبر ۶

فہرست مضامین

مضامین کے علاوہ عکسی تصاویر ملاحظہ فرمائیے

خودداری

ایک کتے نے کہا یہ شیر سے ہے بات کیا؟ سارے جنگل پر مسلم ہے جو سرداری تری
جانور جتنے ہیں تجھ کو مانتے ہیں بادشاہ جانتے ہیں گرچہ وہ فطرت ہی خونخواری تری
آدمی بھی کرتے ہیں عزت تری ہر اک طرح گو کہ ہے مشہور عالم مردم آزاری تری
ہے نشاں پر تیری صورت تیغ پر تیرا ہی نقش اسلحہ داری تری ہے اور علمداری تری
تو کسی کے بھی نہیں دنیا میں کام آتا کبھی کس لئے کرتے ہیں پھر سب نازبرداری تری
جانور جتنے ہیں تجھ کو دیکھ کر جاتے ہیں بھاگ کس قدر دہشت ہر اک کے دل پہ ہے طاری تری
تیرے ناخن ہیں وہ ہمیت ہے بچ سکتا نہیں گر کسی پر چوٹ لگ جائے ذرا کاری تری
رحم کی، نرمی کی تجھ میں خو نہیں ہے نام کو بلکہ ہے مشہور دنیا میں ستمگاری تری

دیکھتے ہیں جب ترے اس ظالمانہ کام کو
لوگ پھر عزت سے کیوں لیتے ہیں تیرے نام کو

برخلاف اس کے مجھے دیکھو کہ ہوں خدمت گزار ساری دنیا میں مسلم ہے وفاداری مری
اپنے آقا کی حفاظت رات بھر کرتا ہوں میں پاسبانی کی ہے اس کی وقف بیداری مری
حکم پر اس کے میں ہر اک شے کا کرتا ہوں شکار کام آتی ہے نہایت تیز رفتاری مری
وہ جہاں جاتا ہے رکھتا ہے مجھے بھی ساتھ ساتھ کٹتی ہے خدمت میں اس کی عمر ہی ساری مری
جب کبھی جھڑکا تو بھاگا جب بلایا آگیا دیکھئے فرماں پذیری حکم برداری مری
پھر بھی ہے بدنام عالم میں ہر اک سو میرا نام ہر گلی کوچہ میں ہوتی ہے سدا خواری مری
مارتا ہے کوئی پتھر کوئی ڈنڈے سے مجھے ایک بھی سنتا نہیں ہے گریہ و زاری مری
شیر نے سن کر دیا یہ مختصر اس کو جواب میری عزت کا سبب ہے خاص خودداری مری

غیر کے ٹکڑے پہ رہتی ہے تری ہر دم نظر
اس لئے دنیا میں ہے تو خوار و رسوا دربدر

(خاص) اسلم جیراجپوری

چند جرمن مقولے

(از عالی جناب ڈاکٹر ذاکر حسین خاں ایم اے پی ایچ ڈی برلن، پرنسپل جامعہ ملیہ اسلامیہ دہلی)

دانا کون ہے؟ جو ہر ایک سے سیکھے

توانا کون ہے؟ جو اپنے پر قابو پالے

مالدار کون ہے؟ جو اپنے پر قانع رہے اور پرائے سے بے پروا

عزت والا کون ہے؟ جو سب کی عزت کرتا ہے

اپنے ساتھ سخت، اور دوسروں پر بھی سخت! اچھا اچھا ذرا چل پھر
دنیا دیکھ اور کچھ نرمی پیدا کر

اپنے سے نرمی اور دوسروں سے بھی نرمی! اچھا اچھا، ذرا چل پھر
دنیا دیکھ اور کچھ سختی پیدا کر

اپنے سے نرمی، اوروں پہ سختی۔ تُف، جا جا
اپنے کو ٹھیک کر

آپ سے سختی، اوروں پہ نرمی۔ ہاں ٹھیک ہے، جا
دنیا دیکھ اور ہوشیار رہ

"اتھاہ سمندر؛ بے پایاں دنیا؛ ساری کائنات؟
بس بس، چپ بھی رہ، اپنے خیالات میں انتشار، اپنے حوصلہ میں پراگندگی نہ پیدا ہونے دے
تجھے جو دھرتی کا ایک ٹکڑا ملا ہے۔ چھوٹا ہو کہ بڑا، اسی پر دل لگا کر محنت کر
اگر یہ اچھی طرح جت گیا، بو گیا" تو اسی کے پھل سب کے کام آئیں گے
ساری دنیا کے کام! اس کی سیوا سارے سنسار کی سیوا بن جائے گی۔
اس لئے کہ یہ دنیا بھی بہت سے چھوٹے چھوٹے ٹکڑوں سے ایک بڑی چیز
بنی ہے۔ یہ بہت سے اجزا کا ایک کل ہے۔ بہت سی کیاریوں کا کھیت
بہت سی کڑیوں کی زنجیر۔

سب سے بڑا کام

(گذشتہ سے پیوستہ)

احسن انعام پاکر بہت خوش ہوا۔ اُس کی بہن رشیدہ بھی بہت خوش تھی لیکن احسن کے دونوں بھائی جل گئے۔

بڑے نے کہا، دیکھئے! ابا جان بھی انصاف نہیں کر سکے۔ میرا کام کوئی معمولی کام نہ تھا۔ میں غنڈا سانڈوں کی جنگ سے تنگ تھی راستہ ... تھا۔ کیا ایک بڑی تکلیف سے نجات دلانا کوئی بڑا کام نہ تھا؟

منجھلا۔ جی ہاں انھیں تو یہی اچھا لگا کہ اپنے گھر کی دولت ایسے لوگوں کے لئے لٹا دی جائے جو نہ تو رشتہ دار ہیں اور نہ دوست۔ میرا کام بھی کوئی ایسا ویسا نہ تھا۔ میں نے مصیبت کے وقت اپنے ایک دوست کی مدد کی تھی اور یہ میرا انسانی فرض بھی تھا۔

بڑا لڑکا۔ بھئی بات تو یہ ہے کہ ابا میاں
احسن سے بہت محبت کرتے ہیں اور ہم سے
نہیں کرتے۔ اس کی بُری بات سے بھی خوش
ہوتے ہیں۔

منجھلا۔ اچھا ہم اس بات کو آزمائیں گے
اگر یہ بات سچ ہوئی تو مجھے بہت رنج ہوگا۔

بڑا۔ میاں اور تو اور اس رشیدہ کو دیکھو!
یہ بھی تو احسن ہی کی حمایت لیتی تھی۔

منجھلا۔ جی ہاں بڑی آئیں حمایت لینے والی

رشیدہ۔ میں کاہے کو حمایت لیتی تھی۔ جو
کوئی اچھا کام کرے گا سبھی اُس کی عزت کریں
گے اور حمایت لیں گے۔ لو دیکھو! اماں جان
نے مجھے بھی تو انعام دیا ہے۔

(سونے کی انگوٹھی دکھاتی ہے)

منجھلا۔ بہت خوب! بھلا بتاؤ تو تمہیں
انعام کیوں کر ملا۔

رشیدہ۔ جب اماں جان مجھ سے کام کرنے
کے لئے کہتی ہیں تو میں فوراً اپنے سب کام چھوڑ کر
اماں جان کا کام کرتی ہوں اور اماں جان کا کیا!
وہ تو میرے ہی گھر کا کام ہوتا ہے۔ رات ہوتی ہے
(اپنی اماں جان کے پاؤں دباتی ہوں) تو وہ
آرام سے مجھے دعائیں دیتی ہوئی سو جاتی ہیں۔ صبح
جو سبق دیتی ہیں اس کو اچھی طرح یاد کر لیتی ہوں
وہ مجھے روزانہ پیسے دیتی ہیں تو انہیں فضول
خرچ نہیں کر ڈالتی بلکہ جمع کرتی رہتی ہوں۔
اگر کوئی غریب، لولا، اپاہج اور اندھا ادھر
آ نکلتا ہے تو میں اُسے اپنے پیسوں میں سے
کچھ پیسے دیتی ہوں۔ وہ دعائیں دیتا ہوا چلا
جاتا ہے۔ ابا جان کہتے تھے کہ اگر دنیا میں کوئی
ایک پیسہ خیرات کرے گا آخرت میں اس کو ستر
پیسے ملیں گے۔ میں نے تو یہیں آزما لیا (انگوٹھی
دکھا کر) یہ دیکھو! اتنے پیسے میں نے خیرات بھی
نہیں کئے تھے جتنے کی یہ انگوٹھی مجھے مل گئی۔

"بھائی جان میں آپ سے بھی کہتی چلوں
کہ اگر احسن میاں کو ہرانا چاہتے ہیں تو ان سے
بڑھ کر کوئی کام کیجئے۔ پھر ابا جان آپ سے
زیادہ محبت کریں گے"

یہ باتیں [illegible]

رشیدہ کے ابا جی آ گئے۔ پوچھنے لگے کہ آج کیا باتیں ہو رہی ہیں۔ رشیدہ نے بھائیوں کے خیالات اور اپنا قصہ سب کچھ کہہ سنایا۔ تب ان کے والد نے کہا:-

میرے پیارے بیٹو! حقیقت میں تم سب نے اچھے کام کئے۔ اگر سانڈوں کی لڑائی سے لوگوں کو نجات دلائی یا کسی اپنے دوست کی مدد کی بہت اچھا کیا۔ تمہیں ایسا ہی کرنا چاہئے تھا لیکن غور کرو کہ احسن کا کام تم سب سے وزنی ہے۔ بچوں کو اپنی چیزوں سے بہت محبت ہوتی ہے اس نے مجھ سے کہہ کہہ کر بڑے شوق سے بٹن بنوائے۔ لیکن اس کے دل میں اتنا رحم ہے کہ وہ اس غریب مزدور کی تکلیف کو نہ دیکھ سکا اور اس کی تکلیف پر اپنے بٹن قربان کر دئے۔ اسی طرح مجھ سے جو روزانہ پیسے لیتا ہے وہ اس نے خود نہیں کھائے بلکہ ایک غریب کی تعلیم کے لئے دے دئے۔ یہ کتنا اچھا جذبہ ہے۔ تعلیم کی طاقت کسی مظلوم اور دکھی شخص کی مدد کے لئے استعمال کی جائے تو سب سے اچھی بات ہے۔ تم اپنے دوستوں کی مدد کرو اور ضرور کرو لیکن ایسا نہ ہو کہ تعصب اور دوستی تمہیں اتنا اندھا کر دے کہ تم غریب کو مارو پیٹو اور تکلیف دو۔

یاد رکھو کہ غریب اور مظلوم کی دعا اور بددعا دونوں میں اثر ہوتا ہے۔ غریب کی دعا سے انسان سب کچھ حاصل کر لیتا ہے اور غریب کی بددعا سے انسان سب کچھ کھو دیتا ہے۔

میرے پیارے بچو! اگر تم دنیا میں آرام اور اطمینان کی زندگی بسر کرنا چاہتے ہو تو غریبوں کی مدد کرو کیونکہ خدا کے خوش کرنے کا یہ بہترین ذریعہ ہے۔ خدا تمہیں اس بات کی توفیق دے"

باپ کی تقریر کا دونوں بھائیوں پر بہت بڑا اثر ہوا۔ وہ اپنے خیالات پر شرمندہ تھے۔ انھوں نے اسی وقت یہ عہد کیا کہ وہ آئندہ اپنے باپ کی اس نصیحت پر عمل کریں گے۔

ایڈیٹر۔

ننانوے ۹۹ کا پھیر

محمد اکبر ناگم [illegible]

چھدامی لال بنیئے کا مکان میاں وضعدار خاں کے مکان سے ملا ہوا ہے۔ چھدامی نے اپنی حالت کو بہت اچھا بنالیا ہے۔ وہ کپڑے کے ایک بڑے گودام کا مالک ہے۔ قریب کے مواضعات اور دیہات میں تھوک مال بیچتا ہے۔ صبح سے شام تک اُس کی دوکان بیوپاریوں سے بھری رہتی ہے۔ جو لوگ چھدامی کے باپ دادا کے دیکھنے والے ہیں وہ تعجب کرتے ہیں کہ دس برس میں چھدامی کی بالکل کایا پلٹ کیسے ہوگئی کیونکہ ابھی کل کی بات ہے کہ چھدامی لال کا باپ اتنا غریب تھا کہ بیچارے کو کھانے کے لئے بھی مشکل سے ملتا تھا۔ اور اب تو اس کا بیٹا لکھ پتی بنا ہوا ہے۔ کوٹھی میں منشی اور گماشتے نوکر ہیں۔ اور ان کے علاوہ بیسیوں نوکر چاکر کام کرتے رہتے ہیں۔ چھدامی کے گودام کی حالت تو سُن چکے اب اندر کے مکان کی کیفیت دیکھئے۔

ایک بیوی ہے اور ایک لڑکی جو ابھی بچہ ہے۔ ایک کہاری چوکا باسن کرنے کے واسطے صبح شام دو وقت آتی ہے اور برتن وغیرہ صاف کرکے چلی جاتی ہے۔ گھر کا کھانا بیوی ہی پکاتی ہے۔ لالہ جی آتے ہیں اور چوکے میں بیٹھ کر بڑے آنند سے شکم سیر ہوکر کھانا کھاتے ہیں اور ایک لمبی ڈکار لے کر دونوں ہاتھ توند پر پھیرتے ہوئے اُٹھ جاتے ہیں۔ کھانے میں دیکھو تو نہایت سادہ غذا جو حقیقتاً انسان کی اصلی غذا ہے۔ گیہوں کی چپاتی۔ مولی کا ساگ ذرا سی دال۔ ایک نیبو کا چھلکا اور آم کی قاش کا آچار۔ غرضکہ ایسی ہی سادی [illegible] ادل بدل کر چوکے میں آتی ہیں۔

اُدھر میاں وضعدار خاں کی حالت [illegible]

اور [illegible] کے [illegible]

کام کی [illegible] میں [illegible]

تو روزی ورنہ روزہ۔ گھر میں ابھی صرف ایک
میاں اور ایک بیوی دو آدمی ہیں۔ دونوں
بڑے شوقین۔ بیوی کا منہ ہر وقت پانوں سے
بھرا رہتا ہے۔ میاں بھی دن میں چار پانچ پان
ضرور کھا لیتے ہیں۔ دونوں کے کپڑے نہایت
صاف۔ صابونی دھلے ہوئے۔ بیوی کا دوپٹہ
اور میاں کا صافہ جے پوری رنگا ہوا۔ بیوی
کے کپڑے نہایت بڑھیا۔ کھانے کی یہ رنگت کہ
دونوں وقت بکری کا گوشت، کبھی ترکاری
پڑا اور کبھی اِسٹو۔ ہفتہ میں دو ایک مرتبہ پلاؤ
اور زردہ ضرور۔ دونوں وقت گھی کی چھنکار
بڑے زور سے ہوتی ہے۔ بگھار کی خوشبو سونگھنے
والوں کے منہ میں پانی بھر بھر آتا ہے۔ غرض کہ
روز کا کمانا اور روز گنوانا۔

ایک دن چھدامی کی بیوی سوشیلا نے
لالہ جی سے کہا۔ لالہ جی! کہنے کو ہمارا پڑوسی
میاں ایک غریب آدمی ہے مگر کھانے میں
دونوں وقت اس زور کی چھنکار ہوتی ہے اور
ایسی مہک نکلتی ہے کہ ہم نے اپنے یہاں کبھی
نہیں دیکھی۔ مدت سے دیکھتے دیکھتے آج میں
نے تم سے کہا ہے۔ تم سیٹھ اور لکھ پتی آدمی ہو
آج سے تم بھی اسی طرح کے کھانے کھایا کرو۔ اور
اسی لئے آدمی کماتا ہے۔

چھدامی۔ سیٹھانی! ہم بنئے ہیں۔ ہمارے
یہاں ایسی باتیں بُری سمجھی جاتی ہیں۔ کھانا تو
صرف تندرستی کے لئے بنایا گیا ہے۔ مزے لینے
اور صبیحہ سلونی کرنے کے لئے نہیں بنایا گیا۔ تم اپنی
اور میری تندرستی دیکھ لو۔ اچھی خاصی کٹھیا کے
پھیر میں ہیں اور ذرا اُس وضعدار خاں کو بھی
دیکھ لو۔ سوکھا سا کھالک لک سا ہے۔ آج
کھائے کل ٹھیک نہیں۔ تم اچھی خاصی سیٹھانی
بنی بیٹھی ہو۔ اگر ہمارے یہاں بھی ایسے ہی
چھنکارے ہوتے تو آج کہیں جوتیاں چٹخاتے
نظر آتے۔ بھگوان کا دیا سب کچھ ہے۔ جو مرضی
چاہے کھاؤ مگر دوسروں کی حرص مت کرو۔

غرض کہ چھدامی نے اونچ نیچ سمجھا کر سشیلہ
کو خاموش کر دیا۔ لیکن تھوڑی دیر سوچ کر
بولا۔ اچھا سیٹھانی! ایسے تمہاری سمجھ میں

نہیں آئے گا۔ اب ایک کام کرو۔ کل سویرے گجردم تم کسی نہ کسی طرح ایک تھیلی میں ننانوے روپے بند کر کے وضعدار کے گھر میں اس طرح ڈال دو کہ کسی کو کانوں کان خبر نہ ہو۔

سوشیلہ۔ ایسی رام نے ہماری کیا بدھی (عقل) ماری ہے کہ اپنے دھن کو یوں ہی پھینک دیں

سیٹھ جی۔ تم ایسا کر کے دیکھنا تو۔ پھر اس کا اصلی مطلب تمہیں مل جائے گا۔ مگر خبردار میرے اور تمہارے سوا اور کسی کو معلوم نہ ہو نہیں تو کام بگڑ جائے گا

سوشیلہ نے ایک تھیلی میں ننانوے روپے بند کئے اور دوسرے دن صبح سویرے وضعدار کے جاگنے سے پہلے اُس کے آنگن میں پھینک دئے

(باقی آئندہ) مولوی اللہ بخش انصاری جلبیری

انڈا چرا کے بلّی مرغی کا لے چلی ہے
اچھا نہیں نتیجہ چوری کا دیکھتے ہو
مطلب یہ غور کرنا اے ہونہار بچو
عزّت سے چاہتے ہو رہنا اگر جہاں میں

مرغی کی چونچ میں یوں بلّی کی دم دبی ہے
بلّی خطا پہ کیسی بھیگی سی ہو گئی ہے
چوری بہادری کو بزدل بنا رہی ہے
چوری کبھی نہ کرنا عادت یہ بُری ہے

(نشتر۔ بلرامی)

غیبی اصلاح

فیروز دہلی کا ایک مشہور تاجر ہے۔ اس کے دو بچے ہیں۔ ایک لڑکی زہرہ نام۔ دوسرا لڑکا جس کا نام ضمیر ہے۔ ضمیر ایک اسکول میں تعلیم پاتا ہے۔ زہرہ سے عمر میں چھوٹا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ ماں باپ اس سے بہت محبت کرتے ہیں والدین کے لاڈ پیار اور چاؤ چونچلوں نے ضمیر کی عادت کو بہت بگاڑ دیا ہے۔ خصوصاً کھیل کود کا وہ بہت مشتاق ہے اور اس سے بھی بڑھ کر وہ جھوٹ بولنے کا عادی ہو گیا ہے۔ بات بات پر جھوٹ بولتا ہے۔ کئی بار اسکول میں جھوٹ بولنے کی وجہ سے پٹ بھی چکا ہے۔ لیکن پھر بھی دروغگوئی سے باز نہیں آتا۔ ماں نے بارہا قصے سنا کر، نصیحتیں کر کر کے سمجھایا کہ بیٹا جھوٹ بولنا بُرا ہے۔ ماسٹر صاحب نے اکثر مرتبہ پیار محبت سے، ڈانٹ سے، ڈپٹ سے غرض جس طرح بھی ہو سکا بتایا کہ جھوٹ نہ صرف دنیا میں ذلیل کرتا ہے بلکہ مرنے کے بعد بھی سزا ملتی ہے۔ ضمیر سر کے اشارے سے۔ زبان کی ہوں ہاں سے یہ یقین دلانے کی کوشش کرتا کہ اب جھوٹ نہیں بولے گا لیکن وہ کبھی اپنے عہد پر قائم نہ رہتا۔

ساون کا مہینہ۔ برسات کا موسم۔ کون ہے جس کا دل سیر کو نہیں چاہتا۔ خصوصاً اہلِ دہلی اس موقع پر سیر و تفریح کے لئے قطب صاحب کے تو ضرور چکر لگاتے ہیں۔ ضمیر دن بھر میں پچاسوں لوگوں کو جاتے ہوئے دیکھتا اور سینکڑوں کو کی زبان پر قطب صاحب، حضرت نظام الدین اور اوکھلے کا ذکر سنتا۔ دل میں امنگ پیدا ہوتی مگر مجبوراً جذبات کو دباتا۔

ایک روز اپنے تین چار ہمجولیوں سے صلاح مشورہ کر کے جمعرات کی صبح کو قطب صاحب سیر کی غرض سے چلا گیا۔ تمام دن سیر میں مصروف

رہا۔ اسکول میں اس روز تعطیل نہیں تھی لیکن ضمیر نے اپنی والدہ سے جھوٹ کہدیا کہ ہیڈ ماسٹر صاحب نے آج چھٹی دے دی ہے۔ اگلے روز جمعہ کی چھٹی ہونے کی وجہ سے ضمیر نہایت بے فکر رہا۔ شام کو تھکا ہارا گھر پہونچا اور کھانا کھاتے ہی بستر پر دراز ہوا اور تھوڑی ہی دیر میں سو گیا۔

کہتے ہیں کہ خواب خیالات کا آئینہ ہوتا ہے، جو خیالات انسان کے دماغ پر زیادہ مضبوطی کے ساتھ قبضہ جما لیتے ہیں وہ رات کو سوتے میں بھی پریشان کرتے ہیں۔ چنانچہ ضمیر میاں بھی رات بھر جھوٹ بولنے کی وجہ سے خواب میں کبھی ماسٹر صاحب سے پٹتے۔ کبھی بینچ پر کھڑے ہوتے کبھی اپنے ہم جماعتوں میں شرمندہ ہوتے اور کبھی والدہ کو نصیحت کرتے دیکھتے اور بار بار چونک اُٹھتے اور پھر چادر میں منہ لپیٹ لیتے۔ لیکن رات کا آخری خواب نہایت ہی پریشان کن ثابت ہوا دیکھتا ہے کہ مدت سے بیمار پڑا ہے۔ موت کا وقت قریب ہے۔ ماں باپ۔ عزیز اور رشتے دار پاس بیٹھے ہوئے آنسو بہا رہے ہیں۔ ماں لپٹ لپٹ کر منہ چومتی ہے۔ بہن جھپٹ جھپٹ کر بلائیں لیتی ہے کہ ایک آخری ہچکی آئی اور روح عالم بالا میں پہونچ گئی۔ اب نہ ماں پاس ہے نہ باپ نہ یار دوست اکیلا ایک لق و دق میدان میں پڑا ہے۔ عجیب یاس کا عالم ہے کہ اتنے میں دو فرشتے آئے۔ ایک بولا "کیا یہی ضمیر ہے؟" دوسرے نے جواب دیا: "دیکھتے نہیں۔ صورت سے کتنا بھولا بھالا نظر آرہا ہے؟ مگر مکر و فریب اور جھوٹ سے اپنے والدین اور ساتھیوں کو پریشان کر رکھا تھا۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے جھوٹے پر جسقدر عذاب نازل کیا جاوے وہ کم ہے"۔ یہ کہا اور ضمیر پر گھونسوں اور لاتوں کی بارش برسادی۔ پھر اس پر سانپ اور بچھو چھوڑے جنہوں نے بیچارے ضمیر کو ڈس ڈس کر ہلکان کر دیا۔ پھر لوہے کی [illegible] سے ضمیر کے جسم پر مارنا شروع کیا [illegible] جسم لہو لہان ہوگیا۔ وہ ماہی بے آب کی طرح تڑپتا، چیختا اور چلاتا تھا۔ [illegible]

کوئی مدد کے لئے نہ آتا تھا۔ ضمیر پٹ رہا تھا۔ سختیوں پر سختیاں ہو رہی تھیں اور اب سزا ناقابل برداشت ہوتی جا رہی تھی کہ یکایک وہ چلّا اٹھا "خدا کے لئے اب کے مجھے معاف کر دو۔ پھر کبھی جھوٹ نہ بولوں گا" اتنے میں ایک تیز بجلی کی سی روشنی ہوئی اور ہر طرف دن سا نکل آیا۔ فرشتوں کا پٹنا اور ضمیر کی چیخ پکار ایک دم موقوف ہو گئی۔ ضمیر حیران تھا کہ کیا ہوا۔ یکایک اُس کے کان میں آواز پڑی "ملزم کو حاضرِ دربار کرو" ضمیر کانپ گیا۔ فرشتے سمٹ کر ایک طرف ہو گئے اور ضمیر کو کھینچتے ہوئے لے چلے اور تھوڑی ہی دیر میں ایک بہت بڑے دربار میں پہونچے جہاں ہزاروں آدمیوں کے مقدمے فیصل ہو رہے تھے۔

دربار آراستہ تھا لیکن کرسیِ عدالت پر کوئی نظر نہ آتا تھا۔ کمرہ ایک عجیب قسم کی روشنی سے جگمگا رہا تھا۔ مگر ضمیر کے چہرے پر گناہ کی سیاہی چھا رہی تھی۔ ہر طرف خاموشی چھائی ہوئی تھی کہ غیب سے ایک آواز گونجتی ہوئی سنائی دی "جھوٹے پر خدا کی لعنت" اور اس کے ساتھ ہی بہت سی آوازیں باہم آئیں "لعنت لعنت" اب پھر خاموشی چھا گئی۔ ضمیر خوف سے تھرتھر کانپ رہا تھا اور رو رہا تھا۔ گھگھی بندھی ہوئی تھی آواز نہیں نکلتی تھی۔ مگر سخت کوشش کے بعد رُک رُک کر کہنا شروع کیا "اب کے معاف کر دو۔ آئندہ ہرگز جھوٹ نہیں بولوں گا۔ مجھے ایک بار اور موقع دیا جائے۔"

ضمیر نے آہستگی سے نظر اٹھا کر فرشتوں کے چہروں پر نگاہ کی۔ دیکھا کہ دونوں فرشتے اُس کو گھور گھور کر دیکھ رہے ہیں۔ اُن کی تیز اور چمکیلی آنکھیں اُس کو تک رہی ہیں۔ مگر اُن کی زبان خاموش ہے۔ غالباً وہ بھی کسی غیبی فیصلے کے منتظر تھے۔

آواز آئی "اس جھوٹے مکّار کو کنوئیں میں ڈھکیل دو"۔ آواز کا آنا تھا کہ فرشتوں نے ضمیر کو اٹھا کر ایک کنوئیں میں گرا دیا۔ کنوئیں میں گرتے ہی ضمیر نے ایک چیخ ماری اور اُس کی آنکھ کھُل گئی۔ دیکھا فرش پر پڑا ہے۔ کنوئیں میں

کیا گرا ہے گویا چارپائی سے فرش پر آگرا۔ ماں کھڑی ہوئی پکار رہی ہے۔ زہرہ بلا رہی ہے مگر ضمیر خاموشی سے چاروں طرف دیکھتا ہے اور پھر آنکھیں بند کرلیتا ہے۔ انتہائی دہشت اور ڈر سے اس کا جسم کانپ رہا ہے۔ رنگت سفید ہو رہی ہے۔ ہاتھوں میں سکت ہے نہ جسم میں طاقت۔ نہ زبان میں بولنے کی قوت۔ دیر تک یہی حالت رہی کہ دفعتاً ماں نے اٹھا کر کلیجے سے لگا لیا اور پیار سے کہنے لگیں "بیٹا! کیوں حیران ہو؟ کیا بات ہے؟ آج جمعہ ہے۔ اٹھو۔ نہاؤ۔ دھوؤ۔"

ضمیر کو اب یقین آیا کہ جو کچھ دیکھا وہ محض ایک خواب تھا اور اب وہ اپنی ماں کی آغوش میں ہے۔ لیکن اس پر خوف بیحد چھایا ہوا تھا۔ یکبارگی چلا اٹھا اماں مجھے بچاؤ فرشتے مجھے مارے ڈالتے ہیں۔ بچھو کاٹ رہے ہیں۔ سانپ ڈس رہے ہیں۔ اب کبھی جھوٹ نہیں بولے گا۔" اتنا کہا اور بے ہوش ہو گیا۔ آنکھیں بند ہوگئیں سانس تیز تیز چلنے لگا۔ جسم پھکنے لگا۔ تھوڑی دیر میں ضمیر کو بہت زوروں کا بخار ہو گیا۔

ضمیر کی ماں یہ حالت دیکھ کر گھبرا گئیں آنسوؤں کا تار بندھ گیا اور ضمیر کا سر اپنی گود میں لے لیا۔ نوکر کو ضمیر کے باپ کو بلانے کے لئے دوکان پر بھیجا۔ نوکر نے دکان پر خبر کی تو فوراً کا کلیجہ دھک سے ہو گیا۔ کہنے لگے "الٰہی خیر ہو میں تو اسے بھلا چنگا سوتا چھوڑ آیا ہوں پل بھر میں کیا ہو گیا" دکان منشی کے سپرد کر کے فوراً گھر پہنچے۔ ضمیر کی نبض پر ہاتھ رکھا۔ جسم کو چھوا واقعی شدت کا بخار چڑھا ہوا تھا۔ باپ کے ہلانے جلانے پر ضمیر نے آنکھیں کھولدیں باپ کا چہرہ غور سے دیکھا۔ پھر یکبارگی چلا اٹھا "اماں مجھے بچاؤ۔ فرشتہ آگیا۔ اس سے کہدو کہ اب میں کبھی جھوٹ نہیں بولوں گا" یہ کہا اور پھر آنکھیں بند کرلیں اور بے ہوش ہو گیا۔

باپ نے بہت جلد ایک قابل ڈاکٹر کو بلا کر اس کا علاج شروع کرا دیا۔ ڈاکٹر [illegible] فکر کی بات نہیں ہے [illegible] دیکھنے کی وجہ سے [illegible]

علاج پر علاج ہوتے رہے۔ دن پر دن گذرتے گئے مگر ضمیر کی عرصہ تک یہی حالت رہی۔ جب کبھی ضمیر کو ہوش آتا تو یہی کلمات اس کی زبان سے نکلتے "میں کبھی جھوٹ نہیں بولوں گا مجھے معاف کرو"

ضمیر اب بہت کمزور ہو گیا تھا۔ رفتہ رفتہ تندرست ہونے لگا۔ اب وہ فقرہ بھی بھول گیا تھا جس کو ہر وقت اپنی زبان سے کہا کرتا تھا۔ ضمیر کی ماں ہر وقت اپنے بچّے کی تندرستی کے لئے دعائیں مانگا کرتی تھی۔

ایک دن ضمیر کے ماں باپ دونوں پاس بیٹھے ہوئے دعائیں مانگ رہے تھے کہ الٰہی اب تو ہمارے بچّے کی سختی دور کر۔ اتنے میں ضمیر نے آنکھیں کھول دیں۔ اب وہ تندرست ہو گیا تھا۔ وہ اٹھ کر بیٹھ گیا۔ ماں باپ کو سلام کیا اور کہنے لگا۔ امّی جان میں کبھی جھوٹ نہیں بولوں گا۔ آج میں سچے دل سے توبہ کرتا ہوں۔ میں نے جھوٹ بولنے کی وجہ سے بہت تکلیف اٹھائی اور آپ کو بھی تکلیف دی"۔ پھر اس نے اپنے خواب کا سارا حال کہہ سنایا۔ ضمیر کے ماں باپ ضمیر کو تندرست دیکھ کر بہت خوش ہوئے۔ انھیں اِس بات کی بھی بے حد خوشی تھی کہ خواب کے ذریعہ سے ضمیر کی اصلاح ہو گئی۔

اب ضمیر نے واقعی سچے دل سے جھوٹ بولنے سے توبہ کی تھی۔ اِس بُری عادت کے چھوڑنے سے اُس کی بہت سی دوسری برائیاں بھی چھوٹ گئیں۔ اپنا اسکول کا کام نہایت محنت اور جانفشانی سے کرنے لگا۔ تھوڑے سے ہی عرصہ میں وہ محنت کر کے بہت سے ساتھیوں سے آگے نکل گیا اور اپنی جماعت کے ہوشیار طالب علموں میں شمار کیا جانے لگا۔ اپنا چال چلن اچھا رکھنے کی وجہ سے اُس کو انعام میں کئی تمغے بھی ملے ہیں۔ یار دوست، ماں باپ اور اُستاد سب اس سے خوش ہیں کیونکہ اب وہ ایک سچا اور فرماں بردار لڑکا ہے۔

(محمد یسین بی اے۔ بی ٹی)

باغ کی سیر

صبح سویرے آج اُٹھا میں — سیر کی خاطر باغ گیا میں
وقت سہانا سرد ہوا تھی — دل کش اور پُر لطف فضا تھی
کلیوں کی مہکار غضب تھی — چڑیوں کی چہکار عجب تھی
فرش وہاں سبزے کا بچھا تھا — اُس پر پانی لوٹ رہا تھا
سبزے پر قطرے جو پڑے تھے — مخمل پر موتی سے جڑے تھے
ہر سو چشمے پھوٹ رہے تھے — اور فوارے چھوٹ رہے تھے
ایک طرف تھی نہر بھی جاری — سُتھری سُتھری پیاری پیاری
کچھ بیلیں بھی زمیں پہ پڑی تھیں — کچھ بیلیں ٹٹی پہ پڑی تھیں
صاف اور ستھری تھی ہر پٹری — اُس پہ سُرخ کُٹی تھی بجری
پھول کھلے تھے پیارے پیارے — سب سے انوکھے سب سے نرالے
پودے ہر سو جھوم رہے تھے — سبزے کا منہ چوم رہے تھے
ایک طرف کیلا تھا اکیلا — ایک طرف بیلا البیلا
ایک طرف کمرکھ زرد آلو — ایک طرف جامن شفتالو
ایک طرف آم اور کٹھل تھے — ایک جا انجیر اور بڑھل تھے
ایک طرف لیمو نارنگی — رنگترے کی رنگا رنگی
پھل بھی لگے تھے کچے پکے — کچھ میٹھے تھے اور کچھ کھٹے
دیکھی پھولوں کی رنگینی — سونگھی خوشبو بھینی بھینی
صبح سویرے جو کہ اُٹھے تھے — سیر کی خاطر باغ گئے تھے
سب کے دل مسرور ہوئے تھے — رنج اور غم سب دور ہوئے تھے

نیّر بھی دل شاد تھا اُس دم
وقتِ مبارک باد تھا اس دم

شفیع الدین نیّر

جاپانی بچے

شاید ہی کوئی ہونہار بھائی ایسے ہوں جنہوں نے جاپان کا نام نہ سنا ہو۔ میں اپنے ہونہار بھائیوں کی دلچسپی کے لئے جاپان کے بچوں کا کچھ حال لکھتا ہوں۔

۱۔ جب کسی جاپانی کے ہاں بچہ پیدا ہوتا ہے، تو جاپانی لوگ بہت خوشیاں منایا کرتے ہیں اور اُس بچے کی ماں کی جتنی ملنے والی عورتیں ہوتی ہیں وہ تحفے لے کر بچے کو دیکھنے آتی ہیں تحفوں میں عام طور پر انڈے۔ سوکھی ہوئی مچھلیاں اور کھلونے ہوا کرتے ہیں۔

۲۔ جب بچہ کچھ بڑا ہو جاتا ہے تو اُس کی بہن اپنے ننھے بھائی کو ایک خاص قسم کے تسمے سے اپنی پیٹھ پر باندھ کر کھیلنے لے جاتی ہے۔ اگر دھوپ ہوتی ہے تو چھتری سے اپنے بھائی پر سایہ کئے رہتی ہے۔ اور جاڑا ہوتا ہے تو اپنے کوٹ سے ڈھک لیتی ہے تاکہ اُس بچے کو تکلیف نہ پہونچے۔

۳۔ عام طور پر ایک جاپانی لڑکے کی یہ خواہش ہوتی ہے کہ میں بڑا ہو کر یا تو سپاہی یا کسی جہاز کا کپتان بنوں گا۔ زیادہ تر بچے سپہگری کو پسند کرتے ہیں۔ جاپانی لڑکوں کی عید سال کے پانچویں مہینہ کی پانچویں تاریخ کو ہوتی ہے۔ اُسے جھنڈیوں کا تہوار کہتے ہیں کیونکہ اُس روز ہر ایک مکان کی چھت پر بڑی بڑی کاغذ کی بنی ہوئی مچھلی کی شکل کی جھنڈیاں اُڑائی جاتی ہیں۔ اُس دن دکانیں کھلونوں سے بھری ہوتی ہیں۔ کھلونے بڑے بڑے جہاز کے کپتانوں، سپہ سالاروں اور عام سپاہیوں کی شکل کے بنے ہوئے ہوتے ہیں۔

۴۔ سال کے ایک خاص دن میں چھوٹی چھوٹی لڑکیاں اپنی گڑیوں کی طرف سے اپنی چھوٹی سہیلیوں کو دعوت دیتی ہیں۔ گھروں کو

سجاتی ہیں اور اپنی خوب صورت گڑیوں کو عمدہ لباس پہنا کر سہیلیوں کے گھر جاتی ہیں اور اُن کا یہ سارا دن ہنسی مذاق میں گزر جاتا ہی

۵۔ جاپانی بچے گُڈّیاں اُڑانے کے بہت شائق ہوتے ہیں اور ہندوستان کے لوگوں کی طرح سے گُڈّیاں کاٹنے کے لئے مانجھا استعمال کرتے ہیں اور جب کسی کی گُڈّی کٹ جاتی ہے تو سب بچّے خوش ہوتے ہیں اور تالیاں بجاتے ہیں اور لڑکیاں دن کے وقت گھروں میں صابن کے بُلبلے اُڑاتی ہیں اور شام کو جگنو پکڑتی ہیں اور جگنوؤں کو اپنے پنکھوں سے اِدھر سے اُدھر اُڑاتی ہیں۔

۶۔ جاپانی بڑے ہوں یا بچّے بہت ہی خلیق اور ملنسار ہوتے ہیں۔ جب کوئی لڑکا اپنے دوست سے ملنے جاتا ہے تو وہ اوکڑوں اپنی ایڑیوں کے بل بیٹھ کر اپنے دوست کی طرف جھکتا ہے۔ یہاں تک کہ اُس کی پیشانی زمین سے لگ جاتی ہے۔ یہ اُن بچوں کا قومی سلام ہے۔ جاپانی بچے بڑی تہذیب سے باتیں کرتے ہیں۔ تمام جاپانی بچوں کو بڑوں کا لحاظ کرنا، غریبوں پر ترس کھانا اور کمزوروں کی مدد کرنا۔ اپنے ملک اور قوم کی خدمت کرنا بہت چھوٹی عمر میں سکھا دیا جاتا ہے۔ (ترجمہ)

محمد ثناء اللہ از کلکتہ

ہندوستان کے کالج اور اسکول

آرٹ کالج ...	۲۱۱
خاص اسکول ...	۷۷۰۴
قانونی کالج ...	۱۳
طبّی کالج ...	۸
انجینئرنگ کالج ...	۷
ٹریننگ کالج ...	۲۱
زراعتی کالج ...	۵
وٹیرنیری کالج ...	۳
تجارتی کالج ...	۱۴
جنگلات کے کالج ...	۲
ہائی اسکول ...	۲۹۰۳
مڈل اسکول ...	[illegible]
مڈل ورناکیولر اسکول ...	[illegible]۹۹
پرائمری اسکول ...	[illegible]۹۹

ایک لالچی چوہے نے اپنا سیب کھو دیا

دریا کے کنارے اک چوہا
اک سیب اٹھا کر لے آیا
ساتھی نے کہا دو نصف مجھے
اُس نے یہ کہا کیوں دُوں میں تجھے
مچھلی نے جو دیکھی یہ حرکت
سوچی کہ بناؤں گی دُرگت

دُم نیچے تھی لٹکی چوہے کی
فوراً ہی پکڑ کر بس کھینچی
جب لالچی چوہے نے دیکھا
میں نیچے کو جاتا ہوں کھنچا
تکلیف ہوئی دم گھٹنے لگا
گھبرا کے وہیں پھل چھوڑ دیا
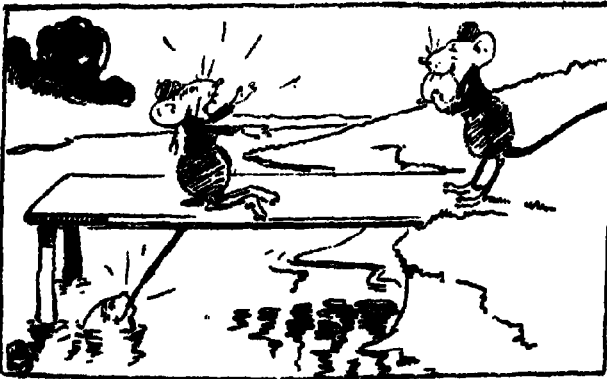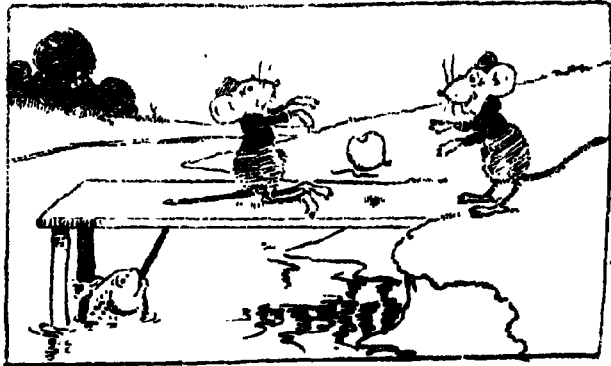
فوراً ہی اُٹھا کر ساتھی نے
پھل خوب ہی کھایا ہنس ہنس کے
کھا کر پھل یہ ساتھی نے کہا
لالچ کا نتیجہ دیکھ لیا؟

(اختر بلرامی)

ایک نصیحت آمیز مکالمہ

(ہیڈ ماسٹر صاحب کرسی پر رونق افروز ہیں۔ سامنے چند لڑکے مودب کھڑے ہوئے ہیں،)

ہیڈ ماسٹر۔ انور بتاؤ آج کلاس میں تم نے کیوں سزا پائی ؟

انور۔ عالی جناب! ماسٹر صاحب نے مجھ کو بلا قصور سزا دے دی اور تمام لڑکوں کے سامنے ذلیل کیا۔

ماسٹر۔ تم نے کوئی سخت غلطی کی ہو گی جس کی وجہ سے تم کو سزا دی گئی۔ بتاؤ کہ آخر تم سے کون سا قصور سرزد ہوا ؟

انور۔ خادم نے جناب ماسٹر صاحب کے عادات و اطوار کی لفظ بلفظ پیروی کی اور سزا پائی

ماسٹر۔ وہ کس طرح ؟

انور۔ ماسٹر صاحب ہمیشہ فرمایا کرتے تھے کہ میرے خط کو سامنے رکھ کر بالکل ویسا ہی خط لکھا کرو۔ چنانچہ میں نے دوسرے حروف کے ساتھ ساتھ ان کے دستخطوں کی بھی مشق کی اور ان کے دستخط کی ہوبہو نقل اپنے اور دوسرے ہم جماعت لڑکوں کی کاپیوں پر اُتار دی۔ جس پر ماسٹر صاحب بے وجہ مجھ سے ناراض ہو گئے اور سخت سزا دی۔

ماسٹر۔ انور! تم کو ان کے خوش خط حروف کی نقل کرنی چاہئے تھی نہ کہ اُن کے دستخط کی۔ یاد رکھو کہ دوسروں کے دستخط کی نقل کرنا جعل سازی کہلاتا ہے اور سرکاری قانون کی رو سے یہ بہت بڑا جرم ہے۔ آئندہ کبھی ایسی غلطی نہ کرو۔ ایسے ناجائز کام کی وجہ سے تم کو جو سزا دی گئی ہے وہ بالکل مناسب ہے۔ بشیر! تم نے کس وجہ سے سزا پائی ؟

بشیر۔ جنابِ عالی! میں نے بھی جناب ماسٹر صاحب کی پیروی کی اور بجائے انعام کے سزا پائی۔

ماسٹر۔ وہ کیوں کر ؟

بشیر۔ جب کوئی طالب علم

یا گالی دیتا تو ماسٹر صاحب ایسے طالب علم کو
ضرور ہی سزا دیتے تھے چنانچہ مدرسے سے آتے
وقت وزیر نے میرا منہ چڑایا اور گالی بھی دی۔
مجھے سخت غصہ آیا اور میں نے اُس کے منہ
پر زور سے ایک تھپڑ مارا تاکہ وہ آئندہ ایسی
شرارت سے باز رہے۔ اُس نے آتے ہی
ماسٹر صاحب سے میری شکایت کی اور ماسٹر
صاحب بجائے اِس کے کہ خوش ہوتے
انھوں نے اُلٹی مجھے سزا دی۔ کیا یہ ناانصافی
نہیں ہے۔ کیونکہ میں نے تو انھیں کی پیروی کی تھی

ہیڈ ماسٹر۔ دیکھو بشیر! تم یہاں بہت بڑی
غلطی کر رہے ہو۔ شریف اور نیک لڑکوں
کو چاہیئے کہ وہ گالی کا جواب سر بازار لڑ جھگڑ کر
ہرگز نہ دیں۔ بازاروں میں لڑنا جھگڑنا اور
گالی گلوج کرنا شریفوں کا کام نہیں ہے۔ اگر
تم کو کسی سے شکایت ہو تو ماسٹر صاحب سے
اُس کا ذکر کر دیا کرو اور آئندہ ایسے کاموں
سے باز آؤ۔

ہیڈ ماسٹر۔ اچھا رشید اب بتاؤ تم نے کیوں سزا پائی۔

رشید۔ جناب! لکھنے کی وجہ سے۔

ماسٹر۔ کیا کہتے ہو لکھنے کی وجہ سے۔ وہ کیسے؟

رشید۔ جناب آپ جانتے ہیں کہ ہر ایک استاد
ہر روز کچھ نہ کچھ بورڈ پر لکھا ہی کرتا ہے۔ اُن کو
لکھتے دیکھ کر مجھے بھی لکھنے کا شوق ہوا اور میں
نے پنسل اور چاک سے مدرسہ کی دیواروں
پر اور بعض لڑکوں کی پیٹھ پر لکھدیا۔

ہیڈ ماسٹر۔ رشید کیا تم اتنا بھی نہیں جانتے کہ
مدرسے کی دیواروں پر بے کار باتیں لکھنا
اور اس طرح مدرسہ کی دیواروں کو غلیظ کرنا
بہت برا ہے۔ اِسی طرح کسی طالب علم کی
پیٹھ پر کچھ لکھ کر اُس کے کپڑے خراب کرنا اس
سے بھی بُرا ہے۔ یاد رکھو کہ آئندہ سے ایسے
برے کام کروگے تو مدرسے سے خارج کر دئے
جاؤگے۔ (ہیڈ ماسٹر اور لڑکے چلے جاتے ہیں اور
ایک مدرس اور دوسرے لڑکے داخل ہوتے ہیں)۔

مدرس۔ امیر! میں نے سُنا ہے کہ تم سگریٹ
پیا کرتے ہو!

امیر۔ ہاں جناب کبھی کبھی پی لیا کرتا ہوں۔

مدرس ۔ کیا تم نہیں جانتے کہ سگریٹ ایک
ناپاک چیز ہے اور اس کا استعمال صحت کے
لئے بہت خطرناک ہے۔
امیر۔ جناب! کیا سگریٹ ناپاک چیز ہے!
اور صحت کو خراب کرنے والا ہے۔ اگر واقعی
ایسا ہی ہے تو بڑے بڑے صاحب لوگ اس کا
استعمال سر بازار کرتے ہوئے کیوں نہیں شرماتے!
مدرس ۔ اچھا یہ بتاؤ کہ یہ خراب عادت تمہیں
کب سے شروع ہوئی؟
امیر۔ تقریباً چار ماہ سے۔
مدرس ۔ تم سگرٹ کہاں سے حاصل
کرتے ہو جب کہ تمہارے والد تم کو فضول ایک
پیسہ بھی خرچ کرنے کے لئے نہیں دیتے؟۔
آخر اتنے سگرٹ آتے کہاں سے ہیں؟
امیر۔ جناب۔ گھر سے حاصل کرتا ہوں۔ گھر
میں بے شمار سگریٹ پڑے ہوئے ہوتے
ہیں ان میں سے چند روزانہ میں بھی نکال لیا کرتا ہوں
مدرس۔ کس کی اجازت سے؟
امیر۔ جناب اس میں اجازت کی کیا
ضرورت ہے۔ ہر وہ چیز جو گھر میں موجود
ہوتی ہے اس کے استعمال کی مجھ کو عام
اجازت ہے۔
مدرس ۔ اس طرح تم اپنی آزادی کا
ناجائز فائدہ اٹھا رہے ہو۔ کیا تم نہیں جانتے
کہ اس طرح کسی چیز کا بلا اطلاع اٹھا لینا خواہ
وہ گھر ہی کی چیز کیوں نہ ہو چوری کرنا کہلاتا ہے
کیا تم یہ خیال کرتے ہو کہ تمہارا یہ فعل تمہارے
والدین کو پسند ہے؟
امیر۔ جناب۔ میں نے اس سوال پر غور ہی
نہیں کیا اس لئے جواب دینے سے معذور ہوں
مدرس۔ اچھا تم نے یہ عادت کس سے سیکھی؟
امیر۔ اپنے والد بزرگوار اور اُستادوں سے
جب سے میں نے ہوش سنبھالا میں نے
دیکھا کہ میرے والد اور چند استاد اکثر سگریٹ
پیتے ہوئے نظر آتے ہیں اور اپنے دوست
احباب کی خاطر و تواضع بھی اکثر سگریٹ
سے کرتے ہیں۔ اِن واقعات کو ایک عرصہ
تک دیکھ کر میرے دل میں بھی خیال ہوا

...ا ایک ضروری جزو ...یہ بھی ہے اس لئے میں نے ...سگریٹ نوشی شروع کر دی۔

مدرس۔ امیر! سگریٹ یا دوسری قسم کی اور نشیلی چیزوں کا استعمال کرنا اپنی صحت کو برباد کر کے موت کو دعوت دینا ہے۔ ایسی بُری عادتوں سے پھیپھڑے خراب ہو جاتے ہیں پھر سخت خطرناک بیماریاں حملہ آور ہوتی ہیں اور اس طرح انسان کی زندگی تباہ اور برباد ہو جاتی ہے۔

ایسے بُرے عادات کے سیکھنے میں خواہ والد ہوں یا اُستاد یا کوئی اور کبھی کسی کی تقلید نہیں کرنی چاہئے۔

امیر۔ عالی جناب! بس اب مجھے معلوم ہو گیا کہ سگریٹ بہت بُری چیز ہے۔ آئندہ سے میں اس کو ہاتھ نہ لگاؤں گا بلکہ جن کو ایسی بری عادتوں میں پھنسا ہوا پاؤں گا ان کو نصیحت کر کے راہِ راست پر لانے کی کوشش کروں گا۔

(بابو راؤ کاشی کر بی اے۔ بلارم)

هز هائی نس نواب رضا علی خاں رولر والئے رام پور

راجپوتی کے لباس میں

سیام کے بہادر لڑکے

جنھوں نے لاٹھیوں سے شیر کو مار گرایا ہے ۔

ہز ایکسی لینسی راجہ سر کشن پرشاد
مہاراجہ بہادر یمین السلطنت
کے سی آئی - ای حیدر آباد دکن -

نواب یوسف علی خاں سالار جنگ بہادر
حیدر آباد دکن

حیدرآباد دکن کی دو مشہور ہستیاں

حیدرآباد دکن میں جن مشہور لوگوں سے میری ملاقات ہوئی اُن کے حالات میں پھر کبھی بیان کروں گا۔ اس وقت مجھے صرف اُن دو مبارک ہستیوں کا ذکر کرنا ہے جو اپنی قابلیت شرافت اور نیک کاموں کی وجہ سے حیدرآباد دکن ہی میں نہیں بلکہ تمام ہندوستان میں مشہور ہیں۔ ان دونوں معزز حضرات کی تصاویر سامنے کے صفحہ پر دی ہوئی ہیں۔ یعنی

(۱) ہز اکسیلنسی مہاراجہ کشن پرشاد بہادر یمین السلطنت

(۲) سالار جنگ نواب یوسف علی خاں بہادر

یہ وہ قابلِ فخر ہستیاں ہیں جو ہمیشہ غریبوں کی مدد کرتی ہیں اور جن کے یہاں ہندو اور مسلمانوں کی کوئی تفریق نہیں ہے۔

مہاراجہ موصوف سے اوال میں دو مرتبہ ملاقات ہوئی۔ میں نے دیکھا کہ وہ ہر شخص کے ساتھ نہایت خندہ پیشانی کے ساتھ ملتے تھے۔ میں نے وہاں اہلِ کمال، شعرا اور نہایت قابل حضرات کا مجمع دیکھا۔ [illegible] کو دیکھ کر بہت خوش ہوئے اور اُس کی [illegible] منظور فرمائی۔ مجھے اُن کے دربار کی جو بات پسند آئی وہ یہ تھی کہ اُن کے یہاں ہندو اور مسلمان کی کوئی تمیز نہ تھی۔

اسی طرح میں نواب سالار جنگ سے ملا۔ میں نے دیکھا کہ اُن کے دروازے پر غریبوں اور حاجتمندوں کی بھیڑ لگی ہوئی تھی۔ معلوم ہوا کہ روزانہ لوگ اسی طرح آتے ہیں اور اُن کی ضرورتیں پوری کی جاتی ہیں۔ سینکڑوں یتیموں، بیواؤں اور محتاجوں کے لئے نواب صاحب کے یہاں سے تنخواہ مقرر ہے۔ بہت سے [illegible] طالب علموں کو خواہ وہ ہندو ہوں یا مسلمان [illegible] ملتا ہے۔ نواب سالار جنگ بہادر نے [illegible] پسند فرمایا اور اُس کی خریداری بھی منظور فرمائی۔

حقیقت یہ ہے کہ ہندوستان کے [illegible]

اگر ان دونوں بزرگوں کی [illegible]

مسلمانوں میں [illegible]

کسان اور بادل

موہن اور سوہن دو دوست تھے۔ موہن ہمیشہ چیزوں میں بُرائیاں دیکھا کرتا۔ اس کے خلاف سوہن ہمیشہ ہر بات میں کچھ نہ کچھ اچھائی بیان کرتا۔

ایک دن یہ دونوں دوست بیٹھے ہوئے آپس میں گفتگو کر رہے تھے۔ غالباً اپنے بچپن کے زمانے کی بات چیت کر رہے تھے کہ ہمارے اور تمہارے درمیان اس زمانہ میں کیسا میل تھا کہ دونوں ہمیشہ ساتھ ساتھ رہتے تھے۔ اسی گفتگو میں بادل آگئے اور تھوڑی ہی دیر میں سارے آسمان پر چھا گئے۔

موہن بولا۔ اب تھوڑی دیر میں بارش ہوگی۔ بڑے بڑے اولے پڑیں گے جن سے ہماری ساری فصلیں برباد ہو جائیں گی اور ہم غریب ہو جائیں گے۔

سوہن نے کہا: نہیں بارش نہیں ہوگی اور اگر ہوگی بھی تو ہلکی سی پھوار پڑے گی۔ اور اس سے فصلیں زیادہ سرسبز ہو جائیں گی اور ہم سب امیر ہو جائیں گے۔"

موہن نے کہا: "نہیں صاحب ایسا نہیں ہوگا۔"

سوہن نے اکڑ کر کہا: "ایسا ہوگا اور ضرور ہوگا"

تھوڑی دیر میں دونوں میں تکرار شروع ہو گئی اور باہم لپاڈکی ہونے لگی۔ ابھی یہ جنگ ختم نہ ہونے پائی تھی کہ سرد ہوا کا ایک تیز جھونکا آیا جو اپنے ساتھ آسمان سے تمام بادلوں کے ٹکڑوں کو اڑا کر لے گیا۔

(مبشر علی ساغر بدایونی از کانپور)

چند کام کی باتیں

۱۔ اگر عزت حاصل کرنا چاہتے ہو تو ہر ایک سے خندہ پیشانی سے ملو
۲۔ فکر سے عمر کم ہوتی ہے
۳۔ محنتی شخص کبھی مفلس نہیں رہتا۔
۴۔ جو شخص کسی کا دل دکھاتا ہے وہ اپنا قدم مصیبت کے دروازہ پر جاتا ہے۔

مبشر علی۔ بدایونی

شام

۱۔ لے کے آرام کا پیام آئی
چھپ گیا سورج اور شام آئی

۲۔ بند چرنا ہوا چرندوں کا
ختم اُڑنا ہوا پرندوں کا

۳۔ کام کرتے تھے دن کو جو مزدور
گھر چلے اپنے ہو کر چور

۴۔ گھر کو لوٹا ہے اپنے چرواہا
گنگناتا وہ آتا ہے آہا

۵۔ پڑھ پڑھا کر گھر آ گئے بچے
بلکہ بیٹھے ہیں اب تو کھا پی کے

۶۔ یاد کرنا ہے کوئی کل کا سبق
کوئی یوں ہی الٹتا ہے ورق

۷۔ نیند کا ہو رہا ہے متوالا
لے لو وہ پڑھتے پڑھتے سو بھی گیا

۸۔ اب سبق خواب میں کرے گا یاد
دیکھیں کل کیا کہیں اُسے اُستاد

۹۔ پوچھا اسلم نے اپنے ابا سے
آپ یہ بات تو ذرا کہئے

۱۰۔ طوطے، مرغے، بئے، چڑے، کوّے
کیوں یہ ہیں شام ہی سے سو جاتے!

۱۱۔ شام سے کچھ یہ بولتے ہی نہیں
اپنے چونچیں یہ کھولتے ہی نہیں

۱۲۔ راستہ رات کو یہ چلتے نہیں
گھونسلوں سے کبھی نکلتے نہیں

۱۳۔ رات کو سیر کرنے جاتے نہیں
دیر کر کے یہ گھر پہ آتے نہیں'

۱۴۔ سُن کے بیٹے کی اپنے یہ گفتار
باپ کہنے لگا کہ برخوردار!

۱۵۔ سنو! ایسے ہیں جانور جتنے
یعنی مرغے، بئے، چڑے، کوّے

۱۶۔ سب یہ ہیں شام ہی سے سو جاتے
کیوں کہ اُٹھتے ہیں تڑکے تڑکے

۱۸۔ صبح بیدار وقت کرتے نہیں
دن چڑھے تک کبھی وہ سوتے نہیں

۱۸۔ یہ ہیں رات کو ستاتے نہیں
یہ ہمارے گھروں میں آتے نہیں

۱۹۔ شب کو پھرتے کہیں یہ جاتے نہیں
یہ ہوا عشیڑوں کی کھاتے نہیں

۲۲۔ تندرستی خراب کرتے نہیں
موت کو یہ بلا کے مرتے نہیں

۲۳۔ تو اسی طرح جو ہیں لوگ اچھے
کام سے شام کو ہیں گھر آتے

۲۴۔ وہ کبھی رات کو بھٹکتے نہیں
ایسی ویسی جگہ پھٹکتے نہیں

۲۵۔ دیر کر کے وہ گھر پہ آتے نہیں
بیوی بچوں کو وہ ستاتے نہیں

۲۶۔ شب کو کنڈی وہ کھٹکھٹاتے نہیں
سونے والوں کو وہ جگاتے نہیں

۲۷۔ ہاں تو کہنے کو تھا میں اے بیٹا!
یہ پرندوں سے ہے سبق ملتا

۲۸۔ ہم کو بھی چاہئے ہے بات یہی
کہ نہ بیکار کھوئیں رات اپنی

۲۹۔ تم لگے لو جمائیاں لینے
جاؤ آرام اب کرو بیٹے!

حضرت سروش از بمبئی

طلبہ کے مضامین

سچائی و راستی

راستی سیدھی سڑک ہے جس میں کچھ کھٹکا نہیں
کوئی رہرو آج تک اِس راہ میں بھٹکا نہیں

لفظ سچ دو حرفوں سے مُرکب ہے "س اور چ" ہے۔ لیکن نہ معلوم اِس دو حرفی لفظ میں کون سا سحر اور جادو ہے کہ بڑے بڑے جبّار اور ظالم بادشاہ اِس کو پسند کرکے سچ بولنے والوں کے گرویدہ ہو جاتے ہیں۔ جتنے نبی، رسول، رشی، منی اور نیک لوگ گمراہوں کی ہدایت کے لئے آئے سب نے سچائی کو اپنا شعار بنایا اور اپنے پیروؤں کو بھی اِس کی ہدایت کی۔ کوئی آسمانی کتاب انجیل ہو یا زبور، توریت ہو یا قرآن یا اور کوئی کتاب جملہ کتب اخلاق اور سچائی کی تعلیم سے پُر ہیں جس چیز میں لفظ سچ یا اس کا ہم معنی لفظ استعمال ہوتا ہے لوگ اُس کو عزت کی نگاہ سے دیکھتے ہیں۔ چنانچہ سچی محبت اور سچی دوستی کی عزت کی جاتی ہے۔ سچّی بات قابلِ قبول ہوتی ہے۔ کھری چاندی دل پسند ہوتی ہے۔ کھرے سونے پر لوگ جان دیتے ہیں۔ بڑی بڑی ہیبتیں اسی ایک صفت کے اختیار کرنے سے دور ہوجاتی ہیں اِسی لئے کہا جاتا ہے کہ "سانچ کو آنچ کہاں؟"

حکیم ارسطو نے سکندر اعظم کو نصیحت کرتے وقت سب سے پہلے یہ کہا تھا کہ "خبردار جھوٹ کبھی مت بولنا اور ہمیشہ سچی بات کہنا" ایک حکیم نے اولاد کی پرورش کے بارہ میں لکھا ہے کہ "اُستاد کو راستی کے زیور سے آراستہ ہونا چاہئے تاکہ بچوں پر اُس کا اچھا اثر پڑے اور بچوں کے دلوں میں اس کا وقار قائم رہے۔"

ایک عرب کا قول ہے کہ دانشمند [illegible] کو راستی وسچائی اختیار کرنا چاہئے کہ سچائی جن [illegible] سے محفوظ رکھ سکتی ہے وہ تیز تلوار سے بھی [illegible]

سچائی وہ طاقت ہے کہ جس کے ذریعہ سے
بڑی بڑی مصیبتیں ٹل جاتی ہیں اور دشمن بھی سچے
کی عزت کرنے لگتا ہے اور اپنے بیہودہ حرکات سے
باز آ کر اس کے اشارہ ابرو پر کام کرتا ہے چنانچہ
عبدالقادر جیلانی کا قصہ مشہور ہے کہ جب وہ تعلیم
کے شوق میں ایک قافلہ کے ہمراہ روانہ ہوئے۔
تو راستہ میں ڈاکوؤں نے چھاپہ مارا۔ آپ کی ماں
نے چالیس روپے کرتے میں سی دیئے تھے۔
جب ڈاکو سب کا مال چھین کر ان کے پاس آئے
تو انھوں نے فوراً سچ سچ بتلا دیا کہ میرے پاس
چالیس روپے ہیں۔ ڈاکوؤں پر ان کی سچائی کا
اتنا اثر ہوا کہ قافلہ والوں کا مال واپس کر کے ہمیشہ
کے لئے توبہ کر لی۔

محض راستی اختیار کرنے اور جھوٹ ترک
کرنے سے تمام بُری عادتیں دور ہو جاتی ہیں۔
اگر انسان سچائی پر کاربند ہو تو ہرگز اس سے کوئی
گناہ سرزد نہیں ہو سکتا۔

محفل رسول میں ایک عرب نے دریافت
کیا یا رسول اللہ میں اسلام لانا چاہتا ہوں لیکن
تین بری عادتیں رکھتا ہوں :۔
"چوری۔ شراب خواری۔ دروغ گوئی۔
لوگ کہتے ہیں جب تک ان عادات کو ترک نہ کروں
دائرۂ اسلام میں داخل نہیں ہو سکتا۔ اور مجھ میں ہرگز
اتنی قدرت نہیں کہ تینوں عادتوں کو یک بار گی
چھوڑ سکوں۔ ان تینوں میں سے ایک ترک کر
سکتا ہوں۔ جس کو آپ فرمائیں۔ رسول اکرمؐ نے
ارشاد فرمایا کہ جھوٹ بولنا چھوڑ دو۔ عرب نے یہ بات
منظور کر لی۔ اور باہر نکل کر شراب کا ارادہ کیا۔ لیکن
فوراً اس کو اپنا عہد یاد آ گیا۔ اور خیال کیا کہ اگر
شراب پیوں اور رسول دریافت فرمائیں تو
جھوٹ بول نہیں سکتا۔ کیونکہ عہد کے خلاف
ہوگا اور اگر سچ کہوں گا تو سزا دی جائے گی۔ یہ
سوچ کر وہ شراب پینے سے باز رہا۔ پھر اس نے
چوری کا ارادہ کیا۔ لیکن یہی بات سوچ کر چوری
نہ کی۔ اور رسول اکرمؐ کی خدمت میں حاضر ہو کر کہا
یا رسول اللہ آپ نے مجھے وہ تعلیم دی کہ جس کی
بدولت میں نے تمام بری عادتیں ترک کر دیں
ثابت ہوا کہ دروغ گوئی ترک کرنے

سے تمام بیہودہ عادتوں سے چھٹکارہ ہو جاتا ہے
افسوس ہے ان لوگوں کے حال پر جو سچائی سے
منہ موڑ کر جھوٹ بولنا اپنی عادت بنالیں۔ جھوٹ
کی مثال لکڑی کی اس بناوٹی تلوار کے مثل ہے
جس پر سفید کاغذ چڑھا دیا جائے کہ وہ دور سے
چمکتی ہے۔ لیکن کام کے وقت بے کار ثابت
ہوتی ہے۔ جھوٹ بھی ظاہر میں اچھا معلوم ہوتا ہے
لیکن فوراً ہی اس کے برے نتائج ظاہر ہونے
لگتے ہیں۔ جھوٹ بولنے کا ایک نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ
اس کا کوئی اعتبار نہیں کرتا۔ اور سوسائٹی کی
نظروں میں ذلیل و رسوا رہتا ہے اور اس بیہودہ
حرکت کی وجہ سے سزا بھگتتا ہے۔ چنانچہ بھیڑیا اور
گڈریے کا قصہ ہر شخص جانتا ہے۔ جب جھوٹ
بولنے میں یہ خرابیاں پائی جاتی ہیں تو افسوس
ہے کہ ہم جھوٹ کو ترک نہ کریں۔ انسان کو خداوند
دو عالم نے زیور عقل سے آراستہ کیا ہے لہذا راستی
اور سچائی کا پابند ہو کر خدا کے دوستوں کے گروہ میں
شامل ہو کیوں کہ اللہ تعالیٰ سچوں کو دوست رکھتا
ہے۔ شیخ سعدی نے اپنی ایک تقریر میں کہا کہ اگر جھوٹ
بولنے میں کسی قسم کا فائدہ ہو اور سچ کہنے میں نقصان
ہوتا ہو جب بھی سچ کہنا چاہیئے۔ تاکہ ہمارے اس
فعل سے سوسائٹی پر اچھا اثر پڑے۔ اور آئندہ نسلیں
ہمارے نقش قدم پر چلیں اور وہ دنیا میں اچھی
زندگی بسر کرنے کے لائق ہو سکیں

(سید علی جواد۔ الہ آبادی)

بچوں کو زیور نہیں پہنانا چاہیئے

ہم کو جغرافیہ اور تاریخ کے پڑھنے سے
معلوم ہوتا ہے کہ زیور اور کسی ملک میں نہیں پہنایا
جاتا ہے۔ روم، روس، چین، جاپان، فارس۔
افغانستان، عرب، افریقہ، یورپ، امریکہ، غرضیکہ۔
جہاں بھی جاؤ کسی آدمی نے بیٹا بیٹی کے گلے میں
طوق نہ ڈالے ہوں گے۔ مگر یہ ہندوستان کی
رسم ہے، اور اس جگہ گلے وغیرہ میں طوق ڈالتے
ہیں۔ دوسرے ملکوں میں بیڑیاں ہتکڑیاں
مجرموں کے واسطے ہوتی ہیں۔ لیکن ان میں
صرف یہ فرق ہے کہ وہ لوہے کی ہوتی

اور یہ چاندی کی بنی ہوتی ہیں۔ مگر ہمارے بے گناہ بچے بیڑیاں پہن کر مارے جاتے ہیں۔

آپ نے ہزار بار سنا ہوگا کہ فلاں ساہوکار کا اکلوتا پانچ برس کا بیٹا دس روپے کے زیور کیلئے مارا گیا۔ فلاں بچے کے گلے میں ہنسلی دیکھ کر گلی میں سے کوئی چور پکڑ کرے گیا اور گلا گھونٹ کر مار ڈالا۔ لبا اوقات مجرم بھی اپنے نتیجہ کو پہنچتے ہیں۔ قید ہوتے ہیں کالے پانی جاتے ہیں اگر کسی کا بیٹا رات کے وقت باہر کھیلنے گیا ہو اور اس کے گلے میں کوئی زیور ہو تو اس کے والدین ڈرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ اس کو کوئی چور وغیرہ پکڑ کر نہ لے گیا ہو بہت سے لوگ بچوں کو زیور پہنانے میں فائدہ سمجھتے ہیں۔ لیکن اس میں اور تو کوئی فائدہ نہیں ہاں یہ فائدہ ہے کہ بچہ خوبصورت معلوم ہونے لگتا ہے اور دولت کا اظہار بھی ہوتا ہے۔

بزرگوں نے زیور عورتوں کے لیے ۔ تجویز کیا ہے، جو لوگ اپنے بچوں کو زیور پہناتے ہیں گویا ان کے مزاج میں ایک طرح کا۔ زنانہ پن پیدا کرتے ہیں کہ زیور پہن کر باہر جاتے ہوئے ڈریں۔ غیر کو دیکھ کر گھر میں چھپ جائیں۔

زیور پہننے سے بدن سیاہ ہو جاتا ہے۔ بعض دفعہ دورۂ خون بند ہو جاتا ہے۔ خارش پیدا ہوتی ہے، بدن پر ورم آجاتا ہے، بچوں کے ہاتھ پاؤں بڑھنے نہیں پاتے۔ رگیں کمزور ہو جاتی ہیں۔ افسوس ہے ان لوگوں پر جن کا بچہ تو زیور سے لدا ہوا ہے مگر بدن پر کپڑا تک نہیں پاؤں میں جوتی ندارد۔ غرض کہ ماں باپ نے موت کے سارے سامان مہیا کر دئے آگے ان کی قسمت۔

اے میرے ہونہار بھائیو! اور بیٹا بیٹی والو! اگر تم کو اچھے زیور کی تلاش ہے تو بچوں کو علم اور ادب کے زیور سے آراستہ کرو۔ بڑے بڑے امتحان پاس کراؤ۔ بری صحبتوں سے بچاؤ۔ بدزبانی سے بچاؤ۔ کوئی ہنر سکھاؤ ان کے خیالات کو مذہب میں پختہ کراؤ۔ تاکہ وہ تمہارے خاندان کے بہترین زیور شمار ہوں۔

(لیکھو رام مدار منیو)

ایک بے ایمان دوست

(درخت بطور گواہ)

ایک مرتبہ کا ذکر ہے کہ دو دوست رہا کرتے تھے جن میں سے ایک کا نام زید اور دوسرے کا نام محمود تھا۔ ایک دن محمود نے زید سے کہا:-

محمود۔ میرے پیارے دوست زید! میں چند دن کے لئے سفر کو جانا چاہتا ہوں۔ کچھ روپئے میرے پاس ہیں۔ میں اُس روپے کو تمہارے پاس بطور امانت رکھ کر جانا چاہتا ہوں۔ کیا تم اُس روپے کی خبر گیری کر سکتے ہو؟

زید۔ ہاں میں ہر طریقہ سے تمہارے روپے کی نگرانی کر سکتا ہوں۔ لیکن یہ تو بتاؤ کہ کتنے روپے میری حفاظت میں چھوڑنا چاہتے ہو؟

محمود۔ کل پانچ سو روپے۔ میں کل ۱۰ بجے روپیہ لے کر آؤں گا۔ امید ہے کہ آپ گھر پر ملیں گے۔

زید۔ بہتر ہے۔ کل ۱۰ بجے میں تمہارا انتظار کروں گا۔

(دوسرے دن محمود ۵۰۰ روپے لاتا ہے اور ایک درخت کے نیچے جا کر ۵۰۰ روپے زید کو گن کر دے دیتا ہے اور اپنے دوست پر اتنا اعتبار کرتا ہے کہ روپے کی رسید بھی نہیں لیتا)

چھ مہینے کے بعد سفر سے واپس آکر

زید۔ السلام علیکم۔ میرے دوست محمود! اچھے تو ہو؟

محمود۔ وعلیکم السلام۔ ہاں بھائی میں خیریت سے یہاں تک پہونچ گیا۔ دوست زید! میں تمہیں ایک بات کی تکلیف دینا چاہتا ہوں وہ یہ ہے کہ جو روپے بطور امانت کے میں نے اپنی روانگی کے وقت تمہارے حوالے کئے تھے اب وہ مجھے دے دو۔

زید۔ محمود! میری سمجھ میں نہیں آتا کہ تم کیا کہہ رہے ہو؟

محمود۔ میں کہتا ہوں کہ میں اپنے اُن ۵۰۰ روپے کو واپس لینا چاہتا ہوں جن کو میں اپنی روانگی کے وقت تمہیں دے گیا تھا۔

زید۔ کون سے ۵۰۰ روپے؟ میں سمجھتا ہوں کہ شاید تم مذاق کر رہے ہو۔

محمود۔ میرے دوست ہوتے ہوئے کیا تم کو مناسب ہے کہ مجھ سے جھوٹ بولو؟

زید۔ اُس روپے کی رسید [illegible] تب سمجھوں گا کہ تم ٹھیک [illegible]

محمود۔ تم بدمعاش آدمی! جانتے ہو کہ میرے
پاس نہ رسید ہے اور نہ کوئی گواہ۔ اگر تم روپے
نہیں دو گے تو میں عدالت میں نالش کر دوں گا
زید۔ تمہاری جو طبیعت چاہے کر سکتے ہو۔
دیکھو! یہ تہمت جو تم نے مجھ پر باندھی ہے اس کا
انصاف حاکم کیا کرتا ہے؟

(دوسرے دن عدالت میں)

حاکم۔ تمہارا کیا نام ہے؟
محمود۔ حضور! میرا نام محمود ہے
حاکم۔ تم کیا چاہتے ہو؟
محمود۔ حضور والا جب میں چھ مہینے کے لئے
سفر کو جا رہا تھا تو میں نے ۵۰۰ روپے کی ایک
تھیلی زید کے یہاں امانتاً رکھ دی تھی۔ اب میں
وہ روپیہ طلب کرتا ہوں تو وہ دینے سے انکار کرتا ہے
حاکم۔ وہ روپیہ دینے سے کیوں انکار کرتا ہے؟
محمود۔ باوجودیکہ میں نے اس کو روپے دئے
تھے لیکن اب وہ کہتا ہے کہ میں اس کے بارہ
میں کچھ بھی نہیں جانتا۔
حاکم۔ چپراسی! زید کو پکارو۔

زید آیا اور اس نے جھک کر حاکم کو سلام کیا۔
حاکم۔ (زید سے) کیا یہ آدمی ۵۰۰ روپے کی
ایک تھیلی جب کہ وہ سفر کو جا رہا تھا تمہاری حفاظت
میں چھوڑ گیا تھا جس کو آج چھ ماہ کا عرصہ ہوتا ہے؟
زید۔ نہیں حضور والا! یہ بالکل جھوٹ بول رہا ہے۔
حاکم۔ محمود! کیا زید نے تمہیں روپے کی رسید دی تھی؟
محمود۔ نہیں حضور والا!
حاکم۔ تم روپے دینے کے وقت کہاں تھے؟
محمود۔ حضور! میں اس وقت ایک پیپل کے
درخت کے نیچے تھا جو زید کے مکان کے راستے
میں واقع ہے۔
حاکم۔ اگر سوائے اس درخت کے تمہارا اور
کوئی گواہ نہیں ہے تو بہتر ہے کہ تم اسی کو یہاں
بلا لاؤ۔
محمود۔ حضور والا! یہ مذاق ہے۔ بھلا درخت
گواہی کے لئے کیسے آ سکتا ہے؟
حاکم۔ کوئی پرواہ کی بات نہیں ہے۔ اس سے
جا کر کہنا کہ تم کو صاحب گواہی کے لئے بلاتے ہیں
وہ فوراً تمہارے ساتھ چلا آوے گا۔

محمود۔ بہت اچھا حضور! جیسا آپ حکم دیں گے
میں اس کے بجالانے کے لئے ہر وقت حاضر ہوں

(محمود درخت کے بلانے کو جاتا ہے)

حاکم (زید سے) اب وہ بہت جلد واپس آجائے گا۔
زید۔ نہیں حضور! وہ درخت یہاں سے ایک
میل کے فاصلہ پر واقع ہے۔ وہ ابھی آدھی
دور پہونچا ہوگا۔
حاکم۔ کیا! کیا! معلوم ہوگیا کہ تم ان سب باتوں
کے بارہ میں جانتے ہو۔ اگر وہ تمہیں اس درخت
کے نیچے روپے نہ دیتا تو پھر تم کیونکر اس درخت
کے بارہ میں جان سکتے تھے؟۔ چپراسی! اس
کے ساتھ اس کے گھر پر جاؤ اور اس سے ۵۰۰
روپے وصول کر کے اس آدمی کو اپنے ساتھ لے آؤ

(چپراسی جاتا ہے اور اس سے روپے لیکر
آتا ہے اور زید کو قید میں بند کر دیا جاتا ہے۔)

محمود۔ حضور! وہ درخت میرے ساتھ نہیں آیا۔
حاکم۔ تمہیں کیا معلوم! درخت آیا بھی اور گواہی
دے کر چلا گیا۔ تمہارے ۵۰۰ روپے یہ ہیں۔ خبردار
اب بغیر رسید کے کسی کو بھی روپیہ نہ دینا۔ (نظیر حق زار)

ایک جگنو اور بندر

جو آدمی دوسرے کی بات سے نصیحت
حاصل نہیں کرتا وہ خود اپنے آپ کو خطرہ میں ڈال
کر ہلاک ہو جاتا ہے۔ اس کی مثال اس کہانی
سے ظاہر ہے۔

کہتے ہیں کہ کسی پہاڑ کے دامن میں بندروں
کی ایک جماعت رہتی تھی۔ ایک رات کو جب
بہت سردی تھی اور بارش ہو رہی تھی اُن
بندروں کو سردی لگی۔ وہ تاپنے کے لئے آگ
تلاش کرنے لگے لیکن کہیں نہیں ملی۔ انھوں
نے ایک جگنو کو اُڑتے ہوئے دیکھا اور یہ خیال
کر کے کہ یہ آگ کی چنگاری ہے اُسے پکڑ لیا اور
ایندھن میں اُسے رکھ کر پھونکیں مارنے لگے۔
اس امید پر کہ آگ جلائیں اور اس سے تاپیں۔
ان کے قریب ہی درخت پر ایک پرندہ
بیٹھا ہوا تھا۔ بندر اُسے دیکھتے تھے اور وہ بندروں
کی طرف دیکھ رہا تھا۔ پرندے نے اُن کی سب
کارروائی دیکھی اور اُن کو پکار پکار کر کہنے لگا

بے فائدہ مت تھک جیسے تم دیکھ رہے ہو وہ آگ نہیں ہے" آخر منع کرتے کرتے بہت دیر ہو گئی تو اُس نے بندروں کے پاس جانے کا ارادہ کیا تاکہ جس کام میں وہ مشغول تھے انہیں اس سے روکے۔

اِسی اثنا میں ایک آدمی اُس پرندے کے پاس سے گذرا اور اس نے تاڑ لیا کہ پرندہ کیا کرنا چاہتا ہے۔ چنانچہ اُس نے پرندے سے کہا: اُس چیز کے سیدھا کرنے کی کوشش نہ کر جو سیدھی نہیں ہو سکتی۔ کیونکہ اُس ٹھوس پتھر پر تلواریں نہیں پرکھی جاتیں جو کٹ نہ سکتا ہو اور جو لکڑی ٹیڑھی نہیں ہو سکتی اُس کی کمانیں نہیں بنائی جاتیں۔ اِس لئے تو بے فائدہ نہ تھک"۔ پرندے نے اس بات کے ماننے سے انکار کر دیا اور بندروں کی طرف بڑھا تاکہ اُنھیں بتائے کہ یہ آگ نہیں ہے۔ اچانک ایک بندر نے اُس کو پکڑ لیا۔ اور زمین پر دے پٹکا حتیٰ کہ اُس کی جان نکل گئی۔

(ملک غلام حیدر از سیالکوٹ)

طالب علم اور اُس کے فرائض

قبل اِس کے کہ وہ علم حاصل کرنا شروع کرے اس کو اپنے فرائض سے بخوبی واقف ہونا چاہیئے اوّل یہ کہ وہ اپنے اُستاد کا مطیع اور با ادب رہے۔ دوم یہ کہ وہ اوقات کی پابندی کیا کرے یعنی مدرسہ میں وقت پر آئے اور اپنا کام مقررہ وقت میں ختم کرلے۔ ایسا کبھی نہ کرے کہ آج کا کام کل پر ڈال رکھے۔ کیونکہ اس سے سستی اور کاہلی پیدا ہوتی ہے۔ سوم یہ کہ ہمیشہ سچائی سے کام لے کیونکہ بچپن میں اگر جھوٹ کی عادت پڑ جائے گی تو پھر آگے چل کر بھی وہی حالت رہے گی اور سچّائی کا مادّہ پیدا ہونا دشوار ہو جائے گا۔ ہمیشہ پاک صاف رہنا اور صاف رہنے کی کوشش کرنا۔ جماعت میں آپس میں نہ لڑنا ایک دوسرے کی شکایت نہ کرنا اور نہ کسی کی چغلی کھانا۔ بہرحال تمام طالب علموں کو یہ اوصاف اپنے میں پیدا کرنے چاہئیں۔

ہر طالب علم کو اس بات سے بھی واقف

ہونا چاہئے کہ اُستاد یعنی علم سکھانے والے کا
رُتبہ بعض حالتوں میں والدین کے رُتبہ سے افضل
ہے ۔ جو طالب علم اپنے اُستاد کے ساتھ بے
ادبی اور گستاخی کے ساتھ پیش آتا ہے وہ ایسا
ہی ہے جیسا اپنے والد کا ایک نافرماں بردار
بیٹا۔ ہر طالب علم کو چاہئے کہ وہ اپنے اُستاد
کا فرماں بردار رہے اور اُس کی خدمت کرتا
رہے تاکہ وہ اس کے لئے اچھی دعا کرے کیونکہ
اُستاد کی دعا لڑکے کے لئے بہت بڑی نعمت ہے۔

اے میرے ہونہار بھائیو! تمہارے
والدین کی امید تم ہی پر قائم ہے لہذا نیک نام
بننے کی کوشش کرو۔ جو طالب علم ان فرائض
سے واقف ہو کر اُن پر عمل کرے وہی ایک
کامیاب طالب علم بنے گا۔

(محمد مجید الدین متعلم مدرسہ فوقانیہ نامپلی حیدرآباد دکن)

دو بچوں کی شرارت

کریم اور سعید کو ایک دن شرارت جو
سوجھی تو صلاح کرنے لگے کہ بھئی آج اکرم
کی تصویر کھینچو۔ چنانچہ اکرم کو بلا لائے
کریم۔ اکرم! دیکھو تم کرسی کے پاس کھڑے
ہو جاؤ اور میں تصویر کھینچتا ہوں۔ سعید بھی کرسی
کے پیچھے کھڑے ہو جاتے ہیں۔ جب میں
ایک۔ دو۔ تین کہوں۔ فوراً بیٹھ جانا۔ دیکھو
نگاہیں بالکل سامنے رہیں۔
اکرم۔ بہت اچھا۔
اکرم اور سعید دونوں اپنی اپنی جگہ
کھڑے ہو گئے اور کریم نے تصویر کھینچنی شروع کی
کریم۔ ایک ... دو... تین بیٹھو۔
سعید نے پیچھے سے کرسی گھسیٹ لی اور
اکرم میاں جو بیٹھے تو لگے قلابازیاں کھانے
دھڑام سے نیچے گر پڑے اور کریم اور سعید
نے خوب قہقہے لگائے۔

(شان الحق حقی دہلوی از پیشاور)

پہیلی

سر کٹے سے چور چلا ۔ کان کٹے میں [illegible]
ہاتھ رس میں پکڑا گیا ۔ [illegible]

(مرسلہ شان الحق دہلوی)

سفر کے فائدے

سفر سے بہت سے فائدے ہیں۔ سفر سے ہم نئے نئے ملک دیکھ سکتے ہیں وہاں کے آدمیوں کی وضع اور ڈھنگ سے واقف ہو سکتے ہیں۔ ان کے رہنے سہنے کے طریقوں اور ان کی عادتوں سے واقف ہو سکتے ہیں ہیں۔ ہم یہ دیکھ سکتے ہیں کہ اور ملکوں کے باشندوں میں کون سی ایسی اچھی باتیں ہیں جو ہمارے ملک کے لوگوں میں نہیں ہیں۔ اور اسی سے ہم وہ اچھی باتیں جو ہمارے ملک میں نہیں ہیں اپنے شہر یا ملک کے لوگوں میں رائج کر سکتے ہیں۔

سفر کا ایک فائدہ یہ بھی ہے کہ نئے نئے خوشنما نظارے اور پرانی عمارتیں دیکھ سکتے ہیں اور اس سے تاریخی حالات سے آگاہی ہو سکتی ہے اور تجربہ حاصل ہوتا ہے لہٰذا میرے ہونہار بھائیوں کو سفر ضرور کرنا چاہیئے۔

(رشید شریف متعلم موڈرن ہائی اسکول دہلی)

عجیب معمہ کا حل

(سلسلہ کے لئے دیکھو رسالہ ہونہار بابت ماہ اکتوبر ۱۹۵۵ء صفحہ ۳۸)

آخرکار ان لڑکوں کے ابا جان جب مر گئے تو انھوں نے ترکہ کو آپس میں تقسیم کیا۔ جب ہاتھیوں کو تقسیم کرنا چاہا تو وہ اپنے باپ کی وصیت کے مطابق تقسیم نہ کر سکے۔ انھوں نے ہر ایک بڑے آدمی سے مشورہ لیا لیکن کوئی ان کا کام نہ کر سکا۔ آخرکار وہ وزیر اعظم کے پاس پہونچے اور سارا احوال کہہ سنایا۔ وزیر نے کہا اچھا میں کل صبح تمہارے پاس آؤں گا۔

دوسرے دن وزیر صاحب اپنے ہاتھی پر سوار ہو کر لڑکوں کے گھر پہونچے اور سترہ ہاتھیوں کو ایک قطار میں کھڑا کر کے اپنا ہاتھی بھی ان میں شامل کر دیا۔ پھر بڑے لڑکے سے کہا: ان میں سے آدھے یعنی نو تم لے لو۔ منجھلے لڑکے سے بولے "چھ تم لے جاؤ" اور سب سے چھوٹے لڑکے سے کہا کہ "دو تمہارے حصہ میں آئے"۔ باقی ایک ہاتھی بچا جو میرا ہے وہ مجھے واپس کر دو"۔ اس طرح وزیر نے لڑکوں کے باپ کی وصیت کے مطابق ہاتھی تقسیم کر دئے۔ (محمد الیاس بنگلہ گل)

دلچسپ معلومات

دنیا کے مختلف ممالک کی تعلیمی حالت فیصدی

نام ملک	مرد	عورتیں
برطانیہ	۹۳¼	۹۱½
ڈنمارک	۱۰۰	۱۰۰
جرمنی	۱۰۰	۹۸
جزائر فلپائن	۷۰½	۶۱
امریکہ	۹۵½	۹۳
فرانس	۹۶½	۹۴
ہندوستان	۵	۱¼

روزانہ آمدنی کا اوسط فی کس

امریکہ	۲ روپئے
آسٹریلیا	۲ روپئے ۴ ر
برطانیہ	۲ روپے ایک آنہ ۹ پائی
کناڈا	۱ ۰ ۱۰ ۰ ۸ ۰
ہندوستان	۱ ۰ ۰ ۷ ۰

گزشتہ دس سال کے عرصہ میں بڑ[illegible] کارخانوں میں ۲۸ ہزار کے قریب مرد [illegible] کام کرنے کے دوران میں مرگئیں اور تقریباً [illegible] لاکھ انسان زخمی ہوئے۔ یہ رفتار ہر سال [illegible] تیزی کے ساتھ ترقی کر رہی ہے۔ اگر موٹروں [illegible] ریل گاڑیوں اور ہوائی جہازوں کے حادثات کو شریک کر لیا جائے تو اس بات کے اظہار کی ضرورت نہیں رہتی کہ سائنس کی ایجادات کس حد تک تباہ کن ثابت ہو رہی ہیں۔

پیرس کی لائبریری دنیا کی سب سے بڑی لائبریری ہے۔ اس میں کل [illegible] کتابیں ہیں۔ لندن کی لائبریری [illegible] کتابیں ہیں۔ اور یہ دوئم نمبر [illegible] نمبر پر لینن گراڈ واقع [illegible] اس میں ۳ لاکھ [illegible]

ہنسی کی باتیں

رات کے ۱۲ بجے ایک آدمی ایک ڈاکٹر کے مکان پر آیا اور کہا " جلدی چلئے ایک مریض سخت بیمار ہے " ڈاکٹر نے جلدی سے موٹر تیار کرائی اور اُس آدمی کو ساتھ بٹھا کر اُس کے گھر کی طرف روانہ ہوا۔ ایک جگہ پر پہونچ کر اُس آدمی نے موٹر رُکوائی اور کہا:
" آپ کی فیس کیا ہے " ڈاکٹر نے کہا " چار روپے " مگر تم نے ابھی سے فیس کو کیوں پوچھا ؟
اُس آدمی نے روپے دے کر کہا " اِس لئے کہ گاڑی والا مجھے یہاں تک پہونچانے کے پانچ روپئے مانگتا تھا۔ مجھے ایک روپیہ کا نفع ہوگیا

مرسلہ شان الحق دہلوی

ایک بچہ کوٹھے سے نیچے گر پڑا۔ اُس کی ماں نے اُسے اُٹھالیا اور پوچھا: " بیٹا ! کس طرح گر پڑے " ؟ لڑکے نے کہا: اگر اجازت ہو تو پھر گر کر دکھاؤں۔

(نذیر احمد صابر از میانی پنجاب)

ایک شخص۔ ننھے تمہاری عمر کیا ہے ؟
ننھا۔ جب میں گھر میں ہوتا ہوں تو میری اماں اور ابا کہا کرتے ہیں " پانچ سال "
جب میں مدرسہ میں ہوتا ہوں تو " چھ سال "
جب میں ریل پر سوار ہوتا ہوں تو " تین سال "

باقر علی از حیدر آباد دکن

بیٹا۔ ابا ! میں نے ایک بہت عمدہ چیز پائی ہے۔
باپ۔ دکھاؤ بیٹا ! کیا چیز ہے ؟
بیٹا۔ دیکھئے۔ یہ ہیرے کا ایک چمکدار ٹکڑا ہے۔
باپ۔ اگر یہ بالکل اصل ہے تو اس کی قیمت دنیا کا کوئی بادشاہ بھی ادا نہیں کر سکتا۔
بیٹا۔ جب اس کی کوئی قیمت ہی ادا نہیں کر سکتا تو اسے پھینک دینا چاہئیے۔

(سلطان احمد از دہلی)

ایک شخص آئرلینڈ کا باشندہ لندن میں رہتا تھا اُس نے پہلے پہل ایک کلاک (گھنٹہ) خریدا تھا۔ کچھ عرصہ کے بعد گھڑی رُک گئی۔ مالک نے گھڑی کا دروازہ کھولا تو ایک چوہا مرا ہوا پایا۔ گھبرا کر بیوی کو پکارا۔ دیکھو ! مشین کا انجنیئر مر گیا جبھی تو گھڑی رک گئی۔

اشتہارات

لڑکوں کے پڑھنے کے لئے بہترین کتابیں

تاریخ الامت تاریخ اسلام کا یہ سلسلہ صحیح تاریخی اصول اور تحقیق و تنقید کے ساتھ اردو زبان میں پہلی بار شائع ہوا ہے۔ مولانا حافظ محمد اسلم صاحب نے اس سلسلہ کی تالیف سے اردو اور پبلک بالخصوص مسلمانوں پر احسان عظیم کیا ہے۔ اس کتاب کے مطالعہ سے ہر شخص بآسانی مسلمانوں کے تاریخی کارناموں سے پورے طور پر واقف ہو سکتا ہے۔ طرز تحریر نہایت سادہ اور زبان بہت ہی سلیس اور عام فہم ہے۔ صوبہ متوسط اور برار کے محکمہ تعلیم نے اس کتاب کو اپنے مدارس کے لئے پسند کیا ہے۔

(۱) حصہ اول۔ سیرۃ الرسول قیمت عہ
(۲) حصہ دوم۔ خلافت راشدہ " عا
(۳) حصہ سوم۔ خلافت بنی امیہ " عہ
(۴) حصہ چہارم۔ خلافت عباسیہ جلد اول عا
(۵) حصہ پنجم۔ خلافت عباسیہ جلد دوم عام
(۶) حصہ ششم۔ عباسیہ مصر عا

تلاش حق مہاتما گاندھی کی خود نوشت سوانحعمری۔ جس میں انھوں نے اپنی زندگی کے تمام سچے سچے واقعات تحریر فرمائے ہیں۔ اس کی ہزاروں جلدیں ہاتھوں ہاتھ فروخت ہو چکی ہیں۔ قابل دید کتاب ہے
قیمت حصہ اول عہ حصہ دوم عہ
علاوہ محصولڈاک

سرکار کا دربار از الیاس احمد مجیبی صاحب۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرۃ پر بچوں کیلئے نہایت آسان زبان میں پیدائش سے لے کر وفات تک کے مفصل حالات۔ کتابت طباعت نہایت پاکیزہ حجم تقریباً ۲۰۰ صفحات۔ قیمت عہ

چار یار ۔ از الیاس احمد مجیبی صاحب
خلفائے راشدین کے پاکیزہ سبق آموز حالات۔ جسکو اہل تعلیم نے بہت پسند کیا ہے۔ عبارت نہایت سلیس اور شگفتہ۔ قیمت صرف ۱۲ار ۔ ۱۶۴ صفحات۔

دنیا کے لسنے والے حبشیوں۔ امریکہ کے پرانے باشندوں بدوعربوں۔ افریقہ کے بونوں اور جاپان۔ سوئٹزرلینڈ اور ان ملکوں کے لوگوں کے حالات جہاں ہزاروں من برف گرتی ہے۔
(از سید بشیر حسین زیدی بی اے کینٹب۔ بار ایٹ لا۔)
لکھائی چھپائی نہایت اچھی۔ قیمت صرف ۶ر

ترکوں کی کہانیاں لہر بہار کے پھول نظمیں، ۸ر
تاریخ ہند کی کہانیاں لہر معلومات سیر دہلی ۱۲ر
بچوں کی کہانیاں ۱۰ر آداب خطوط نویسی عہ

ملنے کا پتہ

نونہال بک ڈپو بارہ ٹوٹی دہلی

REGISTERED NO L 2630

THE HON-HAR

DELHI.

AN ILLUSTRATED AND MOST USEFUL URDU MAGAZINE
FOR BOYS AND GIRLS

EDITOR

FAIYAZ HUSAIN NASIM (Jamai)

DECEMBER 1930